

Scanned by azamm@UrduFanz.com

سپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی

سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

۱۱۱ واں حصہ

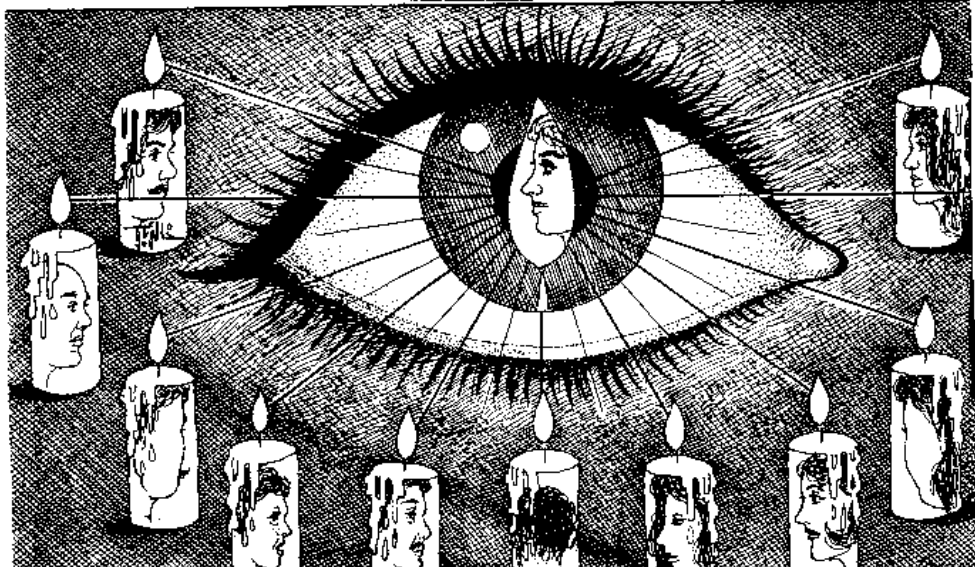
دیوتا

مصنف: محی الدین نواب

راوی: فرہاد علی تیمور

2100/44

SHAHEEN LIBRARY
SAHIWAL



Scanned by azamm@UrduFanz.com

Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com



فرہار علی تیمور

ہنگاموں، رنگینوں اور حقیقت کے اس بے تاج بادشاہ کی سجدہ انگیزی کیا ہے جس نے اپنے ہی بھائیوں اور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا۔ وہ جہاں اور جہاں کے دشمنوں میں چھات، جھانک لیتا اور یہی اس کا سہک تھا۔ اس نے دوسری دنیا کی جہت اشوق سے پیشہ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کے خیال و خیال کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور نے مساتھ صوفیوں سے زیادہ خوب جانے والا خوب تر کیا ہے۔

ساتھ کیا کر رہا ہوگا؟
میرا نے اسے محو کر دیکھا پھر کہا ”تم بھی بھڑور جوان ہو۔ سندر بھی ہو۔ کیا اس نے کبھی نہیں لفت دی ہے۔ انا تم سے لفت دیتی رہیں اور وہ تم سے کڑا رہا۔“
”تم جو راستے کی دیوار بنی ہوئی تھیں۔ وہ تمہاری خاطر خود کو مسلمان کر رہا تھا۔ پانڈے کو یہ بتا رہا تھا کہ تم اس کے ساتھ وقت گزار رہی ہو۔“
”اس نے پانڈے کو بھڑکانے کے لیے ایسا کہا تھا۔ ورنہ اس کے روئے سے سمجھ لیتا جاہیے کہ وہ جوان لڑکیوں سے دلچسپی نہیں لیتا ہے۔“
کبریا ٹرین کی روانگی سے پہلے ٹکٹ کاؤنٹر پر آیا۔ اس نے کاؤنٹر کلرک کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ اس نے ایک آر کنڈیشنز کیمبن اس کے لیے ریزرو رکھا ہوا تھا۔ ایک کیمبن چار مسافروں کے لیے ہوتا ہے۔ کبریا نے اپنے ایک فرضی نام کے ساتھ پروفیسر دنا تاجہ، میرا اور شاردے نام سے چار ٹکٹ حاصل کیے۔ ان کی رقم ادائیگی پھر ٹرین پر سوار ہو گیا۔
صبح کے چھ بج رہے تھے۔ ٹرین وہاں سے چل پڑی۔ شاردے نے کہا ”بڑی مشکل سے بیٹھنے کے لیے سیٹ ملی ہے۔ سوئے کی جگہ نہیں ہے اور ہم رات بھر جاگتے رہے ہیں۔“
کیسے پوری ہوگی؟

کبریا اپنا حلیہ تبدیل کر چکا تھا۔ کوئی اسے البرٹ پارکر کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا پھر وہ ایسے مسلمان کو ڈھونڈ رہے تھے، جس کے ساتھ اغوا شدہ ایک لڑکی ہوگی۔ ٹی وی کے کئی چینل کے ذریعے سرلا کی تصویر دکھائی جا رہی تھی اور یہ اطلاع نشر کی جا رہی تھی کہ ایک قد آور جوان جو خود کو البرٹ پارکر کہتا ہے۔ اس نے سرلا پانڈے کو اغوا کیا ہے۔ یہ لڑکی کسی بھی مرد، عورت، جوان یا بوڑھے کے ساتھ دکھائی دے، فوراً ہی قریبی تھانے میں اطلاع دیں۔ لڑکی گجراتی ہے۔ گجراتی، ہندی اور انگریزی روانی سے بولتی ہے۔ اطلاع دینے والے کو ایک لاکھ روپے دیے جائیں گے۔
البرٹ پارکر کا ایک خیالی خاکہ بھی اسکرین پر پیش کیا جا رہا تھا۔ شاردے اور میرا نے ریلوے اسٹیشن کے ٹی وی اسٹیشن پر سرلا کی تصویر دیکھی پھر ٹرین پر سوار ہو گئیں۔ شاردے نے کہا ”پارکر کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ہم نے سرلا کو دیکھا ہے۔ یہ ٹائیکس ور پانڈے کی بیٹی ہے۔ مانا کہ باپ ظلم کر رہا ہے لیکن اس کی بیٹی پر ظلم نہیں کرنا چاہیے۔“
پروفیسر نے کہا ”پارکر اس لڑکی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ اسے صرف ایک ڈھال کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔“
شاردے نے میرا کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا ”سرلا بھڑور جوان ہے۔ سندر بھی ہے۔ پارکر نہ جانے اس کے

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com
aleeraza@hotmail.com

فون نمبر: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
Email: kitabiat1970@yahoo.com
C-63 فیروز ایکسٹینشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ
(آخر کار لوٹی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500
رابطے کے لئے:

نے پانڈے کی بیٹی سرلا کو اغوا کیا ہے؟“
”جی ہاں۔ میں اسے ایک محفوظ جگہ چھوڑ کر آیا ہوں۔
وہاں وہ عزت آمیز سے رہے گی۔ جب پانڈے ہمارا پیچھا
چھوڑے گا تو اس کی بیٹی اسے مل جائے گی۔“
”اگرچہ وہ دشمن کی بیٹی ہے مگر میں چاہتا ہوں اس کی
عزت پر حرف نہ آئے۔ مجھے تم پر بھروسہ ہے اس کا خیال
رکھو اور اسے جلد ہی عزت سے اس کے گھر پہنچا دو۔ اب باقی
باتیں بعد میں ہوں گی۔ میں سو رہا ہوں۔“
وہ اوپر والی برتھ پر سونے چلا گیا۔ کبریا نے اسے بھی
خیال خوانی کے ذریعے سلا دیا۔ میرا سر جھکائے بیٹھی تھی۔
کبریا نے کہا ”تمہیں بھی سونا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں“
سونے سے پہلے تم کچھ کہو۔ میں اپنے بارے میں کچھ
ہوں۔ کیا میری اس سچائی کا تمہیں یقین ہے کہ میں مسلمان
ہوں۔ تم سے جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔“
”مجھے یقین ہے۔ آپ مجھ سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔
میرے لیے یہ فخر کی بات ہے کہ آپ میری خاطر ایک ایسے
طاقت ور دشمن سے لڑ رہے ہیں جو بہت با اختیار ہے۔ اس
کے ذرائع اتنے وسیع ہیں کہ وہ ہندوستان میں کہیں بھی آپ
کو سکون سے رہنے نہیں دے گا۔ کیا آپ میری ایک بات

بوچھو۔ محبت ایسی چیز نہیں ہے جسے تم زبردستی کسی سے
جوئیں سکو۔“
پھر اس نے کبریا سے کہا ”پارکر امیرا اور شاردہ کی ذمہ
داریاں مجھ پر ہیں۔ یہ دونوں جسے پسند کریں گی۔ میں اس سے
شادی کروں گا لیکن تم تقدیر سے نہیں لڑ سکو گے۔ میرا کہ
مقدر میں کوئی مسلمان لائق پارکر ہے۔ تم اس کے بیٹوں
ساتھی نہیں بن سکو گے۔“
وہ بولا ”محبت کا جذبہ اتنا طاقت ور ہوتا ہے کہ وہ تقدیر
بدل دیتا ہے یا اپنے محبوب کی تقدیر کے مطابق دخل جاتا
ہے۔ میں میرا کی خاطر مسلمان ہو جاؤں گا۔“
میرا ان لمحات میں شرم و حیا بھول گئی۔ پارکر کے جذبات
میں ڈوب کر اسے دیکھنے لگی۔ بڑی خاموشی سے اس پر قربان
ہونے لگی۔ شاردہ کا دل ٹوٹ رہا تھا۔ کبریا نے اسے ایک
برتھ پر سونے کے لیے مائل کیا۔ وہ وہاں لیٹ گئی۔ وہ پروفیسر
سے بولا ”میں ابھی ٹائلٹ سے آتا ہوں۔“
وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹائلٹ میں آیا۔ دروازے کو
اندر سے بند کیا پھر شاردہ کے اندر پہنچ کر اس کے دماغ کو
تھکے لگا۔ وہ دو تین منٹ کے اندر سو گئی۔ وہ دروازہ کھول کر
باہر آیا۔ پروفیسر نے شاردہ کو محبت سے دیکھا پھر کبریا سے کہا
”مجھے اس میں پہچانا ہے۔ ایک بیٹی کی طرح کھلونے کے لیے
خند کرتے کرتے سو گئی ہے۔ تم اس کی حرکتوں کا برا نہ مانا۔“
وہ بولا ”میں ایسی باتوں اور حرکتوں کو اہمیت نہیں دیتا۔
یہ رفتہ رفتہ نارمل ہو جائے گی۔ اچھا ہوا سو گئی۔ ہم اطمینان
سے ضروری باتیں کر کے سو جائیں گے۔ ہم سب ہی بچھلی
رات سے جاگ رہے ہیں۔“
”میں صرف دو باتیں کروں گا۔ پہلی بات تو یہ کہ تم میرا
کی خاطر کیا واقعی مسلمان ہو جاؤ گے۔ اپنے باپ دادا کا
ذہب چھوڑ دو گے؟“
”میرے دادا اور پردادا سب ہی مسلمان تھے۔ میرے
پاپا بھی مسلمان ہیں اور الحمد للہ میں بھی پیدا ہوئی مسلمان
ہوں۔“
”میرا اور پروفیسر اسے بے یقینی سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا
”آپ کو رفتہ رفتہ یقین ہو جائے گا۔ میری کچھ مجبوریاں ہیں۔
میں ابھی اپنے پاپا اور اپنے خاندان کے متعلق کچھ نہیں بتا
سکوں گا۔ میرے قریبی دشمن ہیں۔ ان سے چھپتے رہنے کے لیے
میں مجبور بدلتا رہتا ہوں۔“
”کوئی بات نہیں، جب مناسب سمجھو اپنی اصلیت بتا
دینا۔ میرا کی خاموشی بتا رہی ہے کہ یہ تم سے راضی ہے۔ مجھے
کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرا دوسرا سوال ہے کیا واقعی تم

اور کہا ”تم اندازے سے بھی کہہ سکتے ہو کہ ہمیں برتھ
نہیں ملی ہوگی اس لیے میں نے ایسی باتیں کی ہیں۔ ہماری کوئی
دوسری گفتگو سناؤ۔“
وہ مسکرا کر بولا ”تم نے میرا سے سرگوشی میں کہا تھا، سرلا
بھرپور جوان ہے۔ سندر بھی ہے۔ پارکر اس کے ساتھ نہ
جانے کیا کر رہا ہوگا؟“
شاردہ یہ سنتے ہی جھینپ گئی پھر بولی ”سوری پارکر! میں
نے حسد اور جلاپے میں یہ کہہ دیا تھا۔ یا نہیں کیوں نہیں کسی
دوسری لڑکی کو تمہارے قریب نہیں دیکھ سکتی۔“
”یہ تمہاری دماغی کمزوری ہے۔ تم جلد ہی میرے ساتھ
میری آئیڈیل کو دیکھو گی۔ اسے میرے قریب برداشت نہیں
کرو گی تو میں اسے لے کر دور چلا جاؤں گا۔“
وہ بولی ”تم میری توہین کر رہے ہو۔ کیا تمہاری کوئی
آئیڈیل ہے؟“
”ہاں۔ وہ بہت خوب صورت، سنجیدہ اور خاموش رہنے
والی لڑکی ہے۔ جب سے اسے دیکھا ہے وہ میری نگاہوں میں
رہنے لگی ہے۔ اس وقت بھی مجھ سے دور نہیں ہے۔“
میرا نے چونک کر اسے چور نظروں سے دیکھا۔ کبریا
اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ شاردہ نے دونوں کی نگاہوں کے
تصادم کو دیکھا پھر غصے سے بھڑک گئی ”مجھے پہلے ہی شبہ تھا۔ تم
بہن نہیں دشمن ہو۔ کالی بلی کی طرح میرا راستہ کاٹ رہی ہو۔
اٹکل! آپ دیکھ رہے ہیں یہ خاموش رہتی ہے مگر مجھے اندر
سے ڈستی رہتی ہے۔“
میرا نے ناگوار سے کہا ”کیا بکواس کر رہی ہو۔ اٹکل!
اسے سمجھائیں۔ پتا نہیں یہ میرے متعلق کیسی رائے قائم
کر رہی ہے؟“
پروفیسر نے ڈانٹ کر کہا ”مجھے پارکر سے ضروری باتیں
کرنے دو۔ تمہاری بے فکری باتوں کے باعث مجھے باتیں کرنے
کا موقع نہیں مل رہا ہے۔“
”میں چپ رہوں گی۔ پہلے میرا صاف صاف کہہ دے
کہ اسے پارکر سے لگاؤ نہیں ہے۔“
کبریا نے کہا ”میرا سے نہ پوچھو، میں کہتا ہوں کہ میرا
میری آئیڈیل ہے۔ کیا اتنی ہی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ میں
اس کی خاطر ہر سراسر اقدام پارکر کے لیڈر سے کر رہا ہوں اور
بھیس بدل کر پھر اس کے قریب آ گیا ہوں۔“
اس کی باتیں سن کر میرا کامل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔
وہ منہ بھیر کر شاردہ کی خاموشی اور شاردہ رونے لگی تھی۔ پروفیسر
نے کہا ”کیوں بچوں کی طرح رو رہی ہو؟ چپ ہو جاؤ آنسو

ہے۔ ہم بیٹھے بیٹھے کس طرح خند پوری کریں گے۔“
”میں سمجھی اس طرح سو نہیں پاؤں گی۔ آپ کٹ چکر
کو زیادہ رقم دے کر انٹر کنٹیننٹل ٹیکسٹ میں برتھ حاصل
کریں۔“
پروفیسر کے موبائل کا بزرگ سٹائی دیا۔ اس نے اسے آن
کر کے کان سے لگایا۔ اسے کبریا کی آواز سنائی دی۔ وہ خوش
ہو کر بولا ”تم؟ خیریت سے ہوتا؟ ہم تمہارے لیے بہت پریشان
ہیں۔ تم کہاں ہو؟“
کبریا نے کہا ”آپ حیرانی پریشانی ظاہر نہ کریں۔ میرا اور
شاردہ کے ساتھ اس ٹرین کی بوکی نمبر سولہ کے کینین نمبر
سات میں آجائیں۔“
اس نے فون بند کر دیا۔ پروفیسر نے اپنی جگہ سے اٹھتے
ہوئے میرا اور شاردہ سے کہا ”میرے ساتھ آؤ۔ ہم دوسرے
ڈبے میں جائیں گے۔“
وہ دونوں اس کے ساتھ چلنے لگیں۔ میرا نے کہا
”دوسرے ڈبے میں جگہ نہیں ملے گی۔“
شاردہ نے کہا ”سمجھا کو۔ اٹکل کٹ چکر کو رشوت
دے کر برتھ حاصل کریں گے۔“
ٹرین کی تمام بوکیاں ایک دوسرے سے منسلک تھیں۔
وہ ایک ایک بوگی سے گزرتے ہوئے کبریا کے کینین کے
دروازے پر آئے۔ اس نے دروازہ کھول کر کہا ”آجائیں۔“
وہ پیچھے ہٹ گیا۔ وہ تینوں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے
لگے۔ اس نے پروفیسر کو اندر آنے پر مائل کیا۔ وہ دونوں بھی
اس کے ساتھ آئیں۔ وہ دروازے کو اندر سے بند کرنے کے
بعد بولا ”میں نے دشمنوں سے بچنے کے لیے اپنا چہرہ اور طبع
تبدیل کیا ہے۔ آپ مجھے آواز سے پہچان سکتے ہیں۔ میں
البرٹ پارکر ہوں۔“
تینوں حیران ہو کر اسے متوتری ہوئی نظروں سے دیکھنے
لگے۔ وہ مسکرا کر بولا ”جب میں مجھے بدلتا ہوں تو میرے
اپنے بھی مجھے پہچان نہیں سکتے۔ میری پہچان یہ ہے کہ میں غیر
معمولی قوت سماعت رکھتا ہوں۔“
پروفیسر نے کہا ”بے شک یہ البرٹ پارکر کی پہچان
ہے۔“
وہ بولا ”تھوڑی دیر پہلے شاردہ کہہ رہی تھی بڑی مشکل
سے بیٹھنے کے لیے سیٹ ملی ہے۔ سونے کی جگہ نہیں ہے اور
ہم رات بھر جاگتے رہے ہیں۔ نیند کیسے پوری ہوگی؟“
میرا نے کہا ”ہاں۔ شاردہ ایک کہہ رہی تھی۔“
شاردہ نے اتنی دیر میں پہلی بار کبریا کو لگاؤ سے دیکھا

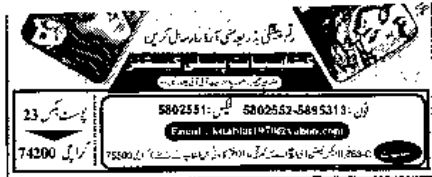


Scanned By:

Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com



نہیں گے؟

”بولو۔ ہزار باتیں مانوں گا۔“

”آپ یہ ملک چھوڑ دیں۔ یہاں قدم قدم پر آپ کے لیے خطرہ ہے۔ وہ لوگ کہیں سے چھپ کر آپ کو گولی مار سکتے ہیں۔“

”تم ملک چھوڑنے کی بات کہہ رہی ہو۔ میں تو تمہارے بغیر یہ دنیا بھی نہیں چھوڑوں گا۔ کیا میرے ساتھ گولی کھاؤ گی؟“

”میں زبان سے کیا کہوں؟ کسی دن ثابت کر دوں گی کہ میری جان آپ ہی کے لیے ہے اور یہ جان آپ ہی کو دوں گی۔“

”مجھے یقین ہے۔ میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں اور تمہیں دل و جان سے چاہتا ہوں۔ تم اپنے دل کی بات کہو۔“

اس نے میرا کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں لیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے شرعاً ہونے سے ڈیکھا پھر سر جھکا کر بولی ”میں آپ کی سلامتی چاہتی ہوں۔ آپ اس شیطان پانڈے کو نہیں جانتے۔ وہ آپ کو مار ڈالنے کے لیے سرکاری مشینری کو کام میں لا لگائے گا۔“

”میں دشمنوں سے بے خبر نہیں ہوں۔ ان کے ایک ایک منصوبے سے باخبر رہتا ہوں۔“

”میں سمجھ گئی۔ آپ غیر معمولی وقت ساعت کے ذریعے دشمنوں کی باتیں سنتے رہتے ہیں۔ واقعی اس صلاحیت کے ذریعے آپ محفوظ رہتے ہیں۔“

اس کا ہاتھ کبریا کے ہاتھ میں تھا۔ وہ عجیب سی کشش محسوس کر رہی تھی۔ اس کی طرف کبھی جارہی تھی۔ اس کے اندر کیا ہو رہا ہے؟ یہ کبریا خوب سمجھ رہا تھا۔ فی الحال وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ دشمن اسے کہاں کہاں تلاش کر رہے ہیں؟

اس نے کہا ”جی چاہتا ہے“ اسی طرح تمہارے ساتھ محبت سے وقت گزارتا رہوں لیکن ہم سب جھجھکی رات سے جاگ رہے ہیں۔ ہمیں ذہنی اور جسمانی طور پر فریش رہنے کے لیے سو جانا چاہیے۔ میں اوپر والی برتھ پر جا رہا ہوں۔ تم یہاں سو جاؤ۔“

اسے کبریا کی قربت اچھی لگ رہی تھی۔ وہ دیر تک بیٹھی رہتا چاہتی تھی لیکن محبت سے یہ بھی سوچ رہی تھی کہ وہ تمام دشمنوں سے جنگ لڑ رہا ہے۔ بہت تھکا ہوا ہے۔ اسے سو جانا چاہیے۔

کبریا نے اس کے ہاتھ کو چوم کر کہا ”ہم نیند پوری کرنے

کے بعد ڈھیر ساری باتیں کریں گے۔ اب آرام سے سو جاؤ۔“

وہ اوپر والی برتھ پر چلا گیا۔ میرا نے اس ہاتھ کو اپنے دھڑکتے ہوئے سینے سے لگایا۔ جسے کبریا نے چوما تھا پھر وہ اپنی برتھ پر لیٹ گئی۔ کبریا نے اسے ایک منٹ میں خیال خوانی کے ذریعے سلاوا۔

ابھی اس کے نصیب میں آرام نہیں تھا۔ دشمنوں کی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کرنا بہت ضروری تھا۔ پہلے اس نے ٹائیکسور پانڈے کی بیٹی سرلا کی خبر لی۔ وہ شلیا کے جنگلے کے ایک کمرے میں آرام سے سو رہی تھی۔ کبریا نے سرلا، شلیا اور اس کی ماں کے دماغوں میں باری باری جا کر یہ حکم دیا کہ وہ تینوں مزید چار گھنٹوں تک سوئی رہیں گی۔

پھر اس نے ڈی آئی جی کے خیالات پڑھے۔ وہ مایوس ہو کر اپنے اعلیٰ افسر سے کہہ رہا تھا کہ البرٹ بار کر دہلی میں نہیں ہے۔ اس شر سے باہر نہ جانے کون سے شراب قحبے میں جا کر چھپا ہوا ہے۔ اعلیٰ افسر نے کہا ”ممبئی سے ٹائیکسور پانڈے اپنی بیٹی کے لیے گرج رہا ہے۔ آج شام تک اس کی بیٹی واپس نہ آئی تو وہ ہم سب کو ہمارے عہدوں سے نیچے گرا دے گا۔ ہمارا نرأسفر کرا دے گا۔“

کبریا نے ٹائیکسور پانڈے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے کبریا کی مرضی کے مطابق فون کی کھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا ”ہیلو۔ کون ہے؟“

”تمہارا باپ بول رہا ہے۔ اپنی بیٹی واپس چاہتے ہو یا نہیں؟“

وہ چونک کر بولا ”اے تم! البرٹ پارکر ہو؟“

”میں البرٹ پارکر کے بھیس میں تھا۔ اب دوسرے بھیس میں ہوں۔ تمہارے اتر پردیش کے تمام پولیس والے مجھے ڈھونڈ رہے ہیں۔ کتنے ہی میرے قریب سے گزر چکے ہیں۔ کسی نے مجھے اب تک نہیں پہچانا ہے اور نہ ہی کبھی پہچان پائیں گے۔“

”یہ بتاؤ۔ میری بیٹی کہاں ہے؟ تم نے اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا ہے۔“

”تمہاری بیٹی بہت ہی سندر اور بھرپور جوان ہے۔“

”اے خبردار! ایک بیٹی کے باپ سے ایسی باتیں نہ کرو۔“

”تم دوسروں کی بیٹیوں سے بھلتے ہو اور پٹھارے لے لے کر ان کے حسن و شباب کی باتیں کرتے ہو۔ ایسے وقت

تمہیں شرم نہیں آتی؟“

”اپنی بیٹی کے لیے غرت جاگتی ہے۔ دوسروں کی بیٹیاں لوٹ کا مال ہوتی ہیں۔ مجھے تاؤ سرلا کہاں ہے؟“

”میرے سامنے بند پر لیٹی ہوئی ہے۔ میں اس سے کہہ رہا ہوں لباس پنو مگر یہ نہیں پہن رہی ہے۔ تم نے اسے بچپن سے تنگی رہنے کی عادی بنا دیا ہے۔ اب یہ کھلی ہوئی کتاب کی طرح بڑی میری نیت خراب کر رہی ہے۔“

”اے! مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ میری بیٹی سے بات کراؤ۔“

”وہ دوسرے فون سے بات کرے گی۔ میں نمبر بتا رہا ہوں۔ ڈائل کرو۔“

اس نے کیڑیل پر ہاتھ رکھ کر ہٹایا پھر کبریا کی مرضی کے مطابق آئی جی کی بوڑھی دادی کے موبائل فون پر رابطہ کیا۔ ادھر سے بوڑھی دادی نے ”ہیلو“ کہا۔ وہ غصے سے بولا

”تمہیں شرم نہیں آتی۔ تنگی کیوں ہو؟“

”شٹ آپ! اپنے باپ کو بد تمیز کہہ رہی ہو؟“

”کیا بیکواس کر رہے ہو؟ میرے باپ کو مرے ہوئے بچپاس برس ہو چکے ہیں۔“

”کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ میں زندہ ہوں اور تم مجھے مرہ کہہ رہی ہو۔ آگے کوئی بیکواس کرنے سے پہلے بستر سے اٹھو اور فوراً کپڑے پہنو۔“

”پاگل کے بچے! میں نے پورے کپڑے پہنے ہیں۔ تیری ماں تنگی ہو گی جا کے اسے کپڑے پہنا۔“

آئی جی نے کمرے میں آکر پوچھا ”دادی ماں! اس کا فون ہے؟“

”ہاں نہیں کون کہہ رہا ہے؟ کیا تم معلوم کر سکتے ہو کہ یہ فون کرنے والا کون ہے؟“

آئی جی نے اس سے فون لے کر کان سے لگایا۔ اس وقت وہ پوچھ رہا تھا ”کیا تم سرلا نہیں ہو؟“

اس نے سرلا کا نام لیا تو آئی جی نے اس کی آواز بھی پہچان لی۔ حیرانی سے پوچھا ”ٹائیکسور! یہ تم ہو؟“

وہ بولا ”اے! سو رہی۔ اس دشمن نے مجھے غلط نمبر بتایا ہے۔ تم آئی جی ہو نا؟“

”ہاں۔ کس دشمن نے تمہیں یہ نمبر دیا ہے؟“

”وہی دشمن ہے جس نے سرلا کو اغوا کیا ہے۔ پتا نہیں وہ میری بیٹی کے ساتھ کیا کیا کر رہا ہے؟“

”فکر نہ کرو۔ وہ خیریت سے ہوگی۔ ہم اسے ڈھونڈ

نکالنے کی پوری کوششیں کر رہے ہیں۔“

”یہ تو میں کل رات سے سنتا آ رہا ہوں۔ وہ میری بیٹی کے ساتھ اسی شہر کے کسی مکان میں ہے۔ میری عزت کی دھجیاں اڑا رہا ہے۔“

”ہم پورے شہر کی ناکابندی کر چکے ہیں۔ وہ یہاں سے جا چکا ہے۔ اگر سرلا کے ساتھ کسی مکان میں ہے تو پھر کسی قریبی شہر میں ہوگا۔ میرا مشورہ ہے اس کا کوئی مطالبہ ہو تو مان لیا جائے۔ اس طرح بیٹی واپس آجائے گی۔ اس کی واپسی کا یہی ایک آسان طریقہ ہے۔“

کبریا نے اسے فون کی کھنٹی بجنے کا احساس دلایا۔ وہ بولا ”فون کی کھنٹی بج رہی ہے۔ شاید اسی کا فون ہے؟ میں ابھی تم سے رابطہ کروں گا۔“

اس نے وہ ریسیور رکھ کر دوسرے فون کا ریسیور اٹھایا پھر اسے کان سے لگا کر بولا ”ہیلو!“

کبریا نے کہا ”تم نے اپنی بیٹی سے بات کر لی؟“

”تم نے مجھے غلط نمبر دیا تھا۔ پلیز! میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ میری بیٹی کو واپس کر دو۔ تمہارا جو بھی مطالبہ ہو گا میں اسے پورا کروں گا۔“

”میرا مطالبہ ہے۔ تم پروفیسر بنا تھو، شادوا اور میرا دشمن بھول جاؤ گے۔“

”سمجھو کہ بھول گیا۔ بس اسی لمحے سے بھول گیا۔ میں کبھی ان کا نام بھی زبان پر نہیں لاؤں گا۔“

”تم دونوں کے لیے دہلی آ جاؤ گے۔ یہاں آنے کے بعد تم ممبئی میں کسی سے فون پر بھی رابطہ نہیں کرو گے۔“

”میں ابھی کسی بھی پہلی فلائٹ میں دہلی جانے کے لیے سیٹ حاصل کروں گا۔“

”تم جتنی جلدی دہلی آؤ گے اتنی ہی جلدی تمہیں بیٹی واپس ملے گی۔ وہ انٹرپورٹ پر تمہیں ریسیور کرنے آئے گی۔“

وہ ٹائیکسور پانڈے کو اس لیے ممبئی سے ہٹا رہا تھا کہ شام تک پروفیسر دینا تھانہ ان دونوں لڑکیوں کے ساتھ وہاں پہنچنے والا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ پانڈے کو وہاں ان کی آمد کا علم ہو اور وہ ان کے خلاف شیطانی حرکتیں کرے۔

اس نے کہا ”دہلی جانے سے پہلے یہاں کسی کو دو کروڑ روپے دے کر جاؤ۔ میں وہ رقم اس سے وصول کروں گا۔“

وہ عاجزی سے بولا ”دو کروڑ تو بہت ہوتے ہیں۔“

”تو پھر تین کروڑ دے دو۔ جتنی بحث کرو گے اتنی ہی رقم بڑھتی جائے گی۔ جسے تین کروڑ دے کر جاؤ گے اسے ابھی بلاؤ۔“

کتا بیات پبلی کیشنز

7

تھی۔

اس نے اپنے ایک مشیر کو بلایا پھر اس کے آنے پر کہا ”میں ابھی تین تین کوڑ روپے دے رہا ہوں۔ کسی وقت بھی ایک شخص تمہارے پاس آئے گا۔ وہ کوڑ روڑ کے طور پر کے گا ”تا کہ شور پائے گا۔“ یہ سنتے ہی تم اسے تین کوڑ روپے دے دو گے۔“

مشیر نے حیرانی سے پوچھا ”پانچ سو صاحب! آپ گالی کھانے کے تین کوڑ روپے دے رہے ہیں؟“

”آج میں بہت خوش ہوں۔ جو مجھے گالی دے گا۔ میں اسے اسی طرح انعام دوں گا۔“

”میں آپ کو ماں بہن کی گالیاں دے سکتا ہوں۔ کیا مجھے بھی تین کوڑ روپے دیں گے؟“

”تین کوڑ روپے دیں گے۔“

کبریا اس مشیر کی آواز سن چکا تھا۔ کسی وقت بھی اس کے اندر پہنچ سکتا تھا۔

مشیر نے کہا ”یہ آپ ریہور اٹھا کر کس سے باتیں کر رہے ہیں؟ یہ تو خراب پڑا ہے۔ اس کے لیے کمپلین کی مٹی ہے۔“

”مجھے پتا ہے۔ تم ابھی جاؤ۔ میں بعد میں بلاؤں گا۔“

وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے ریہور کو دیکھ کر سوچا ”واقعی یہ فون تو خراب ہے۔ میں اتنی دیر سے اس پر کیسے بات کر رہا ہوں؟ اور مجھے اس کی آواز بھی سنائی دے رہی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“

اس نے ریہور کو پھر کان سے لگایا۔ کبریا نے کہا ”مجھ سے کچھ! جب تجھے آواز سنائی دے رہی ہے تو پھر فون کیسے خراب ہو سکتا ہے؟ اب یہ ریہور رکھ دے اور دوسرے فون کے ذریعے دہلی کے لیے سیٹ حاصل کر لے۔“

اس نے ریہور کو رکھ کر دوسرے فون کا ریہور اٹھایا پھر ایک ایر لائن ایجنسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

کبریا داغی طور پر حاضر ہو گیا۔ آئندہ پھر پانچ سو کے پاس جا کر اس سے سننے والا تھا۔

○●○

اعلیٰ بی بی نے فرمان مصری کے ساتھ کچھ وقت گزارا تھا۔ اس کے ساتھ رات کا کھانا کھا کر قاہرہ کی شاہراہوں پر گھومتی رہی تھی۔

فرمان ایک صحت مند قد آور خوب رو جوان تھا۔ پہلی ملاقات میں اعلیٰ بی بی کو دل دے بیٹھا تھا۔ وہ بھی اس سے کسی حد تک متاثر تھی لیکن اتنی ریزرو تھی کہ وہ اظہار محبت کی جرات نہیں کر رہا تھا۔ وہ بھی اسے موقع نہیں دے رہی

روہوں گا؟

فرمان مصری نے اعلیٰ بی بی کو بہت عمارہ سے ملایا تھا۔ اس سے پہلے اعلیٰ بی بی نے فرمان مصری کے خیالات پڑھے تھے۔ اس کے ذریعے بہت عمارہ کے دماغ میں پہنچی تھی پھر اس کے بھی خیالات پڑھے تھے۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ ان ماں بیٹے کے دماغوں میں پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکتی ہے۔ بعد میں بہت عمارہ نے اسے بتایا کہ وہ دھوکا کھا رہی تھی۔ ان ماں بیٹے کے چور خیالات کو کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ اس نے اپنے اور فرمان کے دماغ پر ایسا عمل کیا تھا کہ وہ اپنے اندر پرانی سوچ کو محسوس کر لیتے تھے لیکن ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ ایسا ہی عمل بابا صاحب کے ادارے میں اعلیٰ بی بی اور کبریا پر کیا گیا تھا۔

فرمان مصری بہترین فائز تھا۔ اپنی ماں سے ٹپلی بیٹی کا علم حاصل کر چکا تھا۔ بہت جلد خیال خوانی کے قابل ہونے والا تھا۔ بہت عمارہ اسے کچھ پراسرار علوم بھی سکھاتی تھی۔ اعلیٰ بی بی، فرمان اور بہت عمارہ کے درمیان محبت اور اعتماد پیدا ہوا۔ تب فرمان نے اعلیٰ بی بی کو اپنے بارے میں اصل حقائق بتائے۔ اعلیٰ بی بی نے دریائے نیل کے ساحل پر ایک بنگلا کرائے لے لیا تھا۔ فرمان نے کہا ”قاہرہ کے مضافات میں وسطی نامی ایک بستی ہے۔ میں وہاں کی زمینوں کا مالک ہوں وہاں ایک بہت بڑی حویلی میں رہتا ہوں۔ میں چاہوں گا۔ تم وہاں میرے ساتھ رہو۔ اس کرائے کے بیلنگ کو چھوڑ دو۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”آج رات مجھے یہاں رہنے دو۔ کل کسی وقت تمہاری حویلی میں آؤں گی۔“

فرمان بڑے پیار سے مصافحہ کر کے چلا گیا۔ وہ رات اس نے اسی بیلنگ میں گزار دی۔ کھڑکیوں اور دروازوں کو اندر سے اچھی طرح بند کر دیا پھر سونے سے پہلے اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ بیلنگ کے آس پاس کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی اندر آنا چاہیے تو فوراً اس کی آنکھ کھل جائے۔ وہ یہ ہدایت دے کر صبح چھ بجے تک کے لیے گہری نیند سو گئی۔

فرمان مصری اپنی کارڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا۔ قاہرہ شہر سے اس کی حویلی پر آس پاس کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ وہ اپنے علاقے کا جاگیردار تھا۔ اس کی حویلی کے اندر اور باہر درجنوں مسلح گاؤڑی ڈیوٹی رہا کرتی تھی۔ یہ دولت اور جاگیر اسے بہت عمارہ سے حاصل ہوئی تھی۔ وہ گنتی تھی ”تم میرے بیٹے ہو۔ آج میرا جو کچھ ہے وہ کل تمہارا ہو گا۔“ وہ صرف اپنی دولت اور جائیداد ہی نہیں اپنے پراسرار علوم بھی اس کے

ذہن میں خقل کرتی جا رہی تھی۔

اس نے ایک بار پوچھا تھا ”اما! آپ اپنا سب کچھ مجھے دیتی جا رہی ہیں۔ آخر مجھے اس قدر چاہتی کیوں ہیں؟“

اس نے جواب دیا ”بیٹے! میں تمہارے ذریعے محبت کے رشتوں میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں۔ تمہاری زندگی میں ایک حسین لڑکی آنے والی ہے۔ تم اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارو گے۔ وہ میرے لیے ایک پوتے کو جنم دے گی۔ تو وہ پوتا مجھے دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت بنا دے گا۔“

”آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ وہ حینہ مجھ سے راضی ہو جائے گی اور وہ ایک بیٹے کو جنم دے گی۔“

”میرا ایک علم مجھے مستقبل کے بارے میں درست بتاتا ہے۔ بس ایک پریشانی ہے۔ کہیں سے کوئی رکاوٹ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔“

”کیسی رکاوٹ اما؟“

”یہ ابھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔“

یہ کچھ عرصہ پہلے کی بات تھی پھر اعلیٰ بی بی سے ان کی ملاقات ہوئی تو وہ فرمان سے بولی ”میں وہ حینہ ہے جو میرے لیے ایک پوتا پیدا کرے گی۔ اسے جلد سے جلد اپنی محبت میں گرفتار کر دو۔“

وہ بولا ”اما! یہ جتنی حسین ہے، اتنی ہی سنگین ہے۔ بہت ریزرو رہتی ہے۔ رومانی انداز اختیار کرنے کا موقع نہیں دے رہی ہے۔ کیا یہ مجھ سے محبت کرے گی؟“

”محبت اور اپنے بہترین سلوک سے ہم دونوں اس کا دل جیت لیں گے۔ میں اس کے باپ کو ڈھونڈ نکالوں گی تو یہ بیشک کے لیے ہماری ہو جائے گی۔“

پھر بہت عمارہ نے پراسرار علوم کے ذریعے مجھے تلاش کرنا چاہا۔ تب پتا چلا واقعی ویسی ہی رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ جس کا ذکر فرمان سے کر چکی تھی۔

اب یہ اندیشہ پیدا ہوا تھا کہ وہی رکاوٹ فرمان اور اعلیٰ بی بی کے درمیان آئے گی۔ انہیں ایک دوسرے سے ملنے نہیں دے گی پھر اعلیٰ بی بی اس کے لیے ایک پوتے کو جنم نہیں دے سکے گی۔

اس نے فرمان سے کہہ دیا تھا کہ وہ صبح تک مرا تھے میں رہے گی اور اس نامعلوم قوت کے بارے میں معلوم کرتی رہے گی۔ اسے اعلیٰ بی بی کے زیادہ سے زیادہ قریب ہو جانا چاہیے۔ وہ اپنی اما کی ہدایات کے مطابق اعلیٰ بی بی کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن اس کا انداز

محبوبانہ ہونے کے باوجود بے شکافانہ نہیں تھا۔
وہ اسے محبت اور اس کی رضا مندی سے حاصل کرتا
چاہتا تھا۔ لہذا اسے ساحلی بنگلے میں تھا چھوڑ کر شہر سے دور
اپنی حویلی کی طرف جانے لگا۔ وہ کارڈرائیو کرنے کے دوران
یہ تمام باتیں سوچ رہا تھا۔ اچانک اس کے اندر بے چینی سی
پیدا ہونے لگی۔ یہ سوچ پیدا ہونے لگی کہ وہ اعلیٰ بی بی سے
دور ہو کر غلطی کر رہا ہے۔ آج ہی رات اسے حاصل کر لینا
چاہیے۔

اس نے سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ بڑی
سنجیدگی سے خود کو ٹٹولنے لگا کہ اس کے اندر اعلیٰ بی بی کے
لے جا رہا نہ خیالات کیوں پیدا ہو رہے ہیں ”نہیں“ میں
اسے پیار کی سچائی سے حاصل کروں گا۔ میرے اندر یہ
شیطان خیالات کیوں پیدا ہو رہے ہیں؟ اگر پرانی سوچ کی لہریں
ہوتیں تو میں انہیں محسوس کر لیتا۔ میرے اندر کوئی نہیں ہے
پھر میں اپنے قابو سے باہر کیوں ہو رہا ہوں؟“

اس نے سوچتے ہوئے گاڑی اشارت کی پھر اسے واپسی
کے راستے پر موڑ لیا۔ تب اسے ماننا پڑا کہ کوئی ناپیدہ قوت
اس پر حاوی ہو رہی ہے۔ اسے واپس اعلیٰ بی بی کی طرف لے
جاری ہے۔ اگر اس نے خود کو نہ روکا تو یہ بہت برا ہو گا۔ اعلیٰ
بی بی اس سے بدظن ہو جائے گی۔ اسے عیاش اور بدکردار
سمجھ کر اس کا ساتھ چھوڑ دے گی۔

وہ تیزی سے کارڈرائیو کرتا جا رہا تھا اور اسے روکنے کی
کوشش بھی کرتا جا رہا تھا لیکن ناکام ہو رہا تھا۔ اس نے فوراً
یہ خیال خرابی کرتے ہوئے بہت عمارہ کو پکارا ”ماما! مجھے
بچاؤ۔ کوئی مجھ پر حاوی ہو رہا ہے۔ یہ وہی ناپیدہ قوت ہو سکتی
ہے۔ مجھے بچاؤ۔“

اس کی سوچ کی لہریں بہت عمارہ تک نہیں پہنچ رہی
تھیں۔ تب اسے یاد آیا جب وہ مراۃ میں رہتی ہے تو اس
کے دماغ کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں۔ کوئی اس کے اندر
نہیں پہنچ پاتا۔ اس نے کہا تھا ”صبح تک مراۃ میں رہے گی۔
اس کا مطلب تھا کہ وہ ابھی اس کی آواز سن پائے گی اور نہ
ہی اس کی کوئی مدد کر سکے گی۔“

وہ ناپیدہ قوت بہت ہی زبردست تھی۔ وہ اس سے
نجات حاصل کرنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ بے اختیار ڈرائیو
کرتا ہوا اسی ساحلی بنگلے کی طرف جا رہا تھا ”جہاں ایک بیل
روم میں اعلیٰ بی بی سو رہی تھی۔“

گاڑی اس بنگلے کے سامنے پہنچنے ہی رک گئی۔ اس نے
پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اعلیٰ بی بی کے اندر پہنچا۔ وہ پرانی

سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بیدار ہو گئی۔ اس نے پوچھا
”کون ہے؟“

وہ بولا ”میں فرمان! میرے اندر آؤ اور مجھ سے بچنے کی
کوشش کرو۔ کوئی شیطان میرے اندر گھسا ہوا ہے۔“

وہ فوراً اٹھ بیٹھی۔ اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ بہت
پریشان تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا۔ وہ واپس نہیں آتا
چاہتا تھا لیکن ایک ناپیدہ قوت اسے یہاں لے آئی ہے۔ وہ
چاہتی ہے کہ فرمان زبردستی اعلیٰ بی بی سے تعلقات قائم
کرے۔

وہ کار سے اتر کر بنگلے کے دروازے تک آیا پھر پوری
قوت سے واپس جانے کی کوشش کی۔ وہاں سے پلٹ کر
ساحل کا رخ کیا لیکن اس کا دماغ اس کے قابو سے باہر
ہو گیا۔ وہ دروازے کے پاس آکر اسے لائیں مارنے لگا۔
جھنجھلا کر کہنے لگا ”دروازہ کھولو۔ نہیں کھولو گی تو یہ ٹوٹ جائے
گا۔“

اعلیٰ بی بی اس کے اندر اپنی دماغی قوتوں کا اضافہ کرتا
چاہتی تھی۔ تاکہ اس کی اور فرمان کی مشترکہ قوتوں سے اس
ناگمانی شیطانی قوت کا مقابلہ کیا جاسکے۔ ایسے وقت پتا چلا کہ
اس کا دماغ بے قابو ہو رہا ہے۔ اب وہ فرمان کو اپنے پاس بلانا
چاہتی ہے اس کی بات ماننا چاہتی ہے۔

وہ انکار میں سر ہلا کر چیختی لگی ”نہیں۔ یہ میرے اندر
کیسے گندے خیالات پیدا ہو رہے ہیں؟ میں دروازہ نہیں
کھولوں گی۔“

وہ انکار کر رہی تھی لیکن بے اختیار دروازے کی طرف
بڑھتی جا رہی تھی۔ ان لمحات میں فرمان دماغی طور پر سکون
محسوس کر رہا تھا۔ اس کے اندر سے شیطانی ضد ختم ہو گئی
تھی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر بولا ”اب وہ ناپیدہ قوت
تمہارے اندر موجود ہے۔ ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ وہ
بیک وقت ہم دونوں کو مجبور نہیں کر سکے گی۔ میں نے
دروازے کو باہر سے بند کر دیا ہے۔ تم اندر سے کھولو گی تو یہ
نہیں کھلے گا۔“

یہی ہوا۔ اعلیٰ بی بی نے ناپیدہ قوت کے دباؤ میں آکر
دروازے کی چٹختی ہٹائی تو وہ باہر سے بند تھا۔ اچانک فرمان نے
پھر اپنے اندر شیطانی ضد محسوس کی۔ ادھر اعلیٰ بی بی نے دماغی
سکون محسوس ہوتے ہی پھر چٹختی لگا دی۔ باہر سے فرمان نے
دروازہ کھولنا چاہا تو وہ اندر سے بند ہو چکا تھا۔

ایسا دو چار بار ہوا۔ وہ ناپیدہ قوت اعلیٰ بی بی کو مجبور کرتی
تو فرمان اس کا بچاؤ کرتا۔ وہ فرمان کو مجبور کرتی تو اعلیٰ بی بی

اس کا بچاؤ کرتی۔ ایسے طریقہ کار سے وہ قوت اپنے ارادے
میں ناکام ہو رہی تھی۔

آخر وہ مجبور ہو گئی۔ اسے بولنا پڑا۔ فرمان کو اپنے اندر
بنت عمارہ کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی ”تم گدھے ہو۔
میں نے کتنے مواقع فراہم کیے۔ پہلے تمہیں رومانس کا موقع
دیا پھر تم اس بنگلے میں اس کے ساتھ تنہا آئے لیکن تم نے
اسے ہاتھ نہیں لگایا۔ آخر میں مجبور ہو کر ایسا کر رہی ہوں۔ تم
میرے بیٹے ہو۔ میری بات مانو۔ میں اعلیٰ بی بی پر پوری طرح
قبضہ بنا رہی ہوں۔ وہ بالکل بے بس ہو جائے گی۔ تم ابھی اس
سے جسمانی تعلق قائم کرو گے۔“

”نہیں! ماما! یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میں اسے پیار سے
حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ زبردستی کے لیے کیوں مجبور
کر رہی ہیں؟“

”میرا علم کہہ رہا ہے۔ آج رات یہ بہت ضروری ہے۔
مجھے تاش کے پتوں نے بتایا ہے۔ آج رات اس کی کونہ میں
میرے پوتے کی بنیاد پڑے گی۔“

وہ جھنجھلا کر بولا ”آپ تو ایک پوتے کے پیچھے پڑ گئی ہیں۔
اخلاق اور تہذیب کو بھول گئی ہیں۔ میں نکاح پڑھانے بغیر
آپ کی یہ خواہش پوری نہیں کروں گا۔“

”بیٹے فرمان! تم نہیں جانتے۔ آج چاند کی پہلی تاریخ
ہے۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو اگلے چاند کی پہلی تک
انتظار کرنا ہو گا۔ میں زیادہ دنوں تک انتظار نہیں کر سکتی۔“

”انتظار کیوں نہیں کر سکتیں؟ مسئلہ کیا ہے؟“

”میرا بڑھاپا“ میری کمزوری بڑھتی جا رہی ہے۔ تمہاری
اولاد میری تمام کمزوریاں دور کر دے گی۔ میرے تمام مسائل
حل کر دے گی۔“

”پھر آپ ایک ماہ تک انتظار کریں۔ میں اعلیٰ بی بی کو
شادی کے لیے راضی کروں گا۔“

”تم میری بات نہیں سمجھو گے۔ نہ میں سمجھا سکوں گی۔
شادی نہیں ہونی چاہیے۔ میں جو عمل کرنے والی ہوں اس
کے لیے ناجائز اولاد چاہیے۔“

”یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ وہ فریاد علی تیور کی بیٹی
ہے۔ اس نے پایا صاحب کے ادارے میں پرورش پائی ہے۔
وہ کبھی خلاف تہذیب ایک ناجائز بیٹے کی ماں نہیں بنے گی۔“

انہیں اعلیٰ بی بی کی آواز سنائی دی ”میں سب سن رہی
ہوں۔ ماما! آپ ایک بچہ چاہتی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ بچہ فرمان
کا ہو اور وہ میری کونہ سے ہو۔ اس سلسلے کی اہم بات یہ ہے
کہ اسے ناجائز ہونا چاہیے۔“

”تم نے مجھے ماں کہا ہے اور میں تمہیں دل سے بیٹی
سمجھتی ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں فرمان کو اپنی
دولت اور جائیداد دیتی رہتی ہوں۔ یہ رفتہ رفتہ بے انتہا
دولت مند بننا چاہا ہے۔ میں تمہارے بھی کام آ رہی ہوں۔
کل صبح تک تمہارے پایا کو ڈھونڈ نکالوں گی۔ ایک ماں تم
دونوں کے لیے بہت کچھ کر رہی ہے۔ کیا اس کے بدلے میری
ایک پھولی سی خواہش پوری نہیں کرو گے؟ بہت معمولی سی
خواہش ہے۔ مجھے ایک ناجائز بچہ دے دو۔“

وہ بولی ”ماما! میں اب تک یہ سمجھ رہی تھی کہ آپ نے
مثبت مقاصد کے لیے پراسرار علوم حاصل کیے ہیں لیکن یہ
مولیٰ عقل سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ غلط حرکتوں سے ناجائز
مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں۔ آپ کالا جادو جانتی ہیں اور
اسے پراسرار علوم کا نام دیتی ہیں۔ آپ کو کالے جادو کے لیے
مجھ سے اور فرمان سے جنم لینے والے ناجائز بچے کی ضرورت
ہے۔ میری معلومات کے مطابق کالا جادو جاننے والے اپنا
کوئی اہم مقصد حاصل کرنے کے لیے گناہ اکوڑنا جائز سمجھے گی
قربانی دیتے ہیں۔ اس کا خون بہا کر کوئی مراد حاصل کرتے
ہیں۔“

بنت عمارہ نے کہا ”تم درست کہہ رہی ہو۔ جب میں ہر
طرح تم دونوں کے کام آ رہی ہوں تو کیا تم اپنا ایک بچہ میرے
لیے قربان نہیں کرو گے؟“

فرمان نے نفرت سے کہا ”آپ پہلی بار ایک ماں کی
نہیں، ایک ڈائن کی، ایک غیبی چڑیل کی زبان سے بول رہی
ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ آپ نے میرا ایک بیٹا حاصل
کرنے کے لیے مجھے بیٹا بنایا ہے۔ میں ایسے رشتے پر تھوکتا
ہوں۔ آپ میرے دماغ سے جلی جائیں۔“

”کیسے چلی جاؤں؟ اگر کسی دوسرے جوان سے اور کسی
دوسری لڑکی سے میرا کام بننا تو میں تم لوگوں کے پیچھے اتنا وقت
ضائع نہ کرتی تم دونوں کا زانچہ میرے کالے عمل کے مطابق
ہے۔ تم دونوں کی دلائل مندی یہی ہوگی کہ میری بات مان لو۔
سمجھ لیتا پہلا بچہ پیدا ہوتے ہی مر گیا تھا۔ اس کے بعد مالا مال
کروں گی۔ تم دونوں دنیا کے امیر ترین میاں بیوی کھلاؤ
گے۔“

اعلیٰ بی بی فرمان کے دماغ میں تھی۔ اس نے کہا ”تم
پوری طاقت سے سانس روکو میں تمہاری دماغی توانائی میں
اضافہ کر رہی ہوں۔ ہم اسی طرح اسے دماغ سے نکال سکتے
ہیں۔“

ان دونوں نے مل کر پوری طاقت سے سانس روکی۔

بنت عمارہ اس کے دماغ سے نکل گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اعلیٰ بی بی کے اندر آگئی۔ فرمان جانتا تھا کہ وہ یہی کرے گی۔ اس نے بھی اعلیٰ بی بی کے اندر آکر اس کے ساتھ پوری قوت سے سانس روکی۔ وہ وہاں سے نکل گئی۔

”دو چار بار یہی ہوتا رہا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ”بنت عمارہ! ہم نے تمہیں ماں کہہ کر غلطی کی۔ اب ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ تم اپنے پر اسرار علوم ہم پر آزمائو۔ ہم اپنی ذہانت سے ان کا توڑ کرتے رہیں گے۔“

وہ غصے سے بولی ”تم نے اپنی حماقت سے مجھے دشمن بنالیا ہے۔ میں تمہارے باپ کو تلاش کر کے تمہیں وہاں تک پہنچانا چاہتی تھی لیکن اب تمہارا باپ بھی میری دشمنی سے نقصان اٹھائے گا۔ وہ ابھی جہاں بھی ہو۔ بس اور مجبور ہو۔ وہ ٹیلی وژن کی عالم بھول چکا ہے۔ اسی لیے تم لوگوں سے رابطہ نہیں کر رہا ہے۔ میں کل تک اسے تلاش کر کے دماغی مریض بنادوں گی۔“

فرمان نے کہا ”تم ہمیں ماں کا پار دیتے دیتے اچانک بدترین دشمن بن گئی ہو۔ مجھے یاد آ رہا ہے ایک بار تم نے کہا تھا کہ تم دوبارہ جوان ہونے کا عمل کر رہی ہو۔ میرا پسلا بچہ تمہارے لیے خوش نصیبی لائے گا۔ اب بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے کہ تم اپنا پردھاپا اور کمزوری دور کرنے کے لیے اور ایک بار پھر سے جوان ہونے کے لیے ہمارے پیچھے بڑھ چکی ہو تم مجھ کو اعلیٰ بی بی کو اور اس کے پاپا کو جان سے مار ڈالنے کی بھی دھمکی دو تب ہم تمہارے سامنے نہیں جھکیں گے۔“

وہ غصے سے بولی ”میں تم دونوں کو جھکا کر رہوں گی۔ تم دونوں اپنا پسلا ناجائز بچہ مجھے دو گے۔ ضرور دو گے۔ اس وقت چار بچے چکے ہیں اب تھوڑی دیر میں منج ہونے والی ہے۔ چاند کی پہلی رات گزر چکی ہے۔ آج میں ناکام ہو گئی۔ تم دونوں کو جان سے مار ڈالنا میرے لیے معمولی سی بات ہے لیکن میں تمہیں زندہ رکھنے پر مجبور ہوں۔ اگلے ماہ چاند کی پہلی تاریخ کو میں اپنی بات ضرور منواؤں گی۔ میں جاری ہوں۔ لعنت ہے تم دونوں پر۔“

وہ چلی گئی۔ انہوں نے اطمینان کی سانس لی۔ اعلیٰ بی بی نے فرمان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا ”تم بہت اچھے ہو۔ تم اس کی ممتا کے قریب میں نہیں آئے۔ اگر ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کرتے تو وہ ہمیں بہت ہی گندے اور گھناؤنے راستوں پر لے جاتی۔“

فرمان نے کہا ”ہم ایک دوسرے سے تعاون کر کے ہی

آئندہ بھی اس بلا سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ اگلے ماہ چاند کی پہلی تاریخ تک ہمیں گمنامہ کرنے پر مجبور کرنی رہے گی۔“

”ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم اس بلا کے نکلنے تک ضرور ایک ساتھ رہیں۔“

”ہاں۔ اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اس کی کمزوریوں کو سمجھیں وہ اپنے بدھاپے اور کمزوری سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہمارے پیچھے بڑھ گئی ہے۔ اگر ہم اسے مزید کمزور بنانے کی تدابیر پر عمل کریں تو اس سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔“

وہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بدھاتے ہوئے بولا ”وعدہ کرو ایسی مصیبت میں میرے ساتھ رہو گی۔ تمہارے ساتھ رہ کر مصائب سے کھیلنا اچھا لگے گا۔“

وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی ”تم انتہائی مجبوری کی حالت میں بھی شیطان نہ بن سکے۔ تم نے ثابت کیا ہے کہ شریف اور عزت دار ہو۔ میں تم پر اعتماد کروں گی اور تمہارے ساتھ رہوں گی۔“

”تو پھر ابھی یہ بگڑا جھوڑو۔ میری حویلی میں چلو اور میرے ساتھ رہو۔“

اعلیٰ بی بی نے سفری بیگ میں اپنا تمام ضروری سامان رکھا پھر اس کے ساتھ باہر آکر کار میں بیٹھ گئی پھر اس سے کہا ”ہمیں ہر لمحے محتاط رہنا ہے۔ وہ چڑیل کسی وقت بھی ہمارے اندر پہنچ سکتی ہے۔“

وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا ”فی الحال ہمارے بچاؤ کا طریقہ یہی ہوگا۔ وہ تمہارے دماغ میں آئے گی تو میں تمہارے اندر آکر اسے ناکام بناؤں گا۔ جب وہ میرے اندر آئے گی تو تم اسے ناکام بناتی رہو گی۔ اس کے حملوں کی نوعیت کو سمجھتے ہوئے ہمیں ہمہ وقت حاضر دماغی سے کام لینا ہوگا۔“

وہ تین گھنٹے کی لاگت ڈرائیو کے بعد حویلی میں آگئے۔ اس وقت دن نکل آیا تھا۔ اس نے اعلیٰ بی بی سے کہا ”فی الحال کسی بھی بیڈ روم میں جا کر نیند پوری کرو۔ بعد میں جو بھی کمرہ پسند آئے گا وہ تمہارے لیے مخصوص کر دیا جائے گا۔ ویسے تم یہاں مسمان بن کر نہیں اس حویلی کی مالک بن کر رہو گی۔“

اس نے ایک کمرے میں آکر کہا ”میں یہاں گزارہ کروں گی۔ ویسے ابھی تک خیریت ہے وہ ہماری طرف پلٹ کر نہیں آ رہی ہے۔“

دبوتا 44

وہ یقیناً تھک گئی ہوگی۔ میں ایک عرصے سے اس کے قریب رہتا آیا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے وہ بظاہر صحت مند نظر آتی ہے لیکن اندر سے بہت کمزور ہے۔ کچھ دوا لیں کھاتی رہتی ہے اور اپنے اوپر کچھ عمل کرتی رہتی ہے۔ اس طرح عارضی طور پر توانائی حاصل کرتی رہتی ہے۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”اس لیے وہ جلد سے جلد کالے عمل کے ذریعے پھر سے جوانی اور توانائی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اچھی بات ہے اب میں چار بجے تک نیند پوری کروں گی پھر بیدار ہو جاؤں گی۔ اب تو دن نکل آیا ہے۔ شب بھر نہیں کہہ سکتی اس لیے صبح بھر۔“

وہ دونوں ہنستے ہوئے ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔ فرمان اپنے کمرے میں جا کر سو گیا۔ اعلیٰ بی بی پریشان ہو کر سوئے گی۔ یہ بنت عمارہ صرف اس لیے مجھ پر بھاری پڑ رہی ہے کہ اپنے ایک پر اسرار علم کے ذریعے میرے دماغ کو بے حس بنا کر اندر گھس آتی ہے اور میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل نہیں ہوں۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس چڑیل کو اپنے اندر آنے سے کس طرح روک سکتی ہے۔ اس نے کچھ سوچ کر اپنا کو مخاطب کیا ”پیلو سسٹر! میں بول رہی ہوں۔“

اپنا نے خوش ہو کر کہا ”اعلیٰ بی بی! تم آئی ہو؟ خیریت سے ہو ناں؟“

”سسٹر! میں ایک پرابلم میں ہوں۔ ایک دلچ لپڈی بہت خطرناک ہے اس کا نام بنت عمارہ ہے۔ وہ کئی طرح کے پر اسرار علوم جانتی ہے۔ کسی کے بھی دماغ میں گھس آتی ہے وہ تمہارے بھی اندر آئے گی تو تم اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکو گی۔“

”پھر تو وہ واقعی بہت خطرناک ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ تمہارے دماغ میں گھس آتی ہے اور تم اسے روک نہیں پاتیں۔“

”ہاں۔ یہی پریشانی ہے۔ میں جناب حمیرزی سے التجا کروں گی تو وہ میرے دماغ کو لاک کر دیں گے لیکن وہ اکثر یہی سمجھاتے رہتے ہیں کہ دنیاوی معاملات میں روحانی امداد طلب نہ کیا کرو۔ پتا نہیں قدرت کا فضاء کیا ہوتا ہے؟ بعض مصائب انسان کی بہتری کے لیے ہوتے ہیں وہ ایسے مصائب کی آگ میں جل کر نکلنا بن جاتا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ تمہیں ابھی جناب حمیرزی سے رجوع نہیں کرنا چاہیے۔ ہم اپنے طور پر کچھ تدابیر پر عمل کریں گے سب سے پہلے تو میں اس کی کمزوریاں معلوم کرنا چاہوں

دبوتا 44

گی۔“

اعلیٰ بی بی نے اسے بتایا کہ اس کی عمر سو سال سے بھی زیادہ ہوگی۔ وہ بوڑھی اور کمزور ہے پھر سے جوانی اور توانائی حاصل کرنے کے لیے اسے اور فرمان کو پریشان کر رہی ہے اس کے بنائے ہوئے زاپچوں کے مطابق اگر وہ فرمان سے جسمانی تعلق قائم کرے گی اور ناجائز بچے کو جنم دے گی تو اس ناجائز بچے کے لہو سے اس پردھاپا جوانی بھی حاصل ہوگی اور توانائی بھی۔ اس مقصد کے لیے وہ اگلے چاند کی پہلی تاریخ تک ان دونوں کو گمنامہ کار بننے پر مجبور کرتی رہے گی۔ ابھی وہ تھک ہار کر سو رہی ہے۔ آئندہ کسی وقت بھی اگر پریشان کر سکتی ہے۔

اپنے پوچھا ”کیا تم مجھے اس کے قریب پہنچا سکتی ہو؟“

”میں اس کے دماغ میں پہنچا سکتی ہوں۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی ہے لیکن انجان بنی رہتی ہے۔ اسے یہ اطمینان رہتا ہے کہ کوئی اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔“

”میں تمہارے دماغ میں آ رہی ہوں۔ تم مجھے اس کے اندر پہنچا دو۔“

”ایک بات یاد رکھو۔ اگر وہ تمہاری آواز اور لمبے کو پکارتے گی۔ تو خود تمہارے لیے بھی مصیبت بن جائے گی۔ تم اس کی سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ سے نہیں نکال سکو گی۔“

”تم فخر نہ کرو۔ میں محتاط رہوں گی۔ مجھے اس کے پاس پہنچا کر تم آرام سے اپنا نیند پوری کرو۔ میں بعد میں تم سے رابطہ کروں گی۔“

اعلیٰ بی بی نے اسے بنت عمارہ کے دماغ میں پہنچا دیا پھر واپس آکر بستر پر لیٹ گئی۔ اپنے دماغ کو ضروری ہدایات دے کر سو گئی۔ وہ بوڑھی دلچ لپڈی اس وقت سو رہی تھی۔ اس نے نیند کی حالت میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن انجان بنی رہی۔ وہ سو جاتا چلتی تھی۔ ایسے ہی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے اس کی پرسنل سیکریٹری نے کہا ”میزم ایک ضرورت مندر میں آپ سے ملنا چاہتا ہے کیا آپ اسے ملاقات کا کوئی وقت دینا چاہیں گی؟“

وہ بولی ”اس سے کوئی شام کو فون پر بات کرے۔ میں تم سے کہنا بھول گئی تھی کہ ابھی چند گھنٹے آرام کروں گی۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔“

وہ ریسیور رکھ کر پھر بستر پر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کر کے سوچ کے ذریعے بولی ”اعلیٰ بی بی! میں تمہیں اپنے اندر

کتابیات پبلی کیشنز

خطبہ کا مقبول و معروف سلسلہ



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com
aleeraza@hotmail.com

اس کتاب کا حصہ 3 اور 4 15 فروری 2004 کو شائع ہوا

کتاب کی قیمت 3 روپے 40 پیسے / ڈاکٹریٹ / کراچی / چیک / برائے نام

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23
کراچی 74200
فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com

رابطہ کے لئے: B3-C فیز 11 کسٹمن ڈی ایچ اے مین کوئٹہ روڈ (انٹر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

Scanned by azzamm@UrduFanz.com

محسوس کر رہی ہوں۔ تم یہی دیکھنے آئی ہو کہ میں تمہارے خلاف کیا کرنے والی ہوں؟ میں ابھی کچھ نہیں کروں گی۔ تھک گئی ہوں۔ چند گھنٹوں تک خیزد بوری کرنے کے بعد ایسی حال چلوں گی کہ تمہارے ہوش اڑ جائیں گے تم میرے چور خیالات نہیں پڑھ سکو گے۔ میری چالوں کو نہیں سمجھ سکو گے۔ اس لیے جاؤ۔

ایسا اس کے دماغ سے نکل کر اس کی پرسنل سیکریٹری کے اندر پہنچ گئی۔ اسے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ بنت عمارہ پر کتنے ہی حملے کیے جائیں تو وہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں مرنے کی۔ اس کے جسم پر جتنے زخم تھے ہیں وہ دیکھتے ہی دیکھتے چند سیکنڈ میں بھر جاتے ہیں۔

ایسا یہ اچھی طرح سمجھ گئی کہ اس بوڑھی چیل کو زخمی کیا جاسکتا ہے اور نہ ہلاک کیا جاسکتا ہے۔ وہ پڑھاپے کے باعث بہت کمزور ہے اسے مزید کمزور بنایا جائے تو اس کی خیال خوانی کی صلاحیتیں کمزور پڑ جائیں گی۔ مشکل یہ تھی کہ اسے اعصابی کمزوریوں میں بھی مبتلا نہیں کیا جاسکتا تھا۔ صرف ایک ہی راستہ تھا کہ اس کی ان کمزوریوں میں اضافہ کیا جائے جو پڑھاپے کے باعث تھیں۔

وہ مزید معلومات کے لیے اب اس کی پرسنل سیکریٹری کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ یہ معلوم ہوا کہ بنت عمارہ کے پاس پراسرار علوم کے ہزاروں سالہ پرانے نسخے ہیں۔ جن سے وہ استفادہ کر رہی ہے۔ ان میں سے دو چار نسخے ایسے ہیں جنہیں وہ ہر روز ایک بار پڑھتی ہے اور اپنی ٹھوکی ہوئی توانائی بحال کرتی رہتی ہے۔

یہ کام کی بات معلوم ہوئی تھی۔ بنت عمارہ کو ان نسخوں سے محروم کیا جاسکتا تھا۔ سیکریٹری کے خیالات نے بتایا کہ بنت عمارہ کے بیڈ روم سے ملحقہ ایک کمرہ ہے۔ جہاں ایک الماری میں اس کی اہم دستاویزات اور وہ اہم نسخے رکھے ہوئے ہیں۔ اس الماری کی ایک چابی اس کے پاس رہتی ہے اور دوسری چابی اس کا ایک معاون وچ ڈاکٹر اپنے پاس رکھتا ہے۔ وہ جب بھی کوئی کالا عمل کرتی ہے تو وہ وچ ڈاکٹر ایک شاگرد اور خدمت گار کی حیثیت سے اس کالے عمل کی تیاریاں کرتا ہے اور اس عمل کے لیے ضروری سامان فراہم کرتا ہے۔

الماری کی جو چابی بنت عمارہ کے پاس تھی۔ اسے حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔ وہ ایک سوئے کی جھین کے ساتھ اس چابی کو اپنے گلے میں پٹنے رہتی تھی۔ وچ ڈاکٹر بھی اس چابی کو بڑی احتیاط سے رکھتا تھا۔ سیکریٹری کے خیالات نے

وہاں کی پولیس اور انتظامیہ کو پریشان کرتا رہا تھا۔ کتنے ہی افسروں اور سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔ وہاں کے اعلیٰ حکام اور عوام کو اچھی طرح دہشت زدہ کر چکا تھا پھر یہ وارنٹک دی تھی کہ شہر کی ناکا بندی کی جائے گی اور اسے تلاش کیا جائے گا تو وہ یہاں کے حکمرانوں کو اور اعلیٰ عہدے داروں کو ایک ایک کر کے ہلاک کرتا رہے گا۔

حکومت کی طرف سے اعلان کیا گیا تھا کہ اسے گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ وہ یہ شر اور یہ ملک چھوڑ کر چلا جائے گا لیکن ابھی شہر چھوڑ کر جانا اس کے لیے مناسب نہیں تھا۔ اس کے پاؤں میں گولی لگی تھی۔ سب جانتے تھے کہ وہ لنگڑا کر چل رہا ہے۔ وہ شہر سے باہر جانے کے لیے ایئر پورٹ یا بندرگاہ کی طرف جاتا تو اسے دور ہی سے پہچان کر گولی مار دی جاتی۔

پھر اسے اعلیٰ لی لی کی طرف سے خطرہ تھا وہ کسی جیس میں بھی ہوتا تو وہ اسے لنگڑی چال سے پہچان لیتی پھر اسے مزید زخمی کر کے اس کے دماغ پر حاوی ہو جاتی۔ ان اندیشوں کے باعث وہ ہالہ کے مکان میں آکر چھپ گیا تھا۔ وہاں بنت عمارہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی اسے پریشان کرتی رہی تھی پھر اسے اسی مکان کے ایک کمرے میں قید کر دیا تھا۔

اب بنت عمارہ چھ گھنٹے تک سونے کے بعد تازہ دم ہو چکی تھی۔ وہ راسپوٹین کے دماغ میں پہنچ گئی۔ راسپوٹین کو بڑا تازہ تھا کہ کوئی نئی بیٹھی جانے والا اس کے دماغ میں نہیں آسکتا لیکن پچھلی رات سے بنت عمارہ اس کے اندر آکر اسے پریشان کرتی رہی تھی۔ اس نے خود کو ظاہر نہیں کیا تھا اور وہ پریشان ہوتا رہا تھا کہ اس کے اندر کون پہنچ گیا ہے اور خود کو ظاہر کیوں نہیں کر رہا ہے؟

اس بار بنت عمارہ نے کہا ”ہیلو راسپوٹین! میں خود کو ظاہر کر رہی ہوں۔“

وہ پریشان ہو کر بولا ”تم مس ان نون ہو۔ آواز اور لہجہ بدل کر بول رہی ہو۔“

وہ بولی ”تم جسے مس ان نون کہتے ہو اس کا اصل نام اعلیٰ لی لی ہے۔ وہ فراہم علی تیور کی بیٹی ہے۔ تم تمام نئی بیٹھی جاننے والوں اور امریکی اکابرین کو مس ان نون کے نام سے جھانسا دیتی رہتی ہے۔“

اس نے پوچھا ”تم کون ہو؟ میرے دماغ میں کیسے آگئی ہو؟ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ حساس ذہن رکھتا ہوں پرانی سوچ کی لمبوں کو محسوس کر لیتا ہوں۔ ایسی کیا بات ہے کہ میں محسوس نہیں کر رہا ہوں۔“

”میں یہاں کی بہت مشہور و معروف ویج لیڈی ہوں۔ کئی پراسرار علوم جانتی ہوں ایسے ہی ایک علم کے ذریعے تمہارے جیسے یوگا کے ماہروں کے اندر پہنچ جاتی ہوں۔ میرا نام بنت عمارہ ہے تم یہ نام بھی نہیں بھولو گے کیونکہ میں تم پر حکومت کرنے والی ماکن ہوں اور تم میرے غلام ہو۔“

وہ بے بسی سے خلا میں تنک رہا تھا۔ اس کے اندر یہ غیر معمولی صلاحیت تھی کہ وہ اعصابی کمزوریوں میں مبتلا نہیں ہوتا تھا۔ دشمن اسے کمزور بنا کر اس کے اندر نہیں آسکتے تھے لیکن وہ ویج لیڈی دماغی توانائیوں کے باوجود دماغ میں گھس آئی تھی۔

اس نے یوگا کی مہارت سے پوری طرح سانس روکی ایسے میں سوچ کی لمبوں کو باہر نکل جانا چاہیے تھا لیکن وہ قہقہے لگا رہی تھی۔ کہہ رہی تھی ”اور سانس روکو اور جتنی تدابیر عمل کر سکتے ہو کرتے رہو۔“

وہ اچھی طرح سمجھ گیا کہ اس ویج لیڈی کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔ وہ بے بسی سے بولا ”وہ گاڈ ائم کہاں سے پیدا ہو گئی ہو؟ تم نے تو مجھے بری طرح بتا دیا ہے۔“

”تم میرے فرماں بردار بن کر رہو گے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں تمہیں آزاد چھوڑ دوں گی تم جہاں چاہو گے جاسکو گے جو چاہو گے کر سکو گے۔ میرے فرماں بردار بن کر رہنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی نئی بیٹھی جاننے والا کبھی تم پر حاوی نہیں ہو سکے گا۔ میں تمہارے کسی بھی دشمن کے دماغ میں پہنچ کر اسے نابود کر دوں گی۔“

وہ قائل ہو کر بولا ”ہاں۔ یہ فائدہ ضرور ہے۔ میں تمہارے ذریعے تمام دشمنوں پر حاوی ہو سکتا ہوں۔ میں سب سے پہلے اعلیٰ لی لی کو ذریعہ کرنا چاہوں گا کیا تم اسے میرے زیر اثر آلا سکتی ہو؟“

”تم اس سے بہت بری طرح غافل کھائے بیٹھے ہو۔ ایک بہت ہی کم عمر لڑکی تمہارے جیسے خزانہ تجربے کا ٹکڑی بیٹھی جاننے والے کو الو بتاتی رہی ہے۔ اس کی وجہ سے تم نے اپنی ایک ٹانگ پر گولی کھائی اور تم لنگڑے ہو کر بیل پہنچے۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم بہت شاطر ہو تم نے جیل سے فرار ہو کر یہاں کے حکمرانوں کو دلا دیا ہے سب تمہارے نام سے دہشت زدہ ہیں۔ میں تمہاری صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھاؤں گی۔“

”میں دن رات تمہارے کام آتا رہوں گا۔ تم میری ایک خواہش پوری کر دو۔ ابھی اور اسی وقت اسے میری کنیز

بنادو۔“

”تمہاری یہ خواہش ابھی پوری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ پہلے میں اعلیٰ لی لی سے ایک فائدہ حاصل کرنے والی ہوں۔ جب میرا کام نکل جائے گا تو میں اسے تمہارے حوالے کر دوں گی۔“

”کیا وہ بھی تمہارے زیر اثر آچکی ہے؟“

”دنیا کے بڑے سے بڑے نئی بیٹھی جاننے والے اور بڑے سے بڑے یوگا کے ماہر میرے زیر اثر آسکتے ہیں۔ اعلیٰ لی لی کی کیا باطل ہے؟“

”تمہاری صلاحیتوں سے پتا چلتا ہے کہ تم اس کے دماغ میں بھی پہنچ جاتی ہو۔“

”صرف پہنچتی نہیں ہوں تمہیں بھی پہنچا سکتی ہوں۔“

وہ خوش ہو کر بولا ”کیا یوگا کہہ رہی ہو؟“

”تم ابھی میرے دماغ میں آؤ۔ میں اس لڑکی کے اندر جاری ہوں لیکن خوار وہاں اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرو گے خاموش رہو گے۔“

راسپوٹین اس بوڑھی ویج لیڈی کے اندر آگیا۔ وہ اعلیٰ لی لی کے اندر پہنچ گئی۔ اس وقت وہ بھی اپنی نیند پوری کر چکی تھی۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر فریش ہو گئی تھی اور فرماں کے ساتھ بیٹھی دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے فرماں سے کہہ رہی تھی ”دن کے دو بج رہے ہیں بنت عمارہ کی طرف سے طویل خاموشی ہے۔“

فرماں کہہ رہا تھا ”وہ ہمیں پریشان نہیں کر رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ خاموش بیٹھی ہوگی۔ ابھی وہ ہمارے خلاف کوئی کمری چال چل رہی ہوگی۔“

وہ بولی ”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ابھی وہ ہمارے اندر موجود ہو اور خاموشی سے ہماری سن رہی ہو۔ میں یہ سوچ کر ہی پریشان ہو جاتی ہوں کہ وہ میری مرضی کے خلاف میرے اندر چھپی ہوئی ہے۔“

بنت عمارہ اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ راسپوٹین نے کہا ”واپس کیوں آگئیں؟ یہ سننا چاہیے کہ وہ تمہارے خلاف کیا پلاننگ کر رہی ہے؟“

”میں بعد میں اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر لوں گی۔“

”تم زبردست ہو۔ اعلیٰ لی لی کو تو ایک چٹکی میں مسل ڈالو گی۔“

”میں اسے جان سے نہیں ماروں گی۔ اس کا زندہ رہنا میرے لیے بہت ضروری ہے۔ میں اس سے ایک کام لینا

چاہتی ہوں لیکن یہ کم بہت راضی نہیں ہو رہی ہے۔“

”راضی کیسے نہیں ہوگی؟ تم اس کے دماغ پر قبضہ جماؤ گی تو یہ غائب دماغ رہ کر تمہارا کام کرے گی۔“

”ابھی تم نے جس نوجوان کو اس کے ساتھ دیکھا اس کا نام فرماں ہے۔ وہ اعلیٰ لی لی کے دماغ میں پہنچ کر اسے بچاتا ہے۔ میں فرماں کے دماغ میں پہنچتی ہوں اسے سزا دیتی ہوں تو اعلیٰ لی لی اس کے اندر آکر اسے بچاتی ہے۔“

”میں سمجھ گیا۔ تم بیک وقت دونوں پر اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔ ایسا کرو۔ پہلے کسی ایک کے اندر جا کر اس پر غوی عمل کرو۔ اسے معمول بنالو پھر کسی دوسرے وقت دوسرے کو معمول دار بنالو۔“

”آج تمہارے تعاون سے یہی کر دوں گی۔ تم میرا اب واجب اختیار کر کے فرماں کے اندر جاؤ گے تو وہ تمہیں اپنے اندر سے نہیں نکال سکے گا۔ میں جب تک اعلیٰ لی لی پر عمل کرتی رہوں گی۔ تب تک تم فرماں کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھو گے وہ قابو میں نہیں آئے گا تو اس کے اندر زلزلہ پیدا کر دو گے۔“

”میں تو اسے دماغی مریض بنادوں گا۔“

”ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میں ان دونوں کو جسمانی اور ذہنی طور پر صحت مند رکھنا چاہتی ہوں۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ جسمانی تعلقات قائم کرتے رہیں۔“

”تم ایسا کیوں چاہتی ہو؟“

”میرے بنائے ہوئے زاپچوں کے مطابق ان دونوں سے جو ناجائز اولاد ہوگی میں اس کے لمبوں بجھ کر جوان لڑکی بن جاؤں گی۔ میرا بڑھاپا اور بڑھاپے کی تمام کمزوریاں ختم ہو جائیں گی۔“

”اب سمجھا تم اعلیٰ لی لی کو زندہ رکھنا کیوں چاہتی ہو۔ میں جسے مار ڈالنا چاہتا ہوں۔ وہ تمہارے لیے بہت ضروری ہو گئی ہے۔“

”ہم آج رات انہیں شپ کر س گے پہلے فرماں کو دماغی طور پر کمزور بنایا جائے گا۔ اس کے بعد وہ خیال خوانی کے قائل نہیں رہے گا۔ اعلیٰ لی لی کے اندر پہنچ کر اس کی مدد نہیں کر سکے گا۔“

”ایک وعدہ کرو۔ جب تمہیں ایک بچہ مل جائے اعلیٰ لی لی تمہارے کام کی نہیں رہے تو اسے میری داشتہ بنادو۔“

”وہ مشہور لڑکی تمہیں ضرور ملے گی۔ اب میرے دماغ سے جاؤ۔“

وہ بولا ”میں ہالہ کے مکان کے ایک کمرے میں قید

ہوں۔ ہالہ سے کو وہ دروازہ کھولے مجھے باہر نکلنے دے۔
”تم جاؤ۔ دروازہ کھل جائے گا لیکن مکان سے باہر نہ
جانا۔ پولیس والے تمہیں گولیوں سے چھلنی کریں گے۔“
وہ چلا گیا۔ ادھر اعلیٰ بی بی نے کہا ”میں اتنی دیر سے
راسپوئینس کو بھول رہی ہوں۔ کل بنت عمارہ نے اس کے
دماغ میں پینچ کر اسے بھٹی کا ناچ چھایا تھا۔“
فرمان نے کہا ”ہاں میں جانتا ہوں۔ وہ ہالہ کے مکان میں
”ہے۔“

”بنت عمارہ نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ وہ بیک
وقت ہم دونوں کو زیر نہیں کر سکے گی۔ اس کے لیے اسے
ایک اور ٹیلی بیٹھی جانے والے کی ضرورت ہوگی۔ وہ
راسپوئینس کو اپنا معمول بنا کر ہمارے خلاف استعمال کرے
گی۔“

”اس سے پہلے کہ وہ اسے اپنا آلہ کار بنائے ہمیں اسے
راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔ آؤ ہم ابھی وہاں چلیں گے۔“
وہ دونوں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ بنت عمارہ نے اپنے
طور پر پہنچ چانگ کی تھی۔ ان دونوں کو بیک وقت ٹرپ
کرنے کے لیے راسپوئینس کی خیال خوانی سے کام لینے والی
تھی لیکن ایک اہم بات بھول گئی تھی کہ اعلیٰ بی بی راسپوئینس
کے بارے میں یہ جانتی ہے کہ وہ ہالہ کے مکان میں چھپا ہوا
ہے۔

اس بوڑھی ویج لڈی کو یہ سوچنا چاہیے تھا کہ اعلیٰ بی بی
وہاں جا کر اس کے اہم آلہ کار کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ فرمان
نے کہا ”میں وہاں پہنچتے ہی اسے گولی مار دوں گا۔ نہ رہے گا
بائیں۔ نہ بچے کی پائری۔“

وہ بولی ”وہ ہمیں دیکھتے ہی بدک جائے گا۔ فوراً خیال
خوانی کے ذریعے بنت عمارہ کو مدد کے لیے پکارے گا۔“

وہ بولا ”ہمارا طریقہ کار وہی ہوگا۔ وہ تمہارے اندر
آئے گی تو میں بھی تمہارے اندر آکر تمہاری دماغی توانائی میں
اضافہ کر دوں گا۔ جب وہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو تم میرے
بچاؤ کے لیے میرے اندر آ جاؤ گی۔“

”اس بار یہ طریقہ کار کام نہیں آئے گا۔ ہم ایک
دوسرے کی مدد کرنے میں اچھے رہیں گے تو راسپوئینس کو فرار
ہونے کا موقع مل جائے گا۔“

فرمان نے تاکید میں سر ہلایا ”ہاں یہ مسئلہ تو ہے۔ وہ
بڑھیا اپنے آلہ کار کو ہمارے ہاتھوں مرنے نہیں دے گی۔ وہ
ہمیں آپس میں الجھا دے گی۔“

”میں اپنے ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کو بلا رہی ہوں۔ وہ

ہم دونوں کے اندر رہ کر ہماری دماغی توانائی میں اضافہ کرتے
رہیں گے۔“

وہ الپا کو مخاطب کر کے بولی ”سسٹر! ہم راسپوئینس سے
نکلنے جا رہے ہیں۔ بنت عمارہ اسے بچانے کے لیے
ہمارے اندر ڈھلے پیدا کر سکتی ہے۔ تم گریبا کو بلاؤ اور
ہمارے اندر رہ کر دماغی توانائی میں اضافہ کرو۔ گریبا کو یہ اچھی
طرح سمجھا دینا کہ ہمارے پاس رہ کر اپنی آواز نہ سنانے ورنہ
چڑیل اس کے اندر پہنچ جائے گی۔“

”ٹھیک ہے۔ میں ابھی پانچ منٹ میں آ رہی ہوں۔“
اعلیٰ بی بی اس کے دماغ سے واپس آ گئی۔ وہ ہالہ کی
رہائش گاہ کے قریب پہنچ رہے تھے۔ اس نے کہا ”ابھی ادھر
نہ جاؤ۔ ہم دس منٹ کے بعد جائیں گے گاڑی کسی
دوسرے راستے پر لے چلو۔“

فرمان نے گاڑی دوسرے راستے پر موڑ لی۔ وہ دس
منٹ تک اس علاقے میں ادھر ادھر گھومتے رہے پھر گریبا کی
آواز سنائی دی ”کیا ہو رہا ہے اعلیٰ بی بی؟ کس چڑیل کے چکر
میں پھنس گئی ہو؟ سسٹر نے بتایا ہے کہ وہ بہت خطرناک
”ہے۔“

”ہاں وہ کم بخت پوگا جانے والوں کے اندر بھی پہنچ جاتی
ہے۔ یہ میرے ساتھ فرمان بیٹھے ہوئے ہیں۔“

پھر اس نے کہا ”فرمان! میرا بھائی گریبا آیا ہے۔ وہ
تمہارے پاس آئے گا اسے بیلو کو۔“

وہ منکر کر بولا ”بیلو گریبا! پو آ رہا ہے۔“

”الپا! اعلیٰ بی بی سے باتیں کرنے لگی۔ گریبا نے فرمان کے
اندر پہنچ کر کہا ”بیلو فرمان! تم سے مل کر خوش ہو رہی ہے۔“

”فرما اعلیٰ بی بی کے بیٹے سے مل کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی
ہے اس کا اندازہ تم نہیں کر سکتے تمہاری آمد سے بہت
حوصلہ پیدا ہو رہا ہے۔“

”میں تمنا نہیں ہوں۔ ہماری سسٹر الپا بھی ہے اور مزید
چار ٹیلی بیٹھی جاننے والے ہیں۔“

وہ خوش ہو کر بولا ”اوہ گاؤ! اتنے ٹیلی بیٹھی جاننے والوں
کی موجودگی میں وہ بالکل بے بس ہو جائے گی۔ اسے پھر ایک
بار ٹاکا دی ہوگی میں راسپوئینس کی طرف جا رہا ہوں۔ تم سب
گوئے بن جاؤ۔ سسٹر کو اور چاروں ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کو
سمجھا دو کہ کام ہو جانے کے بعد ہم سے رخصت ہوتے وقت
بھی کچھ نہ بولیں۔ خدا حافظ بھی نہ کہیں۔“

وہ راستہ بدل کر ڈرائیو کرتا ہوا ہالہ کے مکان کے قریب
پہنچ گیا۔ اعلیٰ بی بی ہالہ کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس وقت وہ بچن

میں مصروف تھی۔ وہ اسے کچن سے بیوی دروازے تک لے
آئی۔ اس نے دروازے کو کھل دیا۔ سامنے اعلیٰ بی بی فرمان
کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ دونوں کے ہاتھ میں ریو اور تھے۔
وہ ہالہ کے خیالات پڑھ کر معلوم کر چکی تھی کہ راسپوئینس ایک
بیزدوم میں ہے۔ وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے ادھر جانے
لگے۔ راسپوئینس بیزدوم سے باہر آ رہا تھا۔ ان دونوں کو دیکھتے
ہی ٹھٹھک گیا۔ سسٹر بولا ”کون ہو تم لوگ؟“

”پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاتھوں میں ریو اور لے
کر آئے والے دوست نہیں ہوتے۔“ اس نے فوراً ہی خیال
خوانی کے ذریعے آواز دی۔

”عمارہ! جلدی آؤ موت اچانک میرے سامنے آ گئی
”ہے۔“

وہ اپنی کمزوریاں دور کرنے کے لیے ایک نسخہ سامنے
رکھ کر اس پر لکھا ہوا منتر پڑھا کرتی تھی۔ ایسے وقت کوئی
اسے مخاطب کرتا تو وہ غصے سے بھڑک جاتی تھی لیکن
راسپوئینس نے کہا تھا کہ موت اچانک میرے سامنے آ گئی
ہے۔ اس بات نے اسے چونکا دیا۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کی
پرواز کرتی ہوئی اس کے اندر پہنچی۔ اس وقت اعلیٰ بی بی کہہ
رہی تھی ”کیا ہوا راسپوئینس؟ ہوش اڑ گئے؟ کیا اپنی ماں کو بلا
رہے ہو؟“

بنت عمارہ نے راسپوئینس کے ذریعے ان دونوں کے
ہاتھوں میں ریو اور دیکھے پھر فوراً ہی اعلیٰ بی بی کے دماغ میں
پہنچ گئی۔ کتنے گلی ”خبردار! کوئی نہ چلانا ورنہ ایسا زلزلہ پیدا
کروں گی کہ تمہارے دماغ کی پوسٹل مل جائیں گی۔“
”تو پھر زلزلہ پیدا کر دی۔ میرے تین نئے تک تم نے
مجھے پوری قوت کے ساتھ نہ روکا تو میں اسے گولی مار دوں
گا۔“

یہ وارننگ دے کر اس نے کہا ”ایک۔“

بنت عمارہ نے اس کے اندر ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا۔ پتا چلا
اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔ وہ بولی ”اب میں ایک کے
بعد دو کہہ رہی ہوں۔ تمہارا یہ آلہ کار حرام موت مرنے والا
”ہے۔“

اعلیٰ بی بی کے دماغ میں الپا دو ٹیلی بیٹھی جاننے والوں
کے ساتھ تھی یعنی اعلیٰ بی بی کی اپنی دماغی قوت ملا کر اس وقت
چار دماغی قوتیں بنت عمارہ کے مقابلے پر تھیں۔ اس بار اس
نے پوری قوت سے زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی پھر وہ حیران
رہ گئی۔ اسے یوں لگا جیسے اعلیٰ بی بی کا دماغ ایک فولادی قلعے
میں محفوظ ہے۔ وہ وہاں تک پہنچ نہیں پا رہی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے تین کتے ہی ٹریگر کو دیا۔ ٹھانسی کی آواز
کے ساتھ ایک گولی راسپوئینس کے شانے کی ہڈیاں توڑتے
ہوئے گزر گئی۔ وہ لڑکھاتا ہوا پیچھے دیوار سے جا کر لگ گیا۔

بنت عمارہ نے چیخ کر کہا ”اسے جان سے نہ مارو۔ ورنہ
میں فرمان کو جہنم میں پہنچانے جا رہی ہوں۔ تم اسے مارو گی تو
میں تمہارے بار کو مار ڈالوں گی۔“

وہ خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر فرمان کے دماغ میں آ گئی
پھر اس سے بولی ”اعلیٰ بی بی کو فائرنگ سے روکو راسپوئینس میرا
معمول ہے۔ یہ مرے گاتو میں نہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔
اسے فوراً روکو۔“

فرمان نے کہا ”میں اسے کیا روکوں گا؟ اس نے ایک
گولی چلائی ہے تو میں دوسری گولی چلاؤں گا۔“

یہ کتے ہی اس نے ٹریگر کو دیا۔ ٹھانسی کی آواز کے
ساتھ ایک گولی راسپوئینس کے دوسرے شانے کی ہڈی توڑتے
ہوئے گزر گئی۔ وہ بیچتا ہوا تکلیف سے کراہتا ہوا زمین پر
گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ بنت عمارہ غصے سے چیختی ہوئی زلزلے
پیدا کرنے کی بار بار کوششیں کر رہی تھی لیکن فرمان کا دماغ
متاثر نہیں ہو رہا تھا۔

وہ حیرانی سے بولی ”تمہارا دماغ بھی فولاد کی طرح سخت
ہو گیا ہے۔ تم دونوں نے ایسا کیا عمل کیا ہے؟ میرے حملے
ناکام کیوں ہو رہے ہیں۔“

فرمان نے کہا ”تم بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہو۔ اب
تمہارا کوئی جادو مجھ پر نہیں چلے گا۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”بڑھی چڑیل! تیرا یہ آلہ کار جہنم میں
جارا ہے۔ اسے بچا سکتی ہو تو بچالو۔ اپنا تمام کالا جادو
آزمائو۔“

وہ بولی ”اسے نہ مارو مجھ سے صلہ کرو۔ میں وعدہ کرتی
ہوں۔ آئندہ تم دونوں کے دماغوں میں نہیں آؤں گی۔“

”وہ تو تم ویسے بھی نہیں آ سکو گی۔ تم ہماری دماغی قوتوں
کو آزما چکی ہو۔ ہم تمہیں اپنے اندر سے بھگا بھی سکتے ہیں۔“

اعلیٰ بی بی نے سانس روکی۔ الپا اور دونوں ساتھیوں نے
بھی زور لگایا تو اس کی سوچ کی لہریں باہر نکل گئیں۔ وہ فرمان
کے اندر پہنچی فرمان نے بھی یہی کیا۔ گریبا اور دونوں ساتھیوں نے
مل کر دماغ سے نکال لیا۔

وہ بار بار ان کے دماغوں میں جانے لگی اور بڑی بے آہود
ہو کر ان کے کوچوں سے نکلے لگی۔ آخر تھک ہار کر تسلیم کر لیا
کہ اب وہ کبھی ان کے دماغوں میں جا سکے گی نہ انہیں کوئی
نقصان پہنچا سکے گی۔

اعلیٰ بی بی نے کہا ”راسپدین! تو فرعون کی طرح طاقت کا غور دکھانا رہا اور آج اسی فرعون کے دیس میں کتے کی موت مر رہا ہے۔“

اس نے ایک فائرنگ کیا۔ گولی راسپدین کی پیشانی میں آگے سے سوراخ کرتی ہوئی پیچھے سے نکل گئی۔

○●○

جزیرہ کلیانی کے اس محل میں جیسے ایک زبردست طوفان آکر گزر گیا ہو۔ کمار پوجا کلیانی اپنے ساتھ دو باڈی گارڈز جادو اور ہرید کو بھارت کے ایک علاقے کیرالہ سے لے کر آئی تھی۔ اسے جادو پر اندھا اعتماد تھا کہ وہ اس کا وفادار اور جاننا باڈی گارڈ ہے۔

”میں نے جادو کو دیکھتے ہی بھانپ لیا تھا کہ وہ محض اندر سے بہت گہرا اور چالباز ہے۔ بعد میں میرا اندازہ درست نکلا۔ جادو کی اصلیت یہ تھی کہ وہ انڈین آری کمانڈوز آفیسر تھا۔ اس کے کئی کمانڈوز پوجا کے ملازم اور سیکورٹی گارڈز کے ہمیں میں وہاں بڑی رازداری سے مناسب وقت کا انتظار کر رہے تھے۔“

بھارتی حکمران پوجا کلیانی سے وہ جزیرہ حاصل کرنا چاہتے تھے عدالت میں مقدمہ چل رہا تھا اور وہ مقدمہ ہارنے والے تھے۔ بھارتی جاسوس اس جزیرے کی ایک ایک رپورٹ اپنے ہیڈ کوارٹر تک پہنچایا کرتے تھے۔ میرے بارے میں یہ رپورٹ پہنچائی گئی تھی کہ چوہیں گھنٹے پہلے مجھے بے ہوشی کی حالت میں ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس محل میں لایا گیا تھا۔

میں کون ہوں اور مجھے کہاں سے لایا گیا ہے؟ یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا تھا۔ آری انٹیلی جنس والے میری اصلیت معلوم کرنا چاہتے تھے اس لیے جادو نے محل میں پہنچتے ہی آپریشن شروع کر دیا تھا۔ محل کے باہر پوجا کلیانی کی پرسنل سیکورٹی بیٹا سے معلوم کرنا چاہا کہ میں کون ہوں؟ اس نے جموں کشم کشم کہا کہ وہ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔ اسے قتل کر دیا گیا پھر پوجا کے وفادار گارڈز پر حملے کیے گئے اس طرح محل کے اندر اور باہر فائرنگ شروع ہو گئی۔

میں نے پوجا کو سمجھایا تھا کہ وہ جادو پر بھروسہ نہ کرے لیکن وہ میرے مقابلے میں جادو کو اہمیت دے رہی تھی۔ لہذا میں اپنی سلامتی کے لیے اسے بیڈ روم میں چھوڑ کر محل کے دوسرے حصے میں آیا۔ وہاں کی ایک کنیز شرن نے میرا ساتھ دیا۔ جگہ جگہ میری رہنمائی کی۔ میں نے مین سوئچ آف کر کے محل کے اندر اور باہر تاریکی پھیلا دی اور دشمنوں کے لیے

مسئلہ پیدا کر دیا۔ میں نے بڑی حکمت عملی سے جادو اور ہرید کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے کمانڈوز بھی مارے گئے۔ تب پوجا کو یہ دیکھ کر شرمندگی ہوئی کہ وہ مجھ پر جادو کو ترجیح دے رہی تھی۔

پوجا کو یہ خوش فہمی تھی کہ میں اسے معیتر اور محبوب سمجھتا ہوں لیکن میں شرن سے متاثر ہو گیا تھا۔ پوجا اس جزیرے کی مالک تھی۔ میں نے شرن جیسی کنیز کو اس پر ترجیح دی تو وہ جل بھن کر رہ گئی۔ میں نے اس سے کہا ”تمہارے سامنے دو اہم مسئلے ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں تمہارے لیے بہت ضروری ہوں تو کیا تم مجھے شرن کے ساتھ اس محل میں رہنے دو گی؟ اگر انکار کر دو گی تو میں یہ جزیرہ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔“

یہ پوجا کے لیے بہت بڑا مسئلہ تھا وہ ایک زبردست پلاننگ کے مطابق مجھے ٹرپ کر کے اور میرا برین واش کرانے کے بعد مجھے اس جزیرے میں لائی تھی۔ اس کی دادی ماں کالے جادو کی بہت خطرناک دیو لیدی تھی۔ دادی ماں نے اپنے مشنوں کے ساتھ گیان حاصل کرنے کے بعد پوجا سے کہا تھا کہ وہ فراہم کی تیور کی ٹیلی ویژن کے ذریعے انڈین آری کو اس جزیرے میں آنے سے روک سکتی ہے۔

پوجا نے مجھے ہانگ کانگ کے ایک ساحلی علاقے میں دیکھا تھا۔ وہاں سے مجھے ٹرپ کر کے اسی شہر کے ایک خفیہ مکان میں لایا گیا تھا۔ وہاں اس کی دادی ماں نے پتا نہیں مجھ پر کیا کیا کالہ عمل کیا تھا۔ میرے ذہن سے ان سوالات کے جوابات مٹا دیے تھے۔

کہ میں کون ہوں؟ کیا میں اس دنیا میں تنہا رہتا تھا یا اپنی پوری فیملی کے ساتھ رہا کرتا تھا؟ اس فیملی میں میرا کون کون تھا؟ ماں باپ بھائی بہن پوری بیٹے؟ میری زندگی کے چھوٹے بڑے واقعات میرے چھوٹے بڑے کارنامے کیا تھے؟

ان تمام سوالات کے جوابات حرف غلط کی طرح میرے ذہن سے مٹا دیے گئے تھے۔ میری آواز اور لب و لہجہ کو تبدیل کر دیا گیا تھا۔ صرف ٹیلی ویژن ’ذہانت اور حاضر دماغی‘ حکمت عملی اور جان بازی کو برقرار رکھا گیا تھا۔

کالا جادو جاننے والی دادی ماں نے اس دنیا میں ایک سو دس برس گزارے تھے۔ اس طویل عمر میں اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ وہ بہت ہی چالاک اور حاضر دماغ تھی۔ کسی بھی معاملے کے ہر پہلو پر نظر رکھتی تھی میرے معاملے میں چھوٹی سی چھوٹی بات کو پیش نظر رکھا تھا اور مجھے اتنی

مضبوطی سے جکڑ لیا تھا کہ میرے چاہنے والے غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے کے باوجود مجھے ذہن نہیں پارے تھے۔ پوجا اور اس کی دادی ماں نے اس جزیرے کو اپنے قبضے میں رکھنے کے لیے پہلے مجھ پر قبضہ کر لیا تھا۔ میں ان کے لیے جزیرے سے زیادہ اہم تھا پھر وہ دادی اور پوتی دیکھ رہی تھیں کہ ابھی میری ٹیلی ویژن کی صلاحیتیں بحال نہیں ہوئی تھیں اور میں نے خیال خوانی کے بغیر درجنوں کمانڈوز کو ان کے کمانڈر کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

ان دادی اور پوتی کی نظروں میں میری اہمیت اور بڑھ گئی تھی۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ میں آئندہ بھی اسی طرح انڈین آری کے حلوں کو پسند کرتا رہوں گا۔ ان حقائق کے پیش نظر پوجا کبھی یہ نہ چاہتی کہ میں شرن کے ساتھ اس جزیرے کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ اس نے کہا ”ٹھیک ہے میں تمہیں اپنا معیتر نہیں کہوں گی تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے اس جزیرے کے مالک نہیں بننا چاہتے تو نہ ہو لیکن کبھی یہ جزیرہ چھوڑ کر نہ جاؤ۔“

میں نے کہا ”اس طرح تمہارا یہ پشلا مسئلہ حل ہو گیا۔ تم شرن سے دشمنی نہیں کر دو گی تو میں یہ جزیرہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ یہاں تمہارے دشمنوں سے نمٹنا رہوں گا۔ اب دو سرا مسئلہ بھی اہم ہے۔“

پوجا نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا ”اس محل کے اندر اور باہر انڈین آری کے درجنوں کمانڈوز کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان کے دو کمانڈر جادو اور ہرید بھی مارے گئے ہیں۔ اس چابی اور ناکامی کی خبر آری کے اعلیٰ افسران تک پہنچی تو سمجھ لو اس جزیرے پر قیامت آجائے گی۔ انہیں یہاں بحری اور فضائی حملے کرنے کا جواز مل جائے گا۔ ہمیں آری کے جوانوں اور افسروں کو قتل کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا جائے گا۔“

میں نے پوجا کے سیکورٹی افسر سے کہا ”تم سب کی سلامتی اسی میں ہے کہ ان لاشوں کے ساتھ بھاری بھاری پتھر باندھ کر انہیں گہرے سمندر میں ڈبو دیا جائے۔“ پوجا نے سیکورٹی افسر سے کہا ”ان تمام لاشوں کو ہمارے دونوں ٹیلی کاپڑوں میں لے جاؤ اور بہت دور سمندر کی گہرائیوں میں پھینک دو۔ جزیرے میں اور جزیرے کے آس پاس ان کا نام و نشان بھی نہیں ملنا چاہیے۔“

سیکورٹی افسر اور دوسرے تمام گارڈز ان تمام احکامات کی تعمیل کرنے لگے۔ میں شرن کے ساتھ ایک پرہیز خواہ گاہ میں گیا۔ پوجا نے اپنے بیڈ روم کے دروازے کو اندر

سے بند کرنے کے بعد فون کے ذریعے دادی ماں سے رابطہ کیا۔ اسے بتایا کہ بھارتی کمانڈوز نے جزیرے پر کسی قیامت ڈھائی تھی اور میں نے کس طرح انہیں خاک و خون میں ملا دیا ہے۔

وہ بولی ”لیکن اس نے میری انسلٹ کی ہے مجھے ناپسند کر کے ایک کنیز شرن کو گلے لگایا ہے۔ میں خون کے گھونٹ پی کر یہ توہین برداشت کر رہی ہوں۔ کیا آئندہ مجھے سلمان قیصر پر بھروسہ کرنا چاہیے۔“

وہاں میرا نام سلمان قیصر تھا۔ مجھے یہی بتایا گیا تھا۔ دادی ماں نے اسے سمجھایا ”بی بی ہوس اور اپنے جذبات کو نہ دیکھو۔ تمہیں بہت موقل جائیں گے۔ تمہارے لیے یہ اطمینان کافی ہے کہ وہ اکیلا شخص پورے جزیرے کا محافظ بن کر رہے گا۔ وہ زبان کا وحشی ہے جب تک بھارتی حکومت اس جزیرے کو تمہاری ملکیت تسلیم نہیں کرے گی تب تک وہ تمہارا ساتھ دیتا رہے گا۔“

”پھر تو میں مطمئن رہوں گی لیکن وہ داسی شرن میرے سینے پر مونگ دیتی رہے گی۔ میرے سامنے رہ کر آنکھوں میں جھپٹی رہے گی۔“

دادی ماں نے کہا ”میں دن رات تپتا کرتی رہی۔ کالے مشنوں کا چاب کرتی رہی۔ میں برس کی پٹھن تپتیا کے بعد دوبارہ یہ جوانی حاصل کی ہے۔ پہلے سے زیادہ حسین اور پرکشش ہو گئی ہوں جو مجھے دیکھتا ہے وہ بوانہ ہو جاتا ہے۔“

وہ ایک ذرا توقف سے بولی ”جب میں نے ہانگ کانگ میں پہلی بار فریاد کو دیکھا تو اس کے لیے پاگل سی ہو گئی لیکن تم اس کے لیے باڈی ہو رہی تھیں۔ میں اپنی بولی کا دل نہیں توڑ سکتی تھی لہذا میں نے اسے تمہارے حوالے کر دیا۔“

وہ مایوس ہو کر بولی ”یہ میری بد قسمتی ہے۔ اب میں اسے تمہارے حوالے کر رہی ہوں۔“

”تم نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ اب میں اس جزیرے میں آؤں گی اور اپنے حسن‘ اپنی جوانی‘ اپنی اداؤں اور اپنے مشنوں سے اسے دیوانہ بنا کر رکھوں گی وہ میرے مشنوں کی جکڑ بندی سے نکل نہیں پائے گا۔“

پوجا نے کہا ”دادی ماں! تم میری سب سے بڑی طاقت ہو۔ تم یہاں آؤ گی تو مجھے اپنے مکمل تحفظ کا یقین رہے گا۔“

”اب مجھے دادی ماں کا بھول جاؤ۔ میرا نام انتہا سکینہ ہے۔ میں تمہاری سہیلی ہوں اور کیرالہ سے آئی ہوں۔“

رات کا پچھلا پھر تھا۔ میں تھک ہار کر شرن کے ساتھ

اپنی خواب گاہ میں سو رہا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ پوجا کلیانی کی کوئی داوی ماں بھی ہے اور وہ ایک بہت خطرناک ویج لیڈی ہے۔ میں بہت سے معاملات سے بے خبر تھا۔ اگر ٹیلی جیسی کی صلاحیتیں بحال ہو جاتیں تو یہ بے خبری نہ ہوتی۔

میں خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر لیتا کہ ان داوی اور پوتی میں کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ مجھے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ جادیو اور ہریو کے تمام کمانڈوز مارے جا چکے ہیں یا ان میں سے ایک آدھ بچ گیا ہے اور وہ ابھی سیکورٹی گارڈز کے ہمیں میں چھپا ہوا ہے۔

اگر کوئی زندہ بچ گیا ہوگا تو خفیہ طور سے اپنے اعلیٰ افسران کو یہ ضرور بتا رہا ہوگا کہ جزیرے میں تمام کمانڈوز اپنے دونوں کمانڈروں کے ساتھ مارے گئے ہیں اور اب ان کی لاشیں رات کی تاریکی میں دور سمندر کی گہرائیوں میں پھینکی جا رہی ہیں۔

اگر یہ خبر اعلیٰ افسروں تک پہنچانی جا رہی ہوگی تو انڈین آرمی منج ہوئے سے پہلے اس جزیرے کو گھیر لے گی۔

سیکیورٹی افسر اور تمام گارڈز نے صبح ہونے سے پہلے ان تمام لاشوں کو سمندر کی گہرائیوں میں پھینکا دیا۔ جب میں صبح سات بجے تیار ہوا تو ہر طرف خاموشی تھی سکون تھا ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی جو تشویش ناک ہوئی۔ ٹرن مجھ سے پہلے بیدار ہو گئی تھی۔ ہم غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد خواب گاہ سے باہر آئے ٹرن میرے لیے ناشتے کی تیاریاں کرنے لگی۔ میں نے سیکورٹی افسر کو بلا کر پوچھا ”کیا تمام لاشوں کو نکالنے لگا دیا گیا ہے؟“

اس نے کہا ”ہاں سراسر! نیچے کھائی میں دو لاشوں کے ساتھ ہماری سیکرٹری ٹیکا کی بھی لاش تھی۔ ہم نے ان سب کو بھی سمندر کی گہرائیوں میں پھینکا دیا ہے۔ خون کے تمام دھبے اور دوسرے نشانات مٹا دیے گئے ہیں۔“

میں نے کہا ”بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے وہ کمانڈوز سیکورٹی گارڈز بن کر تمہارے درمیان رہتے تھے اور تم ان سے دھوکا کھاتے رہے۔“

”سر! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ انڈین کمانڈوز اتنی رازداری سے ہمارے درمیان جگہ بنالیں گے۔ اب میں یہاں اپنے ایک ایک گارڈز کو چیک کر رہا ہوں۔“

”اگر ان میں سے کوئی زندہ بچ گیا ہوگا اور ہمارے درمیان چھپا ہوگا تو وہ ہمارے لیے بہت بڑا مسئلہ بن رہا ہوگا۔ ہو سکتا ہے اس نے آرمی افسران تک یہاں کے متعلق تمام خبریں پہنچانی ہو۔“

”سر! کل رات میں نے یہاں کے تمام ٹیلی فون تار کاٹ دیے تھے۔ یہ اطمینان کیا ہے کہ یہاں کسی کے پاس موبائل فون نہیں ہے۔“

میں نے کہا ”ٹھیک ہے تم جانتے ہو۔“
”وہ سیلوٹ کر کے چلا گیا۔ میں ٹرن کے ساتھ ناشتا کرتے ہوئے سوچنے لگا کوئی دشمن زندہ نہیں بچا ہے۔ اگر زندہ ہے بھی تو اسے اپنے اعلیٰ افسروں سے رابطہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔ ویسے سیکورٹی آفیسر مطمئن تھا کہ اب محل کے اندر اور باہر کوئی دشمن چھپا ہوا نہیں ہے۔ اگر کوئی ہوتا اور اس نے کسی طرح اطلاع دی ہوتی تو ہماری فوج پچھلی رات کو ہی اس جزیرے پر حملہ کر دیتی۔“

پچھلی رات یہ ہوا تھا کہ جادیو نے محل میں آپریشن شروع کرتے ہی ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کیا تھا اور بڑے یقین سے کہا تھا ”یہاں تقریباً چالیس مسلح گارڈز ہیں۔ ہمارے کمانڈوز انہیں چاروں طرف سے گھیر کر ہلاک کر رہے ہیں۔ وہ جلد ہی ہتھیار ڈال دیں گے پھر پوجا کلیانی کو محل کے خانے میں دفن کر دیا جائے گا۔“

ہیڈ کوارٹر میں اعلیٰ افسران کو بھی یقین ہو گیا تھا کہ جزیرے پر ان کا قبضہ ہو جائے گا۔ ابھی وہ ایک گھنٹے بعد خوش خبری سننے کی توقع کر رہے تھے لیکن وقت گزرنے لگا۔ جادیو کی طرف سے مسلسل خاموشی رہی تو وہ پریشان ہو گئے۔

انہوں نے جادیو اور ہریو کے موبائل فون پر رابطہ کیا تو کوئی جواب نہیں ملا۔ دونوں کی طرف سے خاموشی رہی۔ محل میں آرمی کا ایک اور اہم جاسوس تھا۔ اس کی طرف سے بھی مسلسل خاموشی تھی۔ وہ لوگ صبح تک انتظار کرتے رہے اور تشویش میں مبتلا ہوتے رہے۔

صبح ناشتے کی میز پر پوجا میرے پاس آئی۔ جب ہی آرمی ہیڈ کوارٹر سے اسے فون پر مخاطب کیا گیا۔ ایک اعلیٰ افسر نے پوچھا ”ہیلو مس پوجا! آخریت سے ہو؟“

وہ بولی ”آپ آرمی کے بہت بڑے افسر ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ اتنی صبح میری خیریت کیوں پوچھ رہے ہیں؟“

”ہمیں رپورٹ ملی ہے کہ پچھلی رات آپ کے محل میں فائرنگ ہوئی رہی ہے۔ کیا آپ فائرنگ کی وجہ بتا سکتے ہیں؟“

”آپ کو کسی نے غلط رپورٹ دی ہے۔ یہاں فائرنگ تو دور کی بات ہے دیوالی کے پٹاٹے بھی نہیں چھوڑے گئے۔ یہاں محل امن و امان ہے۔“

”ہمیں ملنے والی رپورٹ غلط نہیں ہو سکتی۔ آپ ہم سے حقیقت چھپا رہی ہیں۔ کل رات وہاں گھنٹوں فائرنگ ہوئی“

رہی ہے۔“
میں فون کے دواڑا پھینک کر دوسری طرف کی باتیں سن رہا تھا۔ میں نے پوجا سے ریسپورٹ لے کر کہا ”جناب! میں پوجا کا ہونے والا بتا رہی ہوں۔ میری وائف درست کہہ رہی ہیں۔ اگر آپ کو یقین نہیں ہے تو آپ اپنا ایک بندہ یہاں بھیج دیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے یہاں کا امن و امان دیکھے گا تو آپ کو اطمینان ہوگا۔“

”ایک بندہ نہیں، سراغ رسالوں کی ایک ٹیم بلی کاپڑ سے وہاں پہنچے گی۔“

میں نے کہا ”سوری۔ ہم ایک بندے سے زیادہ کسی اور کو نہیں آنے دیں گے۔ آپ زبردستی نہ کریں۔ ہمارا مقدمہ عدالت میں چل رہا ہے۔ فیصلہ ہمارے حق میں ہونے والا ہے۔ اگر آرمی والے جبرا یہاں آئیں گے تو ہم پھر عدالت میں جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

”تم شاید وہی ہو۔ جسے بے ہوشی کی حالت میں وہاں لے جایا گیا تھا؟“

”جی ہاں۔ میں بیمار تھا۔ ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق مجھے اسپتال سے یہاں لایا گیا ہے۔“

”ہم ڈاکٹر اور اسپتال کا نام معلوم کرنا چاہیں گے۔“

”پھر ایک بار سوری۔ آپ ہمارے ذاتی معاملات کی کھوج نہ لگائیں تو بہتر ہوگا۔“

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر کہا گیا ”آپ بہت اساتذ بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ٹھیک ہے ہمارا ایک افسر اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ آ رہا ہے۔“

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے سیکورٹی افسر کو بلا کر کہا ”ہم نے آرمی والوں کی یہاں آمد پر پابندی لگائی ہے۔ اب وہ رات کے اندھیرے میں سمندر کی راستے سے جزیرے میں آکر چھپیں گے۔ خود کو فوجی ظاہر نہیں کریں گے۔ تاریکی میں حملے کریں گے اور نقصان پہنچا کر پھر جنگوں میں چھپتے پھریں گے۔ تم سب کو ایسی گورلا جنگ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔“

سیکیورٹی افسر نے کہا ”پچھلی رات ہمارے چھ گارڈز مارے گئے ہیں اور دس زخمی ہیں۔ فی الوقت ہمارے پاس چھبیس گارڈز ہیں۔ اس محل سے دور جنگوں میں گورلا فائنٹ کے لیے مزید گارڈز کی ضرورت ہے۔“

پوجا نے کہا ”اور پچیس گارڈز کا اضافہ کر لو لیکن خوب چھان بین کے بعد ان گارڈز کو جزیرے میں لاؤ۔ ان میں بھی آرمی والے چھپ کر آسکتے ہیں۔ یہ ابھی طرح پرکھنا ہوگا کہ

انڈین آرمی کے خلاف وہ گارڈز ہمارے وفادار رہیں گے یا نہیں؟“

میں نے کہا ”انڈیا کے بڑے شہروں میں کتنے ہی مفور مجرم ہوں گے۔ وہ چھپتے پھر رہے ہوں گے۔ ایسے مجرموں کو یہاں پناہ ملے گی تو وہ غلام بن کر آرمی والوں سے ضرور مقابلہ کریں گے۔“

”ایسے لوگوں کو تلاش کرنے میں کئی دن لگنی مینے لگ جائیں گے اور ہمیں جلد سے جلد گارڈز کی تعداد بڑھانی ہے۔“

میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اگر میری ٹیلی جیسی کی صلاحیتیں بحال ہو جاتیں تو میں ایسے مجرموں کو ٹرپ کر کے یہاں لے آتا جو قانون کے محافظوں سے چھپتے پھر رہے ہیں۔ پتا نہیں کون سی کمزوری آڑے آ رہی تھی۔ میرا ذہن خیال خوانی کے قابل نہیں ہو رہا تھا۔

ایک گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ ایک آرمی افسر اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ آ رہا ہے۔ ہمارے بلی پیڈ پر جگہ نہیں تھی۔ ان کے بلی کاپڑ کو محل سے دور ایک میدان میں اتارنے کے لیے کہا گیا۔ سیکورٹی افسر ان کے استقبال کے لیے ایک گاڑی لے کر گیا۔ آرمی افسر ایک نہیں دو باڈی گارڈز کے ساتھ آیا تھا۔

جب وہ محل میں آئے تو میں نے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا ”جو معاملات ملے ہو جائیں، اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ آپ اصول کے خلاف دو باڈی گارڈز کے ساتھ آئے ہیں۔ ہم بات نہیں بدھانا چاہتے۔ اس لیے دوسرے گارڈز کو برداشت کر رہے ہیں۔“

”برداشت تو کرنا ہوگا۔ ہم فوجی ہیں۔ دیس کے رکھنگ ہیں۔ اس جزیرے کا کیس عدالت میں ہے۔ اس لیے ہم ذرا مجبور ہو گئے ہیں۔ عدالت میں اگلی پیشی ہوگی۔ آخری فیصلہ سنایا جائے گا۔ پوجا کلیانی کے ساتھ بڑے بے آبرو ہو کر یہاں سے نکلے گے۔“

پوجا نے کہا ”ابھی تو آپ یہاں سے نکلیں گے جو انکو انڈیا کرنے آئے ہیں کریں اور تشریف لے جائیں۔“

ہمارے درمیان تلخ باتیں ہوتی رہیں۔ وہ محل کے اندر اور باہر ہمارے ساتھ کھوتے رہے۔ انہیں ایسے آثار نہیں مل رہے تھے کہ پچھلی رات وہاں گولیاں پگتی رہی ہوں اور وہاں لوگ خاصی تعداد میں مارے گئے ہوں۔

دو استعمال شدہ گولیوں کے خول مختلف جگہ زمین پر پائے گئے۔ افسر نے کہا ”ان سے ثابت ہوتا ہے کہ پچھلی

رات گولیاں چلتی رہی ہیں۔ کیا اب بھی انکار کریں گے؟“
 میں نے کہا ”میں چاند ماری ہوئی ہے۔ نشانے بازی کی
 مشقیں جاری رہتی ہیں۔ دھمکانے سے ایسے خول اور بھی
 ملیں گے۔“
 پوچھنے کے لیے ”ہم نے آپ کے کھانے پینے کا بندوبست
 کیا ہے۔ مجھے امید ہے۔ ناکام ہونے کے بعد آپ ناراض
 نہیں ہوں گے۔ کچھ کھائی کر جائیں گے۔“
 انہیں ہمارے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل رہا تھا۔ وہ
 الزام نہیں دے سکتے تھے کہ وہاں ان کے کمانڈوز اور کمانڈر
 مارے گئے ہیں یا انہیں کسی قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔
 افسر نے کہا ”ہم اس محل کا خانہ دیکھیں گے۔“
 پوچھنے کے لیے ”میں کوئی خانہ نہیں ہے۔“
 میں نے کہا ”ہو جا! انکار نہ کرو۔ انہیں خانے میں جا کر
 اچھی طرح اطمینان کر لینے دو۔“
 ہم خانے کے ایک خفیہ دروازے کے پاس آئے۔
 افسر اپنے گارڈز اور ہمارے سیکورٹی افسر کے ساتھ خانے
 میں گیا۔ ہم باہر رہے۔ پوچھنے کا ماری سے کہا ”جب میں
 انکار کر چکی تھی کہ یہاں خانہ نہیں ہے تو تم نے مجھے کیوں
 جھٹلایا؟ کیا تم نے ان کے سامنے میری انٹلٹ نہیں کی
 ہے؟“
 ”تم حماقت کرو گی تو انٹلٹ بھی ہوگی۔ تم اپنے باڈی
 گارڈ جادو پر اندھا اعتماد کرتی تھیں۔ کیا تم نے اسے خانے
 کے بارے میں نہیں بتایا تھا؟ اس نے یہاں کا پورا نقشہ ہیڈ
 کوارٹر میں پہنچایا ہوگا۔“
 وہ ایسی غلطی کر چکی تھی۔ اس لیے خاموش رہی۔ وہ
 چادروں خانے سے باہر آگئے۔ افسر نے کہا ”ہم واپس
 جا رہے ہیں۔ کیا آپ ہمارے ساتھ بلی کا پڑ تک چلیں
 گے؟“
 میں نے مسکراتے ہوئے کہا ”دوست ہوں یا دشمن میں
 سب ہی کو گھر تک پہنچاتا ہوں۔ آپ گاڑی میں بیٹھیں۔ میں
 آ رہا ہوں۔“
 پوچھنے کے لیے ”میں بھی چلوں گی۔“
 میں نے ٹھن کے پاس آکر اسے رازداری سے سمجھایا
 ”میں پوچھنے کے ساتھ واپس آنے میں دیر کروں گا۔ تم اس کی
 غیر حاضری میں اس کے بیڈ روم کی تلاشی لو۔ وہاں شاید ایسی
 کوئی چیز ملے جس کے ذریعے میں اپنی پچھلی زندگی کو یاد
 کر سکوں۔“
 میں اسے سمجھا کر پوچھنے کی کار میں آیا۔ وہ بولی ”کیا
 کتابیات پبلی کیشنز

مہمانوں کے سامنے ایک داسی سے پرائیویٹ باتیں کرنی
 ضروری تھیں؟“
 ”میں نے تمہیں سمجھایا ہے وہ داسی نہیں ہے۔ آئندہ
 اس کی انٹلٹ نہ کرنا۔ ورنہ میری مخالفت مول لوگی۔“
 میں ٹھن کو اس پر ترجیح دے رہا تھا اور وہ اس کی برتری
 برداشت نہیں کر رہی تھی۔ میری مخالفت کی دھمکی پر وہ چپ
 رہی۔
 میں اور پوچھنے سیکورٹی افسر کے ساتھ ایک کار میں تھے۔
 دوسری گاڑی میں آرمی افسر اپنے دو گارڈز کے ساتھ تھا۔ ان
 کا بلی کا پڑ کچھ جنگل کے درمیان ایک کھلے میدان میں تھا۔
 جنگل سے گزر کر چاروں طرف ساحل تک جانے کے لیے پتہ
 سڑکیں بنی ہوئی تھیں۔ ہم ایسے ہی ایک راستے سے گزر کر
 بلی کا پڑ کے قریب پہنچ گئے۔
 ہم اپنی کار سے اتر کر ان سے رخصتی معافی کرنا چاہتے
 تھے۔ ایسے ہی وقت آرمی افسر نے میرے سینے پر ریولور کی
 نال رکھ دی پھر ہمارے سیکورٹی افسر نے کہا ”ہم کوئی چلانا
 چاہو گے تو اس سے پہلے تمہارا یہ مالک تمہارا یہ آقا مارا
 جائے گا۔“
 سیکورٹی افسر مجبور ہو گیا۔ ان دو گارڈز کو پوچھنے
 نشانے پر رکھا تھا۔ میں دھیری سے اپنا ہتھیار کھینچ کر
 ایک جھپٹے ہی پوچھنے کو گولی مار دی۔ ان کے ایک گارڈ نے
 سیکورٹی افسر سے ہتھیار چھین لیے۔ پوچھنے کے پیٹریک سے
 ایک ریولور نکال لیا گیا۔ میں اپنی عادت کے مطابق کبھی
 اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتا تھا۔
 آرمی افسر نے ہمیں ہتھکڑی کرنے کے بعد حکم دیا ”تم تینوں
 ایک قطار میں کھڑے ہو جاؤ اور میرے سوالوں کے صحیح
 جواب دو۔“
 ہم قیدیوں کی طرح ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ افسر
 نے کہا ”ہمارے دو کمانڈر جادو اور ہر دیو کل رات فوج کر
 چائیں منٹ تک۔ اس جزیرے میں موجود تھے۔ انہوں نے ہم
 سے رابطہ کیا تھا۔ ہمیں یقین دلایا تھا کہ ان کا آپریشن
 کامیاب رہے گا لیکن اچانک وہ چپ ہو گئے پھر انہوں نے ہم
 سے رابطہ نہیں کیا۔ جواب دو۔ وہ دونوں کمانڈر اپنے سات
 کمانڈوز کے ساتھ کہاں غائب ہو گئے ہیں؟ یا غائب کونسیل
 گئے ہیں؟“
 میں نے کہا ”یہ تو ہم سراسر الزام ہے۔ جادو اور ہر دیو
 کل شام پوچھنے کے ساتھ بلی کا پڑ میں آئے تھے پھر رات کا

کھانا کھا کر ایک اسپڈ بوٹ کے ذریعے واپس چلے گئے۔“
 وہ گرج کر بولا ”کیا اس مت کو بچ نہیں بولو گے تو ابھی
 کتنے کی موت مارے جاؤ گے۔“
 یہ کہتے ہی اس نے مجھے گالی دی۔ ایک دم سے میرا خون
 کھولنے لگا۔ آج تک کبھی کسی نے گالی دینے کی جرات نہیں
 کی تھی۔ ایسی کوشش کرنے والوں کی زبانیں اپنے ہی دانتوں
 تلے آجاتی تھیں اور وہ تکلیف سے کھلا کر رہ جاتے تھے۔
 میں نے تڑپ کر شہوت سے خواہش کی ”میری خیال
 خوانی کی صلاحیتیں واپس آجائیں۔ میں اس گالیاں دینے
 والے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“
 میرے اندر آندھی سی چل رہی تھی۔ یوں لگ رہا
 تھا۔ جیسے طوفانی ہوائیں میرا دماغ اڑا کر لے جائیں گی یا تو
 میرا دماغ جھکے کی طرح اڑ جائے گا یا پھر خیال خوانی کی
 صلاحیتیں پورے استحکام کے ساتھ واپس آجائیں گے۔ میں
 سب کچھ برداشت کر سکتا تھا لیکن گالی نہیں برداشت کر سکتا
 تھا۔ میں نے شدید غصے سے لرزے ہوئے کہا ”کتے کے بچے!
 تم نے مجھے گالی دی ہے۔ یہ گالی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔
 چلاؤ مجھ پر گولی۔ ورنہ اب تم مرے والے ہو۔“
 اس نے میری وارننگ کو گیدڑ جیسی سمجھا۔ مذاق
 اڑانے کے انداز میں قہقہے لگائے۔ وہ اور اس کے دونوں
 گارڈز ہتھیاروں سے ایسے تھے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں
 تھا کہ میں عزت نفس کی خاطر جان پر کھیل جاؤں گا۔
 اس نے مجھے نشانے پر رکھا تھا لیکن قہقہہ لگانے کے
 دوران میں ریولور والا ہاتھ اوپر نیچے ہو رہا تھا۔ ایسے وقت
 میں نے اس پر جھلانگ لگائی۔ اس کو اپنے ساتھ زمین پر گرا
 کر ڈھلان کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔ ریولور سے فائرنگ ہوتی
 رہی ہم لڑھکتے رہے۔ اس کی کلائی میری گرفت میں تھی اور
 اس کا ہاتھ اوپر کی طرف تھا۔ اس لیے دونوں ہی گولیوں سے
 محفوظ رہے۔ وہ ایک جگہ بڑے پتھر سے ٹکرا کر رک گیا۔
 تکلیف کے باعث اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ ریولور پر
 گرفت ڈھیلی ہو گئی۔ میں نے فوراً ہی اس ریولور پر قبضہ
 بنالیا۔
 اس کے دونوں گارڈز ڈھلان کی بلندی پر کھڑے پوچھنے اور
 سیکورٹی افسر کو گن پوائنٹ پر رکھے ہوئے تھے۔ وہاں سے
 لگا کر کہہ رہے تھے ”ہمارے آفیسر کو ذرا ابھی خراش آئے گی



سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ میں نے کہا ”کتنے کے بچے اتنے مجھے گالی دی تھی۔“
اس نے بوکھلا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا پھر جراتی سے بولا ”یہ۔ اس کی آواز میرے اندر سنائی دے رہی ہے۔“

ایک گاڑی نے پوچھا ”سراسر اس کی آواز؟“
”وہ۔ وہ وہی ہے۔ جس نے ہم سب کو نسا کر دیا تھا۔“
”نصرو، مجھے سننے دو۔ وہ کچھ بول رہا ہے۔“

میں نے کہا ”میں بہت کم بولتا ہوں۔ باقی جو کرتا ہوتا ہے وہ کر گزرتا ہوں۔ تم نے جس زبان سے مجھے گالی دی تھی اسے دانتوں تلے کچل ڈالو۔“

وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا لیکن بے اختیار اس کی زبان ذرا باہر نکلی پھر اوپر نیچے کے دانتوں نے اسے پوری قوت سے چبا ڈالا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چختا ہوا اپنی سیٹ پر ترپنے لگا۔ دونوں گاڑیوں نے پریشان ہو کر پوچھا ”کیا ہوا؟ سراسر کیا تکلیف ہے؟“

وہ بولنے کے قائل نہیں رہا تھا۔ منہ کھولے زبان باہر نکالے ہائے کر رہا تھا۔ میں نے کہا ”تم نے مجھے نسا اور کمزور پا کر طاقت کے غور میں گالی دی تھی۔ اب اپنی طاقت سے کام لو۔ جو سزا مل رہی ہے۔ اس سے خود کو بچاؤ۔“
وہ عاجزی سے بولا ”میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم ٹیلی فنی جانتے ہو۔ اگر معلوم ہوتا تو تمہارے سامنے سر جھکا کر باتیں کرتا۔“

”تمہارے جیسے مغرور طاقت ور لوگ کمزور ہونے کے بعد اسی طرح گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔ تم لوگوں میں انسانیت نام کو نہیں ہوتی۔“

یہ کہتے ہی میں نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے پھر دانتوں تلے اپنی زبان کو پس ڈالا۔ وہ حلق چھاڑ کر چیخنے لگا۔ سیٹنی بیٹ سے بندھا ہوا تھا اس لیے بری طرح ترپنے کے باوجود اپنی سیٹ پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں گاڑیوں پریشان تھے۔ وہ اپنے اعلیٰ افسر کی تکلیف کو سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ ایک نے کہا ”سراسر آپ تکلیف برداشت کریں ہم ہیڈ کوارٹر پہنچ رہے ہیں۔ وہاں تین ہی ڈاکٹر آپ کو اینڈ کریں گے۔“
وہ نیلی کاپڑ ایک ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرتا ہوا ہیڈ کوارٹر کے اطراف چکر کاٹ رہا تھا۔ ایسے وقت میں نے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میرے زیر اثر آتے ہی انجن بند کر دیا۔ گردش کرتا ہوا پتھر کھارکنے لگا۔ ایک گاڑی نے چیخ کر کہا ”یہ کیا کر رہے ہو؟ انجن کو فوراً آن کرو۔“

یہ ہے بہت زبردست۔ پچھلی رات سے میری حفاظت کرتا آ رہا ہے یہ نہ ہوتا تو جادو مجھے موت کے گھاٹ اتار دیتا اور ابھی اس نے کتنی دلیری سے آری افسر اور اس کے گاڑیوں کو نسا کر دیا تھا۔“

وہ اپنی کار میں جا کر بیٹھ کر بھی سوچتی رہی ”یہ خطرناک ہے مگر زبان کا دھمکی ہے۔ اپنے وعدے کے مطابق میری خاطر ایک بہت بڑی فوج سے نکلے رہا ہے۔ مجھے اس کی بد مزاجی کو برداشت کرنا ہی ہوگا۔“

وہ سوچتی رہی۔ سیکورٹی افسر اور دو گاڑیوں کے ساتھ اپنی کار میں وہاں سے چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی میں اس آری افسر کے اندر پہنچ گیا۔ وہ وائلیس کے ذریعے ہیڈ کوارٹر کو بتا رہا تھا ”انہوں نے اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔ بڑی رازداری سے ان لاشوں کو غائب کیا گیا ہے۔ پتا نہیں سمندر کے کس حصے میں لے جا کر پھینکا گیا ہے۔“

دوسری طرف سے کہا گیا ”ہمارے دونوں کمانڈر ز اور وہ سات کمانڈوز مجرمانہ انداز میں چھپ کر وہاں گئے تھے۔ ہم ان کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کر سکیں گے۔ انہیں کوئی الزام نہیں دے سکیں گے۔“

اس افسر نے کہا ”پوچھا کا مگنیت ہمارے نظروں میں مشکوک ہے۔ تعجب ہے کہ پوچھا کلیانی ایک مسلمان سے کیوں شادی کر رہی ہے؟“

دوسری طرف سے کہا گیا ”وہ بڑے راسرار طریقے سے جزیرے میں لایا گیا ہے۔ کیا تم نے اس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی ہیں؟“

”فی الحال تو اتنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ بہت ہی زبردست فائر ہے۔ موت کی پروا کیے بغیر جھٹ پڑتا ہے۔ پوچھا کلیانی اسے اپنا مگنیت کرتی ہے لیکن وہ اس کا شیر خاص ہے۔ اس نے جادو اور ہر دیو جیسے ناقابل شکست کمانڈروں کو نابود کر دیا ہے۔ اس نے مجھے بری طرح جکڑ لیا تھا۔ میں اپنی رپورٹ میں لکھوں گا کہ وہ سلمان قیصر جزیرہ کلیانی کا نولادی دروازہ ہے۔ پہلے اس دروازے کو توڑنا ہوگا۔ اس کے بعد ہی جزیرہ پر قبضہ جمایا جاسکے گا۔“

نیلی کاپڑ تیزی سے پرواز کرتا جا رہا تھا۔ ہیڈ کوارٹر سے تقریباً چالیس کلومیٹر کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ”ہم بندہ رتھ میں وہاں پہنچنے والے ہیں۔ میں آپ کے پاس آکر تفصیلی رپورٹ پیش کروں گا۔“

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق وائلیس میں خرابی پیدا کر دی۔ ہیڈ کوارٹر

کر دونوں گاڑیوں سے کہا ”ہمارے معاملات طے ہو چکے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اپنے تمام ہتھیار پھینک دو اور نیلی کاپڑ میں جا کر بیٹھ جاؤ۔“

انہوں نے حکم کی تعمیل میں پوچھا اور سیکورٹی افسر کے آگے ہتھیار پھینک دیے اور نیلی کاپڑ کی طرف جانے لگے۔ میں اس افسر کے ساتھ چڑھائی چڑھتا ہوا پوچھا کے پاس آیا۔ وہ افسر سے بولی ”بڑے شرم کی بات ہے۔ ہم نے شرافت سے تمہیں یہاں آنے کی اجازت دی۔ پوری طرح اپنی بے گناہی کا ثبوت دیا۔ تمہارے کمانڈر ز اور کمانڈوز نہ یہاں آئے تھے اور نہ ہی ہم نے انہیں قیدی بنا کر کہیں چھپایا ہے۔ اس کے باوجود تم ہمیں جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ اب ہتھیار ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ اب ہم تمہیں مار ڈالیں تو؟“

وہ بولا ”تو اس جزیرے پر قیامت آجائے گی۔ ہم اپنے ہیڈ کوارٹر سے روانگی کا وقت لکھ کر آئے ہیں۔ اگر ہم چار گھنٹے کے اندر وہاں پر واپس نہ پہنچے تو آری کو یہاں حملہ کرنے کا جواز مل جائے گا۔“

میں نے کہا ”پوچھا! ان سے بحث نہ کرو۔ انہیں جانے دو۔“

میں نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا ”جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے چلے جاؤ۔“

وہ تیزی سے چلتا ہوا نیلی کاپڑ میں سوار ہو گیا۔ وہ تینوں ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے لیکن میں ٹیلی فنی کی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ تینوں غصے میں تھے۔ افسر نے جھٹ کر کہا ”یہ پوچھا کا مگنیت بہت پر اسرار ہے۔ اس نے بڑی چالاک سے ان تمام لاشوں کو سمندر میں چھٹوایا ہے۔ ہم اس کے خلاف ایک چھوٹا سا ثبوت حاصل کرنے میں بھی ناکام رہے ہیں۔ کم آن یہاں سے نکل چلو۔“

نیلی کاپڑ بلندی کی طرف پرواز کرتا ہوا دور جانے لگا۔ میں نے کہا ”تم سیکورٹی افسر کے ساتھ اپنی کار میں جاؤ۔ میں اس دوسری گاڑی میں آجاؤں گا۔ یہاں مجھے کچھ کام ہے۔“
اس نے پوچھا ”یہاں جنگل میں تمہارا کیا کام ہے؟“

”تمہارے جزیرے کی حفاظت کرنا میری ذمہ داری ہے۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ مجھے یہاں کیا کرنا ہے۔ مجھ سے کوئی سوال نہ کیا کرو۔ جاؤ یہاں سے۔“

اس نے مجھے ناکواری سے دیکھا۔ اس کے خیالات کہ رہے تھے ”یہ بہت مغرور ہے۔ سیکورٹی افسر کے سامنے میری توہین کر رہا ہے۔ جی چاہتا ہے اس کا منہ فوجیوں لیکن

جس نے بھی میرا برہنہ دماغ دیکھا تھا۔ اس نے میرے دماغ سے ٹیلی فنی کی صلاحیتیں نہیں منائی تھیں۔ اس غیر معمولی علم کے ساتھ میری ذہانت حاضر دماغی جاننا بڑی اور بڑی وقت حکمت عملی کو برقرار رکھا تھا۔ میں اب تک ان تمام صلاحیتوں کے ذریعے دشمنوں کو نیست و نابود کرتا آ رہا تھا۔ ایک ٹیلی فنی کی صلاحیت رہ گئی تھی۔ یہ دیر سے واپس آئی مگر اچھے وقت پر آئی۔ دیر آید۔ درست آید۔

میں نے ایک ہاتھ سے آری افسر کی گردن دوپٹے رکھی تھی۔ دوسرے ہاتھ میں ریو اور تھا۔ وہ بری طرح سہا ہوا تھا۔ کسی بھی لمحے گولی چل سکتی تھی۔ وہ خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں بولا ”۳۰ ہٹاؤ دھوکے سے گولی چل سکتی ہے۔ ذرا عقل سے سوچو۔ میری موت تمہیں اور پوچھا کو بہت مشکل پڑے گی۔ میں زندہ واپس نہیں جاؤں گا تو یہاں انڈین آری کے حملے شروع ہو جائیں گے۔“

”اور میں تمہیں چھوڑ دوں گا تو تمہارے آدمی پوچھا کو مار ڈالیں گے۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں ہم تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر ابھی یہاں سے چلے جائیں گے۔“

میں نے کہا ”ہم تمہیں دوستانہ انداز میں الوداع کہنے یہاں تک آئے تھے لیکن تم آج ایک ہی دشمن بن گئے۔“

”میرے لیے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تمہارے کمانڈر اور کمانڈوز اس جزیرے سے کہاں غائب ہوئے ہیں۔ اس اہم سوال کا جواب تم ہی دے سکتے ہو۔“

”ہم جواب دے چکے ہیں اور تم محل کے اندر اور باہر اچھی طرح دیکھ چکے ہو۔ تم نے وہاں کا خاند بھی دیکھا ہے۔ ہم نے انہیں زندہ یا مردہ کہیں نہیں چھپایا ہے۔“

وہ بولا ”پھر تو ایک ہی بات سمجھ میں آئی ہے۔ تم لوگوں نے ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دی ہیں۔“

”تم خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہو اور تمہارے پاس تمہارے شک کا کوئی علاج نہیں ہے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اپنے دونوں گاڑیوں کے ساتھ یہاں سے زندہ سلامت جانے کے لیے اپنے ان سے کہو کہ وہ ہتھیار پھینک دیں اور نیلی کاپڑ میں جا کر بیٹھ جائیں۔“

ہتھیار پھینکنے کے بعد وہ بالکل نیتے ہو جاتے۔ ہمارے رحم و کرم پر رہتے اگر وہ ہتھیار پھینکنے سے انکار کرتے تو یہ خوف تھا کہ ان کا افسر مارا جائے گا۔

میں نے اس افسر کے دماغ پر حاوی ہو کر اس بات پر قائل کیا کہ انہیں ہتھیار پھینک دینے چاہئیں۔ اس نے چیخ

انہیں یہ معلوم ہوا کہ میرا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ اس نے مجھ پر کئی طرح کے عمل کیے۔ میرے ذہن سے میرا نام اور میری شناخت مٹا دی۔ صرف میری اہم صلاحیتوں کو میرے ذہن میں محفوظ رکھا۔ اس کے بعد میری تمام پچھلی زندگی کو حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا۔

اس کے کالے عمل کے بعد پوجا نے پوچھا تھا ”دادی ماں آپ نے اس کا نام سلمان قیصر رکھا ہے اگر کبھی اسے معلوم ہوگا کہ اس کا نام فرہاد علی تیمور ہے اور یہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک مشہور ہے تو پھر یہ بڑی آسانی سے معلومات حاصل کرنا ہوا اپنے لوگوں تک پہنچ جائے گا۔“

اس نے جواب دیا ”میں نے اس پر ایسا عمل کیا ہے کہ یہ کبھی اپنے بارے میں معلوم کرنا چاہے تو ایسے وقت اس کا ذہن بھٹک جائے۔ یہ اپنے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے کبھی کسی صحیح سمت میں نہیں جاسکے گا۔“

میں جزیرے کے ایک خوب صورت ساحلی علاقے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ٹھن نے بڑی محبت اور لگن سے میرا اصلی نام معلوم کیا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مجھے ہانگ کانگ سے لایا گیا ہے۔ یہ دو باتیں بڑی اہم تھیں۔ میں اس چھوٹی سی ٹپ کے ذریعے اپنے بارے میں بڑی بڑی معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ میں وہاں سے واپس جانے کے لیے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پوجا محل میں پہنچ گئی تھی۔ ٹھن اسے دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ میں کہاں رہ گیا ہوں؟ واپس کیوں نہیں آیا؟ میں محل میں جا کر اسے سینے سے لگا کر شکر یہ ادا کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنی کوششوں سے مجھے میری شناخت کی طرف لے جا رہی تھی۔

ٹینا نے اپنی ڈائری میں جو کچھ لکھا تھا۔ اسے پڑھنے کے بعد یہ ثابت ہو گیا تھا کہ پوجا اور اس کی دادی ماں دونوں ہی خود غرض اور مطلب پرست ہیں۔ انہوں نے اپنے مفادات حاصل کرنے کے لیے مجھ سے میرا اصلی جین لیا ہے۔ میرے لوہے کے رشتوں سے مجھے الگ کر دیا ہے۔

اب مجھے بہت محتاط رہنا تھا۔ اس محل میں رہ کر میں اپنے بارے میں اور بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔ میں اپنی گاڑی سے ٹیک لگا کر پوجا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پہلے سوچا تھا کہ محل میں جا کر اطمینان سے اس کے چور خیالات پڑھوں گا لیکن اپنے بارے میں حقائق جاننے کی بے چینی تھی۔ میں نے اسی وقت اس کے خیالات پڑھنے شروع کیے۔

بڑی حیرانی ہوئی۔ اس کی سوچ کی لہریں بتا رہی تھیں کہ میں اس کا معتمد ہوں اور وہ مجھے دل و جان سے چاہتی ہے۔ میں اس کے چور خیالات پڑھ کر اس کی دادی ماں کے بارے

ماں نہ کہے۔ ورنہ لوگ دادی کو حیرانی سے دیکھیں گے اور پوٹی کا مذاق اڑائیں گے کہ وہ ایک سولہ برس کی لڑکی کو دادی ماں کہہ رہی ہے۔

دادی ماں کے جوان ہونے سے بڑی الجھنیں پیدا ہو رہی تھیں پوٹی عمر میں بڑی اور دادی چھوٹی دکھائی دیتی تھی۔ اس لیے یہ طے پایا کہ وہ دونوں سیلیاں بن کر رہیں گی۔ تنہائی میں وہ اسے دادی ماں کہہ سکتی ہے۔

ڈائری کے دوسرے صفحے پر لکھا تھا کہ وہ دادی اور پوٹی کسی ضرورت سے ہانگ کانگ گئی تھیں۔ ٹینا بھی ان کے ساتھ تھی۔ وہاں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ عمر رسیدہ تھا لیکن آج کل کے جوانوں سے زیادہ جوان اور صحت مند دکھائی دیتا تھا۔ دادی ماں نے اسے دیکھتے ہی کہا ”مجھے جس کی تلاش تھی وہ مل گیا۔ میرے کالے علم نے بتایا تھا کہ میرا مطلوبہ شخص سمندر کے کسی ساحلی علاقے میں ملے گا۔“

پوجا نے پوچھا ”آخر اس میں کیا خاص بات ہے؟“ اس نے جواب دیا ”تم دیکھ رہی ہو اس وقت وہ گمری سوچ میں ڈوبا ہوا ہے۔ دراصل یہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ یہ نیلی تپتی جانتا ہے۔“

پوجا نے کہا ”دادی ماں تم نے کہا تھا ایک ٹپلی دیتی جانے والا شخص ہمارے کام آئے گا۔ ہمارے جزیرے کی حفاظت کے لیے تمنا بھارتی فوج سے لاتا رہے گا۔ کیا یہ وہی ہے؟ ہائے کتنا خوب رو اور اساتذہ ہے۔“

دادی ماں نے کہا ”ہاں یہ وہی ہے۔ اسے ٹرپ کر کے اس کرائے کے مکان میں لے جانا ہوگا جہاں ہمارا عارضی قیام ہے۔“

یہ میں پچھلے باب میں بیان کر چکا ہوں کہ میں ہانگ کانگ کے ایک ساحل پر چھل قدمی کر رہا تھا۔ ایسے وقت ٹینا نے دو نوجوانوں کے ذریعے مجھے اس طرح اٹھایا تھا کہ میں اس کے سازشی ارادوں کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ اچانک بے ہوشی کی دوا انجیکشن کی گئی تب میں چونکا تھا لیکن اس وقت تک دیر ہو چکی تھی۔ اس کے بعد میں اپنی ذات سے اپنے وجود سے غافل ہو گیا تھا۔

اور اب تک میں اپنے آپ سے غافل تھا۔ ابھی ٹھن کے خیالات پڑھ کر معلوم ہو رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا تھا۔ ٹینا نے ڈائری میں لکھا تھا کہ مجھے بے ہوش کرنے کے بعد ایک مکان میں پہنچایا گیا تھا۔ وہاں دادی ماں نے مجھ پر کالا عمل کیا تھا۔ مجھ پر ایسا سحر طاری کیا تھا کہ میں بے ہوشی کے عالم میں اس کے ہر سوال کا جواب دیتا رہا تھا۔ اس طرح

مجھ پر قربان ہونے کے لیے یہ ایک زندگی بہت کم ہے۔ وہ ایک جنم کے بعد جتنی بار جنم پتی رہے گی۔ اتنی ہی بار سلمان قیصر یعنی مجھ پر قربان ہوتی رہے گی۔

میں نے محل سے باہر آتے وقت اسے راز دادی سے کہا تھا کہ پوجا جب تک محل سے باہر رہے وہ اس کے بندہ روم میں جا کر وہاں کی تلاشی لے۔ شاید کوئی ایسی چیز مل جائے جو میرے بھولے ہوئے ماضی کی طرف نشان دہی کرے۔ مجھے پوجا پر بالکل اعتماد نہیں رہا تھا۔ کچھ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ جھوٹ بول رہی ہے دھوکا دے رہی ہے۔

پوجا میرے ساتھ آرمی افسر کو رخصت کرنے پہلی کاپڑ تک آئی تھی۔ ٹھن اس دوران میں اس کے بندہ روم کی تلاشی لیتی رہی تھی۔ تلاشی بسیار کے بعد بھی کوئی ایسی چیز ہاتھ نہیں گئی جو میرے کسی کام آتی۔

پوجا کی پرسنل سیکرٹری کا نام ٹینا تھا۔ وہ اس کی سیکرٹری بھی تھی اور بہت ہی گہری رازدار سیٹھی بھی۔ وہ اس کے بندہ روم سے ملحقہ کمرے میں رہتی تھی۔ ٹھن اس کمرے کی بھی تلاشی لینے لگی۔ ایک الماری میں ٹینا سے لطف رکھنے والی کچھ اہم دستاویزات تھیں۔ میرے موتوں سے بڑے ہونے زیورات تھے۔ وہاں ایک ڈائری رکھی ہوئی تھی۔

ٹھن اسے اٹھا کر پڑھنے لگی۔ ٹینا نے اپنے اور پوجا کے بارے میں بہت سی اہم باتیں لکھی تھیں۔ ڈائری کا ایک ایک ورق پڑھ کر پتہ چلتا تھا کہ وہ دونوں کتنی رازدار سیلیاں تھیں۔ اس ڈائری کے ایک صفحے پر میرے بارے میں پڑھتے ہی ٹھن چوک گئی۔

ٹینا نے لکھا تھا کہ پوجا کی دادی ماں ایک بہت زبردست وچ لہڈی ہے۔ اس کے کالے عمل سے کوئی دشمن بچ نہیں پاتا ہے۔ اس دادی ماں نے تقریباً بیس برس تک بڑی شخصیت پرستی کی تھی۔ چند خاص مشنوں کا جاب کرتی رہی تھی۔ اس طویل عرصے میں کتنی ہی مشکلات سے گزرنے کے بعد وہ بوڑھی سے جوان ہونے لگی۔ اس نے سدا جواں رہنے کا کالا علم حاصل کر لیا تھا۔ اب وہ سولہ برس کی ایک نوجوان لہڈی کے روپ میں ہے اور خود کو اختیار سکینہ کہلاتی ہے۔

اس کے مقابلے میں اس کی پوٹی پوجا کلیانی زیادہ عمر کی دکھائی دیتی تھی۔ اپنی دادی سے لڑتی تھی اور کتنی تھی کہ اسے بھی سولہ برس کی لہڈی بنانا چاہیے۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ جب اس پر پوجا بھاری عاری ہونے لگے گا تو وہ اسے بھی ایک نوجوان لہڈی بنادے گی۔ دونوں دادی پوٹی میں بڑی محبت تھی وہ پوٹی کو سمجھاتی تھی کہ وہ دنیا والوں کے سامنے اسے دادی

بائٹ نے ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ ان دونوں گونہ لڑنے کا موقع ملانہ سمجھنے کا۔ مجھے کی گردش سمجھنے ہی پہلی کاپڑ تیزی سے نیچے جا رہا تھا۔ بیڈ کو ارنر کے افسران اور سپاہی اسے اپنی طرف آنا دیکھ کر خوف سے بھاگ رہے تھے۔ وہ پہلی کاپڑ تیزی سے آکر گولا بارود کے گودام پر گرا۔ اس کے ساتھ ہی زبردست دھماکے ہونے لگے۔ گودام میں رکھے ہوئے مختلف ساخت کے بم پھٹ رہے تھے۔ آگ کے شعلے دور تک پھیل رہے تھے۔ آسمان کی طرف لپک رہے تھے۔ ایک قیامت کا منظر تھا جو دور سے دیکھنے والوں کے دل بھی دہلا رہا تھا۔

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر اسٹینٹک سیٹ پر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے محل کی طرف جانے لگا۔

اس نے مجھے یہاں گالی دی تھی اگر میں ٹپس میں آکر اسے یہاں مار ڈالتا تو اذیتن آرمی کو جزیرے پر حملہ کرنے کا ایک بہانہ مل جاتا۔ اسی لیے میں نے اس کے گھر پہنچا کر اسے ایسی موت مارا تھا کہ اس کی موت عبرت ناک بن گئی تھی۔ اس کے ساتھ کتنے ہی آرمی والے مارے گئے۔ کوڑوں روپے کا گولا بارود اور اسلحہ تباہ ہو گیا۔ ان کے اہم ریکارڈز جل کر راکھ ہو گئے۔

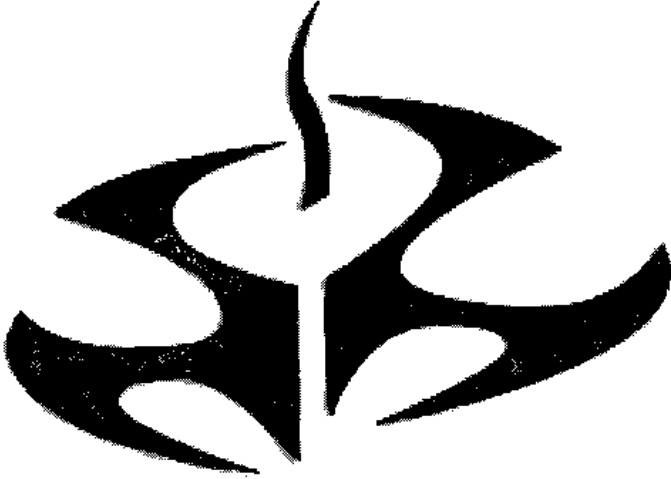
وہ تو پہلے ہی اپنے دو کمانڈروں اور سات کمانڈوز کے قتل کا الزام ہم پر عائد نہیں کر سکتے تھے۔ اب اتنی بڑی تباہی کے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم نے ان سے انتقام لیا ہے۔

میں گاڑی ڈرائیو کرنا ہوا شہابی ساحل کے پاس آکر رک گیا۔ وہاں کئی کشتیاں اور اسپڈ بولس کھڑی ہوئی تھیں۔ پوجا کے محل میں کام کرنے والے ملازم اور سیکورٹی گارڈز وغیرہ ان کشتیوں اور اسپڈ بولس وغیرہ کے ذریعے ہندوستان کے مغربی ساحلی شہروں کی طرف جایا کرتے تھے۔ وہ ساحلی کنارہ بہت خوب صورت تھا۔ ناریل کے اونچے اونچے درخت تھے۔ وہاں ہیرانی تھی اور رنگ برنگے خوب صورت پھول کھلے ہوئے تھے۔

میں نے اس خوب صورت ماحول میں ایک جگہ بیٹھ کر ٹھن کا تصور کیا۔ وہ بہت حسین بہت پرکشش تھی۔ میں نے اس کے خیالات پڑھے وہ میرے بارے میں بڑی محبت اور بڑی عقیدت سے سوچ رہی تھی۔ میں نے اسے ایک ہی رات میں داسی سے ملکہ بنادیا تھا۔ پستی سے اٹھا کر بہت بلندی پر لے آیا تھا۔ وہ میرے بارے میں سوچ رہی تھی کہ

رونگی رونگی کے لئے رونگی رونگی رونگی رونگی

اُن کے لئے جن کے سینے دھواں دیتے ہیں
آنسوؤں آہوں اُمنگوں اور حوصلوں کی داستان



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

پوسٹ بکس 23

کراچی 74200

کتابیات پبلی کیشنز

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

Scanned by azamm@UrduFanz.com

میں کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ اس کی کوئی دوا دی ماں نہیں ہے۔ اس کا دنیا میں اپنا کوئی سگا نہیں ہے۔ صرف دو محبت کرنے والی دو سیلیاں ہیں۔ ان میں سے ایک سیلی بیٹا تھی۔ جو مر چکی ہے۔ دوسری سیلی کا نام انیتا سکینہ ہے۔

میں یہ خیالات پڑھ کر چونک گیا۔ کیونکہ دائری کے مطابق اس کی دوا دی ماں کا موجودہ نام انیتا سکینہ تھا۔ وہ سولہ برس کی جوان لڑکی بن چکی تھی۔ یہ سارے حقائق پوجا کے دماغ سے حاصل نہیں ہو رہے تھے۔ خیال خوانی اور تنوکی عمل کی ایک تکنیک کے پیش نظر فوراً ہی یہ بات سمجھ میں آگئی کہ پوجا کے دماغ کے اس حصے کو لاک کیا گیا ہے۔ جہاں چور خیالات چھپے ہوئے ہیں۔

جو دوا دی ماں اپنے کالے عمل کے ذریعے میرا برین واش کر سکتی ہے، میرے باطنی کی تمام یادیں مجھ سے چھین سکتی ہے۔ وہ اپنی پوتی کی حفاظت کے لیے ایسی احتیاطی تدابیر عمل کر چکی ہوگی۔ تاکہ میں کبھی اس کے چور خیالات نہ پڑھ سکوں۔

وہ بوڑھی بہت دور اندیش تھی۔ یہ جانتی تھی کہ جلد ہی میری خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آجائیں گی۔ اس لیے اس نے صرف پوجا کے ہی دماغ کو نہیں بلکہ اپنے دماغ کے چور خانے کو بھی لاک کر دیا ہوگا۔ میں ابھی خود کو نہیں پہچان رہا تھا مگر اپنے اصل دشمن کو پہچان گیا تھا۔ یہاں وہ کراپ مجھے دوا دی ماں کا سراغ لگانا تھا۔ میں اس کی شدہ رگ تک پہنچ کر ہی اس کا سارا ظلم توڑ سکتا تھا۔

میں گاڑی کی اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اسے اشارت کر کے وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت دوا دی اسکرین کے پار دور سمندر میں ایک اسپید بوٹ دکھائی دی۔ وہ تیزی سے ساحل کی طرف آ رہی تھی۔ رنگین لمبوسات سے اندازہ ہوا کہ کوئی عورت آ رہی ہے۔ وہ اسپید بوٹ جیسے جیسے کشتی گھاٹ کے قریب آئی گی۔ آنے والی واضح ہوتی گئی۔

میں گاڑی سے اتر کر گھاٹ کے قریب آیا۔ وہ اسپید بوٹ سے اتر رہی تھی۔ ایک نوجوان عورت تھی۔ غضب کا حسن تھا، غضب کی کشش تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ہاتھ ہلا کر قریب آتے ہوئے کہا ”ہائے سلمان! تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں آ رہی ہوں؟ مجھے ریسو کرنے آئے ہو؟“

وہ مجھے پہچانتی تھی۔ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں نے پہلے کبھی اسے دیکھا ہے۔ اس نے قریب آکر مصالحتے کے

میں اسے یہ خیالات پڑھ کر چونک گیا۔ کیونکہ دائری کے مطابق اس کی دوا دی ماں کا موجودہ نام انیتا سکینہ تھا۔ وہ سولہ برس کی جوان لڑکی بن چکی تھی۔ یہ سارے حقائق پوجا کے دماغ سے حاصل نہیں ہو رہے تھے۔ خیال خوانی اور تنوکی عمل کی ایک تکنیک کے پیش نظر فوراً ہی یہ بات سمجھ میں آگئی کہ پوجا کے دماغ کے اس حصے کو لاک کیا گیا ہے۔ جہاں چور خیالات چھپے ہوئے ہیں۔

جو دوا دی ماں اپنے کالے عمل کے ذریعے میرا برین واش کر سکتی ہے، میرے باطنی کی تمام یادیں مجھ سے چھین سکتی ہے۔ وہ اپنی پوتی کی حفاظت کے لیے ایسی احتیاطی تدابیر عمل کر چکی ہوگی۔ تاکہ میں کبھی اس کے چور خیالات نہ پڑھ سکوں۔

وہ بوڑھی بہت دور اندیش تھی۔ یہ جانتی تھی کہ جلد ہی میری خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آجائیں گی۔ اس لیے اس نے صرف پوجا کے ہی دماغ کو نہیں بلکہ اپنے دماغ کے چور خانے کو بھی لاک کر دیا ہوگا۔ میں ابھی خود کو نہیں پہچان رہا تھا مگر اپنے اصل دشمن کو پہچان گیا تھا۔ یہاں وہ کراپ مجھے دوا دی ماں کا سراغ لگانا تھا۔ میں اس کی شدہ رگ تک پہنچ کر ہی اس کا سارا ظلم توڑ سکتا تھا۔

میں گاڑی کی اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اسے اشارت کر کے وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت دوا دی اسکرین کے پار دور سمندر میں ایک اسپید بوٹ دکھائی دی۔ وہ تیزی سے ساحل کی طرف آ رہی تھی۔ رنگین لمبوسات سے اندازہ ہوا کہ کوئی عورت آ رہی ہے۔ وہ اسپید بوٹ جیسے جیسے کشتی گھاٹ کے قریب آئی گی۔ آنے والی واضح ہوتی گئی۔

میں گاڑی سے اتر کر گھاٹ کے قریب آیا۔ وہ اسپید بوٹ سے اتر رہی تھی۔ ایک نوجوان عورت تھی۔ غضب کا حسن تھا، غضب کی کشش تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ہاتھ ہلا کر قریب آتے ہوئے کہا ”ہائے سلمان! تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں آ رہی ہوں؟ مجھے ریسو کرنے آئے ہو؟“

وہ مجھے پہچانتی تھی۔ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا کہ میں نے پہلے کبھی اسے دیکھا ہے۔ اس نے قریب آکر مصالحتے کے

کے بعد غسل وغیرہ کیا۔ لباس تبدیل کیا پھر ایک ساتھ بیٹھ کر ناشتا کیا۔ آپس میں ہنسی بولتی رہیں۔ اسے اپنی ایک عزیزہ سمجھ کر بے تکلفی سے گفتگو کرتی رہیں۔

سرلا بھی خود کو بھولی ہوئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔ جبکہ دہلی سے ممبئی تک اس کے اغوا ہونے پر پہل پیدا ہوئی تھی۔ وہ حکمران پارٹی کے ایک لیڈر کی بیٹی تھی۔ پچھلی رات سے پولیس اور انتظامیہ حرکت میں تھی۔ اسے جگہ جگہ تلاش کیا جا رہا تھا اور وہ شلیپا کی کوشش میں آرام سے وقت گزار رہی تھی۔

کبیرا، پروفیسر دینا ناتھ، میرا اور شاردا کے ساتھ ٹرین میں ممبئی کی طرف جا رہا تھا۔ وہ سب پچھلی رات کے جاگے ہوئے تھے۔ لہذا گہری نیند سو رہے تھے۔ کبیرا نے سونے سے پہلے ناگیش وریانڈے سے کہہ رہا تھا کہ اس کی بیٹی سرلا اس وقت واپس ملے گی جب وہ ممبئی پہنچوڑ کر تین دنوں کے لیے دہلی چلا جائے گا۔

کبیرا چاہتا تھا کہ جس پروفیسر دینا ناتھ، میرا اور شاردا ممبئی پہنچیں تو وہ دشمن ناگیش وریانڈے اس شہر میں نہ رہے۔ پانڈے ایک عرصے سے میرا کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ وہ اسے گھاس نہیں ڈال رہی تھی۔ پانڈے کو اس وقت اپنی اغوا شدہ بیٹی کی فکر تھی۔ اس لیے وہ شام چار بجے کی فلائٹ سے دہلی روانہ ہو چکا تھا۔

کبیرا نے سرلا کی واپسی کے لیے تین کروڑ روپے کا مطالبہ کیا تھا۔ پانڈے نے اپنے ایک مشیر کو تین کروڑ روپے سے بھرا ہوا بریف کیس دیا تھا اور کہا تھا کہ کوئی بھی اجنبی شخص اس کے پاس آئے گا تو وہ بریف کیس اس کے حوالے کر دے گا۔ کبیرا ممبئی پہنچ کر وہ بریف کیس اس سے حاصل کرنے والا تھا۔ فی الحال وہ ٹرین میں آرام سے نیند پوری کرنا ہوا سڑ کر رہا تھا۔

شام کو سرلا نے شلیپا اور اس کی ماں سے کہا ”آج میں نے آپ لوگوں کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارا ہے۔ اب میں جاری ہوں ہوں پھر کبھی ملاقات ہوگی۔“

شلیپا کی ماں نے پوچھا ”بیٹی! تم کہاں جانا چاہتی ہو؟ ہمیں بتاؤ۔ ہم تمہیں اپنی گاڑی میں پہنچا دیں گے۔“

”میں یہاں سے انٹرپورٹ جاؤں گی۔ آپ زحمت نہ کریں۔ میرے لیے ایک ٹیکسی منگوا لیں۔“

”ایک ملازم ٹیکسی لے لیا۔ وہ اس میں بیٹھ کر انٹرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئی۔ پانڈے نے فون کے ذریعے اپنی بیوی اور بیٹے راہول پانڈے کو اطلاع دی تھی کہ وہ شام کی فلائٹ

کے لیے دہلی آ رہا تھا۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ راہول کو رہیو کرنے انٹرپورٹ آئی تھی۔ پچھلی رات ماں نے بہت زیادہ دہلی کی تھی۔ سرلا نے کہا تھا ”آپ گاڑی میں بیٹھی رہیں ورنہ ورنیز لڑائی میں جا کر تماشائیں جائیں گی۔“

لیکن اس کی ماں کا رے انٹرپورٹ کی عمارت میں چلی گئی تھی۔ سرلا نے سوچا تھا کہ وہ تماشائے نہیں جائے گی۔ وہ اسٹینڈنگ سیٹ پر بیٹھی رہی تھی۔ ایسے ہی وقت گزرا۔ اسے ٹیکسی کی منتہی میں بند کر لیا تھا پھر اسے پتا نہیں چلا کہ وہ کہاں گئی تھی۔

اب وہ ای انٹرپورٹ کی عمارت میں بیٹھی سوچ رہی تھی ”میں تو اپنی کار کی اسٹینڈنگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور رات کا وقت تھا۔ یہاں تو دن کی روشنی ہے۔“

سامنے کھڑی میں چھ بچہ بچہ کہیں منٹ ہوئے تھے۔ یہ نہیں وہ صبح کا وقت تھا یا شام کا؟ لیکن پریشان کن بات یہ تھی کہ ابھی کار کے اندر رات تھی اور ابھی ورنیز لڑائی میں دن کا وقت لگ رہا تھا پھر یہ سمجھنے سے غمی قاصر تھی کہ کار کی اسٹینڈنگ سیٹ سے نکل کر ورنیز لڑائی میں کیسے پہنچ گئی ہے؟

ناگیش وریانڈے اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ وہاں سے گزر رہا تھا۔ وہ تینوں اسے دیکھتے ہی ٹھک گئے۔ پانڈے نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا ”بیٹی! تم یہاں ہو؟ ہم وہاں تمہارا انتظار کر رہے تھے۔“

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ”ڈیڈی! آپ۔ آپ تو ممبئی میں تھے۔ آپ راہول کو رہیو کرنے یہاں کیسے آ گئے؟“

راہول نے ہنستے ہوئے کہا ”میں تو کل رات کو یہاں آیا تھا۔ ڈیڈی ابھی ممبئی سے آرہے ہیں۔“

اس نے حیرانی سے پوچھا ”کل رات سے اب تک کتنے کتنے گزر چکے ہیں؟“

”اٹھارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔“

وہ شدید حیرانی سے بولی ”اوہ! گاڈ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں تو ڈیڈی پر پہلے اپنی کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ رات کا وقت تھا۔ ممی تمہیں رہیو کرنے یہاں آئی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ یہ سب کیا ہے؟ رات سے اچانک دوسرے دن کی شام کیسے ہو گئی؟ تم اکیلے یہاں آرہے تھے لیکن اب ڈیڈی بھی تمہارے ساتھ آ گئے ہیں۔“

وہ اپنا سر پکڑ کر کھائی کے بازو سے لگ گئی۔ باپ نے اس کے شانے کو تھپتھپتے ہوئے کہا ”ڈونٹ ڈری۔ تمہیں کڈ نیپ کیا گیا تھا۔ تمہارے ذہن پر برا اثر پڑا ہے۔“

وہ بولی ”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ مجھے کسی نے کڈ نیپ

نہیں کیا تھا۔ میں کل رات سے یہاں انٹرپورٹ پر ہی ہوں۔“

ان سب نے ایک دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر ناگیش وریانڈے نے کہا ”پورے دہلی کی پولیس اور اٹھلی جنس والے پچھلی رات سے تمہیں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں اور تم یہاں چھپی بیٹھی تھیں؟“

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا ”مگر نہیں۔ وہ تمہیں اغوا کر کے کہہ رہا تھا کہ تم اس کے ساتھ ایک بیڈ روم میں ہو اور۔۔۔ اور کیا بتاؤں؟ بڑی شرمناک باتیں کر رہا تھا۔“

وہ ناگواری سے بولی ”ڈیڈی! آپ کی باتیں سن کر مجھے شرم آ رہی ہے۔ کل سے اب تک کوئی دوست یا دشمن میرے قریب نہیں آیا۔ پلیز! اس سلسلے میں مجھ سے کوئی بات نہ کریں۔ میرا سر دکھ رہا ہے۔ میں سوچنا چاہتی ہوں میں سمجھنا چاہتی ہوں کہ کل سے اب تک میں نے کہاں وقت گزارا ہے اور کس طرح گزارا ہے؟ مجھے کھر جا کر تنہائی میں سوچنا چاہیے۔“

پانڈے نے کہا ”تم بہت اب سیٹ ہو۔ خاموش رہ کر سوچنے کی کوشش کرتی رہو۔ شاید تمہیں کچھ یاد آجائے؟ آؤ ہم گھر چلیں۔“

وہ سب باہر بارنگک ایریا میں آکر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ راہول گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ ناگیش وریانڈے اپنے موبائل کے ذریعے ہوم فکسٹر سے رابطہ کیا۔ ہوم فکسٹر نے اس کی آواز سن کر کہا ”سنسٹریا پانڈے! ہم پوری کوشش کر رہے ہیں۔ جلد ہی آپ کی بیٹی کو ڈھونڈ نکالیں گے۔“

وہ بولا ”آپ لوگ کیا ڈھونڈیں گے؟ میں نے ڈھونڈ لیا ہے۔ میری بیٹی میرے پاس آگئی ہے۔“

ہوم فکسٹر نے چونک کر حیرانی سے پوچھا ”کیا۔ آپ کی بیٹی واپس آگئی ہے؟ اسے کس نے اغوا کیا تھا؟ میں کسی بڑے افسر کو بھیج رہا ہوں۔ وہ اس کا بیان لے گا۔ ہم اس کے ذریعے اس مجرم تک پہنچ سکیں گے۔“

”ہم شاید کبھی مجرم تک نہ پہنچ سکیں؟ یہ اغوا کا کیس الجھا ہوا ہے۔ ایسا لگتا ہے، میری بیٹی کو کسی نے کالے جادو کے ذریعے نہیپ کیا تھا۔ میرے پاس واپس آنے کے بعد اسے یاد نہیں آ رہا ہے کہ اسے کس نے اغوا کیا تھا؟ اور اس نے کل رات سے اب تک کہاں وقت گزارا ہے؟“

”یہ بات تو بڑی تشویش ناک ہے۔“

”تشویش ناک بھی ہے اور عجیب بھی۔ ذہن تسلیم نہیں کر رہا ہے کہ وہ کل رات سے اب تک دائمی طور پر کہیں

ہیں۔ یہ کتنا فٹنگ آئیٹم ہے۔ سلا ٹیلی جیٹھی سیکھے گی تو وہ دوست بن جائے گا۔ ہمیں بھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ ہم اس سے بہت سا فائدہ حاصل کر سکیں گے۔

”بچوں جیسی باتیں نہ کرو۔ وہ ہمارے دیس کا دشمن ہے۔ جن اہم رازوں کو کوئی چرا نہیں سکتا، وہ چرا لیا کرتا ہے۔“

سرا نے تالی بجانے کے انداز میں دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر کہا ”ہائے! یہ ٹیلی جیٹھی کیا چیز ہے؟ جہاں انسان پہنچ نہیں پاتا، وہاں پہنچا دیتی ہے۔ پلیز ڈیڈی! آپ اس سے رابطہ کریں۔ آپ میری بات نہیں مانتے تو میں آپ سے بات نہیں کروں گی۔“

”بات نہ کرو۔ مرچاؤ لیکن ایک مسلمان سے تمہیں دوستی نہیں کرنے دوں گا۔ کوئی تو اس کے ساتھ تمہیں بھی گولی مار دوں گا۔“

”آپ اسے گولی مارنے کہاں جائیں گے؟“ ابھی چلیں۔ میں بھی چلتی ہوں۔ اس طرح اس سے ملاقات ہو جائے گی۔ مجھے یقین ہے آپ گولیاں ضائع کریں گے اسے مار نہیں سکیں گے۔ اپنی جان کی امان پانے کے لیے پھر اسے تین کوڑ روپے ادا کریں گے۔“

وہ غصے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا ”نورے شرکی پولیس اور جاسوس اسے تلاش کر رہے ہیں۔ وہ کب تک چھپتا پھرے گا۔ جلد ہی ساری دنیا اس کی موت کی خبر سنے گی۔ تم اس کے ساتھ دوسری دنیا میں جا کر ٹیلی جیٹھی سیکھ سکو گے۔“

وہ غصے سے پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔ وہ بھائی سے بولی ”راہول! ہم دونوں مل کر اسے تلاش کریں گے۔ ہم اپنی محبت سے دشمن کو دوست بنائیں گے۔“

راہول نے کہا ”اس کی ایک خیالی تصویر شرک کے تمام قہانوں میں پہنچائی گئی ہے۔ ہم آئی جی انکل کے پاس جا کر وہ تصویر حاصل کریں گے۔“

وہ دونوں وہاں سے جانے لگے۔ ماں نے انہیں روکا لیکن وہ نہیں رکے۔ سارا دھین کی پکی تھی۔ اسے ہر حال میں ڈھونڈ نکالنے کا ارادہ کر چکی تھی۔

کبریا ”میرا شادا اور پروفیسر نے نیند پوری کر لی۔ شام تک جیسے گھوڑے بچ کر سوتے رہے۔ بیدار ہونے کے بعد کبریا اور پروفیسر ادبیری برتھ سے اتر کر نیچے آگئے۔ میرا نے کہا ”مجھے سو کر اٹھنے کے بعد غسل کرنے کی عادت ہے۔ پتا نہیں ہاتھ روم میں کتنا پانی ہو گا۔“

پروفیسر نے کہا ”تین میں ہزاروں مسافر پانی بہاتے

رازداری سے اسے تلاش کر رہے ہیں۔ ٹیپا اور بے دی شوٹر نے اس کا جو حلیہ بیان کیا ہے۔ اس کے مطابق اس کی ایک خیالی تصویر بنا کر تمام متعلقہ اداروں میں پہنچا دی گئی ہے۔“

”اس کی ایک تصویر میرے پاس بھیج دیں۔ اس کا نام کیا ہے؟“

”اس کا نام کبریا ہے۔ اس کی عمر سولہ سال ہے لیکن اسے دیکھ کر یقین نہیں آتا۔ وہ قد اور پاؤں بلڈر ہے۔ میں بائیس برس کا جوان لگتا ہے۔ وہ مجھ سے بدلتے کا ماہر ہے۔“

وہ کبریا کے بارے میں بتا رہا تھا۔ توڑی دیر باتیں کرنے کے بعد پانڈے نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے بیٹے راہول نے کہا ”ڈیڈی! آپ نے ایسے خطرناک نوجوان سے دشمنی کیوں مول لی؟“

”بیٹے! میری مخالفت پروفیسر بنا تھا۔ یہ تھی۔ اس کی ایک جیٹھی میرا ایک مسلمان سے خشن کرتی تھی۔ میں نے اس مسلمان کو قتل کر دیا۔ میرا نے غصے سے کہا تھا کہ اب وہ کسی دوسرے مسلمان سے خشن کرے گی۔“

اس کی بیوی نے کہا ”آپ کو میرا سے کیا دلچسپی ہے؟ وہ کسی سے بھی خشن کرے۔“

”تم جانتی ہو کہ ہماری پارٹی مسلمانوں کے خلاف ہے۔ ہم بھی یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہماری کوئی ہندو عورت کسی مسلمان سے شادی کرے اور اس کے لیے مسلمان بچے پیدا کرے۔“

راہول نے کہا ”وہ ٹیلی جیٹھی جاننے والا مسلمان ہے۔ آپ اسلام دشمنی سے باز نہیں آئیں گے تو وہ آئندہ بھی آپ کو اور ہم سب کو نقصان پہنچائے گا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ اس نے سلا کو اغوا کرنے کے بعد کیا سلوک کیا ہو گا؟ وہ غائب دماغ رہی تھی۔ اس لیے کچھ بتائیں یا رہی ہے۔“

سرا ان کے کمرے میں آئی اور بولی ”ڈیڈی! آپ جانتے ہیں میں لندن میں ٹیلی جیٹھی کی کلاسز اینڈ کیا کرتی تھی۔ مجھے پھر شوق ہو رہا ہے۔ میں پھر ٹیلی جیٹھی سیکھوں گی۔“

ماں نے پوچھا ”کیا پھر لندن جانے کا ارادہ ہے؟“

”آئی دور جانے کی کیا ضرورت ہے؟ جس نے مجھے اغوا کیا تھا، اس سے سیکھوں گی۔ ڈیڈی! آپ اس سے رابطہ کریں۔ اس سے میری بات کرائیں۔“

”کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ کیا دشمن سے ٹیلی جیٹھی سیکھو گی؟ اور کیا وہ سکھائے گا؟“

راہول نے کہا ”آپ پھر اس سے دشمنی کی بات کر رہے

وہ میرے اور میری ٹیلی کے بارے میں بھی بہت کچھ سنی رہتی تھی۔ اب یہ سن کر اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ میرا بیٹا اس کے دماغ میں آیا تھا۔ اسے غائب دماغ بنا کر کہیں لے گیا تھا۔“

اب اسے اپنے باپ کی وہ بات یاد آئی۔ پانڈے نے کہا تھا ”وہ تھیں اغوا کر کے گھر رہا تھا کہ تم اس کے ساتھ ایک بیڈ روم میں ہو اور۔ اور کیا بتاؤں؟ بڑی شرمناک باتیں کر رہا تھا۔“

باپ کی یہ باتیں یاد آتے ہی وہ شرم سے سرخ ہونے لگی۔ ایک سسٹنی سی پیدا ہونے لگی ”کیا میں اس کے ساتھ بیڈ روم میں تھی؟“

دل کی دھڑکنیں باگھ ہو گئیں۔ اس نے سینے پر اتنی سختی سے ہاتھ رکھا جیسے دھڑکنوں کو روک رہی ہو۔ ان سے کہہ رہی ہو ”یہ کیا باگھ پن ہے؟ یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ اس نے تمہاری میں مجھے ہاتھ لگایا ہو۔ میں اپنے اندر کوئی تبدیلی محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ میں گھر جا کر آئینہ دیکھوں گی۔ آئینہ بتائے گا کہ کہاں کہاں واروات ہوئی تھی؟“

وہ گھر پہنچنے کے بعد سیدھی اپنے بیڈ روم میں چلی گئی پھر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ بند کمرے میں کیا ہوتا ہے؟ کوئی نہیں دیکھ سکتا لیکن اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ یقیناً اپنی الجھنیں دور کر رہی ہوگی۔

اس کا باپ اپنی الجھنیں دور کر رہا تھا۔ وزارت خارجہ کے سیکریٹری سے فون پر رابطہ کر کے میرے بیٹے کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ وہ کہہ دیا تھا ”میں نے فریاد کے بیٹے کو نہیں دیکھا ہے۔ یہودی تنظیم کے سربراہ بے دی شوٹر نے یہ انکشاف کیا ہے کہ فریاد کا بیٹا یہاں ہے۔ وہ وہ بے شرکے نام سے شکیا کی کوٹھی میں مہمان بن کر آیا تھا۔“

”یہ ٹیپا کون ہے؟“

”ہمارے فارن ڈیپارٹمنٹ کی ایک بہت ہی حسین اور پرکشش لڑکی ہے۔ اس نے بھی یہی بیان دیا ہے کہ وہ اس کی ٹیلی جیٹھی سے محروم ہو گئی تھی اور یہ میرا اپنا تجربہ ہے۔ اس نے میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے سب کے سامنے نکالا دیا تھا۔“

”کیا آپ کے فارن ڈیپارٹمنٹ کو یہ تشویش نہیں ہے کہ ایک ٹیلی جیٹھی جانے والا ہمارے ملک کے اہم راز معلوم کر رہا ہے؟“

”بہت بہت پریشان ہیں۔ ہم نے پورے ملک کی پولیس اور انتظامیہ کو الٹ کر دیا ہے۔ اٹلی جنس والے بھی بڑی

غائب رہی تھی۔“

ہوم فیسر نے کہا ”اوہ! گاؤ! آپ نے دماغی طور پر غائب رہنے کی بات کی ہے تو مجھے یاد آ رہا ہے۔ ٹیلی جیٹھی کے ذریعے غائب دماغ بنایا جاتا ہے۔“

”ٹیلی جیٹھی؟“ اس نے چونک کر سوچا کہ کل ممبئی میں اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہوا تھا۔ وہ اس دشمن سے بات کرنے کے دوران میں کئی بار غائب دماغ ہوا تھا اور ایک بار تو ایسا ہوا کہ ٹیلی فون کا کارڈ ٹوٹا ہوا تھا اور وہ ریسیور اٹھا کر باتیں کر رہا تھا۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ اس ریسیور سے دشمن کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

اسے یقین ہونے لگا کہ وہ دشمن ضرور ٹیلی جیٹھی جانتا ہے۔ اس نے سرا کی واپسی کے لیے تین کوڑ کا مطالبہ کیا تھا اور وہ اتنی بڑی رقم ادا کرنے سے انکار نہ کر سکا۔ ہوم فیسر نے پوچھا ”آپ خاموش کیوں ہو گئے؟“

”میں آپ کی بات پر غور کر رہا ہوں۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہو چکا ہے۔ میں بھی غائب دماغ رہا ہوں۔ میں کسی حد تک یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ شخص ٹیلی جیٹھی جانتا ہے۔“

ہوم فیسر نے کہا ”وہاں وزارت خارجہ کے دفتر میں ایسے واقعات ہو چکے ہیں۔ وہاں کا سیکریٹری دماغی طور پر غائب ہو کر آفس میں سب کے سامنے ننگا ہو گیا تھا۔ یہودی تنظیم کے سربراہ بے دی شوٹر کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اس یہودی نے بیان دیا ہے کہ فریاد علی تیور کا بیٹا دہلی میں موجود ہے اور ہمارے اندرونی خفیہ معاملات میں مداخلت کر رہا ہے۔“

”میں وزارت خارجہ کے سیکریٹری سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔ اگر وہ واقعی فریاد علی تیور کا بیٹا ہے تو میں نے اس سے دشمنی مول لے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔“

اس نے فون بند کر دیا۔ سرا ٹچھلی سیٹ پر اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی فون پر ہونے والی گفتگو سن رہی تھی اور دل ہی دل میں یہ تسلیم کر رہی تھی کہ اسے اب تک ٹیلی جیٹھی کے ذریعے غائب دماغ بنایا گیا تھا اور اس کے ساتھ ایسا کرنے والا فریاد علی تیور کا بیٹا ہے۔ وہ اپنے باپ کی طرح خوب رو اور اسماٹھ ہو گا۔ قد اور پاؤں بلڈر ہو گا اور پہلی نظر میں ہی گھما کل کر دیتا ہو گا۔

سرا کو ٹیلی جیٹھی کا علم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا۔ لندن میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران اس نے ایک ایسے انسٹی ٹیوٹ میں داخلہ لیا تھا۔ جہاں یوگا اور ٹیلی جیٹھی کے بارے میں بہت کچھ بتایا اور سکھایا جاتا تھا۔

Scanned by azamm@UrduFanz.com

رہتی ہیں۔ تمہارے نہانے کے دوران میں پانی ختم ہو جائے گا تو پھر مشکل میں پڑ جاؤ گی۔“

گھٹ کلکٹر نے دروازے پر دستک دی۔ کبریا نے دروازہ کھول کر اسے چار گھٹ دکھائے پھر پوچھا ”یہ ٹرین کب تک بمبئی پہنچے گی؟“

”امید ہے دو گھنٹے کے اندر پہنچ جائے گی۔“

وہ چلا گیا۔ کبریا نے دروازہ بند کر کے میرا کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا ”دو گھنٹے مبر کرو۔ بمبئی کے کسی شان دار ہوٹل میں غسل کر سکو گی۔“

وہ سر جھکا کر ٹائلٹ میں چلی گئی۔ صبح سوئے سے پہلے کبریا نے محبت سے اس کا ہاتھ تمام لیا تھا۔ اس بات پر وہ شرمناک رہی تھی۔ اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ شاردرا کبریا کو ٹوٹتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی ”میرا کا چہرہ اور اس کے شرمائے کی ادائیں بتا رہی ہیں کہ ان دونوں کے درمیان بہت کچھ ہوتا رہا ہے۔ ہم رات بھر کے تھکے ہوئے تھے بے ہوشی کی فیند سوتے رہے اور یہ دونوں پتا نہیں کیا کیا کرتے رہے۔“

وہ تصور میں دیکھنے لگی کہ وہ دونوں کیا کیا کرتے رہے تھے کبریا اس کے خیالات پر زہر رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ پروفیسر نے کہا میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے آتا ہوں۔ تم کیا کھانا پسند کرو گے؟“

”لکسا سٹا ہائمر ہوگا۔ رات ہو چکی ہے۔ ہم بمبئی پہنچ کر اچھا کھانا کھائیں گے۔ میں مرگرم چائے پینا چاہتا ہوں۔“

پروفیسر کہیں سے باہر چلا گیا۔ شاردرا نے کہا ”تم میرا کے ساتھ سو رہے تھے یا جاگ رہے تھے؟“

وہ بولا ”عشق میں سونے جانے کا پتا نہیں چلا۔ یہ عشق بڑی گمراہی میں اتار دیتا ہے۔ ویسے تم بہت کھوٹی ہو، دوسروں کے پرائیویٹ معاملات کا کھوج لگاتی رہتی ہو۔ بہتر ہوگا ہمارے بارے میں سوچنا چھوڑ دو۔ کوئی دوسرا سنا تھی تلاش کرو۔“

”ساتھی تلاش کرنے کے لیے مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔ کتنے ہی مجھ سے لفٹ لیتا چاہتی ہیں لیکن میں تمہارے لیے دل سے مجبور ہو گئی ہوں۔ تم نہیں جانتے میرے اندر کیا ہو رہا ہے؟ اگر تم نے میرے پیار کا جواب پیار سے نہیں دیا تو میں اپنی جان دے دوں گی۔ چلتی ٹرین سے کود پڑوں گی۔“

”فضول باتیں نہ کرو۔ تم ایسی کوئی حرکت نہیں کرو

گی۔“

”تم چاہو تو مجھے خود کشی سے باز رکھ سکتے ہو۔ تم میرا کو ضرور چاہو مگر مجھ سے بھی پیار کرو۔ کیا بیک وقت دونوں بہنوں سے پیار نہیں کر سکتے؟“

”تم پاگل ہو رہی ہو۔ بیک وقت دو سگی بہنوں سے ازدواجی رشتہ نہیں ہو سکتا۔ ایسی اصطلاح باتیں دماغ سے نکال دو۔“

وہ کچھ کہتے کہتے رو گئی ”میرا ٹائلٹ سے باہر نہیں۔ اس کے سامنے وہ کچھ بولنا نہیں چاہتی تھی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹائلٹ چلی گئی۔ میرا تو بے سے منہ ہاتھ پونچھ رہی تھی۔ بالوں میں گھسی کر رہی تھی۔ اس انتظار میں تھی کہ کبریا کچھ بولے گا۔

وہ بولا ”یہ شاردرا پاؤں ہو رہی ہے۔ میں تمہیں چاہنے لگا ہوں۔ یہ اس سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ تم اسے سمجھاؤ“ میرا خیال دل سے نکال دے۔“

”میں کیا سمجھاؤں۔ خود اپنے دل کو سمجھا نہیں پا رہی ہوں۔ میرا ذہن کتا ہے کہ مجھے آپ سے دور ہو جانا چاہیے۔ ورنہ میری وجہ سے آپ پر مصیبتیں آتی رہیں گی۔ وہ تائیش درپائے کے کسی طرح آپ کی پوسٹنگ پھر رہا ہوگا۔“

”تم اس کی فکر نہ کرو۔ اس جیسے ہزاروں دشمن میرا کچھ نہیں لگا سکیں گے۔“

وہ بولی ”ہم بمبئی پہنچنے والے ہیں۔ پائے اس شرکا بے تاج بادشاہ ہے۔ اسے خبر ہو جائے گی کہ پروفیسر انگل ہمارے ساتھ اس شہر میں آئے ہوئے ہیں۔“

”میں نے کہا نا فکر نہ کرو۔ پائے بمبئی میں نہیں دہلی میں ہے۔“

”آپ کیسے جانتے ہیں؟“

”میں شہر کی بساط پر اپنے ہر مخالف مہرے کی چال پہچانتا ہوں۔ پوری خبر رکھتا ہوں کہ کون کہاں ہے؟ اور آئندہ کیا کرنے والا ہے؟“

اس نے میرا کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ وہ بولی ”پلیز چھوڑ دیں۔ شاردرا آجائے گی۔ آپ نے مجھے دل میں جگہ دے کر اسے مایوس کیا ہے۔“

دیوتا 44

آئی۔ وہ دونوں فوراً ہی سیدھے ہو کر بیٹھ گئے شاردرا نے انہیں گھور کر دکھا پھر توبے سے منہ پونچھنے لگی۔

میرا نے پوچھا ”کیا ہم سے ناراض ہو؟“

”میرے حق پر ڈاکا ڈال کر پوچھ رہی ہو۔ بڑی بھولی بن رہی ہو۔“

کبریا جانتا تھا کہ وہ ایسی ہی ٹیڑھی باتیں کرے گی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر ٹائلٹ میں چلا گیا۔ وہ سب بیدار ہونے کے بعد باری باری ٹائلٹ جا رہے تھے اور فریش ہو کر آرہے تھے وہ اندر منہ ہاتھ دھو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میرا نے دروازہ کھینچے ہوئے کہا ”آپ فوراً باہر آئیں۔ یہ شاردرا اپنا بیک لے کر جا رہی ہے۔“

کبریا نے اندر سے کہا ”تم آرام سے بیٹھو وہ کہیں نہیں جائے گی۔“

”وہ جا چکی ہے۔ میں اسے روکنا چاہتی تھی۔ اس نے مجھے دھکا دے کر گرا دیا ہے۔“

وہ شاردرا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ گاڑی کسی چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی ہوئی تھی۔ وہ ٹرین سے اتر کر اسٹیشن کے باہر جا رہی تھی۔ کبریا چاہتا تو اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے واپس ٹرین میں لے آتا لیکن اس نے جان بوجھ کر ڈھکیل دے دی۔

وہ ٹائلٹ کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس وقت تک ٹرین چل پڑی تھی۔

میرا نے کہا ”آپ اتنے اطمینان سے باہر آرہے ہیں۔ جا نہیں وہ کہاں چلی گئی ہے؟ آپ جائیں اسے منار کے آئیں۔“

”تم خواستوار پریشان ہو رہی ہو۔ وہ چلتی ٹرین سے باہر کہیں نہیں جائے گی۔“

پروفیسر دینا تھناٹا بنا لے کر آیا۔ میرا نے کہا ”یہ شاردرا بہت پریشان کر رہی ہے ابھی مجھ سے لڑ جھگڑ کر گئی ہے۔“

پروفیسر نے کہا ”تم دونوں ناشتا کرو۔ میں اسے منار کے آتا ہوں۔“

”میں بھی چل رہا ہوں۔ آپ ٹرین کے پچھلے حصے کی طرف جائیں۔ میں اگلے حصے کی طرف جاتا ہوں۔“

وہ دونوں کہیں سے باہر آکر مختلف سٹوں میں چلے گئے۔ کبریا ٹرین کی اگلی سٹ آگے جا کر ایک خالی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ شاردرا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اس اسٹیشن سے باہر آکر دور تک دیکھتی رہی۔ وہ ایک چھوٹا سا ٹاؤن تھا۔ دور تک چھوٹی چھوٹی دکانیں مٹی ہوئی تھیں۔ چند ادبائش قسم کے لوگ

دیوتا 44

ایک چوتھے پر بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ ایک نے کہا ”یارو! ادھر دیکھو زبردست مال ہے۔“

سب نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے لباس اور رکھ رکھاؤ سے کوئی ریش زادی دکھائی دے رہی تھی۔ دوسرے نے کہا ”کوئی مال دار آسانی ہے۔ اگر یہ میری ٹیکسی میں جائے گی تو میرے وارے تیار سے ہو جائیں گے۔“

دوسرے نے کہا ”سب کو حصہ ملنا چاہیے۔ وہ ہم میں سے کسی کی بھی ٹیکسی میں بیٹھے گی تو اسے ٹاؤن سے باہر روانی کے جنگل میں لے جایا جائے گا۔ باقی ساتھی پیچھے پیچھے پہنچ جائیں گے۔“

ایک ڈرائیور اپنے پتے پھینک کر شاردرا کے پاس آیا۔ سائیکل رکٹے اور آؤ رکٹے والے اس سے پوچھ رہے تھے ”دیدی! کہاں جاؤ گی؟ آؤ میرے رکٹے میں بیٹھو۔“

ڈرائیور نے سب کو ہٹاتے ہوئے کہا ”ہو میاں سے۔ یہ رکٹے میں نہیں، ٹیکسی میں جائیں گی۔ شریعتی جی! کہاں جائیں گی؟“

شاردرا نے پوچھا ”میاں سے بمبئی کتنی دور ہے؟“

”ساتھ کلومیٹر دور ہے۔ کیا آپ کو بمبئی جانا ہے؟“

”ادھر جانے کے بعد واپسی کے لیے سواری نہیں ملتی۔ میں آٹھ سو روپے لوں گا۔“

وہ اس کے ساتھ ٹیکسی کے پاس آئی پھر بولی ”ہم کتنی دیر میں بمبئی پہنچیں گے؟“

”زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹے میں۔ میں ہوائی جہاز کی طرح ٹیکسی چلاتا ہوں۔ ڈیڑھ گھنٹے سے پہلے پہنچا دوں گا۔“

وہ چمپلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے دور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ انہوں نے اشارے سے کہا کہ وہ پیچھے پیچھے آجائیں گے۔ اس نے ٹیکسی میں بیٹھ کر اسے اشارت کیا پھر اسے آگے بڑھاتے ہوئے بولا ”آپ اگلی ہیں؟“

”کیا میں اگلی نظر نہیں آ رہی؟“

وہ مسکرا کر بولا ”سبا سفر ہے۔ باتیں کرنے کا کوئی زمانہ تو ہونا چاہیے۔ میرے پوچھنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ اگلی کہاں سے آ رہی ہیں؟ بمبئی میں کس جگہ جائیں گی؟“

”پہلے بمبئی پہنچو پھر باتوں کی اور بمبئی پہنچنے تک بالکل خاموش رہو۔ مجھے زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں ہے۔“

ڈرائیور نے دل ہی دل میں کہا ”بڑی خیرے دکھا رہی ہے۔ جب بدن کے کپڑے پھینکے، تب سارے خیرے بھول جائے گی۔“

کتابیات پبلی کیشنز

37

38

کتابیات پبلی کیشنز

وہ دیکھنے میں جوان ہو گئی ہے لیکن ذہنی طور پر بچی ہے۔ وہ غلطی کر رہی ہے تو ہمیں اس کی غلطی کو سدھارنا ہوگا۔ اسے محبت سے سمجھانا ہوگا۔

”میں ہزار بار سمجھاؤں گا لیکن تمہارے صبر کی محبت اسے نہیں دلائی۔“

میرا نے سر اٹھا کر بڑی محبت سے اسے دیکھا پھر کہا ”میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ہزاروں میل دور کی آوازیں سن لیتے ہیں اس کی آوازیں یہ معلوم کریں کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟“

”ٹھیک ہے۔ مجھے تھوڑی دیر خاموش رہنے دو۔ میں اس کی آوازیں سنتا ہوں۔“

وہ سر اٹھا کر کہیں کی دیوار کو دیکھنے لگا۔ جیسے دور کی آواز سننے کی کوشش کر رہا ہو پھر اس نے کہا ”ہاں۔ مجھے اس کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ اوگاڈا! وہ خوف زدہ ہو کر چیخ رہی ہے۔ کسی مرد کا قتلہ سنائی دے رہا ہے۔“

میرا اور پروفیسر پریشان ہو کر بالکل سیدھے بیٹھ گئے۔ پروفیسر نے پوچھا ”اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ پلیز جلدی بتاؤ۔ وہ کس مصیبت میں ہے؟“

کبریا نے کہا ”شاروا کی آواز اچانک بدل گئی ہے۔ وہ بھاری بھر کم روانہ آواز میں بول رہی ہے۔“ ”تم ڈراؤنے ڈراؤنے اور غلطی دیکھتے ہو؟ میں ایسی ہی غلطی سے نکل ہوئی ایک پریت آتا ہوں۔ اب تم وہاں سے اٹھو گے اور دوڑتے ہوئے آکر ٹیکسی کے بونٹ سے ٹکراؤ گے۔“

میرا اور پروفیسر دم بخود رہ گئے تھے۔ میرا نے پریشان ہو کر پوچھا ”کیا اس کے اندر کوئی پریت آتا تھا؟“

کبریا نے کہا ”ابھی کچھ بتا نہیں چل رہا ہے۔ میں کسی کے دوڑنے اور بونٹ سے ٹکرانے کی آواز سن رہا ہوں۔“

کبریا ایک ذرا وقفے سے بولا ”وہ پھر روانہ آواز میں بول رہی ہے۔ اب تم کئی فٹ اوپر اچھل کر گرو گے اور اس کی سڑک پر اپنا سر مارو گے۔“

میرا نے کبریا کا بازو تھام کر پوچھا ”کیا آپ معلوم نہیں کر سکتے کچھ آواز اس کے اندر کسی کی آواز سنائی ہے یا نہیں؟“

وہ بولا ”میں اس شخص کے چیخنے کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ پریت آتا ہے حکم کے مطابق اپنا سر ٹکرا رہا ہے اور چٹخیں مار رہا ہے۔“

میرا کچھ اور کٹا چاہتی تھی۔ پروفیسر نے کہا ”بہنی خاموش رہو۔ اسے پوری توجہ سے آوازیں سننے دو۔“

کبریا نے کہا ”میں شاروا کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ اسی

”میں اس دیرانے سے گزر رہا تھا۔ تجھے دیکھا تو تو میرے دل میں سا گیا۔ اس لیے میں تیرے اندر سا گیا۔“

”کیا تم پیشہ میرے اندر گھرے رہو گے؟“

”ہیش نہیں۔ ابھی آتا رہوں گا۔ کبھی جاتا رہوں گا۔ اب میں جا رہا ہوں پھر کسی پھر کی وقت آؤں گا۔“

”تم چلے جاؤ گے تو یہ ڈرائیور پھر مجھے پریشان کرے گا۔“

”اب تو اس کا باپ بھی تمہیں ہاتھ نہیں لگائے گا۔ یہ تم سے دور دور رہے گا۔ تم فکر نہ کرو آرام سے بیٹھی بیٹھو۔“

کبریا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر دوبارہ اپنے کہیں میں آگیا۔ وہاں میرا اور پروفیسر بنا تھ کر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ میرا نے اسے دیکھتے ہی پوچھا ”شاروا کہاں ہے؟“

پروفیسر نے کہا ”میں تو پچھلی تمام یوگیوں میں دیکھ آیا ہوں وہ تمہیں نظر نہیں آتی۔“

”میں اگلی تمام یوگیوں میں دیکھ آیا ہوں۔ وہ ٹرن میں کہیں نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے ایک گھنٹا پہلے ٹرن جس اسٹیشن پر تھی۔ وہ وہیں اتر گئی تھی۔“

میرا پریشان ہو کر بولی ”اندھیری رات ہے اسے ذرا بھی خوف نہیں آیا کہ چوبیدہ محاش اس کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے؟“

پروفیسر نے کہا ”ہم اس اسٹیشن کی طرف واپس بھی نہیں جاسکتے اور اگلے کسی اسٹیشن پر اتر کر اسے تلاش نہیں کر سکتے۔ پتا نہیں وہ کہاں گئی ہے؟ اور کس راستے سے گئی ہے؟ اس لڑکی نے تو ہمارا سکون برباد کر دیا ہے۔“

میرا نے کہا ”وہ اپنی حماقتوں سے خود بھی نقصان اٹھائے گی۔ ہمیں بھی فکر و پریشانی میں مبتلا کرتی رہے گی۔ ہم سب صبح سے بھوکے ہیں۔ کسی طرح اسے تلاش کریں۔ اسے پیشہ کے لیے اپنا بنا لیں۔“

کبریا نے کہا ”وہ نادان ہے تم نادانی کی باتیں نہ کرو۔ اسے مجھ سے محبت نہیں ہے بلکہ تمہارے مقابلے میں خند ہے۔“

وہ اس کے قریب بیٹھ کر بولا ”اگر وہ خند کرے کہ مجھے اندھے کو تم میں کود جانا چاہیے ورنہ وہ اندھی ہو کر اپنی عزت لانے نہیں چلی جائے گی۔ تو کیا میں اس کی خند پوری کرنے کے لیے اندھے کو تم میں کود کر جان دوں گا۔“

”میں نہیں جانتی۔ آپ کسی طرح اسے تلاش کریں۔“

اچانک اس کی آواز بھی بدل گئی۔ وہ روانہ آواز میں خرا کر بولی ”تم ڈراؤنے ڈراؤنے اور غلطی دیکھتے ہو؟ میں ایسی ہی قسم سے نکلی ہوئی ایک پریت آتا ہوں۔ اب تم وہاں سے اٹھو گے اور دوڑتے ہوئے آکر ٹیکسی کے بونٹ سے ٹکراؤ گے۔“

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر بے اختیار دوڑتا ہوا آکر بونٹ سے ٹکرایا پھر اس نے اپنے سر کو بھی بونٹ سے ٹکرایا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ الٹ کر پھر سڑک پر گر پڑا۔

شاروا حیرانی سے آنکھیں میچاڑے اسے دیکھ رہی تھی۔ اپنے آپ پر بھی حیران ہو رہی تھی کہ اس میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی؟ ایک لات مارتے ہی وہ ٹیکسی کے باہر جا کر گر گیا پھر میری آواز اچانک روانہ ہو گئی ہے۔ کیا کچھ کوئی پریت آتا میرے اندر سا گئی ہے؟

وہ آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ جیسا اس نے کہا تھا اسی طرح وہ بونٹ سے ٹکرایا تھا۔ وہ پھر روانہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی ”اب تم کئی فٹ اوپر اچھل کر گرو گے اور اس کی سڑک پر اپنا سر مارو گے۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ کئی فٹ اوپر اچھل کر نیچے گر پڑا پھر اس نے اپنے سر کو سڑک پر زور سے مارا۔ وہ دو تین بار سر مارا تاہم اوپر اچھل رہا۔

اب وہ یہ سوچ کر خوف زدہ ہو رہی تھی کہ اس کے اندر کسی کی بد روح سا گئی ہے۔ وہ اس سے کبھی نجات حاصل نہیں کر سکے گی۔

وہ ڈرائیور دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے جھک رہا تھا۔ اس نے معافیاں مانگ رہا تھا ”مجھے معاف کر دو میری ماں! میں نہیں بری نیت سے ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔“

وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی پھر نفرت سے بولی ”کتے! وہاں کیا کھڑا ہے؟ چل گاڑی چلا۔“

وہ فوراً ہی دوڑتا ہوا آکر اسٹیشن تک سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی چلانے لگا۔ وہ بری طرح دہشت زدہ تھا۔ اب اسے کسی طور بھی نقصان پہنچانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنی جگہ سہمی ہوئی بیٹھی تھی پریشان ہو کر سوچ رہی تھی ”ایک بد روح اس کے اندر سا گئی ہے۔ اب وہ نارمل لڑکی نہیں رہے گی۔“

اسے اپنے اندر آواز سنائی دی ”ری نادان لڑکی! تو ڈرتی کیوں ہے؟ میں تجھے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تیری حفاظت کروں گا۔ تیری طاقت بنوں گا۔“

وہ سہم کر بولی ”تم کون ہو؟ اور میرے اندر کہاں سے آئے ہو؟“

اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ پیچھے دور تک کوئی ٹیکسی یا کوئی گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ جس ٹاؤن سے آرہے تھے وہاں سے دو راستے نکلتے تھے۔ ایک راستہ ممبئی کی طرف اور دوسرا دہلی کی طرف جاتا تھا۔ اسے دہلی کی طرف جانا تھا لیکن وہ ممبئی والے راستے پر چل پڑا تھا۔

اس نے دائیں بائیں دیکھ کر حیرانی سے سوچا ”یہ میں غلط راستے پر کیوں جا رہا ہوں۔ مجھے واپس جانا چاہیے۔“

اس نے گاڑی روک دی۔ شاروا نے پوچھا ”گاڑی کیوں روک دی؟“

وہ گاڑی کو واپس کے لیے موڑتے ہوئے بولا ”میری جان! میں تمہیں جنگل میں لے جانا چاہتا تھا۔ بھولے سے ممبئی جانے والے راستے پر آگیا۔“

وہ چیخ کر بولی ”اسی راستے پر چلو۔ ورنہ میں گاڑی سے کود جاؤں گی۔“

وہ گاڑی کو روک کر باہر آیا پھر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بولا ”بھری جوانی میں رات کو انہی گھر سے نکلی ہے۔“

بیک میں مال بھی بست ہوگا۔ کیا میں تجھے ایسے ہی چھوڑ دوں گا؟“

وہ پچھلی سیٹ پر آکر اسے پکڑ کر سینے سے لگا کر رونے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی ”چھوڑ دو مجھے۔ ایسا باپ نہ کرو۔ بھگوان کے لیے چھوڑ دو۔“

”بھگوان کے پاس لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔ اس کے لیے کیوں چھوڑ دوں۔ تو اپنے گھر میں سکھ چھن سے رہ رہی ہوگی۔ وہاں تجھ سے محبت کرنے والے بھی ہوں گے مگر تو ان سب کو چھوڑ کر مرنے آئی ہے تو مجھے مرنا ہی ہوگا۔ کیا تو اتنا بھی نہیں جانتی کہ جوان لڑکی تمہارا رات کو کیسے محفوظ نہیں رہ سکتی۔“

ان لحاظ میں وہ بچھتا رہی تھی۔ اسے میرا، کبریا اور پروفیسر یاد آرہے تھے۔ اگر وہ میرا سے حسد نہ کرتی۔ بسن کی خوش نصیبی پر خوش رہتی تو بسن بد نصیب نہ بنتی۔ وہاں رات کو دیرانی میں کوئی اس کی مدد کرنے والا نہیں تھا پھر وہ اچانک ہی تبدیل ہو گئی۔

اس نے اچانک ہی ایک زوردار لات ماری۔ وہ ایک دم سے پیچھے جا کر گھٹے ہوئے دروازے سے ٹکرا کر ٹیکسی سے باہر گر پڑا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک نوجوان لڑکی اتنی زوردار لات مارے گی۔ وہ تڑپ کر ٹیکسی سے باہر آئی۔

طرح مردانہ آواز میں بول رہی ہے، کتے! وہاں کیا کھڑا ہے۔ چل گاڑی چلا۔

وہ ایک ذرا وقت سے بولا "اب میں گاڑی چلنے کی آواز سن رہا ہوں۔ شاردہ شاید اس بات سے سہمی ہوئی ہے کہ اس کے اندر ایک بد روح گھس آئی ہے۔ میں اس بد روح کی آواز سن رہا ہوں۔ وہ شاردہ سے کہہ رہی ہے "ارے ملوان لڑکی! تو ذرا کیوں ہے؟ میں تجھے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تیری حفاظت کروں گا۔ تیری طاقت بڑوں گا۔"

کبریا کی یہ باتیں سن کر میرا اور پروفیسر نے اطمینان کی سانس لی۔ پروفیسر نے کہا "معلوم ہوتا ہے شاردہ کے اندر کوئی نیک آتما ساکنی ہے۔"

میرا نے کہا "وہ آتما کہہ رہی ہے کہ شاردہ کی حفاظت کر لے گی اس کی طاقت بڑے گی۔ ہے بھگوان! تو نے تو ہماری ساری چننا دور کر دی۔"

کبریا نے کہا "اب تمہیں مطمئن ہو کر کچھ کھانا پینا چاہیے۔" پروفیسر نے پک کیا ہوا ناشتا کھولتے ہوئے کہا "تم بھی کچھ کھاتے رہو اور شاردہ کی آوازیں سننے رہو اور پلیز یہ معلوم کرو کہ وہ کہاں جا رہی ہے؟"

انہوں نے کھانا شروع کیا۔ کبریا نے سوچا "ابھی یہ دونوں پوری طرح مطمئن نہیں ہوئے ہیں۔ انہیں اور اطمینان دلانا ہوگا۔"

شاردہ اس کہیں سے جاتے وقت پروفیسر کا موبائل فون لے گئی تھی۔ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر پریت آتما کے انداز میں بولا "شاردہ۔"

وہ اپنے اندر آواز سن کر چونک گئی۔ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا "تو محفوظ ہو گئی ہے۔ تجھے سکون مل گیا ہے لیکن تیری بہن اور تیرا اکل بہت پریشان ہیں۔ چل ابھی فون سے رابطہ کر۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

کبریا دماغی طور پر کہیں میں حاضر ہو گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اسے اپنے موبائل فون کا برزستانی دیا۔ اس نے ایک ٹخن دیا کہ اسے کان سے لگایا پھر دوسری طرف کی آواز سن کر ایک دم سے خوش ہو کر بولا "ارے شاردہ! تم ہو؟ تمہیں پتا ہے ہم تمہارے لیے کس قدر پریشان ہو رہے ہیں۔ یہ لو پروفیسر اکل سے بات کرو۔"

اس نے پروفیسر کو اپنا موبائل فون دیا۔ میرا خوش ہو رہی تھی۔ اس نے بڑی محبت سے کبریا کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ پروفیسر فون پر کہہ رہا تھا "بہنی! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے

تھا۔ تم ناراض ہو کر ہم سے دور جا کر ہمیں بہت بڑی سزا دے رہی ہو۔"

وہ بولی "اکل! میرا کی طرح آپ بھی بے موت ہیں۔ آپ چاہتے تو اس ہو پیسے البرٹ پارک کو میری طرف مائل کر سکتے تھے۔ مجھے نہ بہن پر اور نہ ہی اکل پر اعتماد رہا ہے۔ میں نے اتنی بڑی دنیا میں تنہا رہنے کا فیصلہ کیا ہے میں نے بہت سے کام لیا۔ مگر سے تنہا نکلی تو مجھے ایک پریت آتما کی ہمتی حاصل ہو گئی ہے۔ اب میں مردوں کی اس دنیا میں تنہا رہا اٹھا کر شان سے جی سکتی ہوں۔"

"ہمیں خوشی ہے کہ تمہیں ایک ہمتی حاصل ہو رہی ہے۔ ایسے وقت تمہیں ہم سے دور نہیں رہنا چاہیے۔ ہم سب مل کر بڑی شان سے زندگی گزاریں گے۔"

میرا نے فون لے کر کان سے لگا دیا تو بولے "شاردہ! تم اس وقت کہاں ہو؟ اور کسی گاڑی میں کہاں جا رہی ہو؟"

"میں بتاتا تو نہیں چاہتی تھی کہ میں کہاں جا رہی ہوں اور آئندہ کیا کرنے والی ہوں لیکن تمہاری جیسی بے موت بہن کو ایک اچھا سبق سکھانا چاہتی ہوں۔ وہاں تم لوگوں کے ہاں آؤں گی اور تمہارے بار کو تم سے چھین کر لے جاؤں گی۔ میری ہمتی کے سامنے اس کی غیر معمولی صلاحیتیں کام نہیں آئیں گی۔ وہ میرا غلام بہن کر میرے قدموں میں رہے گا۔"

میرا نے محبت سے اور عاجزی سے کہا "شاردہ! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم مجھے غلط کیوں سمجھ رہی ہو؟ تمہیں آتما ہمتی حاصل ہو گئی ہے۔ کیا تم میری وجہ سے میرے چاہنے والے کو بھی نقصان پہنچاؤ گی۔"

"تمہارے چاہنے والے نے اگر مجھے نہ چاہا۔ تمہارے صدمے کی محبت مجھے نہ دی تو میں اسے خاک میں ملا دوں گی۔ اس کے آگے میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی مہمبی میں ملاقات ہوگی تو تم سر پیٹ پیٹ کر رو دو گی۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ میرا ہیلو ہیلو کہتی رہ گئی۔ کبریا نے اس سے فون لے کر بند کر دیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کہوں؟ وہ آپ کی دشمن بن گئی ہے۔ وہ اپنی آتما ہمتی سے آپ کو اپنا غلام بنانے والی ہے۔"

کبریا نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا "جب وہ ایسا کرے گی تب دیکھا جائے گا۔ تم ابھی سے کیوں پریشان ہو رہی ہو؟ وہ اپنی آتما ہمتی سے مجھے ٹرپ کرنے کے لیے ہمارے پاس آئے گی تو ہم محبت سے اسے اپنا بنالیں گے۔" پروفیسر نے کہا "وہ بہت ضدی لڑکی ہے پھر بھی ہم اسے اپنا بنائے رکھنے کی کوشش کریں گے۔"

دیوتا 44

"وہ ٹرین مہمبی پہنچنے والی تھی۔ کبریا نے ٹائلٹ میں آکر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے ٹاکسٹور پائے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا وہ دہلی پہنچ گیا ہے اور اسے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی بہنی کو اغوا کرنے والا فریاد علی تیور کا بیٹا کبریا ہے اور وہ ٹیلی میٹھی جاتا ہے۔ اس کی بہنی کو اغوا کرنے اور تین کروڑ روپے حاصل کرنے کا کھیل ٹیلی میٹھی کے ذریعے کھیل رہا ہے۔"

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی خیالی تصویر دہلی کے تمام تھانوں اور متعلقہ شعبوں میں پہنچا دی گئی ہے اور اب وہ بھارتی سٹنڈل کے ذریعے اسکرین پر اس کی تصویر دکھائی جا رہی ہے۔ عوام کو اطلاع دی جا رہی ہے کہ اس کا نام کبریا ہے۔ یہ ٹیلی میٹھی جیسا خطرناک علم جاتا ہے۔ ہمیں بدلے کا ماہر ہے۔ یہ اپنی عمر سولہ برس بتاتا ہے لیکن میں بائیس برس کا دکھائی دیتا ہے۔ قد اور ہڈی بلند ہے۔ یہ جہاں بھی نظر آئے یا کسی کو یہ شبہ ہو کہ وہ کہیں خاموش بیٹھا خیال خوانی کر رہا ہے تو فوراً ہی قریبی تھانے میں اطلاع دینے والے کو پانچ لاکھ روپے انعام کے طور پر دیے جائیں گے۔"

کبریا نے یہ بھی معلوم کیا کہ پائے کی بیٹی سرلا اور اس کے بیٹے راہول نے اپنے باپ کو سمجھایا تھا کہ وہ کبریا سے دشمنی نہیں دوستی کرے لیکن سانپ کبھی دوستی کرنا نہیں جانتا۔ اس کی بہنی اور بیٹا دونوں ہی ماں باپ کی مخالفت کر رہے ہیں اور کبریا کو تلاش کرنے کے لیے گھر سے نکل گئے ہیں۔

کبریا نے سوچا کبھی فرصت ہوگی تو ان بہن بھائی سے رابطہ کیا جائے گا۔ وہ ٹاکسٹور پائے کے مشیر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پائے نے اپنے مشیر کو ایک بریف کیس دیا تھا جس میں تین کروڑ روپے تھے۔ اس نے حکم دیا تھا کہ کوئی اجنبی اس سے ملنے آئے تو وہ بریف کیس اس کے حوالے کر دے۔ اب اس مشیر کے مکان کے چاروں طرف خفیہ پولیس کا پیرا لگا ہوا تھا۔ وہ ٹاک میں لگے ہوئے تھے کوئی بھی اجنبی بریف کیس لینے آتا تو اسے گرفتار کر لیتے۔

مشیر نے اس بریف کیس کو اپنی الماری میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق ایک خالی بریف کیس کو کھولا اس میں رومی کاغذات رکھے پھر ان کے اوپر نوٹوں کی چند گڈیاں رکھیں۔ اس بریف کیس کو بند کیا پھر اسے مخصوص نمبروں کے ذریعے لاک کر دیا۔ جب کبریا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ لاک نمبر بھول گیا۔

کبریا ٹائلٹ سے نکل کر کہیں میں آیا۔ ٹرین مہمبی

دیوتا 44

اسٹیشن کے ایک پلیٹ فارم پر پہنچ کر رک گئی تھی۔ وہ تینوں ٹرین سے اتر کر پلیٹ فارم پر آئے جگہ جگہ لگے ہوئے ٹی وی کے اسکرین پر کبریا کی خیالی تصویر نشر کی جا رہی تھی۔ اس کے بارے میں تفصیلات بیان کی جا رہی تھیں۔ میرا اور پروفیسر ٹھنک کر ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے لگے۔ اناؤنسر کہہ رہی تھی کہ اس کا نام کبریا ہے اور یہ فریاد علی تیور کا بیٹا ہے۔ ٹیلی میٹھی جاتا ہے۔ یہ ہمارے دیس کے لیے بہت بڑا خطرہ بن گیا ہے۔ یہ جہاں بھی نظر آئے یا کہیں بیٹھا ہوا خیال خوانی کرتا ہوا دکھائی دے تو فوراً قریبی تھانے میں اطلاع دی جائے۔ اطلاع دینے والے کو پانچ لاکھ روپے انعام کے طور پر دیے جائیں گے۔"

میرا اور پروفیسر نے حیرانی سے کبریا کو دیکھا پھر پروفیسر نے اس کے قریب ہو کر سرگوشی کی "تم اتنی بڑی بات ہم سے چھپا رہے تھے کیا تمہیں ہم پر بھروسہ نہیں ہے؟ اب ہمیں آزادانہ ہم تمہاری حقیقت کی پرکھنا نہیں کریں گے۔" میرا نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "میں نے تو آپ کی زبان سے سن کر ہی یقین کر لیا تھا کہ آپ مسلمان ہیں۔ اب تو آپ کے دشمن بھی آپ کو مسلمان تسلیم کر رہے ہیں۔ آپ میرے ہونے والے جیون ساتھی ہیں۔ میں ہر قدم پر آپ کی ہم راز رہوں گی۔"

وہ اسٹیشن سے باہر آکر ایک چکیسی میں بیٹھ کر ایک عالی شان فائبر اسٹار ہوٹل میں پہنچ گئے۔ وہ تمام راستے خاموش رہے تاکہ ٹیکسی ڈرائیور ان کی باتیں نہ سن لے۔ انہوں نے اس ہوٹل میں ایک سوٹ حاصل کیا پھر وہاں آرام سے بیٹھ کر کبریا نے کہا "مجھے یقین ہے کہ آپ دونوں میرے رازدار بن کر رہیں گے لیکن شاردہ پر بھروسہ نہیں ہے۔ میں چاہوں گا کہ میری اہم باتیں اس سے چھپائی جائیں۔"

میرا نے کہا "تخلف میٹھا کے ذریعے آپ کی حقیقت بیان کی جا رہی ہے۔ شاردہ ابھی کسی ٹی وی چینل کے ذریعے آپ کے بارے میں یہ حقائق سن سکتی ہے۔"

کبریا نے کہا "مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میرے خلاف پولیس والوں کو اطلاع دے سکتی ہے۔ حسد اور چالپے کے باعث کچھ بھی کر سکتی ہے۔"

پروفیسر نے نائید میں سرلا کر کہا "یہ اندیشہ تو ہمیں بھی ہے۔ کیا تم اسے ٹیلی میٹھی کے ذریعے روک نہیں سکتے؟"

"میں ابھی اس کے دماغ میں جا رہا ہوں۔ اسے روکنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ پتا

کتا بیات پہلی کیشنز

چلا وہ ابھی ٹیکسی میں سڑ کر رہی ہے اور ممبئی سے تقریباً بیس میل دور ہے۔ وہ ممکن محسوس کر رہی تھی۔ کبریا نے اسے پچھل سیٹ پر لیٹنے کے لیے مائل کیا۔ وہ لیٹ گئی پھر اس کی مرضی کے مطابق کمری فینڈ سو گئی۔ اس نے ایک مختصر سا توخیری عمل کیا کہ وہ کبریا کی اصلیت کسی کو نہیں بتائے گی اور کسی سے یہ بھی نہیں کہے گی وہ میرا اور پروڈیوسر دتا تاجہ کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ باتیں اس کے ذہن میں نقش کرنے کے بعد اس نے اسے آدھے گھنٹے تک توخیری فینڈ سے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

پھر اس ٹیکسی ڈرائیور کے خیالات بڑھے۔ وہ شاردا سے بری طرح سہا ہوا تھا اسے جلد سے جلد ممبئی پہنچا کر اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ شاردا کو کسی حال میں بھی نقصان پہنچانے کی ہر بات نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر میرا اور پروڈیوسر کو دیکھا۔ وہ دونوں بڑی دلچسپی سے اسے خیال خوانی کرتے دیکھ رہے تھے اس نے شاردا کے حلق میں انہیں بتایا ”وہ ابھی تک ٹیکسی میں سڑ کر رہی ہے اور ایک گھنٹے کے اندر ممبئی پہنچنے والی ہے۔ میں اسے یہاں ہونٹ میں آنے پر مجبور کر دوں گا۔“

میرا نے کہا ”اسے کسی پریت آتما کی شہتی حاصل ہو گئی ہے۔ وہ آپ کو نقصان پہنچانا چاہے گی۔“

کبریا نے ہنستے ہوئے کہا ”وہ پریت آتما میں ہی ہوں۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور اس کی عزت لوٹنا چاہتا تھا۔ میں نے شاردا کے دماغ میں گھس کر یہ تاثر دیا کہ اس کے اندر ایک پریت آتما گھس آئی ہے۔ اب وہ بہت زیادہ طاقت ور بنی رہے گی۔“

یہ بات سن کر میرا اور پروڈیوسر ہنسنے لگے۔ وہ بولا ”میں چاہتا ہوں کہ شاردا اسی خوش فہمی میں جتنا رہے۔ یہی سمجھتی رہے کہ اسے ایک آتما کی بھرپور شہتی حاصل ہو چکی ہے۔“

پروڈیوسر نے کہا ”تم جو مناسب سمجھو وہ کرو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔“

اس نے کہا ”میں نے ناگیسور پاؤڈر کو اچھی خاصی سزا دی ہے۔ اس کی بیٹی سرلا کو عزت آہود سے گھر پہنچا دیا ہے لیکن جرماتے کے طور پر اس سے تین کروڑ روپے وصول کر رہا ہوں۔ اس نے سیاست بازی میں خوب دولت کمائی ہے۔ ابھی ایک شخص تین کروڑ روپے لے کر یہاں آئے گا۔ اس کے لیے میں تھوڑی دیر تک خیال خوانی میں مصروف رہوں گا۔“

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مشیر کے دماغ میں پہنچا اس کے ذریعے دو چار ٹیلی فون کال کرائیں پھر کال کا جواب دینے والوں میں سے ایک شخص کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ شخص کبریا کی مرضی کے مطابق اپنی کار میں بیٹھ کر مشیر کے مکان کے احاطے میں داخل ہوا۔ خفیہ پولیس والے الرٹ ہو گئے۔ مشیر نے دروازہ کھول کر پوچھا ”آپ کون ہیں؟ کس لیے آئے ہیں؟“

اس شخص نے کہا ”ناگیسور پاؤڈر نے جس انجینی شخص کا ذکر کیا تھا وہ میں ہی ہوں۔ تمہارے ایک بریف کیس میں تین کروڑ روپے رکھے ہوئے ہیں۔ میں وہ لینے آیا ہوں۔ کوئی اور سوال نہ کرو بریف کیس میرے حوالے کر دو۔“

مشیر نے اندر آکر الماری کھول کر اس بریف کیس کو نکالا۔ اس میں ردی کاغذات بھرے ہوئے تھے اور اسے مخصوص نمبروں کے ذریعے لاک کیا گیا تھا۔ اس نے باہر آکر اسے اس انجینی کے حوالے کر دیا۔ وہ انجینی اسے کراچی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ جب وہ مین روڈ پر آیا تو خفیہ پولیس کی کئی گاڑیاں اس کے پیچھے لگ گئیں۔

وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ بریف کیس لے جانے والا کبریا ہے یا اس کا کوئی آلہ کار ہے۔ اگر وہ آلہ کار ہو گا تو اتنی بڑی رقم کبریا تک پہنچانے کے لیے ضرور جائے گا۔ وہ انجینی جب پولیس والوں کو اپنے پیچھے لگا کر دور نکل گیا تو کبریا نے مشیر کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ مشیر غائب دماغ ہو گیا۔ الماری سے اصل بریف کیس نکال کر اپنی کار میں بیٹھ کر ہونٹ میں پہنچ گیا۔

کبریا نے دروازہ کھولا۔ مشیر وہ بریف کیس اس کے حوالے کر کے کچھ کئے سنے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ کبریا نے اس وقت تک اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھا۔ جب تک کہ وہ اپنے مکان کے اندر نہ پہنچ گیا پھر وہ اسے چھوڑ کر دماغی طور پر حاضر ہو کر ”میرا کے پاس آیا۔ بریف کیس کو سامنے رکھتے ہوئے بولا ”اسے کھولو۔“

میرا نے اسے کھولا۔ پروڈیوسر نے حیرانی سے دیکھا۔ وہاں بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ کبریا نے کہا ”میرا ناگیسور پاؤڈر نے تم سے دشمنی کی اتنا کر دی ہے۔ مجھ سے پہلے تم ایک مسلمان کو چاہتی تھیں۔ اس نے بڑی بے دردی سے اسے قتل کرا دیا۔ اب بھی وہ تمہارے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ میں اسے اسی طرح سزا دوں گا۔ اس کی تمام دولت تمہاری طرف منتقل کرنا رہوں گا۔ یہ تین کروڑ روپے کی پہلی قسط تمہاری ہے۔ آئندہ بھی ہر قسط کی رقم تمہاری ہی ہو

کرے گی۔“

میرا نے اسے بڑی محبت اور عقیدت سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو جھلکانے لگے۔

پروڈیوسر نے کہا ”ہم نے ٹرین میں ہیٹ بھر کر نہیں کھایا تھا۔ رات کے دس بج رہے ہیں۔ کیا خیال ہے؟“

کبریا نے کہا ”شاردا یہاں پہنچنے ہی والی ہے۔ میں اس کے دماغ میں جا رہا ہوں وہ ابھی یہاں آجائے گی۔“

وہ شاردا کے اندر پہنچ گیا۔ وہ توخیری فینڈ سے بیدار ہو کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ممبئی شہر کے ایک بازار سے گزر رہی تھی۔ ڈرائیور نے پوچھا ”شری متی جی! میں آپ کو کہاں لے جاؤں؟“

اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق ہونٹ کا نام اور پتا بتایا۔ ڈرائیور نے اس کو وہاں پہنچا دیا۔ وہ ٹیکسی سے اتر کر ہونٹ کے اندر آکر لٹ کے ذریعے ساتویں فلور پر آئی۔ وہ حیرانی سے سوچ رہی تھی ”میں بے اختیار یہاں پر کیسے آئی ہوں۔“

کبریا نے اس کے اندر کہا ”میں وہی آتما ہوں۔ جو تمہاری محافظ ہے اور تمہاری طاقت ہے۔ یہاں سے تمہیں سوٹ نمبروں میں جانا ہے۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”کیا تم میرے اندر رہو گے؟“

وہ بولا ”میں ضرورت کے وقت تمہارے پاس آجایا کروں گا۔“

اس نے آگے بڑھ کر سوٹ نمبروں کے دروازے کو کھولنا چاہا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ اس نے دستک دی چند سیکنڈ کے بعد ہی دروازہ کھل گیا۔ وہ کبریا کو اپنے سامنے دیکھ کر چونک گئی۔ حیرانی سے بولی ”تم؟ تم یہاں ہو؟“

وہ مسکرا کر بولا ”جیران کیوں ہو رہی ہو؟ یہاں میرا بھی ہے اور تمہارے انکل بھی ہیں۔ اندر آ جاؤ۔“

وہ ایک آتما کی شہتی حاصل کرنے کے بعد بڑے فخر سے میرا اور کبریا کا سامنا کرنا چاہتی تھی لیکن یہ توقع نہیں تھی کہ اتنی جلدی سامنا ہو جائے گا۔ وہ اندر آئی۔ میرا اسے دیکھتے ہی آگے بڑھ کر اس کے گلے لگنا چاہتی تھی۔ شاردا نے ہاتھ اٹھا کر کہا ”خبردار۔ میرے قریب نہ آنا۔ مجھے ایسی شہتی مل گئی ہے کہ میں اپنے دشمنوں کو جلا بھسم کر دیتی ہوں۔“

میرا آگے بڑھتے بڑھتے رک گئی۔ بڑے دکھ سے کبھی شاردا کو اور کبھی کبریا کو دیکھنے لگی۔ کبریا نے کہا ”اپنی بہن کی بد مزاجی کا غم نہ کرو۔ اسے دفتر رفتہ عقل آجائے گی۔“

پروڈیوسر نے کہا ”شاردا! تم کیوں اتنی ضدی اور ہڈ حرام

ہو؟ آخر تمہیں ہم سے کیا شکایت ہے؟“

وہ بولی ”آپ میرے بزرگ ہیں لیکن آپ نے مجھ سے نا انصافی کی ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں اس خوب رو جوان کو چاہتی ہوں لیکن آپ نے میری حوصلہ افزائی نہیں کی۔ جب آپ نے دیکھا کہ میرا اسے چاہنے لگی ہے اور یہ مسلمان ہے تو آپ فوراً ہی اس سے رشتہ کرنے کے لیے راضی ہو گئے۔ کیا آپ نے میرا جی نہیں توڑا ہے؟ مجھ سے نا انصافی نہیں کی ہے؟“

پروڈیوسر نے کہا ”میں نے تمہاری اور میرا کی مرضی بعد میں دیکھی ہے۔ پہلے کبریا کی پسند اور محبت کو دیکھا ہے۔ اس کے مطابق میرا کی حمایت کی ہے۔“

شاردا نے بڑے غور سے کبریا کو دیکھا پھر پوچھا ”اگر میں کبریا کو اپنی طرف مائل کر لوں۔ یہ ابھی مجھے پسند کرنے لگے اور محبت کرنے لگے تو کیا آپ میرے حق میں فیصلہ کریں گے؟“

میرا نے کہا ”اگر یہ ابھی تمہیں پسند کر لیں گے تو مجھ سے زیادہ خوشی کسی کو نہیں ہوگی۔ میں تم دونوں کے درمیان کبھی نہیں آؤں گی۔“

شاردا نے کبریا کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا ”میں پہلی ہی نظر میں تمہیں دل دے بیٹھی تھی۔ اس وقت سے تم میرے ہو اور بیشب میرے رہو گے۔ میں چاہتی ہوں انکل کے سامنے میری محبت کا اقرار کر لو ورنہ میں تمہیں اقرار کرنے پر مجبور کر دوں گی۔“

”عجب ہے۔ تم زبردستی مجھے اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہو۔ یہ تم محبت نہیں کر رہی ہو۔ بھیک مانگ رہی ہو۔“

”کیوشٹ آپ! باتیں نہ بتاؤ۔ میرے پاس آؤ۔ مجھے بازوؤں میں لے کر محبت کا اظہار کرو۔“

”تم کچھ زیادہ ہی حد سے بڑھ رہی ہو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم مجھے کس طرح اپنی طرف مائل کر لو گی۔“

شاردا نے آنکھیں بند کر کے پوچھا ”اے شہتی والی آتما! کیا تو میرے اندر ہے؟“

کبریا نے اس کے اندر پہنچ کر کہا ”ہاں۔ میں تمہارے اندر ہوں۔ بولو تم کیا چاہتی ہو؟“

”میں چاہتی ہوں کہ کبریا کو جو حکم دوں وہ فوراً اس کی تعمیل کرے۔“

”ٹھیک ہے۔ تم حکم دو۔“

اس نے دونوں ہاتھ کر کے رکھے ہوئے حکم دیا ”کبریا! میرے پاس آؤ۔ مجھے بازوؤں میں لو اور مجھے پیار کرو۔“

میرا نے کہا ”جی جی۔ اکل کے سامنے کیسی بے شرمی کی باتیں کر رہی ہو۔“
وہ بولی ”خاموش رہو اور دیکھو۔ یہ ابھی کچے دھاگے سے بندھا ہے گا۔“

”کبریا نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ جیسے کوئی شکتی اسے شاردہ کی طرف کھینچ رہی ہو۔ وہ آگے بڑھا وہ خوش ہو گئی لیکن آگے بڑھنے والا رک گیا پھر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ سختی سے بولی ”یہ میرا حکم ہے۔ آگے بڑھو۔ میرے پاس آؤ۔ مجھے گلے سے لگاؤ مجھے پیار کرو۔“

کبریا پھر رک رک کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ سخت لمبے میں بولی ”جلدی آؤ۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔“
وہ قریب آگیا۔ شاردہ نے دونوں ہاتھیں پھیلا کر آنکھیں بند کر لیں پھر فاتحانہ انداز میں کہا ”دیکھو میرا! یہ تمہارے سامنے مجھے گلے لگا رہا ہے۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی ترائی کی آواز کے ساتھ اس کے گال پر طمانچہ پڑا۔ اس نے آنکھیں کھول کر حیرت سے دیکھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہاں پیار کے بجائے تھپڑ ملے گا۔ وہ جھلا کر بولی ”اے آتما! تو کہاں ہے؟ کیا تیری شکتی اس پر اثر نہیں کر رہی ہے؟“

کبریا نے کہا ”وہ آتما تمہیں ایک برے انسان سے بچانے کے لیے اس دیرانے میں آئی تھی۔ اب بھی کوئی تم سے برائی کرتا چاہے گا تو وہ تمہارے اندر اگر تمہاری مدد کرے گی لیکن تم کسی کے ساتھ برائی کرنا چاہو گی تو وہ آتما تمہاری کوئی مدد نہیں کرے گی۔ اس کے برعکس تمہاری پٹائی کرے گی۔“

وہ اپنا ایک گال سٹلا رہی تھی۔ شرمندہ سی ہو کر میرا اور اکل سے نظریں چرا رہی تھی۔ کبریا نے پوچھا ”جانتی ہو۔ وہ آتما کون ہے جو تمہارے اندر آئی ہے؟“

شاردہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا ”وہ کوئی آتما نہیں ہے میں ہوں۔ میں ٹیلی ویشن کے ذریعے تمہارے اندر آتا رہا ہوں۔ اس دیرانے میں ایک نہیں کئی عیسائی ڈرائیور اگر تمہاری عزت کا کابڑا کرنے والے تھے۔ میں نے ان سب کو تمہارے قریب نہیں آنے دیا اور جو تمہارے قریب آیا۔ اسے تم نے سزا پاتے دیکھ لیا۔ میں تمہیں برائیوں سے بچانے کے لیے ہمیشہ تمہارے اندر اگر تمہاری طاقت بن جاؤں گا لیکن تم کسی برائی چاہو گی تو میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔“

وہ جھاک کی طرح بیٹھ گئی۔ میرا نے اس کے پاس بیٹھ کر

کہا ”ذرا عقل سے سوچو کبریا اس دیرانے میں تمہیں نہ بچاتے تو ابھی تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتیں۔ تم ہمیں چھوڑ کر چلی گئی تھیں لیکن کبریا نے تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ ہمارے رشتوں کو ہماری محبت کو سمجھو۔“

وہ سمجھا رہی تھی۔ شاردہ اویں سر جھکائے بیٹھی تھی جیسے سمجھ رہی ہو لیکن کبریا اس کے خیالات بڑھ رہا تھا۔ وہ ایک فرضی آتما کی شکتی سے محروم ہو کر شدید زور بٹے بننے چاہا کہ کمزور بن کر اپنی توہین محسوس کر رہی تھی۔

پھر جس بہن سے اس کا پیار چھین رہی تھی اسی بہن کے سامنے کبریا نے اسے طمانچہ مارا تھا۔ وہ یہ انسٹل برداشت نہیں کھا رہی تھی۔

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہاں سے جانے لگی۔ میرا اور پروفیسر نے اسے پکڑ لیا ”کہاں جا رہی ہو؟ رک جاؤ۔“

”چھوڑ دو۔ میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں رہوں گی۔“
پروفیسر نے پوچھا ”تھا کہاں جاؤ گی؟ کہاں رہو گی؟ کیا رات کی ٹھوکر کالی نہیں ہے؟ اس عیسائی ڈرائیور جیسے ہزاروں لاکھوں بد معاش تمہیں قدم قدم پر ملیں گے۔ کہاں تک اپنی عزت بچاؤ گی؟“

”میں اپنی عزت لٹاؤں یا مر جاؤں۔ آپ کی بلا سے مجھے چھوڑ دیں۔ جانے دیں۔“
کبریا نے کہا ”اے چھوڑ دو۔ جانے دو۔ یہ کیس نہیں جائے گی۔“

انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس گئی۔ اسے کھولا لیکن باہر نہیں گئی۔ اسے بند کر کے وہاں آئی پھر صوفے پر بیٹھ گئی۔ پروفیسر نے خوش ہو کر کہا ”شاباش! تم بہت سمجھ دار ہو۔“

اس نے چونک کر سب کو دیکھا پھر اچھل کر کھڑی ہو گئی ”میں میں تو جا رہی تھی پھر یہاں اگر کیسے بیٹھ گئی؟“

وہ پھر تیزی سے چلتی ہوئی گئی پھر دروازے تک جا کر واپس آگئی۔ سب نے سمجھ لیا کہ یہ ٹیلی ویشن کا تماشا ہے۔ میرا اور پروفیسر مسکرانے لگے۔ شاردہ اور اکل بولے ہوئی۔ کبریا کو ٹھوکر کر دیکھنے لگی۔ اس نے اچانک پیچ مارنے کے لیے منہ کھولا لیکن آواز نہیں نکلی۔ منہ آپ ہی آپ بند ہو گیا۔

اس نے غصے سے الٹلے اٹھا کر کبریا کو مارنا چاہا پھر چپ چاپ اسے واپس رکھ دیا ”تم میری مرضی کے خلاف کچھ

نہیں کر سکو گی۔ اپنے دماغ سے گری نکالو۔ ہم سب تمہیں چاہتے ہیں۔ ہماری محبتوں کو سمجھو۔ ہم سے پیار لو۔ ہمیں پیار دو۔“

وہ گہری سنجیدگی سے سوچ رہی تھی پھر آہستگی سے بولی ”میں ایک شرط پر یہاں رہوں گی۔“

”پیار سے رہنے کے لیے کوئی بھی شرط منوالو۔“
”تم اپنی ماں کی قسم کھاؤ کہ میری بات مان لو گے۔“
”ماں کی قسم کیوں دے رہی ہو۔ ایسے ہی اپنی بات منوالو۔“

”نہیں پہلے قسم کھاؤ۔“
”اگر تم میرا کی محبت مجھ سے چھیننا نہیں چاہو گی تو میں اپنی ماما کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمہاری بات مان لوں گا۔“
وہ بولی ”بہت معمولی سی بات ہے۔ تم کبھی میرے دماغ میں نہیں آؤ گے۔“

کبریا نے پریشان ہو کر میرا اور پروفیسر کو دیکھا۔ پروفیسر نے کہا ”کبریا! تم یہ بات نہیں مانو گے یہ بے لگام ہو جائے گی۔ ہماری باتیں پیار سے بھی نہیں سمجھے گی پھر کیسے سمجھنے چلی جائے گی۔“

شاردہ نے کہا ”تم اپنی ماں کی قسم کھا چکے ہو۔ کیا قسم توڑو گے؟“

وہ بولا ”نہیں۔ میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ تم خوش ہو جاؤ۔ آئندہ تمہارے دماغ میں نہیں آؤں گا۔“
میرا نے کہا ”آپ اس کی باتوں میں آگئے ہیں۔ یہ ہمارے قابو میں نہیں رہے گی۔ ہماری کوئی بات نہیں مانے گی۔“

”آئندہ یہ کیا کرے گی؟ ہمارے ساتھ کیسے رہے گی؟ یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ پروفیسر! آپ کے علم نے بتایا تھا کہ میرے باپا جنوب کی طرف ہیں۔ ہم شمال سے جنوب کی طرف آچکے ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ وہ کس سمت میں ہیں اور کتنے قاصد پر ہیں؟“

پروفیسر اپنی اٹیچی سے میرا زائچہ وغیرہ نکال کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک حساب کرتا رہا پھر بولا ”اب بھی جنوب کی طرف اشارہ ہے۔“

اس کا حساب درست تھا۔ جزیرہ کلیانیاں وہاں سے انتہائی جنوب کی طرف تھا۔ کبریا کو اسی سمت میں اور آگے جانا تھا۔



راسپوئین کی موت اعلیٰ بی بی کے ہاتھوں لکھی ہوئی تھی۔ تقدیر کا وہ لکھا ہوا پورا ہو گیا۔ وہ حرام مر گیا۔ بنت عمارہ

نے اسے بچانے کی انتہائی کوششیں کیں۔ اپنے طلسمی جھنڈے آزمائے اعلیٰ بی بی سے سمجھو تاکر نے پر راضی ہوئی لیکن وہ ایک بار بی بی بن کر دھوکا کھا چکی تھی۔ اس بوڑھی چڑیل پر بھروسہ کر کے کیا دوائی نہیں کر سکتی تھی۔

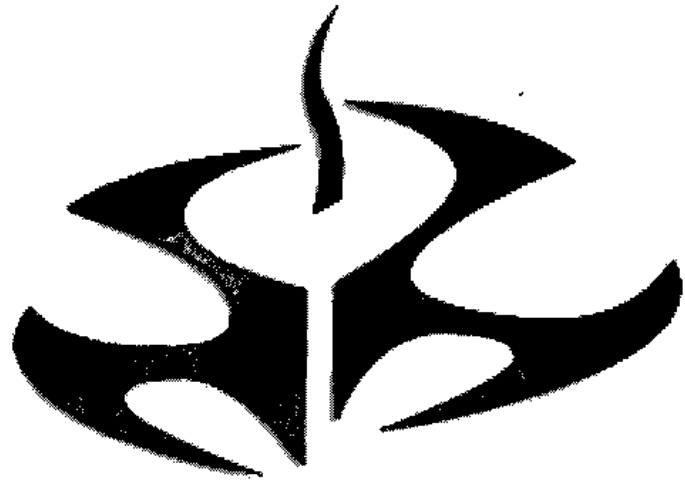
اس نے اسے موقع دیا تھا کہ وہ اپنے آلہ کار راسپوئین کو بچا سکتی ہے تو بچالے لیکن اس کا کوئی جاوڑی حربہ کام نہیں آیا۔ اعلیٰ بی بی نے راسپوئین کا ایسا نشانہ لیا کہ کوئی اس کی پیشانی میں سوراخ کرتی ہوئی کھوپڑی کے پچھلے حصے سے باہر نکل گئی۔ وہ فرش پر گر کر تھوڑی دیر تڑپا رہا پھر پیشے کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔

وہ بنت عمارہ کا ایک اہم آلہ کار تھا۔ وہ اس کی ٹیلی ویشن سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔ تنہا خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی اور فرمان کو زیر نہیں کر سکتی تھی۔ انہیں اپنے ایک اہم مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہی تھی۔ اس کے ایک پر اسرار علم نے اسے یہ بتایا تھا کہ اعلیٰ بی بی اور فرمان کے ملاپ سے ناجائز بچہ پیدا ہو گا تو وہ اس بچے کے لوہے سے نما کروان اور صحت مند ہو جائے گی۔

راسپوئین کی ہلاکت کے بعد وہ تیار ہو گئی تھی۔ تھائی کے باوجود اس میں اتنا دم ختم تھا کہ وہ اعلیٰ بی بی کا سکون بریاد کر سکتی تھی۔ فی الحال تھک گئی تھی۔ بڑھاپے کے کمزور بنا دیا تھا۔ وہ اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے ہزاروں سال پرانے ایک نسخے کے متروک کو پڑھتی رہتی تھی۔ یادداشت بھی کمزور ہو چکی تھی۔ اس لیے ان متروک کو زبانی یاد نہیں کر سکتی تھی۔ لہذا صبح و شام وہ نسخہ کھول کر پڑھتی رہتی تھی۔ جس روز پڑھنے کا موقع نہ ملتا۔ اس روز بے حد کمزوری محسوس کرتی تھی۔ ان متروک سے اور کمزوریوں سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ ایک نواذیدہ بچے کے لوہے سے غسل کرے اور وہ بچہ اعلیٰ بی بی اور فرمان کے ملاپ سے ہو۔

وہ بغد تھی کہ ایک بچہ حاصل کر کے ہی رہے گی۔ اس کی یہ ضد اعلیٰ بی بی کے لیے کئی طرح کے مسائل پیدا کرنے والی تھی۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ اعلیٰ بی بی کی لائیکلی میں فرمان کو اپنا معمول بنائے گی۔ اسے اچھی طرح اپنے شلفے میں لے گی۔ تو وہ مجبور اور بے بس ہو جائے گا۔ اس کے حکم کے مطابق اعلیٰ بی بی کی عزت سے جبراً کھیلے گا اور اسے اپنے بچے کی ماں بنائے گا۔

اپا نے اعلیٰ بی بی سے کہا ”تمہیں بہت محتاط رہنا چاہیے۔ وہ بوڑھی چڑیل ہماری توقع کے خلاف اچانک



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

ایک ایسی ناقابل فراموش داستان جس میں حسن کی رعنائیاں بھی
ہیں اور عشق کی کرم فرمائیاں بھی، جاں نثاری سے لبریز دوستیوں کے
پیانے بھی ہیں اور کبھی نہ ختم ہونے والی دشمنیوں کے افسانے بھی۔

ازل سے جاری خیر و شر کی کشمکش میں ایک حیرت انگیز معرکہ آرائی

دو حصوں میں مکمل قیمت فی حصہ 50 روپے ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے

پوسٹ بکس 23

کراچی 74200

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لئے: C-63 فیر 111 یکسٹیشن ڈی ایچ اے میں کوئی روڈ (ختر کلاوی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

Scanned by azamm@UrduFanz.com

پاپا کا سراغ لگا رہی تھی مگر ایک غیبی طاقت اسے روک رہی تھی۔

”وہ بولا ”ہاں۔ اس نے کہا تھا کہ کوئی غیبی قوت آڑے آ رہی ہے۔ اس ناہیدہ قوت کا تعلق بھی کالے جادو سے ہے۔ وہ نامعلوم جادوگر یہ نہیں چاہتا کہ بنت عمارہ تمہارے پاپا کا سراغ لگائے۔“

”اس بوڑھی چڑیل نے کہا تھا کہ وہ جلد ہی اس رکاوٹ کو دور کر دے گی اور مجھے میرے پاپا تک پہنچا دے گی۔ میں اسے کسی طرح مجبور کروں گی کہ وہ میرے کام آئے۔“

”وہ کام نہیں آئے گی۔ تم سے انتقام لے گی۔ اس کی طرف سے ایک اور اندیشہ پیدا ہو رہا ہے۔ وہ تمہارے پاپا کا سراغ لگا کر انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ تمہارے پاپا پہلے ہی کسی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ یہ ان کے لیے نئی مصیبت بن جائے گی۔“

”اس بوڑھیا کو صرف اسی طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے کہ اسے روز متعز بڑھنے اور توانائی حاصل کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اسے ہمیشہ کمزور بنا کر رکھا جائے۔“

اعلیٰ بی بی نے فرمان کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا ”تم بہت عمارہ کے معاون وچ ڈاکٹر سے مل چکے ہو گے؟“

”کئی بار مل چکا ہوں۔ بنت عمارہ سے روز ملنے جایا کرتا تھا۔ وہاں اکثر اسے ملاقات ہوا کرتی تھی۔“

”وہ اسکندریہ گیا ہوا ہے۔ پتا نہیں کب واپس آئے گا؟ کیا تم اس کا ٹیکٹ نمبر یا پتا ٹھکانا جانتے ہو؟“

”وہ اسکندریہ میں کہاں گیا ہے؟ کیوں گیا ہے؟ یہ میں نہیں جانتا۔ اس کے موبائل فون کا نمبر میری ڈائری میں لکھا ہوا ہے۔ میں ابھی ڈائری لے کر آتا ہوں۔ میرے ذہن میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ ہم اس وچ ڈاکٹر سے کوئی کام لے سکتے ہیں۔“

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ فرمان کی حویلی میں آکر رہنے لگی تھی۔ فرمان اچھے کردار کا بانک تھا۔ اسے رفتہ رفتہ متاثر کر رہا تھا۔ وہ اسے پسند کرنے لگی تھی اور پسند کرنے کی ہی حد تک تھی۔ اس سے آگے پار وہ محبت کے مراحل تک نہیں پہنچنا چاہتی تھی۔

فرمان اپنے بیڈ روم سے ایک ڈائری لے کر آیا۔ اسے کھول کر موبائل فون کا نمبر بڑھتے ہوئے بولا ”بھئی اسے فون کیا جائے؟“

”پہلے اس کے بارے میں پتاؤ۔ کیا وہ یوگا کا ماہر ہے؟“

”اس کی ایک کمزوری ہے۔ شام ہوتے ہی وہ شراب

نہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔“

اس نے الپا سے کہا ”سسر! تم نے کہا تھا۔ اس نسخہ سے اسے محروم کر دیا جائے، جس کے متروک کو پڑھ کر وہ روزانہ توانائی حاصل کرتی رہتی ہے۔“

”ان نسخوں تک پہنچنے میں ذرا دشواری ہے پھر بھی میں جلد ہی انہیں حاصل کر کے تباہ کر دوں گی۔“

وہ نسخے ایک الماری میں محفوظ تھے۔ وہ الماری بنت عمارہ کے بیڈ روم سے ملحقہ ایک کمرے میں تھی۔ الماری اور کمرہ مغلقل رہتے تھے۔ ان کی چابیاں بنت عمارہ کے پاس رہتی تھیں۔ دوسری چابیاں اس کے معاون وچ ڈاکٹر کے پاس رکھ رکھتی تھیں۔

الپا نے بنت عمارہ کی لیڈی سیکرٹری کے خیالات پڑھے تھے۔ وچ ڈاکٹر اس سے عشق کرتا تھا۔ الپا اس سیکرٹری کے ذریعے وچ ڈاکٹر کی آواز سن کر اسے ٹیپ کر سکتی تھی لیکن وہ موجود نہیں تھا۔ چند دنوں کے لیے اسکندریہ گیا ہوا تھا۔ سیکرٹری کے پاس اس کا فون نمبر بھی نہیں تھا۔ وہ جلد ہی اس کا فون نمبر معلوم کر کے اس سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔

فرمان نے اعلیٰ بی بی سے کہا ”میاں ہمارے لیے خطرہ ہے۔ ہمیں یہ شہر یہ ملک چھوڑ دینا چاہیے۔“

”ہم کہیں بھی جائیں گے۔ وہ ہمارے دماغوں میں گھس آئے گی۔“

”چھیل بار سسر، کبریا اور تمہارے دوسرے ٹیلی ویشن جاننے والوں نے ہمارے اندر سے اسے بھگا دیا تھا۔ وہ سمجھ رہی ہوگی کہ اب ہم اپنی دماغی قوتوں سے اسے جب چاہیں بھگا سکتے ہیں۔ وہ ہمارے اندر نہیں آئے گی۔“

”شیطان کو زندگی بھر دھکارتے رہو، وہ چچیا نہیں چھوڑتا۔ وہ ایک بچہ حاصل کرنے کے لیے پاگل ہو رہی ہے۔ ہمارے اندر ضرور آئے گی۔ ہم اپنی تباہ دماغی قوتوں سے بھگا نہیں سکیں گے۔ وہ پھر ہم پر حاوی ہو جائے گی۔“

”راسپو نہیں کی موت کے بعد وہ اکیلی رہ چکی ہے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ایک وقت میں کسی ایک کے اندر آسکتی ہے۔ تمہارے اندر آئے گی تو میں فوراً ہی سسر اور کبریا وغیرہ کو کال کروں گا۔ وہ میرے دماغ میں آئے گی تو تم اپنے خیال خوانی کرنے والوں کے ساتھ میرے اندر سے اسے بھگا سکو گی۔ ہم اسے بار بار اس طرح ٹکست دیں گے تو وہ ٹھک بار کر چھپا چھوڑ دے گی۔“

وہ بولی ”ہم اسی طرح اس کا مقابلہ کریں گے لیکن یہ شہر چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ وہ پراسرار علوم کے ذریعے میرے

کتابیات پبلی کیشنز

پنے لگتا ہے۔ ایسے میں بھلا وہ سانس کیا روکے گا؟
 ”پھر تو سمجھو کام بن گیا۔ اس سے بات کرو۔“
 اس نے نمبر پچھنے کیے۔ فون کو کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی ”ہیلو! میں فرناٹس بول رہا ہوں۔“
 ”میں فرناٹ مصری بول رہا ہوں۔ کہاں ہو؟ کتنے دنوں سے تمہیں نہیں دیکھا ہے۔ کیا لمبی چمٹی پر گئے ہو؟“
 اعلیٰ بی بی، فرناٹ کے اندر بھی۔ فرناٹس کی آواز سننے ہی اس کے اندر بچک کی۔ وہ زبان سے کچھ بول رہا تھا۔ اس کے دل میں کچھ اور تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ”ہیلو فرناٹ! میں کیسے یاد آگیا؟ تم تو میڈم عمارہ کے ساتھ مصروف رہے ہو۔ میں تو ان کا ایک معمولی خدمت گار ہوں۔ تم تو ان کے بیٹے ہو۔“
 اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے ”لیکن اب تم بیٹے نہیں رہے۔ بدترین دشمن بن گئے ہو۔ میڈم میرے دل میں آکر مجھے تباہ کر رہی ہیں۔ مجھے تم سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ تم ضرور کسی خاص مقصد سے رابطہ کر رہے ہو۔“
 فرناٹ نے کہا ”میں ماما (بنت عمارہ) کا بیٹا ہوں لیکن تمہارا دوست ہوں اور دوست رہوں گا۔ تم نے بتایا نہیں کہاں ہو؟“
 ”اسکندریہ میں ہوں۔ سنا ہے میڈم کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں شام تک ان کے قدموں میں بیچ جاؤں گا۔ تمہارا عشق کس مرحلے پر ہے۔ ویسے خوش نصیب ہو۔ بہت خوب صورت لڑکی ملی ہے۔“
 ”میں اپنے لیے دعا کروں گا کہ یہ خوش نصیبی میرے حصے میں آئے۔ ٹھیک ہے تم شام کو آ رہے ہو۔ ماما کی رہائش گاہ میں ملاقات نہیں ہوگی۔“
 ”جسٹ اے منٹ! یہ تو تیار۔ کیا وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے؟“
 ”نہیں۔ وہ ایک ساحلی جگہ میں ہے۔ اچھا۔ بائے پھر ملاقات ہوگی۔“
 فرناٹ نے فون کو بند کیا۔ اس کے قریب اعلیٰ بی بی بیٹھی فرناٹس کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ وہ بھی پڑھنے لگا۔ ایک نیا انکشاف ہوا کہ وہ بہت عرصے سے بنت عمارہ کا شاگرد یا معاون بن کر اس کے تمام پراسرار علوم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ہزاروں سال پرانے نسخے حاصل کرنے کی کوششیں کر رہا تھا لیکن یہ سوچ کر مختار رہتا تھا کہ وہ بوڑھی اس کے اندر آکر اس کے چور خیالات پڑھتی ہوگی۔
 وہ اپنے چور خیالات میں اس بات کو مستحکم بنا رہا تھا

کہ وہ بنت عمارہ کا فرناٹ بردار ہے۔ ساری عمر اس کا فرناٹ دار بن کر رہے گا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانیاں دیتا رہے گا۔ اس کے پاس اس الماری کی چابیاں تھیں۔ جن میں وہ تباب نسخے رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں چرانے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ الماری سے اگر ایک نسخہ بھی باہر نکالا جاتا تو اسے خبر ہو جاتی۔
 اس نے ان نسخوں کو چرانے کا دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ بنت عمارہ جب اسے کوئی نسخہ نکال کر لانے کا حکم دیتی تھی اور اس نسخے کے مطابق کسی کالے عمل کی تیاریاں کرانی تھی تو وہ اس دوران میں اس نسخے کو زیادہ سے زیادہ زبانی یاد کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ انہیں اپنے ذہن میں محفوظ کرنے کے بعد گھر آکر لکھ لیا کرتا تھا۔
 وہ معاون ہونے کی حیثیت سے بنت عمارہ کے بہت سے اندرونی راز جانتا تھا۔ سب سے اہم راز یہ تھا کہ وہ بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اندر سے کھوکھلی ہو چکی تھی۔ وہ بوڑھی سے جوان ہونے اور مجبور توانائی حاصل کرنے کے انتظار میں تھی۔ اس مقصد کے لیے وہ اعلیٰ بی بی سے ایک پیر حاصل کرنے میں ناکام ہو رہی تھی۔ جب تک وہ پیر حاصل نہ ہوتا۔ تب تک وہ عارضی طور پر توانائی حاصل کر رہی تھی۔ فرناٹس یہ ساری باتیں اچھی طرح جانتا تھا۔
 وہ روزانہ توانائی حاصل کرنے کے لیے جن منزلوں کا جاب کیا کرتی تھی۔ انہیں ایک بڑے سے کانڈر فرناٹس سے لکھوایا تھا۔ اس طرح کہ وہ نسخہ پڑھتی گئی تھی اور یہ کانڈر لکھتا گیا تھا۔ کئی منزلوں کو ایک دوسرے سے ملایا گیا تھا۔ انہیں یاد رکھنا مشکل تھا۔ ایسے وقت فرناٹس نے اس کے کمزور حافظے سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اس نے لکھتے وقت منزلوں کے کئی الفاظ میں تبدیلیاں کی تھیں۔
 اس کا مقصد صاف ظاہر تھا۔ وہ بنت عمارہ کو بالکل ہی کمزور بنا دینا چاہتا تھا۔ منتر خالص نہیں تھے۔ ان میں گڑبڑ ہو چکی تھی۔ اس لیے اسے برائے نام توانائی حاصل ہوتی تھی۔ کمزوری کا یہ عالم تھا کہ اب وہ یوگا جانے والوں کے دماغوں میں بیچ نہیں پاری تھی۔ اسے یہ فکر ستا رہی تھی کہ اسی طرح کمزور رہے گی تو اعلیٰ بی بی اور فرناٹ کے اندر نہیں جاسکے گی۔ نہ ہی انہیں اپنے ذرا اثر لگنے کی اور نہ ہی انہیں ایک پیر پیدا کرنے پر مجبور کر سکے گی۔
 اعلیٰ بی بی اور فرناٹ نے فرناٹس سے یہ خیالات بڑھ کر اطمینان حاصل کیا کہ بنت عمارہ خیال خوانی کے معاملے میں کسی حد تک کمزور ہو چکی ہے۔ جب تک توانائی حاصل نہیں

ہوگی۔ وہ ان کے دماغوں میں نہیں آسکے گی۔
 اس نے فرناٹ سے کہا ”میں اپنے پایا کے لیے فکر مند ہوں۔ اس بڑھیا نے بڑی حد تک ان کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ معلومات جہاں تک بھی ہوں۔ اس نے ہمیں نہیں بتایا۔ ہم اس کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر کچھ تو معلوم کر سکتے ہیں؟“
 فرناٹ نے کہا ”وہ سیدھی طرح ان معلومات کے متعلق کچھ نہیں بتائے گی اور ہم جہاں اس سے معلوم نہیں کر سکیں گے اسے ہلاک کرنے کی دھمکی نہیں دے سکتے۔ وہ اپنی طبیعت موت سے پہلے نہیں مرے گی۔ اسے مار پیٹ کر اسے بدترین قسم کی اذیتیں پہنچا کر اس سے کچھ اگوا نہیں سکیں گے کیونکہ اسے سوچی چھوچی جائے یا اس کے جسم میں خنجر پیوست کیا جائے تو ان کا ذہن چند سیکنڈ میں بھر جاتا ہے۔ وہ تکلیف محسوس نہیں کرتی۔ بلکہ ایسے حلوں سے آسودگی حاصل کرتی ہے۔“
 ”اس بات پر غور کرو کیا فرناٹس کو آلہ کار بنا کر اس بڑھیا سے کچھ معلوم کیا جاسکتا ہے؟“
 ”وہ اسکندریہ سے واپس آ رہا ہے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد بنت عمارہ کے پاس پہنچے گا پھر ہم دیکھیں گے کہ ان کے درمیان کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ اور وہ ہمارے خلاف کیا کرنے والے ہیں؟“
 وہ وقت گزارنے کے لیے حویلی سے باہر آگئے۔ حویلی کے اطراف دور تک سرسبز و شاداب باغ بھی تھا اور وہاں مختلف قسم کی سبزیاں بھی اگائی گئی تھیں۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی آباد تھی۔ اس بستی کی تمام عورتیں اور مرد فرناٹ مصری کو آقا کہتے تھے۔ وہ اس کے کھیتوں اور اس کی حویلی میں ملازمت کرتے تھے۔
 وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے بستی سے گزرتے رہے۔ عورتیں اور مرد انہیں دیکھ دیکھ کر بڑی عقیدت سے سلام کرتے رہے۔ وہ ایک دوسرے کی قربت سے چپکے چپکے محروم ہو رہے تھے۔ رسمی طور پر انہیں جواب دیتے جا رہے تھے۔ انہیں پتا بھی نہ چلا کہ وہ بستی سے باہر کتنی دور نکل آئے ہیں۔
 ان کے ایک طرف چھوٹی بڑی پہاڑیاں تھیں۔ دوسری طرف ایک گھٹا جنگل تھا۔ پہاڑیوں کے دامن میں دور تک کھیت ہی کھیت دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اس پختہ راستے پر تھے جو کھیتوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ راستے کے ایک طرف ایک خوب صورت سا کانچ دکھائی دے رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا ”اس دیرانے میں اتنا خوب صورت کانچ کس نے بنوایا ہے؟“
 ”میں نے بنوایا ہے۔“ فرناٹ نے جواب دیا ”جب مجھے تنہائی درکار ہوتی ہے میں یہاں آجاتا ہوں۔“
 ”تم یہاں آکر تنہا کیوں رہتے ہو؟“
 وہ باتیں کرتے ہوئے کانچ کے احاطے میں داخل ہوئے۔ وہاں ہر طرف رنگ برنگ پھول کھلے ہوئے تھے۔ ساتھی حسین ہو تو احساسات میں بھی پھول کھلے لگتے ہیں۔ فرناٹ اس کی قربت سے مست ہو رہا تھا۔ وہ مستی میں نہیں تھی۔ بہت ریزہ رو رہنے کی عادی تھی۔ فرناٹ اسے بہت اچھا لگتا تھا لیکن وہ زبان سے اظہار نہیں کرتی تھی۔ اپنی اداؤں اپنے عمل سے اپنی پسندیدگی ظاہر کرتی تھی۔
 وہ دروازہ کھول کر کانچ کے اندر آئے۔ وہ کانچ ایک پہاڑی ٹیلے پر بنا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے گھٹا جنگل جانے لگتی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے کھڑی دروازے اندر سے بند تھے۔ فرناٹ نے ایک بڑی سی کڑی کھول کر کہا ”یہاں آکر دیکھو۔ جنگل کتنا گھٹا ہے؟ حد نظر تک درخت ہی درخت دکھائی دے رہے ہیں۔“
 اعلیٰ بی بی نے کھڑی کے پاس آکر دیکھا۔ پہاڑی کے ڈھلان میں حد نظر تک درخت ہی درخت دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے پوچھا ”جنگلات کا یہ سلسلہ کہاں تک گیا ہے؟“
 ”دریائے نیل کے ساحل تک پہنچ کر یہ جنگل دلدلی ہو جاتا ہے۔“
 اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھانیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ کھڑی کا ایک پٹ بند تھا۔ وہیں سے گولی شیشہ توڑی ہوئی اندر آئی۔ فرناٹ اسے دھکا دیتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ وہ جتنا تک کی ماہر تھی۔ گرتے گرتے بھی قلابازی کھاتی ہوئی دوسرے ٹیلی گئی۔
 فرناٹ فرش پر بڑا کراہ رہا تھا پھر وہاں سے رینگتا ہوا اعلیٰ بی بی کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھیں بازو میں گولی لگی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے پریشان ہو کر پوچھا ”گولی اندر ہے یا نکل چکی ہے؟“
 ”نکل چکی ہے۔ فکر نہ کرو۔ دوسرے کمرے کی الماری میں کئی طرح کے ہتھیار موجود ہیں۔ انہیں فوراً نکالو۔“
 وہ دوڑتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی۔ الماری کھول کر اس کی ایک بڑی سی دراز کو کھولا۔ اس میں مختلف ساخت کے ریوالور، شاٹ گن اور کلاشکوف رکھی ہوئی تھیں۔ اس کتابیات پہلی کیشنز

نے ایک ریوالور کو چپک کیا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ فرمان بھی اٹھ کر وہیں آگیا۔ اس نے ریوالور کو چپک کیا۔ وہ بھرا ہوا تھا۔ فرمان اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ کمرے میں آگیا تھا۔ اس نے ریوالور کو اس کی طرف اچھالا۔ وہ اسے دائیں ہاتھ سے کچ کرتے ہوئے بولا "نیچے والی دروازے میں فرسٹ ایڈ باکس ہے۔ اسے نکال کر مجھے دو اور تم جنگ کی سمت والی کھڑکیوں کی طرف نہ جاؤ۔"

اس نے چلی دروازے سے فرسٹ ایڈ باکس نکال کر اسے فرش پر رکھا پھر اسے زور سے دھکا دیا۔ وہ پھسلتا ہوا فرمان کے پاس کچ گیا۔ اس کے بعد ایک کلا شکوف بھی اس کے پاس آئی۔ وہ برق رفتاری سے ایکشن میں آچکی تھی۔ اس نے ایک پستول کو لوڈ کیا۔ اس کے کئی میگزین اسے لباس کے اندر چھپائے پھر کھڑکی کے قریب ایک دیوار سے لگ کر شیشے کے آریار دیکھنے لگی۔ دھلان میں بڑے پھر اور چٹانیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اس کے بعد دور تک درخت ہی درخت دکھائی دے رہے تھے۔ ادھر کوئی آدم زاد تو کیا؟ کوئی جانور بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ کھڑکی کے نیچے جھکتی ہوئی دوسرے کمرے میں آئی۔ وہاں کھڑکی کے کنارے دیوار سے لگ کر دیکھا۔ وہاں بھی دھلان میں بڑے بڑے پھر اور چٹانیں تھیں۔ دو مسلح شخص اور چھتے ہوئے کانچ کی طرف آرہے تھے۔ اس نے آہستگی سے کھڑکی کی چوٹی کرائی پھر اچانک ہی کھڑکی کے پٹ کو کھول کر تراتر فائرنگ کی۔ ایک شخص کے حلق سے چھ نکلی۔ وہ گولی کھا کر دھلان سے لڑھکتا ہوا نیچے جانے لگا۔

دوسرا شخص اچھل کر ایک پتھر کی آڑ میں چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی نے دو ڈکر چلا کر لگائی اور میز پر آئی۔ وہاں روشن دان سے دیکھا۔ اس سے بچ کر جانے والا اب چٹان پر رہنکا ہوا ایک سمت جا رہا تھا۔ اس نے نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ وہ چٹان پر اونڈھے منہ لیٹا ہوا رہ گیا تھا۔ اس کے بعد رہینگنے کے قاتل نہ رہا۔ وہیں اونڈھے منہ لیٹا رہ گیا۔

فرمان نے ایک دوا کے ذریعے خون کے بہاؤ کو روک لیا تھا۔ اس پر پٹی چپکا کر دوسری کھڑکی کی طرف جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت دوسرے کمرے کی کھڑکی کے شیشے کے ٹوٹنے کی آواز آئی۔ فرمان فرش پر رہنکا ہوا اس کمرے کے دروازے پر آیا۔ اسے آہستگی سے کھول کر دیکھا۔ ایک مسلح شخص شیشے ٹوٹنے کے بعد ہاتھ ڈال کر چوٹی گرا رہا تھا۔ وہ چپے ہی ایک پٹ کھول کر اندر کی طرف آیا۔ فرمان نے گولی چلا دی۔ گولی اس کے شانے میں لگی۔ وہ آدھا کھڑکی کے اندر تھا اور آدھا

باہر تھا۔ زخمی ہونے کے بعد بھانٹا جا رہا تھا لیکن فوراً ہی باہر نہ جاسکا۔ فرمان نے لٹکارتے ہوئے کہا "خبردار! کوئی حرکت نہ کرنا۔ ہتھیار پیٹک دو اور بتاؤ کہ ہم سے دشمن کیوں کر رہے ہو؟"

وہ ہتھیار پھینکتے ہوئے بولا "پلیز مجھے گولی نہ مارنا۔ ہم تمہیں ہلاک کرنے نہیں آئے ہیں صرف تمہیں دہشت زدہ کر کے قیدی بنا کر لے جانے آئے ہیں۔"

"مجھے قیدی بنا کر کہاں لے جانا چاہتے ہو۔"

"ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں اہرام کے پیچھے ایک لال کوٹھی میں لے جائیں۔"

فرمان نے کہا "اچھا۔ سمجھ گیا۔ اس لال کوٹھی کی مالک بنت عمارہ ہے۔ اس نے تم لوگوں کو بھیجا ہے۔"

"ہاں۔ تم ہماری مجبوری سمجھ سکتے ہو۔ میڈم بہت خطرناک ہیں۔ ان کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کی سزا موت ہے۔ یہاں ناکام ہونے کے بعد تم سے بھی ہمیں موت ملے گی۔"

"تم سب تعداد میں کتنے ہو؟"

"ہم آٹھ تھے دو ابھی مارے گئے ہیں۔ میں آپ کو دوستانہ انداز میں سمجھاتا ہوں۔ آپ ہمارے ساتھ لال کوٹھی میں چلیں۔ آپ کو میڈم کی طاقت کا پتا ہے ان کے سامنے بھٹکانا ہی بڑے گا۔"

"میں بھی تمہیں سمجھاتا ہوں۔ اپنے باقی پانچ ساتھیوں کے ساتھ واپس چلے جاؤ۔ ورنہ تم میں سے کوئی یہاں سے زندہ نہیں جاسکے گا۔"

"آپ ہمارے لیے راہنمائی کر رہے ہیں۔ ہم آپ کو لے بغیر نہیں جاسکیں گے پھر بھی میں جا کر اپنے ساتھیوں کو سمجھاتا ہوں۔ انہیں سمجھا سنا کر یہاں سے لے جانے کی کوشش کروں گا۔"

وہ کھڑکی سے باہر جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت اعلیٰ بی بی نے وہاں پہنچ کر اس کی ٹانگ پر گولی مار دی پھر بولی "فرمان! تم اس سے باتوں میں لگے رہے۔ اس کے خیالات نہیں پڑھو۔ یہ یہاں سے جا کر اس کانچ کے اندر آنسو گیس کے شیلز پھینکنا چاہتا تھا۔ ہمیں باہر آنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا۔ اب یہ اپناج بن کر یہاں اندر بڑا رہے گا تو اس کے ساتھی اس کی سلامتی کے لیے شیلز نہیں پھینکیں گے۔"

وہ گولی کھانے کے بعد کمرے کے اندر گر کر فرش پر بڑا ہوا تھا۔ فرمان نے کھڑکی کے قریب دیوار سے لگ کر چھپنے ہوئے کہا "سنو! میری بات توجہ سے سنو! تمہارا ایک ساتھی

یہاں ہماری قید میں ہے۔ اگر آنسو گیس کے شیل یہاں پھینکو گے تو ہمارے ساتھ یہ بھی مصیبت میں مبتلا ہوگا۔ تم صرف پانچ رہ گئے ہو۔ اگر پانچ منٹ کے اندر واپس نہیں جاؤ گے تو یہاں کوئی تمہاری لاشیں اٹھانے کے لیے بھی نہیں آئے گا۔"

اعلیٰ بی بی اور فرمان جگ کر چلے ہوئے کانچ کے پیچھے اس دروازے کی طرف آئے جو جنگ کی طرف نکلتا تھا۔ انہوں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ ادھر ویرانی تھی۔ کوئی دشمن نظر نہیں آ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے دروازے کو آہستگی سے کھول کر باہر کی طرف دیکھا۔ کانچ کے دائیں بائیں بھی کوئی نظر نہیں آ رہا تھا پھر اس نے فرمان سے کہا "میں دیوار سے لگی ہوئی دائیں طرف جاؤں گی۔ تم اسی طرح دیوار سے لگے ہوئے بائیں طرف جاؤ۔ ادھر دیوار کے پیچھے جو لوگ چھپے ہوں گے وہ نظر آجائیں گے۔ اب ہمیں فائرنگ کرتے ہوئے اس دھلان سے اتر کر جنگ کی طرف جانا ہوگا۔ کانچ کے اندر خطرہ ہے۔"

وہ دونوں محتاط انداز میں باہر آئے پھر دیوار سے لگ کر دو مختلف سمتوں میں جانے لگے۔ وہ دونوں ان کناروں تک پہنچ گئے جہاں کانچ کی دیوار دوسری طرف مڑتی تھی۔ انہوں نے سر نکال کر دوسری طرف دیکھا۔ اسی وقت گولیاں چلنے لگیں۔ ان دونوں نے جوالی فائرنگ کی۔ ایسی کاؤنٹر فائرنگ سے نہ کسی کو نقصان ہوا نہ کسی کو فائدہ پہنچا۔ فرمان اپنی جگہ سے اچھل کر دوڑتا ہوا دھلان کی طرف ایک بڑے پھر کے پیچھے چلا گیا۔ وہاں سے اس نے فائرنگ کی تو جوالی فائرنگ کرنے والے کسی دوسری جگہ چھپنے کے لیے ادھر اُدھر بھاگتے چلے گئے۔

فرمان نے انہیں دور بھاگ کر اعلیٰ بی بی کی طرف دیکھا۔ وہ دیوار کے پاس سے چھلانگ لگا کر فضا میں لمبی قلا بازیاں کھاتی ہوئی دھلان سے نیچے جانے لگی۔ یہ جتنا تک کا حیرت انگیز کمال تھا۔ ہموار زمین پر سبھی پازیکر مختلف انداز میں قلا بازیاں کھالیتے ہیں مگر وہاں کی زمین ہر قدم پر نیچے اور نیچے کی طرف جاری تھی۔ ایسی دھلان پر بار بار قدم جھاکر پھر فضا میں قلا بازیاں کھا کر آگے بڑھنا تقریباً ناممکن تھا جسے وہ ممکن بنا رہی تھی۔

دو دشمن اس کی طرف مسلسل فائر کر رہے تھے لیکن اس کے مسلسل متحرک رہنے کے باعث نشانہ چوک رہا تھا۔ گولیاں اس پاس سے گزری تھیں۔ فرمان نے کلا شکوف سے گولیاں چلائیں تو ان میں سے ایک چخ کر ہوا میں اچھلا

اور پھر زمین پر آکر گر اور اس کی لاش دھلان کی طرف لڑھکتی چلی گئی۔ اس کا دوسرا سا مچی چھپنے کے لیے کانچ کے دوسری طرف بھاگتا چلا گیا۔ اب وہ چارہ گئے تھے۔

موقع چلنے ہی فرمان پتھروں کے پیچھے چھپتا ہوا دھلان سے اتر کر نیچے جانے لگا۔ وہ نیچے پہنچ کر اعلیٰ بی بی کی طرف جانا چاہ رہا تھا وہ اس سے بہت دور تھی۔ ایسے وقت پھر اوپر سے فائرنگ ہونے لگی۔ وہ چاروں دور دور تک پھیل گئے تھے۔ فائرنگ کرتے ہوئے انہیں گھیرنا چاہتے تھے۔ فائرنگ ایسی ہو رہی تھی کہ وہ اعلیٰ بی بی کی طرف نہ جاسکا۔ دوڑتا ہوا قریبی درخت کے پیچھے چلا گیا۔

وہاں سے نئے درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ دشمن بڑے بڑے پتھروں کے پیچھے چھپتے ہوئے دھلان سے اترتے ہوئے ان کی طرف آرہے تھے۔ ان میں سے دو فرمان کی طرف فائرنگ کر رہے تھے اور باقی دو اعلیٰ بی بی سے جوالی فائرنگ میں مصروف تھے۔ وہ بھی درختوں کے پیچھے آگئی تھی اور فائرنگ سے بچنے کے لیے ایک درخت سے دوسرے درخت کے پیچھے چھپتی جا رہی تھی۔

فرمان بھی اسی طرح چھپتا ہوا دور ہوتا جا رہا تھا۔ ان کے درمیان اتنے درخت آڑے آرہے تھے کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں پا رہے تھے۔ مسلسل فائرنگ کے باعث ان دونوں کو خیال خوانی کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ بہت عمارہ کے اندر جا کر اسے وارننگ دیتا چاہتے تھے کہ وہ دشمنی سے باز آجائے۔ ایسی دشمنی سے وہ کچھ حاصل نہیں کر سکے گی۔ سراسر نقصان اٹھائے گی۔

وہ دونوں جنگل میں بہت دور نکل آئے تھے۔ بے شمار درخت تھے اور ایسے کھنڈے تھے کہ سورج چھپ گیا تھا۔ اس کی روشنی زمین تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ فائرنگ رک گئی تھی۔ دشمن بھی انہیں تلاش کر رہے تھے اور یہ سمجھ رہے تھے کہ اس جنگل میں زیادہ اندر تک جائیں گے تو بھگ جائیں گے۔ واپسی کا راستہ سمجھ میں نہیں آئے گا۔

اعلیٰ بی بی نے خیال خوانی کے ذریعے فرمان کو مخاطب کیا "تم خیریت سے ہو؟ کیا تمہاری طرف فائرنگ ہو رہی ہے؟"

فرمان نے کہا "دشمنوں کی طرف سے خاموشی ہے۔ پتا نہیں ہم ایک دوسرے سے کتنی دور ہو گئے ہیں؟"

ایک طویل وقفے کے بعد پھر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ ایک گولی اس درخت کے تنے سے آکر لگی جس کے پیچھے فرمان چھپا ہوا تھا۔ اس نے مسلسل جوالی فائرنگ کی پھر زمین پر رہنکا ہوا دوسرے درخت کے پیچھے چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی نے

کہا "انہوں نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔ پتا نہیں تم کہاں ہو؟ میں تمہارے پاس کیسے آؤں؟"

"میری فکر نہ کرو۔ اپنا خیال رکھو۔ خیال خواتی کرتی رہو گی تو دشمنوں سے غافل ہو جاؤ گی۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک گولی چلی۔ وہ اچھل کر زمین پر گر۔ اعلیٰ لی بی نے پریشان ہو کر کہا "فرمان حوصلہ کرو۔ اودھایا! پہلے تمہارے ہاتھیں بازو میں گولی لگی تھی۔ اب اسی بازو کے اوپر شانے میں گولی لگی ہے۔"

فرمان کے ہاتھ سے گن جھٹ گئی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ چار مسلح شخص اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے قریب آتے جا رہے تھے۔ اب اعلیٰ لی بی کو سمجھ میں آیا کہ وہ چاروں فرمان کے ہی پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اس کے پیچھے کوئی نہیں آ رہا تھا۔ بنت عمارہ کو فرمان کی ضرورت تھی۔ اس لیے وہ اعلیٰ لی بی کو نظر انداز کر رہے تھے۔

وہ چاروں فرمان کے قریب آ گئے۔ وہ تکلیف کی شدت کو برداشت کرتے ہوئے اٹھنا چاہتا تھا۔ ان میں سے ایک نے رائفل بکے کندے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ چکر اکر ایسے گرا کہ پھر اٹھ نہ سکا۔ بے ہوش ہو گیا۔ اعلیٰ لی بی اب اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتی تھیں۔ یہ معلوم نہیں کر سکتی تھیں کہ وہ لوگ فرمان کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟

وہ فوراً ہی خیال خواتی کرتی ہوئی بنت عمارہ کے دماغ میں پہنچی۔ وہ ٹیلی فون کا ریسپور کان سے لگائے پوچھ رہی تھی "کیس وہ مرقو نہیں گیا؟ اسے چیک کرو۔ اسے مرنا نہیں چاہیے۔"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی "میڈم! ہم اسے آپ کے پاس زندہ ہی لائیں گے۔ یہ صرف بے ہوش ہوا ہے۔"

اس پر ہویا نے پوچھا "وہ لڑکی کہاں ہے؟"

"میڈم وہ اسی جنگل میں کیس گم ہو گئی ہے۔ نظر نہیں آ رہی ہے۔"

"اس سے ہوشیار رہو۔ وہ مکار بھی ہے اور خطرناک بھی۔ فرمان کو فوراً لال کوٹھی میں پہنچاؤ۔ وہ اپنے یار کی خاطر اس کو ٹھکی کی طرف ضرور آئے گی پھر میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

"عمارہ نے ریسپور کریڈل پر رکھ دیا پھر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں اس کا معاون وچ ڈاکٹر فرنانڈس کھڑا ہوا آگے جبکہ کمرہ کرتے ہوئے کمرہ رہا تھا "میں آپ کے حکم

کے مطابق حاضر ہو گیا ہوں۔ آپ بہت کمزور اور بیمار یا رسی دکھائی دے رہی ہیں۔"

وہ بولی "اچھا ہوا تم آگئے۔ ایسے برے وقت میں تم ہی میری ناکامیوں کو کامیابیوں میں بدل سکتے ہو۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔ میرے لیے یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ میں آپ کے برے وقت میں کام آؤں گا۔ پلیز مجھے بتائیں معاملہ کیا ہے؟"

اس نے کہا "میں تمہیں فرمان کے بارے میں بتا چکی ہوں کہ اس نے بیٹیاں کرکے دھوکا دیا ہے۔ ایک حسین لڑکی کی خاطر مجھ سے نا فرمائی کر رہا ہے۔ میرا صرف ایک حکم نہیں مان رہا ہے۔ مجھے صرف اس کا ایک بچہ چاہیے اور وہ بچہ دینے سے انکار کر رہا ہے۔"

فرنانڈس نے کہا "آپ فکر نہ کریں۔ میں اسے اپنے گھٹنے میں لے کر آپ کی فرمان برداری پر مجبور کروں گا۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ اس کے ساتھ فرہادی علی تیور کی بیٹی ہے۔ وہ اپنی ماں سونیا کی طرح مکار اور خطرناک ہے۔ وہ ابھی فرمان کی حفاظت کر رہی تھی لیکن میرے غلاموں نے فرمان کو بے ہوش کر دیا ہے۔ اسے بے ہوشی کی حالت میں لال کوٹھی پہنچا رہے ہیں۔ تم فوراً ڈاکٹر زبیر کو ساتھ لے کر جاؤ۔ اس سے کہو کہ وہ فرمان کے ہوش میں آتے ہی اسے کوما میں پہنچا دے۔ اس طرح اعلیٰ لی بی کبھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گی۔"

وہ بولا "میں ابھی جا رہا ہوں۔ آپ میرے دماغ میں رہ کر یہ معلوم کرتی رہیں کہ میں کس طرح فرمان کو اس کی محبوبہ سے دور کر رہا ہوں۔"

"میں تم سے فون کے ذریعے رابطہ کرتی رہوں گی۔ بی الحال خیال خواتی نہیں کروں گی۔"

فرنانڈس نے اسے ٹیوٹی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا آپ بہت زیادہ کمزوری محسوس کر رہی ہیں؟"

وہ پریشان ہو کر بولی "ہاں۔ پتا نہیں۔ مجھ پر منتروں کا اثر کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ میں صبح سے شام تک منتظر رہتی رہتی ہوں پھر بھی توانائی حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ کمزوری بڑھتی جا رہی ہے۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میں ڈوب رہی ہوں۔"

وہ بولا "آپ اس قدر کمزوری کے باعث خیال خواتی کرنے کے قابل نہیں رہی ہیں۔"

"آہ! میں بہت مجبور ہو گئی ہوں۔ ابھی میں نے اپنے غلاموں سے فون پر گفتگو کی تھی۔ پہلے خیال خواتی کی کوشش کی تو ناکام رہی۔ تم اب جاؤ میں تم سے بھی فون کے ذریعے

معلومات حاصل کرتی رہوں گی۔"

"میں ابھی آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا لیکن ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے بتایا تھا کہ آپ نے کسی حد تک فرہادی علی تیور کا سراغ لگایا ہے لیکن کوئی انجانبا جادوگر آپ کے راستے میں رکاوٹ بن رہا ہے۔"

"ہاں۔ مجھے کچھ توانائی حاصل ہو گئی تو میں اس رکاوٹ کو دور کروں گی۔ فرہاد تک کچھ کر اسے اپنے طلسمی گھٹنے میں لے آؤں گی۔ یہ باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔ تم ابھی جاؤ۔"

"میڈم! یہ باتیں ابھی بہت ضروری ہیں۔ میں اعلیٰ لی بی کی کوئی بہت بڑی کمزوری اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا ہوں۔ بی الحال اس کی کمزوری اس کا باپ ہے۔ جب میں اسے یہ بتاؤں گا کہ اس کا باپ مجھے مل گیا ہے اور وہ میرے گھٹنے میں ہے۔ تب وہ میرے سامنے دم نہیں مارے گی میری فرمان برداری کر رہے گی۔"

"آپ اس قابل نہیں رہیں کہ اسے اپنی معمولہ بنا سکیں۔ آپ کی جسمانی اور دماغی کمزوری بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ بھول جائیں گے کہ آپ توانائی حاصل کر سکیں گے۔ آپ اپنے سارے کام مجھے سونپ دیں۔ میں آپ کو بوڑھی سے جوان اور کمزور سے توانا بنائوں گا۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بولی "بے شک اب میں اعلیٰ لی بی سے تنہا نہیں لڑ سکیں گی۔ تم میرے لیے اسے ایک ناجائز بچہ پیدا کرنے پر مجبور کر سکو گے۔"

"تو پھر آپ مجھے اعلیٰ لی بی کی کمزوری بتائیں۔ اس کا باپ کہاں گم ہو گیا ہے؟ وہ مجھے کہاں مل سکتا ہے؟"

وہ بولی "میرے علم نے مجھے بتایا ہے کہ فرہادی علی تیور کو شرق کی طرف جا کر تلاش کیا جاسکتا ہے۔ یہاں سے شرق کی طرف ایشیا ہے۔ دنیا کے نقشے میں یہاں سے دیکھا جائے تو شرق کی طرف پہلا ملک ہندوستان ہے پھر اس کے بعد شرق بعید کے بہت سے ممالک ہیں۔"

وہ چند لمحوں تک چپ رہی پھر بولی "میں نے منتروں کا جاب کرنے کے دوران میں ایک انجانبا سی رکاوٹ محسوس کی ہے۔ اگر وہ رکاوٹ نہ ہوتی تو میں معلوم کر لیتی کہ وہ کہاں موجود ہے۔"

فرنانڈس نے کہا "میں ابھی فرمان کو کوما میں پہنچانے

کے لیے اسے کوما میں پہنچانا چاہتی تھی۔

ابھی اعلیٰ لی بی کی نا اہم مسئلہ یہی تھا کہ فرمان کو کوما میں جانے سے کس طرح بچا سکتی ہے۔ کوما کو آدمی موت کہنا چاہیے۔ ایک انجکشن کے ذریعے اچھے بھلے چلتے پھرتے آدمی کو سر سے پاؤں تک بے بس بنا دیا جاتا ہے۔ وہ ایک ذرا سی حرکت کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ وہ ایک مردے کی طرح بستر پر چاروں شانے جت پڑا سامنے والی دیوار کو دیکھتا رہتا ہے۔ اس میں اتنی سکت بھی نہیں رہتی کہ وہ دیدے گھما کر دائیں بائیں دیکھ سکے۔ دماغ کچھ سوچنے کے قابل نہیں رہتا۔ کوئی بھی خیال خواتی کے ذریعے اس کے اندر آکر اسے دماغی طور پر بیدار نہیں کر سکتا۔

وہ نہ سن سکتا ہے نہ سوچ سکتا ہے۔ نہ بول سکتا ہے نہ منہ کھول کر کچھ کھا لی سکتا ہے۔ اس کے اندر انجکشن کے ذریعے خوراک پہنچائی جاتی ہے۔ اگر وہ فرمان کو کوما میں پہنچا دیتے تو اعلیٰ لی بی پھر اس سے کس طرح بھی رابطہ کرنے کے قابل نہ رہتی اسے ان کے گھٹنے سے نکالنے کی ہر تدبیر ناکام ہوتی رہتی۔

وہ بنت عمارہ کے دماغ سے نکل کر فرنانڈس کے اندر پہنچ گئی۔ فرنانڈس آٹھ گھنٹے بعد ڈاکٹر زبیر کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے بولا "میڈم عمارہ کو تمہاری خدمات کی ضرورت ہے۔"

ڈاکٹر زبیر نے کہا "میں اس وقت اسپتال جا رہا تھا لیکن میڈم کے لیے تو جان بھی حاضر ہے۔ میں ان سے جتنی رقم مانگا ہوں وہ اس سے زیادہ دیتی ہیں پولو کیا کام ہے؟"

"تم ابھی میرے ساتھ لال کوٹھی چلو گے۔ تم میڈم کے منہ بولے بیٹے فرمان کو جانتے ہو۔ وہ فرمان نافرمان ہو گیا ہے۔ اسے بے ہوشی کی حالت میں لایا جا رہا ہے۔ جب وہ ہوش میں آجائے تو تم اسے کوما میں پہنچا دو گے۔"

اعلیٰ لی بی ڈاکٹر زبیر کے اندر پہنچ گئی تھی۔ اس کے

کتابیات پہلی کیشینز

دیوتا 44

33

کتابیات پہلی کیشینز

33

خیالات بڑھ رہی تھی۔ وہ ڈاکٹر رشوت خور تھا دولت کمانے کے لیے کسی کا حاصل گرا دیتا تھا کسی کا دل، گروے اور آنکھیں غیر قانونی طور پر حاصل کر کے ایسے ضرورت مندوں کو فیض پہنچاتا تھا جو اسے زیادہ سے زیادہ رقم دیتے تھے اس نے فریڈنس سے کہا ”تم یہاں بیٹھو۔ میں کوما کے سلسلے میں ضروری دوائیں اپنے بیگ میں رکھ لوں پھر ہم چلیں گے۔“ اس نے کہا ”وہ بری طرح زخمی ہے اسے دو گولیاں لگی ہیں۔ اس کی مرہم پٹی کے لیے بھی ضروری دوائیں اور انجکشن رکھ لو۔“

وہ دوسرے کمرے میں آیا وہاں دواؤں کا اسٹاک رکھا ہوا تھا۔ وہ ضروری دوائیں نکال کر بیگ میں رکھنے لگا۔ ایک انجکشن کی شیشی اٹھاتے وقت اس کے خیالات نے کہا ”یہ انجکشن بڑا موثر ہے۔ یہ کم از کم پچاس گھنٹوں تک فرمان کو نیم مرده بنا کر رکھے گا۔“

اعلیٰ بی بی نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا تھا اس نے اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق اس شیشی پر گھٹے ہوئے لیبل کو الٹ کیا پھر اس لیبل کو دوسرے انجکشن کی شیشی پر چپکا دیا۔ اس شیشی میں ایسی دوا بھی جو مریض کو سکون سے سلا دیتی اور اسے کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچاتی۔

اس نے ڈاکٹر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر سوچا ”یہ ابھی مجھے ایک لمحے کے لیے کیا ہو گیا تھا؟“

اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی انجکشن کی شیشی کو دیکھا۔ اس شیشی کا لیبل پتلا رہا تھا کہ اس میں دی دوا ہے جو فرمان کو کوما میں پہنچا دے گی۔ اس نے خود کو سمجھایا ”مجھے کچھ نہیں ہوا تھا میں نے ابھی یہ شیشی بیگ میں رکھنے کے لیے اٹھائی تھی اور یہ میرے ہاتھ میں ہے۔ پتا نہیں کیوں کبھی کبھی ایسا لگتا ہے جیسے ہم بیٹھے بیٹھے کیس کھو گئے ہوں۔ ہم چند ساعتوں کے لیے ایسے غم ہو جاتے ہیں کہ ہمیں اپنی کوئی خبر نہیں ہوتی۔“

اس نے وہ شیشی بیگ میں رکھ لی۔ اعلیٰ بی بی مطمئن ہو گئی۔ اب یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ اندر دشنوں کے دماغوں میں مسلسل رہتی۔ اسے دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری تھا۔ وہ ڈاکٹر زہیر کے دماغ سے واپس آگئی۔ اس کے اپنے مسائل بھی تھے اس وقت وہ گھٹے جنگل میں تھی۔ شام کے سائے پھیل رہے تھے ایک آدھ گھنٹے بعد رات کی تاریکی پھیلنے والی تھی پھر اسے وہاں کچھ دکھائی نہ دیتا۔ وہ ایک اندھ کی

طرح دو سری صبح تک بھٹکتی رہتی۔ ابھی دن کی ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ دور تک بڑے بڑے سایہ دار درخت اور گھنی جھاڑیاں تھیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس سمت جانے سے وہ کسی انسانی آبادی تک پہنچ سکے گی؟

اس نے ذہانت سے سوچا۔ چاروں طرف توجہ سے دیکھا تو ایک سمت گمرے سائے حد نظر تک تھے۔ دوسری طرف دن کی دم توڑتی ہوئی روشنی کہہ رہی تھی کہ وہ بھی ایک آدھ گھنٹے میں بجھنے والی ہے۔ ذہانت نے سمجھایا جہاں دم توڑتی ہوئی بجھتی ہوئی سی روشنی ہے وہاں یقیناً سورج ڈوبنے والا ہے اور وہ مغربی سمت ہے۔

وہ مغرب کی سمت رخ کر کے کھڑی ہو گئی۔ اس کے دائیں طرف شمال اور بائیں طرف جنوب تھا۔ جنوب کی طرف اس جنگل کے اختتام پر دریا نے تل بن رہا تھا۔ شمال کی طرف فرمان کا وہ کانچ تھا جہاں دشنوں نے ان پر حملے کیے تھے۔

وہ شمال کی طرف تیزی سے دوڑنے لگی۔ وہ دن کی آخری روشنی بجھنے سے پہلے اس کانچ تک یا کسی انسانی آبادی تک پہنچنا چاہتی تھی۔ بنت عمارہ کا خیال تھا کہ وہ جنگل ایک بھول مچھلیاں ہے۔ اعلیٰ بی بی تمام رات تاریکی میں بھٹکتی رہے گی۔ جنگلی درندوں اور زہریلے سانپوں سے بچ کر واپس نہیں آسکے گی لیکن وہ اپنی ذہانت سے بچاؤ کا راستہ نکال چکی تھی۔ تیزی سے ایک ہی سمت میں دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ دائیں بائیں کہیں نہیں مڑے گی۔ اس کے راستے میں درخت اور جھاڑیاں آ رہی تھیں وہ جھاڑیوں کے اس پار جانے کے لیے دائیں بائیں جتنے قدم مڑتی تھی ان جھاڑیوں کو پار کرنے کے بعد پھر اتنے ہی قدم واپس آ جاتی تھی اس طرح پھر شمال کی سمت دوڑنے لگتی تھی۔

اسے صرف آدھ گھنٹے تک مسلسل دوڑنا پڑا آخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو ہی گئی۔ رات کی تاریکی پھیلنے پھیلنے وہ اس پختہ سڑک پر پہنچ گئی جس کے دوسری طرف دور تک کھیت ہی کھیت دکھائی دے رہے تھے۔ وہ فرمان کے ساتھ اسی راستے پر چلتی ہوئی کانچ تک گئی تھی۔ وہ کانچ اور وہ بستی دور تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وہ دور تک دیکھ بھی نہیں سکتی تھی۔

ایک اندازہ تھا کہ وہ کانچ یا بستی کے قریب ہے۔ وہ ایک آدھ گھنٹے تک پختہ سڑک پر چلتی رہے گی تو انسانی آبادی

تک پہنچ جائے گی۔

وہ سڑک پر چلتی ہوئی خیال خوانی کے ذریعے فریڈنس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ ڈاکٹر زہیر نے فرمان کو ایک انجکشن لگایا تھا۔ جس کے بعد وہ ساکت ہو گیا ہے۔ اب وہ اپنی مرضی سے ایک ذرا بھی جنبش نہیں کر سکے گا۔

وہ یہ خیالات بڑھ کر فرمان کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ کوما میں نہیں تھا۔ انجکشن تبدیل کرنے کے نتیجے میں اسے کوما سے نجات ملی تھی اس وقت وہ گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔

اس کے خوابیدہ خیالات نے بتایا کہ اس نے ہوش میں آنے کے بعد خود کو ایک کمرے میں پایا تھا۔ اس کے آس پاس فریڈنس اور ڈاکٹر زہیر کو کھڑے ہوئے تھے۔ فریڈنس نے مسکرا کر اس سے کہا تھا ”فرمان! ہمارے درمیان اچھے تعلقات رہے ہیں لیکن فی الحال میں تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔ تمہیں زیادہ دیر ہوش میں نہیں رکھا جاسکتا۔ تمہاری چاہنے والی یقیناً تمہارے دماغ میں ہوگی اور تمہیں بچانے کی تدبیر کر رہی ہوگی مگر افسوس اس بے چاری کو مایوسی ہوگی۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی ڈاکٹر نے اس کے بازو میں ایک انجکشن لگایا۔ وہ زخمی ہونے کے باعث پہلے ہی کمزور تھا۔ نیند کے انجکشن نے فوراً اثر دکھایا اور وہ گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

اعلیٰ بی بی نے اسے مخاطب کیا ”فرمان! تم خواب کی اسکرین پر مجھے دیکھ رہے ہو۔ مجھے دیکھو۔ کیا میں نظر آ رہی ہوں؟“

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا ”ہاں۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تم کہاں ہو؟ میں تمہارے کیا ہوں۔ میرے پاس آ جاؤ۔“

”میں تمہارے پاس ہوں۔ یہ کبھی نہ سوچو کہ میں تمہیں بے پارودہ مددگار چھوڑ دوں گی۔ بنت عمارہ فریڈنس اور ڈاکٹر زہیر تمہیں کوما میں پہنچانا چاہتے تھے تاکہ تم جسامتی اور دماغی طور پر نیم مرده ہو جاؤ۔ تمہاری سوچ کی لہریں سو جائیں اور میں خیال خوانی کے ذریعے تمہارے کام نہ آسکوں۔“

وہ بولا ”میں کوما میں جانے کے بعد ایک مرده سے بھی بدتر ہو جاؤں گا۔ کیا تم نے میرے بچاؤ کی کوئی تدبیر سوچی ہے؟“

”میں اپنی تدبیر پر عمل کر چکی ہوں۔ ڈاکٹر زہیر جس انجکشن کے ذریعے تمہیں کوما میں پہنچانا چاہتا تھا۔ میں نے وہ انجکشن بدل دیا ہے۔ وہ دھوکا کھا گیا ہے تمہیں نیند کا انجکشن

لگا کر یہ سمجھ رہا ہے کہ تم کوما میں پہنچ گئے ہو۔“

”او۔ تھینک یو اعلیٰ بی بی! تم بہت باکمال ہو۔ تم نے ان کی ایک بہت اہم چال کو ناکام بنا دیا ہے۔“

”تمہیں جو انجکشن لگایا گیا ہے اس کے نتیجے میں چند گھنٹے تک سوتے رہو گے لیکن آگے کھلے ہی دشنوں پر یہ بیدار کھل جائے گا کہ تم کوما میں نہیں ہو۔“

وہ بولا ”میں خود کو کھینچنے کی حالت میں رکھوں گا۔ مرده بن کر پڑا رہوں گا۔ ایک ذرا حرکت نہیں کروں گا۔“

”نہیں فرمان! کوئی بھی زندہ اور متحرک شخص خود کو کئی گھنٹے تک ساکت بنا کر نہیں رکھ سکتا۔ کسی وجہ سے بھی تمہارا جسم ذرا سی بھی حرکت کرے گا تو وہ سمجھ لیں گے کہ ہم انہیں دھوکا دے رہے ہیں۔“

”تو پھر ایک ہی راستہ ہے۔ تم تخریبی عمل کے ذریعے میرے جسم کو بے حس و بے حرکت بنا دو۔“

”میں یہی کرنے والی ہوں۔ اب تم خاموش رہو۔“

وہ اس پر عمل کرنے لگی۔ اسے پوری طرح اپنے زیر اثر لانے کے بعد اس سے پوچھا ”کیا تم میرے مطیع اور فرمان بردار ہو؟“

وہ خوابیدہ لہجے میں بولا ”ہاں۔ میں تمہارا مطیع اور فرمان بردار ہوں۔“

”میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد بھی تمہاری آنکھیں اسی طرح بند رہیں گی۔ تمہارے جسم کا کوئی حصہ ایک ذرا سی بھی حرکت نہیں کرے گا۔ تمہارے جسم پر کوئی کبھی بیٹھے یا کوئی سانپ رہتا رہے۔ تب بھی تم حرکت نہیں کرو گے۔ تمہارا ذہن بیہوشی اثرات قبول نہیں کرے گا۔ کسی وجہ سے بھی چھینک آئے گی یا کھانسی ہوگی تو تمہارا ذہن نہ اسے قبول کرے گا اور نہ ہی اسے ظاہر کرے گا۔ یہ سب کچھ تمہارے اندر ہی تحلیل ہو کر رہ جائے گا۔“

پھر اس نے کہا ”اس طرح تم معنوی کوما میں رہو گے نہ بول سکو گے نہ حرکت کر سکو گے۔ جب خطرہ ٹل جائے گا اور میں حکم دوں گی تو تمہارے اندر سے تمام بے بسی ختم ہو جائے گی پھر تم بستر سے اٹھ جاؤ گے۔ چلے پھرے دوڑنے اور ذہنی فلاں بازیاں کھانے لگو گے۔“

اس نے تخریبی عمل مکمل کیا پھر اس کے خوابیدہ دماغ سے نکل کر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ وہ رات کی تاریکی میں ویران سڑک پر تنہا جا رہی تھی۔ فرمان پر تخریبی عمل کرنے کے بعد مطمئن ہو رہی تھی۔ سب سے زیادہ اطمینان کی بات تو یہ تھی کہ بنت عمارہ انتہائی کمزوری کے

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

روشنی کے مینار

قیمت 150/- روپے ڈاکٹریج 25/- روپے

عظمت کے مینار

قیمت 150/- روپے ڈاکٹریج 25/- روپے

ایمان کا سفر

قیمت 150/- روپے ڈاکٹریج 25/- روپے

پچرا گھر

قیمت 100/- روپے ڈاکٹریج 25/- روپے

آدھا چہرہ

قیمت 250/- روپے ڈاکٹریج 25/- روپے

کالی کمانیاں

قیمت 300/- روپے ڈاکٹریج 23/- روپے

ہٹ ہٹ کی پوئیاں

قیمت 500/- روپے ڈاکٹریج 23/- روپے

200/- روپے کی کتابیں ایک ساتھ منگوانے پر ڈاکٹر کی شرح معاف
بے عایت پیشگی آرڈر ارسال کرتے ہی یہ سہولت ملے گی

کتابیات پبلی کیشنز
74200-011-5551 582562 582513
www.aazzamm.com

رہے۔ جب تمہاری خیال خوانی کی صلاحیتیں واپس آئیں گی اور تم میرے خیالات پڑھو گے تو میرے اندر کی سچی باتیں تمہیں معلوم ہوں گی۔ تم میرے اس قدر پوانے ہو کہ تم نے پوجا کو چھوڑنے اور مجھ سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔
”تجربہ ہے میں اتنی ساری اہم باتیں بھول چکا ہوں۔
دیسے تم اس جزیرے میں کب تک رہو گی اور رہو گی تو کیا پھر وہی گزیردو گی۔“

اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا ”کیسی گزیردو؟“
”تمہارے بیان کے مطابق تم میرے ساتھ راتیں گزار چکی ہو۔ کیا یہاں بھی پوجا سے چھپ کر مجھ سے ملتی رہو گی؟“
وہ مسکرا کر بولی ”پوجا سے چھپنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جب اسے یہ معلوم ہو گا کہ تم اس کے نہیں میرے دیوانے ہو تو پھر وہ تم سے دستبردار ہو جائے گی پھر میں تم سے شادی کروں گی اور محل میں تمہارے ساتھ رہا کروں گی۔“
”لیکن میں تم سے شادی نہیں کروں گا۔“
وہ ہنسنے ہوئے بولی ”کیوں مذاق کرتے ہو؟“

”مذاق تو تم اور پوجا کر رہی ہو۔ تم دونوں میں سے کوئی ایک مجھے حاصل کرنا چاہتی ہو۔ تمہیں اس بات کی پروا نہیں ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔“
”تم بولو۔ کیا چاہتے ہو؟“

پوجا کو معلوم ہے اس محل میں ثمن نامی ایک بہت ہی خوب صورت لڑکی ہے۔ میں اسے دل و جان سے چاہتا ہوں۔“

”جیسی مجھی۔ کتنے چھوٹے خیالات ہیں تمہارے۔ تم ایک محل کی مہارانی کو چھوڑ کر ایک داسی کو گھٹے لگا رہے ہو۔ ہماری عزت اور شان و شوکت کا تو خیال کرو۔“

”تمہاری اور پوجا کی عزت اور شان و شوکت اس طرح برقرار رہ سکتی ہے کہ میں ثمن کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں۔“

وہ ترپ کر بولی ”کیا بکواس کر رہے ہو؟ اس کیتھ کی وجہ سے ہمیں چھوڑ کر جاؤ گے تم ہماری انسلٹ کر رہے ہو۔“
میں نے ایک جھٹکے سے گاڑی روک دی۔ اس کا سر ڈش بورڈ سے ٹکرا گیا۔ وہ جھلا کر بولی ”یونان سنس! کیا میری جان لو گے؟“

میں اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ ڈش بورڈ سے ٹکرانے کے باعث اس کی پیشانی زخمی ہو چکی تھی۔ لبو بہ رہا تھا۔ میں نے ناگوار سے کہا ”تم نے ابھی کس لمبے میں کہا ہے کہ بکواس نہ کرو؟ کیا میں تمہارے باپ کا نوکر ہوں؟“

ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ پوجا خود غرض تھی۔ اس نے داوی ماں کے کالے علوم کے ذریعے مجھ سے میری کچھلی زندگی چھین لی تھی۔ مجھے اپنے لبو کے رشتوں سے دور کر دیا تھا۔ میں سب کو بھول چکا تھا کبھی کسی کو یاد کرنے اور پہچاننے کے قابل نہیں رہا تھا۔

اس کے برعکس ثمن وفادار تھی۔ مجھے میری کچھلی زندگی یاد دلانا چاہتی تھی اس نے بڑی کوششوں کے بعد نینا کی ڈائری حاصل کی تھی۔ اس ڈائری میں میری اصلیت لکھی ہوئی تھی۔ میں نے ثمن کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا تھا کہ اس ڈائری میں میرا نام لکھا ہوا ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ کس طرح مجھے ٹریپ کرنے کے بعد کالے محل کے ذریعے میرا برین واش کر کے مجھے اس جزیرے پر پہنچایا گیا ہے۔

جب اس کی داوی ماں کو پتا چلا کہ میں اس کی پوتی کو چھوڑ کر ثمن کا دیوانہ ہو گیا ہوں تو وہ اپنے حسن و شباب کا جاوہر جگانے کے لیے اس جزیرے میں میرے سامنے آگئی۔ ساحل پر پہلی ملاقات میں ہی اس نے یہ جتانے کی کوشش کی کہ وہ پوجا کی رازدار سہیلی ہے اور میں پوجا کا سہیلی ہونے کے باوجود اس کے ساتھ بھی چوری چھپے راتیں گزار رہا ہوں۔ وہ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ میں پوجا اور ثمن سے بھی زیادہ اس کا دیوانہ ہوں۔ حافظہ کمزور ہونے کے باعث اسے بھول رہا ہوں۔

وہ ہمارے ساتھ محل میں رہنے آئی تھی۔ میرے ساتھ اگر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ جس طرح اس نے میرا برین واش کیا تھا اس کے نتیجے میں میری یادداشت ابھی واپس نہ آئی۔ میں کبھی خود کو پہچان نہ پاتا لیکن بھلا ہو ثمن کا! اس نے ایک ڈائری کے ذریعے کسی حد تک مجھ سے میری پہچان کرا دی تھی۔ میں گاڑی اشارت کر کے محل کی طرف جانے لگا۔ وہ اگلی سیٹ پر مجھ سے گئی اپنے بدن کی حرارت پہنچا رہی تھی۔ اس نے کہا ”سیدھے محل میں نہ چلو۔ جزیرے کے چاروں طرف ساحلی سڑک پر چلتے رہو۔ بہت دنوں بعد ہماری ملاقات ہو رہی ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔“

میں ساحلی سڑک پرست رفتار سے ڈرائیو کرتے لگا۔ میں نے کہا ”مجھے یاد نہیں آ رہا ہے کہ میں نے پہلے کبھی تمہیں دیکھا ہے لیکن تم اس قدر بے تکلف ہو رہی ہو۔ جیسے برسوں کی پہچان ہو۔“

”تمہیں میری بات کا یقین نہیں آ رہا ہے۔ ہم اس قدر بے تکلف ہو چکے تھے کہ تم کئی راتیں میرے ساتھ گزارتے

باعث خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی۔ اب وہ ٹیلی ویشن کے ذریعے فرمان کو اپنا معمول اور مطیع نہیں بنا سکتی تھی۔ اس بڑھیا کے پاس ایک ہی راستہ رہا تھا وہ پراسرار علوم کے ذریعے اسے اپنا معمول بنا کر اپنی اہم بات منا سکتی تھی۔ وہ کالے جادو کے ذریعے اثر آفرینی کی پوتی کو ایک بچہ پیدا کرنے کے سلسلے میں راضی کر سکتا تھا۔ اگلی لی لی نہ مانتی تو وہ اس پر جبر کر سکتا تھا۔ اکثر عورتیں جبر سے مان جاتی ہیں۔ وہ بھی اس کی بات مان سکتی تھی۔

وہ ویران راستے پر جاری تھی اور اپنے موجودہ حالات پر غور کر رہی تھی۔ اب اس کے سامنے دو بڑے چیلنج تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ میرا سراغ لگائے۔ اسے اس حد تک معلوم ہو گیا تھا کہ میں مشرق کی طرف ایشیا کے کسی ملک میں ہوں۔ فریڈنس نے کہا تھا کہ وہ بنت عمارہ کی رہنمائی میں کالے جادو کے ذریعے اس نامعلوم رکاوٹ کو دور کرے گا جو کسی دوسرے جادوگر نے ان کے راستے میں حائل کی ہوئی ہے۔ وہ رکاوٹ دور ہوتے ہی صاف پتا چل جائے گا کہ میں کس ملک کے کس علاقے میں موجود ہوں۔

اگلی لی لی اسی بات کی شکرت تھی کہ دوسرے دن بنت عمارہ اور فریڈنس یہ کلا محل کریں وہ اس ناپیدہ رکاوٹ کو دور کریں پھر وہ ان کے خیالات پڑھ کر میرا پتا معلوم کر لے۔ اس کے آگے دو سرا پتا چیلنج یہ تھا کہ وہ کس طرح بنت عمارہ اور فریڈنس کی طلسمی قوتوں کو خاک میں ملا کر فرمان کو ان کے گھٹے سے رہائی دلوائے گی۔

○☆☆○

انتہا سکینہ بہت خوب تھی۔ سولہ برس کی چھوٹی تھی اور اس سولہ برس کے پیچھے ایک سو دس برس کی بڑھیا بھی ہوئی تھی۔ میں جزیرہ کلیائی کے ساحل پر تھا وہیں اس سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ کچھلی رات پوجا نے اپنی دھج ڈاکٹر داوی ماں عرف انتہا سکینہ کو یہ بتایا تھا کہ میں اس کی طرف مائل نہیں ہو رہا ہوں۔ اس محل کی ایک داسی ثمن کا دیوانہ بن گیا ہوں۔

پوجا اور اس کی داوی ماں انتہا سکینہ کی پلاننگ یہ تھی کہ پوجا مجھے پہلے اپنا سہیلی اور پھر اپنی دیوتا کر لے۔ اس طرح میں اس کے جزیرے کا محافظ بن کر رہوں گا اور اس کے تحفظ کے لیے ہماری فوج سے لڑنا رہوں گا۔ دوسرے لفظوں میں پوجا مجھے اپنا شوہر نہیں باڈی گاڑنا تھا کہ رکھنا چاہتی تھی۔

میں نے ثمن کو پوجا پر ترجیح دے کر غلطی نہیں کی تھی۔

فوری ضرورت کے وقت منتر پڑھنے کا موقع نہیں ملتا۔ اسے بھی یہ موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ خود کو میری گرفت سے چھڑانے کی کوششیں کر رہی تھی۔ میں نے اسے زیادہ جدوجہد کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھالیا۔ وہ چیخنے لگی ”مجھ کو مجھے چھوڑ دو۔ فرار! تم بہت بچتاؤ گے۔“

میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر اپنے سر سے بلند کیا پھر کہا ”میں تو بعد میں بچتاؤں گا۔ ابھی تم سمندر میں جاؤ۔“

یہ کہتے ہی میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا۔ موٹر بوٹ کو واپسی کے لیے موڑ لیا۔ وہ پانی میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھی کبھی ڈوب رہی تھی کبھی ابھر رہی تھی۔ میں تیز رفتار موٹر بوٹ میں اس سے دور ہوتا چلا گیا۔ آخری بار میں نے اسے ڈوبتے دیکھا پھر وہ ابھر نہ سکی۔

میں ساحل پر واپس آیا۔ وہاں دوسرے بوس میں اور ساحل پر کام کرنے والے دوسرے لوگوں نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں ایک حسین لڑکی کے ساتھ کھلے سمندر میں گیا تھا اور اب تنہا واپس آیا تھا۔ ان سب کی نظروں میں یہ سوال تھا کہ وہ حینہ کہاں چلی گئی؟

میں پوچا کہ حوالے سے اس جزیرے کا مالک تھا۔ ان سب کا آقا تھا۔ ان کا ان داتا تھا۔ اس لیے وہ مجھ سے کچھ پوچھ نہیں سکتے تھے اور پوچھتا ضروری بھی نہیں تھا۔ صاف سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ میں اسے سمندر میں پھینک آیا ہوں۔

وہاں میری گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس گاڑی میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتا ہوا محل کی طرف جانے لگا۔ میں اپنی داستان میں ایسے واقعات بھی پیش کرتا رہتا ہوں۔ جو میری غیر موجودگی میں سیکڑوں ہزاروں میل دور رونما ہوتے رہتے ہیں اور یہ واقعات میری بنی بیڑوں اور سونیا کو پیش آنے رہتے ہیں۔ ان واقعات کا علم مجھے بعد میں ہوتا ہے لیکن میں داستان گوئی میں حسن ترتیب کا خیال رکھتے ہوئے اپنے خیالات کے ساتھ ان واقعات کو بیان کرتا رہتا ہوں۔

اس وقت بھی میں نہیں جانتا تھا کہ ساحل پر واپس آنے کے بعد میرے پیچھے سمندر میں کیا ہوا ہے؟

میں اسے ڈبو چکا تھا۔ سمندر شانت تھا لیکن وہ شانت نہیں تھی۔ ہزاروں فٹ گہرے پانی سے وہ آہستہ آہستہ ابھرنے لگی۔ پانی کی سطح پر گردن تک باہر نکل آئی۔ وہ ڈوبتے وقت سولہ برس کی حسین دوشیزا تھی۔ وہاں سے ابھرتے وقت ایک سو دس برس کی غیبی بڑھیا دکھائی دے رہی تھی۔

جانے لگا۔ وہ بولی ”تم اپنی پچھلی زندگی بھول گئے ہو لیکن شمس اپنی تمام صلاحیتیں یاد ہیں۔ تم یہ موٹر بوٹ تو کیا پہلی کا پڑاؤ رہا ہو انی جہاز بھی اڑا سکتے ہو۔“

میں اس سے باتوں کے دوران میں اس کے خیالات بھی پڑھتا جا رہا تھا۔ وہ اور پوچا پانی سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کرتی تھیں۔ اس کے باوجود اس دادی ماں نے اپنے اور پوچا کے چور خیالات کے خاتون کو متقل کر دیا تھا اور اپنے دماغوں پر یہ دریافت نقش کر دی تھیں کہ میں کسی روک ٹوک کے بغیر ان کے دماغوں میں اگر ان کے عام خیالات پڑھ سکوں گا۔ جو خاص اور خفیہ خیالات ہوں گے وہ ان کے دماغوں کے چور خاتون میں محفوظ رہیں گے۔

اس کے موجودہ عام خیالات بتا رہے تھے کہ وہ فی الحال مجھ سے سمجھوتا کر رہی ہے لیکن ایک دای ماں کے غرور اور ان کی برتری کو نہیں پہنچا رہی ہے۔ وہ یہ توہین برداشت کر رہی تھی اور خود نہیں جانتی تھی کہ کب تک برداشت کپائے گی۔ ارادے بدل سکتے تھے۔

اس نے پوچھا ”تم خاموش کیوں ہو؟ کیا میرے بارے میں کچھ سوچ رہے ہو؟“

”ہاں۔ دادی ماں! تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں۔“

وہ ایک دم سے چونک کر بولی ”تم مجھے دادی ماں کہہ رہے ہو؟“

”ہاں تم دادی اور پوتی خود کو بہت جلاک سمجھتی ہو۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”کیا تم ہمارا رشتہ بھی جانتے ہو؟ کیا تمہاری دادی کمزوری دور ہو گئی ہے؟ کیا تمہاری یادداشت واپس آگئی ہے؟“

”تم اپنے چور خیالات کے خاتون کو لاک کر کے یہ سمجھ رہی تھیں کہ تمہاری حقیقت مجھ سے چھپی رہے گی۔ مجھے کسی حد تک معلوم ہوا ہے کہ تم کالے جادو میں خطرناک حد تک مہارت رکھتی ہو۔ دنیا میں بڑے بڑے شہ زور گزرے ہیں لیکن وہ اپنی تمام شہ زوری اور تمام مہارت کے ساتھ مٹی میں مل گئے۔ تم بھی اپنے تمام کالے جادو کے ساتھ سمندر میں غرق ہو جاؤ۔“

وہ سسم کر بولی ”تمہیں یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے گہرے سمندر میں لا کر دھوکا دے رہے ہو۔ میں ابھی اپنے منتروں سے تمہیں جلا کر بھسم کر دوں گی۔“

یہ کہتے ہی وہ کوئی منتر پڑھنے لگی۔ میں نے اس کی گردن روتی کی پھر گھا دیا تو وہ منتر پڑھنے کے قائل نہ رہی۔ کالا جادو جانے والے ایسے وقت مجبور ہو جاتے ہیں۔ جب انہیں

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا پھر کہا ”میں چاہتی ہوں۔ تم ہمارے بن کر رہو اور اس جزیرے سے کبھی نہ جاؤ۔“

”اگر شمن میرے ساتھ زندہ سلامت رہے گی تو میں اس جزیرے میں رہوں گا۔ ورنہ یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تمہارا کالا جادو بھی مجھے روک نہیں سکے گا۔“

”تم اس جزیرے کی سلامتی کے لیے اعزین آری سے لڑتے رہو گے تو شمن کو کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“

”کیا اس بات کی ضمانت دو گی کہ شمن کو کوئی حادثہ پیش نہیں آئے گا۔ وہ اچانک کسی بیماری سے نہیں مرے گی؟“

”میں یہ ضمانت کیسے دے سکتی ہوں؟ شمن کو پوچھا کہ اور مجھ کو کہیں بھی کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔ ہم میں سے کسی کو بھی اچانک کوئی بیماری لگ سکتی ہے۔ یہ تو قدرتی معاملات ہیں۔“

”کالا جادو جاننے والوں کی سب سے بڑی شیطانت یہی ہوتی ہے کہ وہ قدرتی معاملات میں مداخلت کرتے ہیں۔ میں تاوان نہیں ہوں۔ تم درپردہ اپنے کسی کالے عمل سے شمن کو بیمار بنا سکتی ہو۔ اسے اندر ہی اندر افیتوں میں جکلا کر کے مار سکتی ہو۔“

”شہ کر گئے تو سمجھوتا نہیں ہو سکے گا۔ ہمیں ایک دوسرے پر بھروسہ کرنا ہی ہو گا۔ مجھ پر بھروسہ کرنا میں شمن کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔“

میں نے ایک گھٹاٹ کے قریب گاڑی روک لی۔ وہاں ساحل پر کئی موٹر بوس تھیں۔ اس نے پوچھا ”گاڑی کیوں روک دی؟“

میں نے کہا ”میں سمندر کی سیر کرنے کے لیے یہاں آیا تھا۔ ارادہ تھا ایک موٹر بوٹ میں دور تک جاؤں گا لیکن تمہیں دیکھ کر اپنا ارادہ بھول گیا تھا۔ تم بولو۔ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میرے ساتھ سمندر کی سیر کر دو؟“

وہ مسکرا کر بولی ”تمہارے ساتھ تو میں جنم کی بھی سیر کر سکتی ہوں۔“

ہم گاڑی سے اتر کر ایک موٹر بوٹ کے پاس آئے۔ ساحل پر کھڑے ہوئے ملاں اور بوٹ ڈرائیور ہمیں دیکھ کر سلام کرنے لگے۔ وہ سب پوچا کے ملازم تھے۔ میں نے ایک ڈرائیور سے کہا ”تم اس بوٹ پر سمندر میں جاؤ گے۔ تمہاری ضرورت نہیں ہے۔“

وہ میرے ساتھ بوٹ پر سوار ہو گئی۔ میں نے انجن کو اشارت کیا پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا کھلے سمندر کی طرف

اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ بولی ”سواری۔ تم ایک دای کو ہم پر ترجیح دے رہے ہو۔ اس لیے مجھے غصہ آ گیا تھا۔“

وہ اپنے بیک میں سے ایک ٹشو پیر نکال کر پیشانی سے بیٹے ہوئے لبو کو پونچھنے لگی۔ میں نے حیرانی سے دیکھا۔ اس کی پیشانی پر جہاں زخم آتا تھا وہ زخم بھر گیا تھا۔ وہ ایسے مٹ گیا تھا جیسے وہاں بھی چوٹ ہی نہ لگی ہو۔ اس نے ایک بے لی مرر میں اپنے چہرے کو دیکھتے ہوئے لبو کو پونچھ لیا تھا۔ چہرہ اور پیشانی پہلے کی طرح صاف و شفاف ہو گئی تھی۔ میں نے کہا ”ابھی تمہیں چوٹ لگی تھی۔ پیشانی پر زخم کا نشان تھا۔ اب نظر نہیں آ رہا ہے۔“

وہ ہنسنے لگی پھر بولی ”تمہارا حافظہ بہت ہی کمزور ہو گیا ہے۔ تم سب کچھ بھول گئے ہو۔ یہ بھی یاد نہیں ہے کہ میں پیدائشی طور پر ایک غیر معمولی لڑکی ہوں۔ میرے جسم پر کہیں بھی چوٹ لگے تو وہ زخم چند سیکنڈ میں بھر جاتا ہے۔“

وہ مجھ سے چپا رہی تھی۔ یہ نہیں بتانا چاہتی تھی کہ اسے کالے جادو میں مہارت حاصل ہے۔ میں نے گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا ”تمہارے اندر اور کون سی غیر معمولی صلاحیت ہے؟“

”میری ایک عادت ہے۔ میں اپنے کسی بھی مخالف کو برداشت نہیں کرتی۔ میری بددعا میں بڑی تاثیر ہے۔ جب میں اس کے خلاف پراہتھا کرتی ہوں تو وہ مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے۔“

”تم یہ کتنا چاہتی ہو کہ تمہیں تم سے محبت کروں۔ تمہاری محبت کی مخالفت نہ کروں اگر تمہاری مخالفت مول لے کر شمن سے پیار کرتا رہوں گا تو تمہاری بددعا مجھے مار ڈالے گی۔ صاف کویں نہیں کہیں کہ تم کالا جادو جانتی ہو۔“

”چلو کی سمجھ لو اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ میرے کالے جادو سے تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔ البتہ شمن زندہ نہیں رہے گی۔“

میں نے گاڑی کی رفتار سست کر دی۔ سوچ میں پڑ گیا۔ میری وجہ سے کسی وقت بھی شمن کی جان جا سکتی تھی۔ میں نے کہا ”کیا تمہارے درمیان سمجھوتا نہیں ہو سکتا؟ مجھ سے عشق و محبت کا ناکہ نہ کرو۔ صاف صاف بولو میری ذات سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتی ہو اور میں صاف صاف کہتا ہوں کہ شمن محفوظ رہے گی تو تم اور پوچا میری ذات سے فائدہ اٹھا سکو گی۔ اگر اسے نقصان پہنچے گا تو پھر کچھ بوس اس پورے جزیرے کو سمندر میں ڈبو کر رکھ دوں گا۔“

سونیا میری تلاش میں کل بجلی تھی۔

وہ مجھے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تلاش کرنے کا عزم کر چکی تھی۔ جناب تمبری نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ جب وہ مجھے تلاش کرتی ہوئی مجھ سے ایک ہزار کلومیٹر کے فاصلے تک پہنچ جائے تو اس کے سونگھنے کی غیر معمولی جہت بیدار ہو جائے گی۔ وہ میرے جسم کی مخصوص منک کو سونگھتی ہوئی مجھ تک پہنچ جائے گی۔

دنیا کے ایک سرے پر امریکا ہے دوسرے سرے پر جاپان اس نے پلانٹنگ کی کہ وہ مجھے امریکا سے ڈھونڈنا شروع کرے گی۔ وہاں سے تمام ممالک کے دشوار گزار علاقوں میں جاتی رہے گی۔ اس طرح دنیا کے دوسرے سرے جاپان تک پہنچ جائے گی۔ کسی نہ کسی علاقے میں میری مخصوص منک اسے ضرور ملے گی۔

پہلے وہ انتہائی شمال میں گرین لینڈ گئی تھی۔ وہاں سال کے بارہ مہینے برف جمی رہتی ہے۔ درخت اور مکانات پر بھی برف چھائی رہتی ہے۔ دروازوں کے سامنے تلچوں سے برف ہٹا کر اندر جانے کا راستہ بنایا جاتا ہے۔ وہاں انسانی آبادی کم ہے۔ سونیا نے انتہائی شمال میں پرنس کریستین لینڈ سے جنوب میں ٹنگ فرڈرک لینڈ تک مجھے تلاش کیا۔ ہر شہر اور علاقے میں کہیں ایک دن اور کہیں دو چار گھنٹے رو کر مغرب میں پھیلے ہوئے بے شمار جزیروں میں گھومتی پھرتی رہی۔ سردی ایسی شہید تھی کہ وہ ہوٹل اور ریست ہاؤس میں پارے سے آتی تو اس کے اوٹی اور جڑی لباس پر برف جمی رہتی تھی۔ وہ بدترین موسم سے لڑتی ہوئی مجھے ڈھونڈ رہی تھی۔

ان برفانی علاقوں میں آئی بینک کنڈنی بینک تقریباً ہر بڑے جزیرے میں ہیں۔ وہاں کی غنڈک میں عطیے کے طور پر حاصل ہونے والی آنکھیں اور گردے کی گھنٹوں تک محفوظ رہتے ہیں۔ وہاں سے امریکا کی تمام ریاستوں میں یہ عطیات ضرورت مندوں تک پہنچائے جاتے ہیں۔

دکنویر آئی لینڈ چننے کے بعد سونیا کو زکام ہو گیا۔ اس نے بہت عرصے کے بعد برفانی علاقوں میں دن رات گزارے تھے۔ اس لیے کچھ غلیل ہو گئی۔ علاج کے لیے ایک اسپتال میں آئی۔ وہاں کے سینئر ڈاکٹر لارسن نے اس کا معائنہ کرتے ہوئے کہا ”تم بہت ہی خوب صورت اور اساتذہ ہو۔ تمہاری عمر کیا ہوگی؟“

وہ مسکرا کر بولی ”عورتوں سے ان کی عمر نہیں پوچھنا چاہیے۔ ویسے میں کئی جوان بچوں کی ماں ہوں۔“

”مذاق کر رہی ہو۔ کوئی یقین نہیں کرے گا کہ تم شادی

شدہ ہو۔“

”میں کسی کو یقین دلانا بھی نہیں چاہتی۔“

”اگر تم کئی بچوں کی ماں ہو تو تمہاری صحت حیرت انگیز ہے۔ کیا تم بیک لگاتی ہو؟ تمہاری دور کی نظر کیسی ہے؟“

”تم دیکھ رہے ہو میری آنکھوں پر عینک نہیں ہے۔ میں نیم تاریکی میں بھی دور تک اینٹوں اور غیروں کو پہچان لیتی ہوں۔“

”تمہاری قریب کی نظر کیسی ہے؟ کیا پڑھتے لکھتے وقت عینک لگاتی ہو؟“

”میں صرف زکام کے لیے دوا لینے آئی ہوں اور تم ایسے سوالات کر رہے ہو جیسے مجھے کوئی تشویش ناک خفیہ بیماری ہو۔ ویسے میری قریب کی نظر بھی اتنی تیز ہے کہ میں تمہاری مونچھوں میں ایک ہتکا دیکھ رہی ہوں۔“

”آئیں۔“

اس نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ رکھا پھر دو انگلیوں سے انہیں ٹوٹنے لگا۔ سونیا نے ایک انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا ”اُدھر نہیں۔ اُدھر ہاں۔ ذرا نیچے۔ چور کی داڑھی میں ہتکا ہوتا ہے، مگر وہ تمہاری مونچھوں میں ہے۔“

وہ ہتکا مونچھوں سے نکل آیا۔ وہ حیرانی سے بولا ”واقعی تمہاری نظرس بہت تیز ہیں۔“

”تمہیں میری آنکھوں سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟“

”میرے اسپتال میں آئی بینک ہے۔ جن لوگوں کی بیٹائی ہر پہلو سے درست ہوتی ہے۔ میں انہیں بدلیات دیتا ہوں۔ سمجھانا ہوں کہ انہیں اپنی آنکھوں کا عطیہ دینا چاہیے۔ یہاں باقاعدہ قانونی طور پر تحریری وصیت لکھائی جاتی ہے کہ موت کے بعد یہ آنکھیں نکال کر کسی ضرورت مند کو دی جاسکتی ہیں۔“

”میں اپنا دل اپنی آنکھیں اور اپنے گردے پہلے ہی ایک اسپتال میں ڈونٹ کر چکی ہوں۔ میری موت کے بعد میرے جسم سے یہ سب نکال کر ضرورت مندوں کو دے دیے جائیں گے۔“

”تم بہت دلی والی ہو انسان دوست ہو۔ میں یہاں برموں سے ہوں۔ تمہیں پہلے بھی نہیں دیکھا۔“

”میں فرانس کی رہنے والی ہوں۔ ایک ساتھی کی تلاش میں نکلی ہوں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اسے تلاش کرنے کا عزم ہے۔“

”پھر تو وہ ساتھی بہت ہی خوش نصیب ہے۔ تمہارے جیسی حسینہ اس کی تلاش میں بھگ رہی ہے۔ کیا یہاں بالکل

تھا ہو؟“

”ہاں۔ ہوٹل کارلوں میں ہوں۔ آج طبیعت سنبھل جائے گی تو کل کسی فلاٹ سے الاسکا چلی جاؤں گی۔“

ڈاکٹر نے اسے نسخہ لکھ کر دیتے ہوئے کہا ”جانے سے پہلے کیا ایک شام میرے ساتھ گزارو گی؟“

”میں اس جزیرے کی سیر کرنا چاہتی ہوں۔ ہو سکتا ہے میرا ساتھی یہیں کہیں مل جائے۔“

”ٹھیک ہے۔ آج شام پانچ بجے ہوٹل میں آؤں گا۔ تمہیں اپنی کار میں لے چلوں گا۔ تم چاہو گی تو ہم ایک حسین رات بھی گزار لیں گے۔“

”سوری! میرے بارے میں اتنی دور تک نہ سوچو۔ ذرا کے بعد تمہارے جاؤ گے۔“

وہ اسپتال سے باہر آئی پھر ٹیکسی میں بیٹھ اپنے ہوٹل پہنچ گئی۔ وہ جزیرہ ایک ہزار کلومیٹر کے رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔

جناب تمبری نے اس سے کہا تھا کہ میں کہیں ایک ہزار میل کے رقبے میں رہوں گا تو وہ میری بوسونگھ لے گی۔ ایسے ہی وقت اس کے سونگھنے کی جس بیدار ہو جائے گی۔

اس جزیرے میں چننے کے بعد اسے معلوم ہو گیا کہ میں وہاں نہیں ہوں پھر بھی وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر جزیرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نکلی تھی۔ ایک گھنٹے کے اندر یقین ہو گیا کہ میں وہاں نہیں ہوں۔

اس نے اسی وقت انرپورٹ آکر الاسکا جانے کے لیے معلومات حاصل کیں۔ پتا چلا کل صبح سے پہلے کوئی فلاٹ نہیں ہے۔ اس نے اس فلاٹ میں ایک سیٹ حاصل کر لی تھی۔ اب اسے کل صبح کا انتظار تھا۔ اسے وہ رات جزیرے میں گزارنی تھی۔

وہ ہوٹل میں آکر چوتھے فلور پر جانے کے لیے لفٹ کے اندر آئی۔ وہاں ایک عورت پہلے سے موجود تھی۔ اس کی حالت سے عیاں تھا کہ اس کے یہاں آج کل میں ولادت ہونے والی تھی۔ چوتھے فلور پر پہنچتے تک سونیا نے اسے توجہ سے دیکھا۔ وہ بہت خوب صورت تھی۔ مکمل عورت نہیں لگ رہی تھی۔ بیس بائیس برس کی لڑکی دکھائی دیتی تھی۔ کسی نے وقت سے پہلے اسے ماں بنا دیا تھا۔

لفٹ چوتھے فلور پر رک گئی، دروازہ کھل گیا۔ وہ باہر جاتے جاتے لڑکھڑا گئی۔ سونیا نے اسے تمام لیا۔ اسے لفٹ سے باہر لاتے ہوئے بولی ”کس روم میں جاؤ گی؟“

اس نے کمزور سی آواز میں کہا ”فور زیرو ایٹ۔“

”اوہ۔ تم میرے ساتھ والے کمرے میں ہو۔ میں فور

دیوتا 44

زیرو تائن میں ہوں۔“

وہ اسے سمارا دے کر کمرے تک لائی۔ اس نے کہا ”شکریہ! اب میں چلی جاؤں گی۔“

سونیا نے اس کے ہاتھ سے چالی لے کر کہا ”تکلف نہ کرو۔ میں تمہیں بیڈ پر لٹاؤں گی۔ تمہارے آرام کا خیال کروں گی پھر جاؤں گی۔ میری کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔“

وہ دروازہ کھول کر اس کے ساتھ اندر آئی پھر پوچھا ”کیا تم اکیلی ہو؟“

وہ تھکے ہوئے انداز میں بیڈ کے سرے پر بیٹھ کر بولی ”ہاں۔ اکیلی ہو گئی ہوں۔“

”تمہارا شوہر کہاں ہے؟“

”الاسکا میں ہے۔ میں کل صبح کی فلاٹ سے جاری ہوں۔“

سونیا نے مسکرا کر کہا ”پھر تو الاسکا تک ہمارا ساتھ رہے گا۔ میں بھی اسی فلاٹ سے جانے والی ہوں۔“ پھر اس کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں پوچھا ”ویسے تمہارے ہاں ولادت کب تک متوقع ہے۔ ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟“

”ڈاکٹر کہتے ہیں کہ میں ایک ہفتے تک ماں بن جاؤں گی۔“

”تمہیں تکلیف سے زیادہ پریشانی ہے بلکہ تم خوف زدہ ہو۔“

اس نے چونک کر سونیا کو دیکھا پھر ہچکچاتے ہوئے بولی ”نہیں۔ میں۔۔۔ میں خوف زدہ تو نہیں ہوں۔ مجھے بھلا کس کا ڈر ہوگا؟ میں تو خوش ہوں۔ کل ڈیڑھ گھنٹے کی پرواز کے بعد اپنے خاوند کے پاس پہنچ جاؤں گی۔“

سونیا نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا تھا۔ انسانی چہرے پڑھنا جانتی تھی۔ اس نے پوچھا ”تمہارا خاوند تمہیں یہاں تھا چھوڑ کر کیوں گیا ہے؟“

”اسے وہاں نئی ملازمت ملی ہے۔ وہ ایک کرائے کا مکان حاصل کرنے کے بعد مجھے بلا رہا ہے۔ کل میں جاتے ہی اس کے گلے لگ جاؤں گی۔“

عورت جب اپنے مروت سے گلے لگنے کی بات کرتی ہے تو خوشی سے کھل جاتی ہے۔ اس کے چہرے پر خوشی نہیں تھی۔ آنکھوں سے خوف جھلک رہا تھا۔ سونیا نے کہا ”سردی زیادہ ہے۔ کانی پنا چاہو گی؟“

”نہیں۔ شکریہ! اب میں آرام سے سو جاؤں گی۔ تم بھی آرام کرو۔“

کتابیات پہلی کیشنز

چاقو پھوٹ گیا۔ پیچھے والے شخص کی پسلیوں پر ایک ہاتھ کی گئی۔ تیسرا شخص اس کا ہاتھ پکڑتا چاہتا تھا اس کے منہ پر گھونسا پڑا پھر اس نے لپک کر فرش پر پڑے ہوئے چاقو کو اٹھالیا۔ وہ تینوں مار کھانے کے بعد سنبھل رہے تھے اس نے چاقو کا ہاتھ چلایا۔ وہ چاقو ایک کے چہرے کو کان سے لے کر ناک تک کاٹتا چلا گیا۔

اس نے گھوم کر چاقو کا دوسرا ہاتھ چلایا۔ دوسرے کے سینے سے گھسیٹتی چلی گئی۔ لوہی دھار ہستی چلی گئی۔ تیسرا آدمی اپنے بچاؤ کی کوشش میں پیچھے ہٹ رہا تھا۔ سونیا نے اچھل کر ایک فلائنگ کلک ماری۔ وہ لالت کھانے کے بعد پیچھے دیوار سے ٹکرا کر واپس آیا تو چاقو اس کے پیٹ پر لوہی دھار بناتا چلا گیا۔

یہ سب کچھ صرف ایک منٹ کے اندر ہوا۔ ان تینوں پر ایک منٹ میں قیامت آکر گزر گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک عورت اتنی خطرناک فائر ہوگی۔ انہیں یوں لگا جیسے چشم زدن میں ایک بجلی آسمان سے کوئی ان پر بجی اور انہیں ناکارہ بنا کر گزر گئی۔ وہ تینوں فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے کوئی اٹھ رہا تھا اور کوئی رینگتا ہوا دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

وہ اچھل کر دروازے کے پاس آگئی اور رکاوٹ بن کر کھڑی ہو گئی پھر ایک ہاتھ میں پکڑے ہوئے چاقو کو لہراتے ہوئے بولی "پنی ماں کو پھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ کن کاغذات پر دستخط کروا رہے ہو؟ انہیں پڑھ کر سناؤ۔"

وہ تینوں قریب آ رہے تھے جس کے چہرے پر زخم آیا تھا۔ اس نے سونیا کو غافل سمجھ کر اس پر چلائنگ لگائی مگر لالت کھا کر واپس چلا گیا۔ اس نے پھر چاقو والا ہاتھ چلایا۔ دوسرے کے بازو پر لوہی لیکر بن گئی۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا پیچھے چلا گیا اور تیسرا تو پیچھے ہی تھا۔ اسے اپنی سلامتی عزیز تھی وہ آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ وہ بڑی سفاکی سے بولی "ابھی تو میں زخمی کر رہی ہوں۔ اب اگر میری بات پر عمل نہ کیا تو پھر تم تینوں کی لاشیں ہی باہر جائیں گی۔ کم آن۔ ان کاغذات کو پڑھ کر سناؤ۔"

تیسرے نے فرش پر پڑے ہوئے کاغذات کو اٹھایا پھر ایک ایک کر پڑھنا شروع کیا۔ وہ اسی اسپتال کے مطبوعہ فارم تھے جو لوگ اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں گردوں اور دل کا عطیہ دینا چاہتے تھے وہ اس فارم کو اپنے محل نام اور بچے کے ساتھ پُر کرتے تھے اس وصیت پر دستخط کرتے تھے کہ ان کی موت کے بعد دل ان کے گردے اور ان کی

پیدا کرنے والا تھا۔ ریزہ کسی مسٹر فور بھروسہ کر کے غلطی کر رہی تھی۔ وہ کوئی اہم چیز ان کے حوالے کرنے والی تھی اور مسٹر فور اس اہم چیز کو خفیہ رکھنے کے لیے اسے اور ریزہ کو موت کی نیند سلا سکتا تھا۔

دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے پوچھا "کون ہے؟"

باہر سے مردانہ آواز سنائی دی "نوم سروس۔" ہوش کا لازم آیا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ باہر سے دروازے پر لالت پڑی۔ وہ لڑکھائی ہوئی پیچھے چلی گئی۔ تین بچے کئے شخص اندر آئے۔ ایک نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ دوسرے نے کہا "ہم دوستی کرنے آئے ہیں۔ ہماری بات مان لوگی تو دوستی ہو جائے گی۔ ورنہ دشمنی کے قابل بھی نہیں رہو گی۔"

"کیا بات نہ ماننے سے گولی مار دو گے؟" ایک نے چاقو نکال کر کھٹاک کی آواز کے ساتھ اسے کھولا پھر کہا "ہم شور مچانے والا ہتھیار نہیں رکھتے۔ یہ تمہارے پیچھے سے پہلے گلا کاٹ دے گا۔ آواز بھی نہیں نکل سکے گی۔"

دو اس کے پیچھے تھے ایک سامنے تھا۔ وہ بولی "مجھے بھی چھنا چلانا پسند نہیں ہے۔ یہ بتاؤ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" ایک نے نہ کیے ہوئے کاغذات جیب سے نکال کر کہا "ان کاغذات کو پڑھو بغیر ان پر دستخط کرو۔ کوئی سوال نہ کرو۔ ہم تمہارے دستخط اور انگوٹھے کے نشانات لے کر چلے جائیں گے۔"

"میں یہاں اجنبی ہوں۔ فرانس سے آئی ہوں۔ یہاں میرا کسی سے کوئی لین دین نہیں ہے پھر یہ کیسا معاملہ ہے جس سے دستخط کرنے ہوں گے؟"

"ہم کہہ چکے ہیں تم کوئی سوال نہیں کرو گی۔ دستخط کرنے سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا البتہ فائدہ پہنچے گا۔ ہم تمہیں زندہ سلامت چھوڑ کر جائیں گے۔" سونیا نے حیرانی سے پوچھا "آخر تم لوگوں کو مجھ سے دشمنی کیا ہے؟ مجھے ان کاغذات کو پڑھنے تو دو۔"

ایک نے پیچھے سے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر زور اچھکا دیا پھر کہا "اب اگر بکواس کی اور دستخط نہ کیے تو تیرے گلے پہ چاقو چل جائے گا۔"

اس نے شیرینی کے بالوں کو جھٹکا دیا تھا۔ ایک دم سے بے دخل ہو گیا۔ اس نے سامنے والے شخص کے پیٹ سے نیچے زوردار لالت ماری۔ وہ ایک دم سے تڑپ گیا ہاتھ سے

کر ریزہ کے ساتھ کسی ٹیکسی میں چلی جاؤں گی۔" وہ ذرا چپ ہوئے کے بعد بولی "سوری۔ میں اور کوئی بات نہیں مانوں گی۔ بالکل صاف ستھرا لین دین ہو گا۔ میرے مطالبے پر غور کرو پھر مجھے فون کرو۔ میرا مطالبہ قابل قبول ہو گا تو کل آؤں گی۔ ورنہ مال خاک میں ملا دوں گی۔" اس نے ریسپورر رکھ دیا۔ ریشٹن ہو کر کچھ سوچنے لگی پھر چونک کر سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ زیر لب بڑبڑاتی "وہ کہاں چلی گئی؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے پاس آئی۔ وہ بند تھا۔ اس نے خود کو سمجھایا "وہ جا چکی ہے۔ تھیکس گاڈ اس نے یہ باتیں نہیں سنیں۔"

وہ دروازے سے پلٹ کر بیڈ کے پاس آئی پھر ٹھک گئی۔ سونیا بیڈ کے پیچھے کھڑی مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی "کہاوت ہے کہ دانی سے پیٹ نہیں چھپتا۔ کیا اب بھی چھپاؤ گی؟ یقین کرو مجھے راز دار بناؤ گی تو تمہارا ریزہ تمہیں صحت سلامت ملے گا۔ میں یہ پیش گوئی کر دوں کہ وہ دشمن مال کی ڈیوری لیتے ہی تم دونوں کو ہلاک کر دے گا۔"

وہ ریشٹن ہو کر اس کا منہ کھینچنے لگی۔ اس نے کہا مجھ پر بھروسہ نہ کرو۔ مجھے راز دار نہ بناؤ۔ تب بھی میں بہت کچھ معلوم کر چکی ہوں۔ ریزہ مائیک تمہارا شوہر ہے مسٹر فور اسے قیدی بنا کر تم سے کوئی اہم چیز اسمگل کر رہا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟"

ریزہ نے جواب نہیں دیا۔ سر جھکا لیا۔ سونیا نے کہا "صرف ایک سوال کا جواب دو۔ اس کے بعد کچھ اور نہیں پوچھوں گی۔"

اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "تم ان کے لیے کون سی اہم چیز چھپا کر لے جا رہی ہو؟"

اس کا سر جھکا ہی رہا۔ نہ اس نے سر اٹھایا۔ نہ کوئی جواب دیا۔ وہ بولی "کوئی بات نہیں، کل میں تمہاری ہم سفر رہوں گی۔ ہاٹ اسپرنگ انرپورٹ میں دیکھوں گی کہ تم ان کے ساتھ کیا لین دین کر رہی ہو۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے تک گئی۔ وہاں سے پلٹ کر بولی "خدا سے اپنی جان کی امان چاہو۔ وہ تمہارے ریزہ کے ساتھ تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اپنی نہ سہی اپنے بچے کی تو سلامتی چاہو۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ ساتھ والا کمر اس کا تھا۔ وہ کمرے کے اندر آئی۔ بہت دنوں سے کوئی بالکل پیدا کرنے والا معاملہ پیش نہیں آیا تھا۔ اب ریزہ اور ریزہ کا معاملہ کچھ بالکل

وہ سونیا کو ٹالنا چاہتی تھی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ اٹھنا چاہتی تھی۔ سونیا نے کہا "بیٹھی رہو۔ میں فون نہیں لے آئی ہوں۔"

وہ فون اٹھا کر اس کے پاس لائی۔ اس نے ریسپورر اٹھایا اور کان سے لگا کر کہا "ہیلو میں بول رہی ہوں۔" اس نے دوسری طرف کی بات سنی پھر کہا "مسٹر فور! میں نے آپ کو آواز سے پہچان لیا ہے۔ کیا آپ مجھے نہیں پہچان سکتے۔ میں ہوں ریزہ اشون۔"

وہ چپ ہوئی۔ دوسری طرف کی باتیں سنتی رہی پھر بولی "میں مجبور تھی۔ پچھلی رات کی فلائٹ میں سیٹ نہیں ملی۔ میں کل صبح کی فلائٹ سے آ رہی ہوں۔ کل دن کے گیارہ بجے تک ہاٹ اسپرنگ انرپورٹ پہنچوں گی۔"

وہ پھر چپ ہو کر سننے لگی۔ سامنے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ سونیا نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ کب چلی گئی تھی اسے پتا ہی نہ چلا۔ اس نے ریشٹن ہو کر کہا "آپ اپنے ہی کام کی باتیں کیے جا رہے ہیں۔ پلیز خاموش ہو جائیں۔ ریزہ مائیک کو فون دیں۔ میں اس کی آواز سنا چاہتی ہوں۔"

وہ ایک ذرا چپ ہو کر بولی "میں صرف ایک ہی بات جانتی ہوں۔ اگر ریزہ سے میری بات نہیں کرانی جائے گی تو پھر میں ڈیوری کے لیے وہاں نہیں آؤں گی۔"

اس سے کچھ کہا گیا۔ وہ غصے سے بولی "مجھے دھمکی نہ دو۔ ریزہ زندہ سلامت نہ رہا تو میں یہاں اپنی جان دے دوں گی۔ وہاں نہیں آؤں گی۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر وہ خوش ہو کر بولی "ریزہ! مائی ڈارلنگ! تم خیریت سے ہو؟"

وہ اس سے باتیں کر کے خوش ہو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "تم فکر نہ کرو۔ جب میں ان کا مطالبہ پورا کر دوں گی تو وہ تمہیں رہا کر دیں گے۔"

وہ ریزہ کی باتیں سن کر بولی "مجھے بھی مسٹر فور بھروسہ نہیں ہے۔ میں پہلے اس سے اپنی شرائط سنواؤں گی۔ اسے فون دو۔"

وہ چند سیکنڈ کے بعد بولی "مسٹر فور! آپ ریزہ کو کل انرپورٹ ساتھ لائیں گے۔ وہاں اس کی رہائی کے بغیر میں ڈیوری نہیں دوں گی۔"

وہ مسٹر فور کی باتیں سننے کے بعد بولی "دھوکا میں نہیں آپ دے سکتے ہیں۔ لہذا کسی شک و شبہ کے بغیر لین دین ہونا چاہیے۔ وہاں انرپورٹ کے باہر ریزہ آپ کی گاڑی میں بیٹھا رہے گا۔ میں اسی گاڑی کے اندر آکر آپ کا مال آپ کو دے

میں نے ٹرن کو بازوؤں سے اتار کر کہا ”میں تمہیں پہلے سمجھا چکا ہوں کہ مجھے اس جزیرے کا محافظ بنا کر رکھنا چاہتی ہو تو میرے ذاتی معاملات میں کچھ نہ بولا کرو۔“

وہ ذرا نرم پڑ کر بولی ”میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ کیا میرے بڑے روم میں چلو گے؟ وہاں ہمارے درمیان صرف یہ سیکورٹی افسر ہوگا۔ ٹرن کو یہاں چھوڑ دو۔“

”سوری۔ یہ میرا سایہ ہے۔ میرے ساتھ رہے گی۔ ہم سب ایک دوسرے کے لیے اہم ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے سامنے کھل کر باتیں کرنی چاہئیں۔“

ہم سب ایک بڑے سے ہال میں اگر مختلف صوفوں پر بیٹھ گئے۔ پوجانے مجھ سے پوچھا ”تم تین گھنٹے جزیرے میں گزار کر آئے ہو۔ کیا جنگل میں تنگ رہے تھے؟“

”میں اس جزیرے کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ رہا تھا۔ جب یہاں رہنا ہے تو یہاں کے چپے چپے سے واقف رہنا چاہیے۔“

سیکیورٹی افسر نے کہا ”ہمیں یہاں جنگ جو افراد کی ضرورت ہے، جو ہر طرح کے ہتھیار استعمال کرنا جانتے ہوں۔ میں میڈم کی اجازت سے چندہ فائٹرز کو بھارت کے مختلف حصوں سے بلا رہا ہوں۔ ان سے فون اور ای میل کے ذریعے رابطہ کر چکا ہوں۔ وہ آج رات کسی وقت یہاں پہنچیں گے۔“

میں نے کہا ”میں بھی انہیں یہاں آنے سے روک دو۔ اس جزیرے کی سلامتی کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ پہلے میں ان چندہ افراد سے فون پر باتیں کروں گا پھر فیصلہ کروں گا کہ ان میں سے کتنے افراد کو یہاں بلانا ہے۔“

سیکیورٹی افسر نے کہا ”کیا آپ سمجھتے ہیں، میں کمزور فائٹرز کا انتخاب کروں گا۔ کیا مجھ سے زیادہ آپ کا تجربہ ہے؟“

”تمہارا تجربہ تو پوجانے بھی دیکھ لیا۔ انڈین کمانڈوز تمہارے زیر سایہ یہاں سیکورٹی گاؤز بنے ہوئے تھے۔ تم آستین میں سانپ پال رہے تھے۔“

وہ جھپٹ کر بولا ”انسان کبھی کبھی دھوکا کھا جاتا ہے کیا آپ دھوکا نہیں کھاتے؟“

”جب کھاؤں گا تب یہ سوال کرنا۔ فی الحال میرے حکم کی تعمیل کرو۔ میں ایک گھنٹے بعد تمہارے منتخب فائٹرز سے فون پر باتیں کروں گا۔“

اور تمہاری موت بھی آرہی ہے۔“

اس نے فون بند کر دیا۔

میں گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا محل کی طرف جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے میں سولہ برس کی انیتا سکینر کے ساتھ کھلے سمندر میں گیا تھا۔ وہاں میں نے اسے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا تھا۔ اب مطمئن ہو کر ٹرن کے پاس جا رہا تھا۔ محل میں پوجا تھی اس کے سیکورٹی گاؤز تھے۔ اس کے باوجود ٹرن وہاں تھا اور سب یا روم دو گار تھی۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔

مجھے وہاں پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی۔ وہ پریشانی سے سوچ رہی تھی کہ پوجا اور سیکورٹی افسر محل میں واپس آگئے ہیں۔ میں کیوں نہیں آیا ہوں؟ کیا میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے؟ یا پوجانے میرے خلاف کوئی سازش کی ہے۔

میں اس کے خیالات بڑھ رہا تھا اور اس کی اپنی سوچ میں اسے تسلیاں دے رہا تھا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ میں جلدی واپس آ جاؤں گا۔

میں نے ٹرن اور پوجا وغیرہ کو اپنی خیال خوانی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ میں خود اپنے بارے میں بہت کم جانتا تھا۔ اس حد تک معلوم ہوا تھا کہ میں فراہم علی تیور ہوں۔ ٹیلی فنی جانتا ہوں اور مجھے ہانگ کانگ کے ایک ساحلی علاقے سے لایا گیا ہے۔

پوجانے اپنی دادی ماں کے محل پر مجھ سے بڑی زیادتیاں کی تھیں۔ مجھ سے میری یادداشت چھن کر مجھے تارکیوں میں پینچا دیا تھا۔ اب میں پوجا سے جبراً تمام حقائق اگلا سکتا تھا۔ اب اس کی حفاظت کرنے کے لیے دادی ماں اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ اس کے محافظ صرف سیکورٹی گاؤز تھے میں ان سے نمٹ سکتا تھا۔

میں نے محل کے احاطے میں پہنچ کر گاڑی روکی۔ گاڑی سے اتر کر باہر آیا۔ ٹرن دوڑتے ہوئے آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ مجھے پیار کرتے ہوئے شکایتیں کرنے لگی ”آپ کہاں چلے گئے تھے میری جان ٹکلی جا رہی تھی۔ آئندہ میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ سائے کی طرح آپ کے ساتھ رہوں گی۔“

میں نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھالیا۔ پوجا باہر آکر دیکھ رہی تھی۔ میں ٹرن کو بازوؤں میں اٹھائے اس کے قریب سے گزر کر محل کے اندر آ گیا۔ پوجانے ناگواری سے کہا ”یہ کیا حرکت ہے؟ کیا یہ پادرو محبت کے چوٹیلے تھالی میں نہیں کر سکتے؟“

جاؤ۔“

اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ تینوں لڑکھڑاتے ہوئے گرتے پڑتے باہر آئے۔ ریڈ اسٹے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آ رہی تھی۔ ان تینوں خفیوں کو دیکھ کر ٹھنک گئی۔ سونیا نے کمرے سے باہر آکر خون آلود چاقو ان کی طرف پھینکتے ہوئے کہا ”۳ سے رکھ لو۔ ہتھیار مجھے بوجھ لگتے ہیں۔“

وہ چاقو اٹھا کر وہاں سے دوڑتے ہوئے لفٹ کی طرف چلے گئے۔ ریڈا نے شدید جراتی اور بے یقینی سے پوچھا ”تم نے ان تینوں کی یہ حالت بنائی ہے۔ تم تو بالکل تنہا ہو۔ کیا تم نے تنہا ہی ان سے مقابلہ کیا تھا؟“

”نہیں۔ میرے قبضے میں کئی بد روحمیں ہیں۔ وہ تینوں مجھے ہلاک کرنے آئے تھے۔ بد روحوں نے انہیں لوہان کر کے واپس بھیج دیا ہے۔ اگر تم اپنی اور بر جری کی سلامتی چاہتی ہو تو کل صبح سے پہلے مجھے اپنا ہم راز بنالینا۔ صرف اتنا بتا دینا کہ تم کس مال کی ڈیویری دینے والی ہو پھر میں تمہارے مسٹر فوسے خود ہی نمٹ لوں گی۔“

ریڈا نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا پھر سر جھکا کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ سونیا نے موبائل آن کر کے نمبر شی کیے پھر کان سے لگا کر انتظار کرنے لگی۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی ”ہیلو! ڈاکٹر لارسن اسپیکنگ!“

اس نے کہا ”میں بول رہی ہوں۔ تم میری آواز سے مجھے پہچان رہے ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں عطیات دینے والے فارم پر دستخط کر چکی ہوں؟“

”میرا خیال ہے کہ چکی ہو۔ میرے آڈی کو فون دو۔“

”تمہارے وہ تینوں کتے خفوں سے چور یہاں سے لوہان ہو کر گئے ہیں۔ شاید ناکا کی باعث تمہارے سامنے نہیں آئیں گے۔ سنا ہے تم بہت خطرناک ہو۔“

”تم میرے مزاج کے خلاف بول رہی ہو۔ میری توقع کے خلاف شہ زوری دکھا رہی ہو۔ میں حیران ہوں کہ تم نے ان تینوں کو کیسے زخمی کیا ہے؟“

”تمہیں حیران نہیں ہونا چاہیے۔ تم ایک دل دو گردے اور دو آنکھیں چاہتے تھے۔ تمہاری تمام مطلوبہ چیزیں کل صبح تک تمہارے اسپتال کے بینک میں پہنچ جائیں گی اور وہ دل گردے اور وہ آنکھیں تمہاری ہوں گی۔“

وہ ایک ذرا توقف سے بولی ”میں تمہیں میں منٹ دے رہی ہوں۔ اپنے وسیع ذرائع اور اختیارات استعمال کرنا شروع کرو۔ اس کے باوجود تم چپے چھو گے۔ یہ حقیقت اٹل ہے کہ وسیع ذرائع اور اختیارات والوں کو بھی موت آتی ہے۔“

آنکھیں ضرورت مندوں کو دے دی جائیں۔ یہ عطیات حاصل کرنے کے لیے ان کے کسی عزیز و اقارب سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔“

سونیا نے کہا ”اب سمجھ میں آ رہا ہے کہ ڈاکٹر لارسن کیوں میری آنکھوں، گردوں اور دل کے بارے میں سوالات کر رہا تھا؟“

اس نے سر سے پیچھے کھڑے ہوئے ایک شخص سے کہا ”میرا موبائل فون بیلڈر پڑا ہوا ہے۔ اسے یہاں لاؤ۔“

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ذرا دور سے ہاتھ بڑھا کر موبائل فون اسے دیا۔ سونیا نے ان سے پوچھا ”پولیس کسٹڈی میں جانا چاہو گے یا میرے سوالات کے صحیح جوابات دو گے؟ صحیح جوابات ملنے پر میں پولیس کو کال نہیں کروں گی۔ تم تینوں کو یہاں سے زندہ جانے دوں گی۔“

وہ تینوں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے تھے۔ اس نے پوچھا ”کیا وہ اسپتال جراثیم کا اڈا ہے؟ وہاں دل گردے اور آنکھیں بھاری قیمت پر فروخت کرنے کے لیے بے گناہوں کی جائیں لی جاتی ہیں۔“

ایک نے کہا ”میں عطیات کے سلسلے میں سخت قانونی کاروائیاں کی جاتی ہیں۔ کسی کی مرضی کے خلاف جبرا ان کے یہ اہم اعضاء چھینے نہیں جاتے۔“

”مجھے یہ میرے ساتھ ابھی کیا ہو رہا تھا؟“

دوسرے شخص نے کہا ”ہم اسپتال والوں سے چھپ کر ڈاکٹر لارسن کے احکامات کے مطابق یہ سب کرتے ہیں۔“

تیسرے نے کہا ”تم یہاں ابھی اور تنہا ہو۔ ڈاکٹر لارسن بڑے وسیع ذرائع اور اختیارات رکھتا ہے۔ تم یہ ثابت نہیں کر سکو گی کہ ڈاکٹر نے ہمیں واردات کے لیے یہاں بھیجا ہے۔ وہ ہم تینوں کی بھی سزائیں کم سے کم کرا سکتا ہے۔“

”اگر تم ہمیں زندہ چھوڑ رہی ہو تو ہم تمہیں دوستانہ مشورہ دے رہے ہیں۔ جتنی جلدی ہو سکے اس جزیرے سے چلی جاؤ۔ وہ بہت خفیہ بہت خطرناک ہے۔ وہ آج رات کی صبح نہیں ہونے دے گا تمہیں ختم کر دے گا۔“

”میں ایک شرط پر تم لوگوں کو زندہ جانے دوں گی۔ تم سب مجھے اس کے تمام خفیہ اڈوں کا پتا بتاؤ گے۔“

انہیں اپنی جان پاری تھی۔ وہ زندہ رہنا چاہتے تھے۔ وہ ڈاکٹر لارسن کے تمام خفیہ اڈوں کے پتے، فون اور لکس نمبر بتائے۔ لگے سونیا ایک کانڈ پر نوٹ کرتی رہی پھر اس نے کہا ”جو کچھ تم لوگوں نے لکھا ہے اگر یہ غلط ہوگا تو میں تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر کتوں کی موت مادیوں گی۔ اب یہاں سے

کسی وقت میری ایک سہیلی یہاں آنے والی ہے۔ اس کے سامنے اپنا رویہ درست رکھو۔ تم تو میرے بھی آقا بن جاتے ہو۔

”تم سہیلی کو بھول جاؤ۔ وہ یہاں نہیں آئے گی۔“
”کیا تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو؟ وہ یہاں آتی ہی ہوگی۔“
”وہ ابھی ساحل پر آئی تھی۔ میں نے اسے واپس بھیج دیا ہے۔“

”وہ ایسی نہیں ہے کہ میرے پاس آکر واپس چلی جائے۔“

”موت اگر واپس بھیج دے تو کیا پھر بھی نہیں جائے گی؟“

”تم نہیں جانتے میری سہیلی کو اتنی جلدی موت نہیں آئے گی۔ اگر کوئی اسے مارنا چاہے گا تو پھر بھی نہیں مرے گی۔“

”تم تو خدا کی دعویٰ کر رہی ہو۔ ہماری دنیا میں ایسا کون ہے جسے پیدا ہونے کے بعد موت نہ آئی ہو۔ ایک سو دس برس تک زندہ رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔“

پوچھنے پر نک کر مجھے دیکھا پھر کہا ”میری سہیلی ایک سو دس برس کی نہیں ہے صرف سولہ برس کی ہے۔“

”تم اپنی سہیلی کی بات کر رہی ہو اور میں تمہاری دادی ماں کی بات کر رہا ہوں۔“

وہ نہیں جانتی تھی کہ میں اس کی دادی ماں کے بارے میں کیا کچھ جانتا ہوں؟ وہ پریشان ہو کر بولی ”تم یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میری کوئی دادی ماں نہیں ہے۔“

”ہاں اب تو تمہیں یہی کہنا ہو گا۔ اب تمہاری کوئی دادی ماں نہیں رہی ہے۔ وہ سولہ برس کی چھوٹی بن کر یہاں آئی تھی۔ میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا ہے وہ ڈوب کر مر چکی ہے۔“

وہ یقین نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی اس کی دادی ماں کو مار سکتا ہے۔ وہ اپنے موبائل فون پر نمبر سچ کرتے ہوئے بولی ”میں ابھی اس سے پوچھتی ہوں کہ وہ کب تک یہاں آ رہی ہے۔ وہ ابھی مجھے جواب دے گی۔“

اس نے فون کو کان سے لگایا اور انتظار کرنے لگی۔ پتا چلا وہ سری طرف فون میں کوئی گز رہا ہے اسے جواب نہیں ملے گا۔ اس نے اپنا فون بند کر دیا پھر کہا ”آج وہ کسی وقت آئے گی تو تمہارا یہ مذاق ختم ہو جائے گا کہ وہ مر چکی ہے۔“
میں اس کی یہ باتیں سن کر خاموش رہا۔ اسے اس کی

دادی ماں کی موت کا یقین دلانا ضروری نہیں تھا۔ آج نہیں تو کل حقیقت معلوم ہونے پر وہ سر پکڑ کر رونے والی تھی۔

فون کی کھٹی بجنے لگی۔ سیکورٹی افسر نے آگے بڑھ کر فون اٹینڈ کیا پھر دوسری طرف کی باتیں سن کر فون کے واٹس اپ سیکر کو آن کرتے ہوئے کہا ”مڈم! انڈین آرمی کے ایک افسر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“

پوچھنے پر بلند آواز سے کہا ”ہیلو! میں کماری پوجا کلپانی بول رہی ہوں۔“

فون کے واٹس اپ سیکر سے آواز سنائی دی ”ہیلو! میں انڈین آرمی کا میجر ارجن کہنے بول رہا ہوں۔ شاید تمہیں یہ خبر مل گئی ہوگی۔ ہمارا جو افسر انکوائری کے لیے تمہارے جزیرے میں گیا تھا۔ وہ یہاں زندہ واپس نہیں آ سکا۔ اس کا بیٹی کا پڑا ہوا بچہ پھیلے ہوئے ہے۔“

پوچھنے پر ”کہو! افسر بیٹی کا پڑے کے ساتھ تباہ ہو چکا ہے تو آپ یہ خبر ہمیں کیوں سنارہے ہیں؟“

میجر نے کہا ”میں پوجا! آپ کا وہ محبتر سلمان قیصر حیرت انگیز کمالات دکھا رہا ہے۔ ہمارے دو کمانڈوز جاوید اور ہریدو ناقابل شکست تھے۔ وہاں ہمارے جان پر کھیل جانے والے کئی کمانڈوز بھی تھے۔ وہ تمہارے دو درجن سیکورٹی گارڈز کو خاک میں ملا کر رکھ دیتے۔ کل تمہارا بھی نام و نشان مٹ جاتا۔ تمہارے سیکورٹی گارڈز وہ جنگ نہیں جیت سکتے تھے۔ جیتنے کے لیے کسی غیر معمولی طاقت یا غیر معمولی ہتھیار کی ضرورت تھی اور وہ ٹیلی پیٹھی کا ہتھیار تمہارے سلمان قیصر کے پاس ہے۔“

پوچھنے پر میری طرف دیکھا پھر ہنسنے ہوئے فون پر کہا ”تم کتابوں اور قصہ کمانڈوں کی باتیں کر رہے ہو۔ میرے محبتر سلمان قیصر کو ایک طرح کے دورے پڑتے ہیں۔ وہ ایسی بیماری کے نتیجے میں اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔ یہ اپنے آپ کو نہیں پہچان رہا ہے تو ٹیلی پیٹھی جیسے مشکل علم کو کیا سمجھے گا۔“

”تم باتیں بنا رہی ہو۔ حقیقت یہی ہے۔ سلمان قیصر نے اسی ہتھیار سے ہمارے دونوں کمانڈوز اور کئی کمانڈوز کو ہلاک کر کے اپنے ان کاوشوں کو گہرے سمندر میں لے جا کر ڈبوایا گیا ہے۔ اپنی بڑی واردات کرنے کے بعد اس نے اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑا ہے۔ آج اس نے ہمارے افسر اور اس کے دو باؤں گارڈز کو بیٹی کا پڑا ہوا بچہ پھیلے ہوئے ہے۔ بیٹھ کر اور میں جا ہی چلائی ہے۔ کروڑوں روپے کا گولابارود اور اسلحہ تباہ ہو چکا ہے۔“

پوچھنے پر ”مجھے یہ سن کر افسوس ہو رہا ہے۔ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں؟“

”میں سلمان قیصر سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“
میں نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے کہا ”میں سلمان قیصر بول رہا ہوں۔ فون کے واٹس اپ سیکر کے ذریعے آپ کی تمام باتیں سن رہا ہوں آپ مجھ سے کیا کرنا چاہتے ہیں؟“

”ہم آپ کے بارے میں دور تک معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ ابھی اس حد تک معلوم ہوا ہے کہ آپ پہلے کبھی ہمارے بھارت دکن میں نہیں رہے۔ آپ کو ہانگ کانگ سے اس جزیرے میں پہنچایا گیا ہے۔ کیا واقعی آپ اپنی یادداشت کھو چکے ہیں؟“

”آپ مجھ سے یہ نہ پوچھیں کہ میں کیا کھو چکا ہوں اور کیا بچا ہوں! یہ باتیں کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟“

میجر کی آواز سنائی دی ”یہاں دہلی اور ممبئی میں ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا ہے۔ وہ ہمیں پاکستان سے سفارتی سطح پر بہت نقصان پہنچا رہا ہے۔ پتا نہیں اس نے کتنے اہم راز چرا لیے ہیں۔ اس کے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ سولہ یا ستر برس کا جوان ہے اور وہ فراد علی تیمور کا بیٹا کبھی ہے۔“

پوچھنے پر ”میں نے یہ سنا ہے کہ مجھے دیکھنے لگی۔ یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ میں اپنا نام سننے ہی خود کو نہ پہچان لوں لیکن میں انجان بنا بیٹھا ہوا تھا۔ اسے ذرا اطمینان ہوا۔ واٹس اپ سیکر کے ذریعے میجر کی آواز سنائی دی ”وہ کہہ رہا تھا ”ٹیلی پیٹھی کا جو کھیل کبھی دہلی میں کھیل رہا ہے وہی کھیل آپ اس جزیرے میں بیٹھ کر کھیل رہے ہیں۔ آپ کی عمر اور آپ کے تجربے کے پیش نظر یہ قیاس آرائی کی جاسکتی ہے کہ آپ سلمان قیصر نہیں ہیں۔ کبھی آپ فراد علی تیمور ہیں۔ فراد علی تیمور! آپ تسلیم کر لیں۔“

پوچھنے پر ”میں نے یہ سنا ہے کہ ”میں کیا ہو اس ہے؟“ میجر! تم سراسر بکواس کر رہے ہو یہ میرے محبتر سلمان قیصر ہیں۔ یہ اپنی یادداشت بھول چکے ہیں۔ آپ انہیں فراد علی تیمور کہہ کر بھٹکا رہے ہیں۔ انہیں مجھ سے دور کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے ایسی فضول باتیں پسند نہیں ہیں۔ میں فون بند کر رہی ہوں۔“

میں نے کہا ”فون بند نہ کرو۔ جب میں سلمان قیصر ہوں تو پھر ہوں تم غصہ کیوں دکھا رہی ہو؟ میجر کی باتیں محل سے سنو اور ان کی باتوں کا معقول جواب دو۔“
پھر میں نے ٹیلی فون کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا ”ہیلو میجر! آپ لوگ میرے بارے میں جیسی بھی رائے قائم

کریں۔ میں جو اب کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ میں خود کو بھول چکا ہوں۔ فی الحال اتنا ضرور جانتا ہوں کہ کسی ٹیلی پیٹھی جاننے والے کبھی سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کوئی رابطہ ہے۔“

میجر نے کہا ”کل رات سے اب تک ہمارے دو کمانڈوز کئی کمانڈوز اور ایک انکوائری کرنے والا افسر حیرت انگیز طور پر مارے گئے ہیں۔ ہمیں کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا گیا ہے۔ ہمارے اہم فوجی افسروں کی لاشیں بھی نہیں مل رہی ہیں۔ ایسی بلاکتیں اور ایسی تباہیاں صرف ٹیلی پیٹھی کے ذریعے لائی جاسکتی ہیں۔ آپ خیال خواتی سے انکار کر رہے ہیں کوئی بات نہیں۔ آپ ہم سے ایک ملاقات تو کر سکتے ہیں؟“

پوچھنے پر ”میں سلمان! ملاقات سے انکار کر دو۔“
میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر پوچھا ”کیا آپ ملاقات کرنے میں آمین گئے؟“

”ہمارا ایک انکوائری افسر وہاں گیا تھا تو زندہ واپس نہیں آیا۔ آپ برا نہ مانیں اس جزیرے میں آپ ہماری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکیں گے۔ ہم آپ کی سلامتی کی ضمانت دے سکتے ہیں۔ آپ دہلی چلے آئیں۔“

”میں وہاں آؤں گا۔ آپ مجھ کو الزامات لگا کر مجھے گرفتار کر لیں گے۔ یہ دیکھیں گے کہ میں اپنی رہائی کے لیے ٹیلی پیٹھی کا ہتھیار استعمال کرتا ہوں یا نہیں۔ سیدھی سی بات ہے میں ٹیلی پیٹھی نہیں جانتا اور جب آپ کو یقین ہو جائے گا کہ میں نہیں جانتا ہوں تو آپ مجھے قیدی بنا کر کماری پوجا کلپانی کو بلیک میل کریں گے۔ اسے مجبور کریں گے کہ وہ میری رہائی کے لیے عدالت میں جزیرے کا کیس ہار جائے۔“

”آپ خواہ مخواہ شبہ کر رہے ہیں ایسا کچھ نہیں ہو گا۔“
”ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ ایک دوسرے پر کبھی اعتماد نہیں کریں گے۔ اس لیے مجھ سے ملاقات کرنے کا خیال دل سے نکال دو۔“

ہماری باتوں کے دوران میں ایک سیکورٹی گارڈ نے آکر سیکورٹی افسر سے کچھ کہا ”اس گارڈ کے ہاتھ میں وہ ہینڈ بیگ تھا جسے انہیں سکینے اپنے ساتھ لارہی تھی۔ میں نے ملاقات سے انکار کرنے کے بعد فون بند کیا۔ سیکورٹی افسر نے پوجا سے کہا ”مڈم! کھاتے کے ملاحوں نے یہ اطلاع بھیجی ہے کہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ایک خوب صورت جوان لڑکی یہاں ساحل پر آئی تھی۔ مسٹر سلمان اسے کھلے سمندر میں لے گئے تھے۔ جب یہ واپس آئے تو اس موزیوٹ میں وہ لڑکی نہیں

ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک یہ جزیرہ قانونی طور سے تمہارا تسلیم نہیں کیا جائے گا تب تک میں تمہارا ساتھ دوں گا۔

”یقین کرو۔ میں نہیں جانتی تمہارے عزیز و اقارب کون ہیں اور کہاں ہیں؟ دادی ماں نے صرف اتنا بتایا تھا کہ تمہارا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ مجھے صرف تمہاری ذات سے دلچسپی تھی۔ اس لیے میں نے تمہارے رشتے داروں کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا اور نہ ہی دادی ماں نے کچھ بتایا تھا۔“

”میں نہیں جانتا، تم کس حد تک بول رہی ہو۔ میں تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گا۔ اس بڑھیا نے چور خیالات کے خانے کو لاک کر دیا ہے۔ لہذا میرے سامنے یہی ایک راستہ ہے کہ میں اس جزیرے سے باہر نکلوں اور تمام دنیا میں اپنے رشتے داروں کو تلاش کرتا رہوں۔ جگہ جگہ پہنچ کر خیال خواتی کرتا رہوں گا تو وہ ضرور کہیں نہ کہیں مل ہی جائیں گے۔“

”پلیز، اس جزیرے کو چھوڑنے کی بات نہ کرو۔ میں تمہارے عزیز و اقارب کا پتا ٹھکانا معلوم کروں گی۔“

”کیسے معلوم کروں گی؟“

”کیراالہ میں دادی ماں کے پاس ان کی اہم دستاویزات، جادوئی نسخے اور ان کی لکھی ہوئی ڈائریاں رکھی ہیں۔ رواں سال کی ڈائری میں انہوں نے تمہارے بارے میں تمام تفصیلات ضرور لکھی ہوں گی۔ میں ابھی فون کرتی ہوں۔ دادی ماں کی ہر از ملازمت وہ ڈائریاں لے کر کل صبح تک یہاں ضرور آجائے گی۔“

”اگر ایسا ہے تو میں کل تک انتظار کروں گا۔“

میں ٹرن کا ہاتھ پکڑ کر اس کے سامنے سے گزرتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آگیا۔ کمرے میں پہنچتے ہی وہ دیوانہ وار چھ پر فدا ہوتے ہوئے بولی ”میں کتنی خوش نصیب ہوں۔ آپ فرہاد علی تیمور ہیں۔ میرے پتا بتائی گئی جتنی کھینچنے کی کوشش کرتے کرتے اس دنیا سے چلے گئے۔ وہ تو آپ کی پوجا کرتے تھے۔ دن رات آپ کے کارنامے سنایا کرتے تھے۔ میں بھگوان کا پتا بھی شکر ادا کروں، تم ہے۔ میں بھی پتا جی کی طرح آپ کی پوجا کرتی رہوں گی۔“

وہ پوجا کرنے لگی۔ میں پیار کر کے لگا۔ دشمن حالات سے نشتے نشتے، زندگی کی دھوپ میں چلتے چلتے ٹرن کے پیار کی چھاؤں بہت ٹھنڈی اور بر سکون لگ رہی تھی۔ پتا نہیں آگے اور کتنی کڑی دھوپ تھی۔ میں جی بھر کے اس چھاؤں میں

سے اٹھا نہیں سکو گے۔“

اس نے سوچا، فوراً جھک کر اسے اٹھائے گا لیکن صرف سوچ رہا تھا۔ عمل نہیں کر رہا تھا پھر اس نے میری مرضی کے مطابق وہاں موجود گارڈز کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہتھیار پھینک دیں۔ انہوں نے اپنے افسر کے حکم کی تعمیل کی۔ اپنے اپنے ہتھیار فرش پر ڈال کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

سیکیورٹی افسر نے پریشانی سے شکست خوردہ انداز میں مجھے دیکھا۔ میں نے پوچھا ”کیا تم سمجھ رہے ہو، ٹیلی پیچی کیا ہوتی ہے؟ ہاں۔ کچھ سمجھ رہے ہو۔ میں کچھ اور سمجھتا ہوں۔“

میں نے ایک گارڈ کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے اپنی گن اٹھا کر سیکیورٹی افسر کا نشانہ بننے لگے۔ ”یہ ہوتی ہے ٹیلی پیچی۔ پلک بجھکتے ہی تمہارے تمام گارڈز کو باقی بنادے گی۔ یہ تمہاری دی ہوئی گن سے تمہیں ہی گولی مار دیں گے۔“

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے احکامات کی تعمیل کرنے والے گارڈز اس طرح اچانک اس کے جانی دشمن بن سکتے ہیں۔ وہ عاجزی سے بولا ”سر! مجھے معاف کر دیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میں اور میرے تمام گارڈز آپ کے وفادار رہیں گے۔ ہم اس جزیرے کی سلامتی چاہتے ہیں۔“

میں نے کہا ”ٹھیک ہے۔ ہتھیار اٹھا لو اور تم سب یہاں سے جاؤ۔“

وہ سب ہتھیار اٹھا کر وہاں سے چلے گئے۔ پوچھنے سے بچنے سے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا ”یہ محل تمہارا ہے۔ یہ جزیرہ تمہارا ہے لیکن تم یہاں اکیلی بے یا و مددگار رہ گئی ہو۔“

وہ بھروسے سے لگی۔ کہنے لگی ”تم نے میری دادی ماں کو کیوں مار دیا۔ وہ میری ماں کی ماں تھی۔ میری طاقت تھی۔ تم خنا جزیرے کی حفاظت نہیں کر سکو گے۔ یہاں ہماری سلامتی کے لیے کالا جادو ضروری تھا۔ تم نے ہماری آدمی طاقت کم کر دی ہے۔“

”میں تمہاری دادی ماں کو کم نہ کرتا تو تم دونوں مجھے کم کر دیتیں۔ اس نے میرا برہنہ داش کیا تھا۔ وہ اگر زندہ رہتی تو مجھے کبھی اپنی یادداشت واپس لانے کا موقع نہ دیتی۔ اب میں اپنے لبو کے رشتوں کو تلاش کروں گا۔ وہ میری یادداشت واپس لائیں گے۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”کیا تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟“

”تم میرے عزیز و اقارب تک مجھے پہنچا دو۔ میں تمہارا

وہ بار بار چیخ کر بولنے پر مجبور ہو رہی تھی۔ حالات ایسے تھے کہ اس کا قائل اعتماد سیکیورٹی افسر اسے ایب نارمل سمجھ رہا تھا ”میں بیمار نہیں ہوں۔ پاگل نہیں ہوں۔ مجھے کسی ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جو حکم دے رہی ہوں اس پر عمل کرو۔ فرہاد کو گرفتار کرلو۔“

سیکیورٹی افسر نے تعجب سے مجھے دیکھا پھر کہا ”آپ بھی اس میجر کی طرح انہیں فرہاد کہہ رہی ہیں؟“

پوچھا کہ اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ ذرا سنبھل کر بولی ”میں بہت پریشان ہوں۔ میرا ذہن کام نہیں کر رہا ہے۔ یہ۔ یہ فرہاد نہیں ہے۔ سلمان قصیر ہے۔“

میں نے کہا ”تم نے روایتی میں اور بے خیالی میں میرا اصلی نام لیا ہے۔ اب دو میں سے ایک بات کرو۔ تم نارمل ہو یا نہیں؟ نارمل نہیں ہو، اس لیے ایک جوان لڑکی کو دادی ماں اور مجھے فرہاد کہہ رہی ہو۔ اگر نارمل ہو تو مجھے سلمان کہو اور یہ کہہ دو کہ وہ جوان لڑکی تمہاری دادی ماں نہیں ہے۔“

”ہے!“ وہ حلق پھاڑ کر چیخ بولی ”وہ میری دادی ماں تھی۔ تم نے اسے مار ڈالا ہے۔“

”اگر یہ سچ ہے کہ وہ تمہاری دادی ماں تھی تو یہ بھی سچ ہے کہ میں سلمان نہیں، فرہاد علی تیمور ہوں۔“

وہ میری باتوں سے الجھ کر رہ گئی۔ مجھے غصے سے دیکھنے لگی۔ میں نے سیکیورٹی افسر سے کہا ”میجر نے درست اندازہ لگایا تھا۔ یہ بھی غصے سے درست کہہ رہی ہے اور مجھے بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ تمہاری میڈیم یہ بھی درست کہہ رہی ہیں کہ وہ لڑکی دیکھنے میں جوان بھی لیکن ایک سو دس برس کی بوڑھی وچ ڈاکٹر یعنی جادو گرئی تھی۔ کماری پوجا کلیانی کی دادی ماں تھی۔“

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا ”وہ کالا جادو جاننے والی بڑھیا مر چکی ہے۔ اب یہاں صرف ٹیلی پیچی کا جادو چلے گا۔ میری حکمرانی ہوگی۔ جو میرا فرمان بردار رہے گا۔ اسے یہاں زندگی ملے گی۔ جو نافرمانی کرے گا۔ اس کے ہاتھ سے ہتھیار چھوٹ جائیں گے۔“

سیکیورٹی افسر کی سوچ نے کہا ”یہ تو زبردستی ہمیں اپنا ماتحت بنانا چاہتا ہے۔ ہم میڈیم کا نمک کھاتے ہیں۔ میڈیم سے وفاداری کرنی چاہیے۔“

میں نے اس کے ہاتھ سے ریوالتور گرا دیا۔ اس نے تعجب سے اپنے خالی ہاتھ کو دیکھا۔ میں نے کہا ”تم ابھی میرے خلاف سوچ رہے تھے۔ اس لیے ریوالتور گر گیا۔ جب تک مجھ سے وفاداری نہیں کرو گے۔ اس ریوالتور کو فرش پر

تھی۔ یہ اسے سمندر میں ڈبو کر آئے ہیں۔“

پوچھنے میں مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا ”اس طرح کیا دیکھ رہی ہو۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمہاری وہ سسٹلی یا تمہاری وہ دادی ماں یہاں آئی تھی۔ میں نے اسے گمرے پانی میں ڈبو کر مار ڈالا ہے۔“

وہ چیخ کر بولی ”میں تم جھوٹ بول رہے ہو۔“

وہ سیکیورٹی افسر سے ہنر بیک لے کر اسے کھول کر دیکھنے لگی۔ اس کے اندر کچھ ایسا سامان تھا جسے دیکھ کر تصدیق ہو گئی کہ اس کی دادی ماں یہاں آئی تھی۔ اس نے چیخ کر پوچھا ”کہاں ہے وہ؟“

”جنم میں ہے۔ تمہارے پیچھے چلانے سے واپس نہیں آسکے گی۔ آرام سے کام کی باتیں کرو۔ ورنہ میں یہاں سے اٹھ کر چلا جاؤں گا۔“

وہ آنسوؤں سے روتے ہوئے سیکیورٹی افسر سے کہہ رہی تھی ”ابھی انکوائری کرو۔ کیا سچ ایک حسین لڑکی یہاں آئی تھی اور اس نے اسے سمندر میں لے جا کر ڈوبایا ہے۔ اگر اسے ہلاک کیا گیا ہے تو میں اسے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی اسے گرفتار کرلو۔“

سیکیورٹی افسر اور دوسرے گارڈز نے اپنی اپنی گن کا رخ میری طرف کیا۔ میں نے سیکیورٹی افسر کی کھوپڑی اٹھا دی۔ وہ پوچھا ”میڈم! آپ غصے میں غلط فیصلہ نہ کریں۔ اعظمی آری کو ہم سے بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔ وہ اچانک ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔ ایسے وقت آپ مسٹر سلمان کو دشمن نہ بنائیں۔“

وہ غصے سے روتے ہوئے بولی ”مجھے مشورہ نہ دو۔ جاؤ اور میری دادی ماں کو تلاش کر دو۔“

”آپ کی دادی ماں یہاں نہیں آئی ہیں۔ ساحل پر ایک جوان لڑکی کو دیکھا گیا تھا۔ وہ اب نہیں ملے گی۔ سمندر میں ڈوب چکی ہے۔“

وہ چیخ کر بولی ”وہ جوان لڑکی میری دادی ماں تھی۔ تم نہیں سمجھو گے اور میں سمجھا نہیں سکوں گی۔ اس نے میری دادی کو ہلاک کیا ہے۔ تم کھڑے کیوں ہو؟ اسے گرفتار کیوں نہیں کرتے؟“

”میڈم! آپ ابھی نارمل نہیں ہیں۔ ایک جوان لڑکی کو دادی ماں کہہ رہی ہیں۔ آپ کی عقل میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ مسٹر سلمان اس جزیرے کی سلامتی کے لیے بہت اہم ہیں۔ بہتر ہے آپ اپنے بیڈ روم میں جا کر آرام کریں۔ محل کا ڈاکٹر آپ کا معائنہ کرے گا۔“

آرام کرنے لگا۔

اس دوران میں کبھی کبھی خیال خوانی کی پروا بھی کر رہا تھا۔ موجودہ حالات میں دشمنوں سے غافل رہنا ناوانی ہوتی۔ پوجا نے مجھے نرپ کر کے اپنی وادی ماں کے ذریعے میری یادداشت چھین کر بڑی چالاکی دکھائی تھی۔ مجھے جزیرے میں پیارے قیدی بنا کر رکھنے کی ٹھوس پلاننگ پر عمل کیا تھا لیکن تقدیر اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

وادی ماں کی موت نے اس کی کڑوڑی تھی۔ اس جزیرے میں اور محل میں اس کے اعتبارات ختم ہو گئے تھے۔ اس نے محل نے باہر آکر سیکورٹی افسر سے کہا "میں تم پر اندھا اعتماد کرتی تھی لیکن تم بڑے وقت پر میرا ساتھ چھوڑ رہے ہو۔"

وہ بولا "میں نے آپ کا نمک کھایا ہے۔ آپ سے وفاداری کرتا رہوں گا۔ ابھی میں فرماؤں گا وفادار بن گیا ہوں تو اس میں آپ کی بھلائی ہے۔ میں درپردہ آپ ہی کی بہتری کے لیے کام کرتا رہوں گا۔"

وہ بولی "ایک بات رازداری سے بتاؤ۔ ابھی تو فرماؤں میرے لیے بہت ضروری ہے۔ جب اس کی ضرورت نہیں رہے گی تو کیا تم چھپ کر اسے گولی مار کر میرے راستے سے ہٹا دو گے؟"

"آپ جب بھی اشارہ کریں گی، میں اس کا کام تمام کروں گا۔"

ایک سیکورٹی گارڈ ڈوڑتا ہوا ان کے پاس آیا۔ پوجا نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ ہانپتے ہوئے بولا "میڈم! میں موت کا ہر کارہ ہوں۔ مجھے حکم ملا ہے کہ غدار کو جینے نہ دو۔ اسے موت سے پہلے عبرت ناک سزا دو۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنی گن سیدھی کی پھر سیکورٹی افسر کے ایک پاؤں میں گولی مار دی۔ وہ چلتا ہوا اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ پوجا نے سسم کر پوچھا "یہ تم نے کیا کیا؟ اپنے افسر سے دشمنی کر رہے ہو؟"

گارڈ نے سیکورٹی افسر کا ریا اور لے کر کہا "تم نے اپنے آقا فرماؤں کی تیور کو دھوکا دیا ہے۔ وفاداری کی قسم کھا کر غدار کی کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ یونو تمہیں گولی کیوں نہ ماری جائے؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑا کر بولا "مجھ سے بھول ہو گئی۔ میری پہلی غلطی معاف کرو۔ مجھے وفاداری کا ایک موقع اور دو۔ اب میں میڈم پوجا کی باتوں میں نہیں آؤں گا۔ میں جان

کتابیات پبلی کیشنز

کی امان چاہتا ہوں۔ مجھے ایک موقع دو۔"

وہاں فائٹرز پہلے کم تھے۔ میں اور کم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سیکورٹی گارڈ کی زبان سے کہا "ٹھیک ہے۔ تمہیں آخری موقع دیا جاتا ہے۔ جاؤ اپنے زخم کی مرہم پڑھاؤ۔"

پوجا سہمی ہوئی تھی۔ وادی ماں کی زندگی میں غبارے کی طرح پھولی ہوئی تھی۔ اب اس غبارے سے ہوا نکل چکی تھی۔ اس نے ابھی طرح سمجھ لیا کہ میری مخالفت میں کچھ کرنا تو دوسری بات ہے۔ دل میں بھی مخالفت کرے گی تو مجھے خبر ہو جائے گی۔

میں نے اس کے اندر کہا "میں پہلی بار تمہارے اندر بول رہا ہوں۔ بے شک یہ تمہیں ابھی طرح سمجھ لیتا چاہیے۔ مجھ سے دشمنی کا ارادہ بھی کرو گی تو مجھے خبر ہو جائے گی۔ میں تمہارے اندر گھسا ہوا ہوں۔ کیا تم مجھے باہر نکال سکتی ہو۔"

وہ سہمی ہوئی تھی۔ بے بسی سے بولی "میں انڈین آرمی کے خطرے کو ہمیشہ کے لیے ٹالنا چاہتی تھی لیکن تم اس سے بھی بڑا خطرہ بن کر مجھ پر مسلط ہو گے۔"

"تم نے مجھے خطرناک بنا دیا ہے۔ اگر تمہاری نیت اچھی ہوتی۔ تم میرا برین واش نہ کرائیں اور ایک دوست بن کر مجھ سے مدد حاصل کرتیں تو آج تم یوں بے یار و مددگار نہ ہوتیں۔ اب تمہیں عقل آگئی ہے تو میں تم سے یہاں کے مالکانہ حقوق نہیں جھینوں گا۔ تم اب بھی ایک ملکہ کی سی شان و شوکت کے ساتھ یہاں زندگی گزارو گی۔"

میں دماغی طور پر ٹھن کے پاس حاضر ہو گیا۔ وہ مجھ پر اپنا ہار بچھاؤ کرتے ہوئے خوش کر رہی تھی۔ میں بھی اس کے ساتھ خوش ہو رہا تھا۔ کبھی خیال خوانی کرتے ہوئے مخالفین کے عوامی معلوم کر رہا تھا پھر میں نے انڈین آرمی کے میجر کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ یہ جاننا ضروری تھا کہ وہ جزیرے کے خلاف کیسے منصوبے بنا رہے ہیں۔

اس میجر نے کہا تھا کہ دہلی یا ممبئی میں کبیرا نامی ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا نوجوان ہے اور وہ میرا بیٹا ہے۔ اگر میجر درست کہہ رہا تھا تو اس حد تک پتا چل گیا کہ میرا ایک جوان بیٹا بھی ہے اور میں دہلی یا ممبئی کی طرف جا کر اسے تلاش کر سکتا ہوں۔

پوجا نے کہا تھا کہ وہ وادی ماں کی لکھی ہوئی ڈائری کل تک یہاں منگوا لے گی۔ اگر اس ڈائری سے مجھے عمل معلومات حاصل نہ ہوں تو میں ٹھن کو لے کر یہاں سے چلا

دیوتا 44

جاتا۔ فی الحال میں یہیں بیٹھے بیٹھے خیال خوانی کے ذریعے اپنے بیٹے تک پہنچنے کی کوششیں کر سکتا تھا۔

میں نے میجر کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ کبیرا ٹیلی پیٹھی کے ذریعے ان کے کچھ اہم راز معلوم کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں ہوم فشر نے میجر سے رابطہ بھی کیا تھا۔ لہذا میجر اس سے رابطہ کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے ان ٹیلی پیٹھی جاننے والے باپ بیٹے کے بارے میں کوئی نئی بات معلوم ہو سکے۔

میجر نے ہوم فشر کو یہ نہیں بتایا تھا کہ انڈین آرمی عدالتی فیصلے سے پہلے ہی کلیانی جزیرے پر قبضہ جمانا چاہتی ہے۔ آرمی نے اپنے اس مشن کو راز میں رکھا تھا۔ میجر نے یہ بھی کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا کہ اس جزیرے میں ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا شخص موجود ہے جس پر فرماؤں کی تیور ہوئے کا شبہ کیا جا رہا ہے۔

میجر نے ہوم فشر سے پوچھا "کیا کبیرا علی تیور کا کوئی سراغ مل رہا ہے؟"

ہوم فشر نے کہا "یہ ٹیلی پیٹھی کا چکر ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ اس نوجوان کی موجودگی بھی دہلی میں ظاہر ہوتی ہے بھی ممبئی میں۔ وہ ان دونوں سے کسی ایک شہر میں کبھی چھپا ہوا ہے۔"

میں ہوم فشر کی آواز سنتے ہی اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ یہ معلوم ہونے لگا کہ یسودی تنظیم کا سربراہ بے وی شوٹر اور شلیبا نامی ایک حسین لڑکی ایک پاکستانی سیاست دان کو پھانسی کر پاکستان آرمی کے اہم راز معلوم کرنا چاہتے تھے۔ کبیرا نے ان کے تمام منصوبوں کو ناکام بنا دیا تھا۔

پھر کبیرا نے ممبئی کے ایک سیاست دان ناگیسور پانڈے کی بیٹی کو اغوا کیا تھا۔ اس کی بیٹی دہلی میں اسے واپس لے گئی تھی اور کبیرا نے اس کی واپسی کے عوض ممبئی میں تین کروڑ روپے وصول کیے تھے۔ اٹلی جنس والے کمرہ رہے تھے کہ وہ کبیرا ایک جگہ بیٹھا ہوا ہے اور ان دونوں شہروں کے اعلیٰ افسران اور اعلیٰ عہدے داران کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے دن کا چین اور رات کی فینس اڑا رہا ہے۔

میں ہوم فشر کے اندر رہ کر آگے بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن اچانک ہی ٹھن کی چیخ کر خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں نے گھبرا کر پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھے کمری کمری سانس لینے کی کوشش کرتے ہوئے... انگ انگ کر کہہ رہی تھی "یہاں ایک سوئی سی چہرہ رہی ہے۔ سانس مشکل سے آ رہی ہیں۔"

دیوتا 44

میں نے فوراً ہی محل کے ڈاکٹر کو خیال خوانی کے ذریعے گرفت میں لیا۔ وہ دوڑاؤں کا بیگ اٹھا کر تیزی سے دوڑتا ہوا بیڈ روم میں آیا۔ میں نے کہا "اے دیکھو کیا ہو رہا ہے؟" اچانک سینے میں جھن ہو رہی ہے۔ یہ سانس نہیں لے پا رہی ہے۔"

ڈاکٹر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ پریشان ہو کر کہنے لگا "یہ تو بالکل ٹھیک ہے۔ نبض صحیح چل رہی ہے۔ دل کی دھڑکنیں بھی درست ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھن نے پھر ایک زوردار چیخ ماری۔ دونوں ہاتھوں سے پیشانی کو تھام کر تکلیف سے تڑپ کر بولی "یہاں بھی سوئی چہرہ رہی ہے۔ پیشانی سے دماغ تک چہرہ رہی ہے۔ بھلاؤ۔ مجھے بھلاؤ نہیں تو میں مر جاؤں گی۔" وہاں سیکورٹی گارڈ زون فیرہ آگئے تھے۔ پوجا بھی پہنچ گئی تھی۔ ٹھن کو غور کر دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے مجھ سے کہا "سرا! اس کا علاج کوئی ڈاکٹر نہیں کر سکے گا۔ اس پر کالا جادو کیا جا رہا ہے۔"

میں نے جھلا کر کہا "یہ کیا بکواس ہے؟ یہ تکلیف سے تڑپ رہی ہے تم فوری طور پر سکون پہنچانے کے لیے کوئی دوا نہیں دے سکتے۔"

وہ عاجزی سے بولا "سرا! آپ یقین کریں۔ یہ کالے جادو کا دوڑاؤ سسٹم ہے۔ کوئی اس کا پتا بنا کر اس کے سینے اور اس کی پیشانی میں سوئیاں چھو رہا ہے۔"

یہ سنتے ہی پوجا ایک دم سے قہقہے لگانے لگی۔ میں نے اسے غور کر دیکھا۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی "زندہ ہے۔ میری وادی ماں زندہ ہے۔ میں جانتی تھی میری وادی ماں کو مقررہ وقت سے پہلے کوئی نہیں مار سکے گا۔"

میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ چیل زندہ تھی اور میں اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔ ٹھن تھوڑی دیر تک پرسکون رہی پھر اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر چیخ ماری اور تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگی۔ میں اس کی تکلیف دیکھ کر اندر سے تڑپنے لگا۔ میں نے آگے بڑھ کر پوجا کا گلا دبوچ کر گرجتے ہوئے پوچھا "کہاں ہے تیری وادی ماں؟ اسے بول یہاں آئے۔ اسے فوراً سمجھا کہ ٹھن کو نقصان نہ پہنچائے ورنہ میں تیرے گلوے گلوے کروں گا۔"

میں نے اسے دھکا دیا وہ چیخے دیوار سے ٹکرائی۔ غصے سے بولی "تم کیا سمجھتے ہو؟ مجھے مار ڈالنے کے بعد یہاں سے زندہ سلامت جاسکو گے۔ جاؤ ابھی ٹھن کو لے کر یہاں سے جاسکتے ہو تو چلے جاؤ۔ اپنی ٹیلی پیٹھی کی تمام صلاحیتیں آزمائو۔"

کتابیات پبلی کیشنز

71

تمہیں اس جزیرے سے باہر جانے کا راستہ نہیں ملے گا۔“
اس کے مہیا کسٹل فون کا بزرگ سنا لیا۔ وہ اسے آن کر کے
سنا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے چھین کر فون کو کان سے
لگایا۔ دوسری طرف سے ایک بوڑھی اور کمزور آواز سنانی دی
”میری بیٹی! تم خیریت سے ہو ناں؟“
وہ آواز میرے لیے انجانا تھی۔ میں اس کے دماغ میں
چبچک گیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولی ”اچھا تو میرے اندر
آیا ہے! میری پوتی تیری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے
گی لیکن میں محسوس کر رہی ہوں۔ تم کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے
تو میرے اندر سے چلا جا۔“

”تو مجھے دماغ سے جانے کو کہہ رہی ہے۔ مجھے سانس
روک کر کیوں نہیں بھگا رہی ہے؟“

وہ بولی ”تو نے مجھے کمزور بنا دیا ہے۔ میں نہیں برس کی
سٹھن تپتے کے بعد جوان چھو کر بن گئی تھی۔ جوانی کی تمام
توانائیاں حاصل کر چکی تھی لیکن تو نے مجھے سمندر میں ڈبو دیا۔
میں اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں مروں گی۔ میں گہرے پانی
سے باہر نکل آئی لیکن پتا چلا کہ میری جوانی کھارے پانی سے
دھل گئی ہے۔ میں نہیں جانتی ایسا کیوں ہو گیا؟“

میں نے کہا ”تیری شامت آئی تھی کہ تو مجھ سے
نکھانے کے لیے یہاں آئی۔ اب میں تیری موت کا حساب
غلط کر دوں گا۔ مقررہ وقت سے پہلے تجھے خاک میں ملا دوں
گا۔ اگر تو اپنی باقی سانسوں تک زندہ رہنا چاہتی ہے تو ٹھن
چھچھا چھوڑ دے۔“

”تو نے کہا اور میں نے چھوڑ دیا لیکن یاد رکھ میری پوتی
کو نقصان پہنچے گا تو تیری وہ رکھیل زندہ نہیں رہے گی۔“
”پوچھا تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“

”میرے بدن پر سمندر کے پانی کا نمک لگا ہوا ہے۔ میں
دوبیا کی طرف جاری ہوں۔ میٹھے پانی سے غسل کرنے کے بعد
نمک دھل جائے گا اور میری جوانی واپس مل جائے گی تو میں
تیری دشمنی کو بھول جاؤں گی۔“

”اور اگر میٹھے پانی سے نما کر بھی جوانی واپس نہ لوئی تو پھر
کیا کرے گی؟“

وہ کچھ سوچ کر بولی ”اگر چند مخصوص منتروں کے پڑھنے
رہنے کے بعد بھی جوانی واپس مل جائے گی تو اس وقت بھی
میں تجھے معاف کر دوں گی اور اگر اثر نہ ہوا تو پھر سمجھ لے کہ
تو میرے ہاتھوں سے مرنے کے لیے ہی پیدا ہوا ہے۔ دنیا کی
کوئی طاقت تجھے میرے ہاتھوں مرنے سے نہیں بچا سکے گی۔
فی الحال اپنی خیریت چاہتا ہے تو میرے دماغ سے چلا جا۔“

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ ٹھن سکون سے آنکھیں
بند کیے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ اسے پر سکون دیکھ کر مجھے اطمینان
ہوا۔ اسے تو سکون مل گیا تھا لیکن میری فکر اور پریشانیاں بڑھ
گئی تھیں۔ وہ بوڑھی چڑیل جھگ میں کہیں چھپی ہوئی تھی
اور اپنے جادوئی جھنڈوں سے مجھے مجبور اور بے بس بنا رہی
تھی۔ یہ میں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اب وہ مجھے اس
جزیرے سے باہر نہیں جانے دے گی۔

☆

کبریا مہینے کے ایک ہونٹل میں میرا اشارہ اور پروفیسر
دینا تھ کے ساتھ تھا۔ شادرا ان کے لیے ایک پریشان کن
مسئلہ بن گئی تھی۔ اس کی ضد تھی کہ کبریا اس سے محبت
کرے اور شادی کرے۔ جبکہ کبریا اور میرا ایک دوسرے کو
چاہنے لگے تھے۔ کبریا نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ میرا کی محبت
اسے کبھی نہیں دے گا۔

اس بات پر شادرا ان سے ان کا ساتھ چھوڑ کر چلی گئی
تھی۔ کبریا ٹیلی فنی کے ذریعے اسے بد معاشوں کے چنگل
سے بچا کر واپس لے آیا تھا۔ اس کے باوجود شادرا ایک
ضدی بیٹی کی طرح چل رہی تھی۔ اس نے ایک ہی رٹ لگا
رکھی تھی کہ رہے گی تو کبریا کی آغوش میں ڈرنے نہیں دوں گی
جائے گی۔

اس نے کبریا سے وعدہ لیا تھا۔ اسے ماں کی قسم دی تھی
کہ وہ اس کے دماغ میں نہیں آئے گا۔ کبریا نے کہا ”زندگی
میں پہلی بار اسے ماں کی قسم دی گئی ہے۔ لہذا وہ کبھی شادرا
کے دماغ میں جانے گا نہ اس کے خیالات پڑھے گا۔“

اس طرح ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا ”وہ قابو سے باہر
ہو گی۔ پہلے کبریا اسے خیال خواتی کے ذریعے کنٹرول کر رہا
تھا۔ اب وہ بے لگام ہو گئی تھی۔ میرا نے کہا ”آپ اس کی
دی ہوئی قسم قبول نہ کریں۔ یہ ہمارے لیے مصیبت بن جائے
گی۔“

”یہ اپنے لیے مصیبت بنے گی۔ ہمیں چھوڑ کر کہیں
جائے گی تو بے یا و مددگار رہے گی۔ غنڈے بد معاش اس کی
عزت کی دھجیاں اڑاتے رہیں گے۔ ہر حال ابھی تو مجھے
بھوک لگی ہے۔ کیا کھانے کے لیے کہیں باہر چلیں یا کمرے
میں کھانا منگوائیں۔“

میرا نے کہا ”باہر چلیں۔ وائٹنگ ہو جائے گی۔ کسی اوپن
ایئر ریسٹورنٹ میں اپنی اپنی پسند کی ڈش کھائیں گے۔“
وہ سب کمرے کو لاگ کر کے ہوٹل کے باہر آ گئے۔
پروفیسر شادرا کے ساتھ چلتا ہوا اسے پیار سے سمجھا رہا تھا۔

وہ پروفیسر کے ساتھ چل رہی تھی لیکن میرا اور کبریا کو ایک
دوسرے کا ہاتھ تھام کر چلنے دیکھ رہی تھی۔ اس کا دماغ اندر
سے چیخ رہا تھا ”میرا کی جگہ مجھے ہونا چاہیے۔ کبریا کو میرا ہاتھ
تھامنا چاہیے۔ میں بوڑھے انگل کے ساتھ چل رہی ہوں
اور یہ میرے آئیڈیل کے ساتھ کیسی مست ہو کر چل رہی
ہے۔ اس کی ساری مستی نکال دوں گی۔ اسے کبریا سے بیش
کے لیے الگ کر دوں گی۔“

وہ ایک اوپن ایر ریسٹورنٹ میں آکر بیٹھ گئے۔ اپنی اپنی
پسند کے مطابق کھانے کا آرڈر دینے لگے۔ وہ ہندو تھے۔ ماس
چھلی یعنی گوشت چھلی نہیں کھاتے تھے۔ سبز یوں پر گزارہ
کرتے تھے۔ سبز یوں کی ڈشیں بھی طرح طرح کی مزے دار
ہوتی تھیں۔

کبریا نے بھی سبزی کی ایک ڈش کا آرڈر دیا۔ میرا نے کہا
”آپ تو گوشت چھلی کھاتے ہیں پھر آپ سبزی کا آرڈر کیوں
دے رہے ہیں؟“

”اس لیے کہ تم میری زندگی میں آ گئی ہو۔ مجھے سبزی کی
عادت ڈالنی ہوگی اور تمہیں گوشت کی۔“

وہ سر جھکا کر مسکرائے۔ شادرا کی ساری توجہ ان
دونوں کی طرف تھی۔ میرا کو مسکراتے دیکھ کر جل گئی۔
ناگوارا سے بولی ”تم گوشت کھاؤ گی تو کیا تمہارا دھرم شٹ
نہیں ہو گا؟“

وہ بولی ”مجھے کسی ایک دھرم کی ہو کر رہنا ہے۔ جب میں
ایک مسلمان کو اپنے دل و جان کا مالک بنا رہی ہوں تو پھر میں
مسلمان ہی بن کر رہوں گی۔“

ان کے آرڈر کے مطابق کھانا آیا۔ وہ کھانے کے
دوران میں باتیں کرنے لگے۔ شادرا کھانا ادھر اچھوڑ کر
اٹھی اور پروفیسر سے بولی ”انگل! میں ابھی واش روم سے آتی
ہوں۔“

میرے نے اٹھتے ہوئے کہا ”میں بھی چلتی ہوں۔“
وہ ناگوارا سے بولی ”تم میرے ساتھ کیوں آ رہی ہو؟ کیا
میری نگرانی کرو گی؟ کیا تم میری باڈی گارڈ ہو؟“
”تم برا کیوں مان رہی ہو؟ میں کسی ضرورت سے ہی
واش روم جا رہی ہوں۔“

وہ بیٹھ گئی اور بولی ”تو پھر جاؤ۔ جب تم آ جاؤ گی تب میں
جاؤں گی۔“

میرا نے بیٹھ کر کہا ”پہلے تم جا رہی تھیں۔ اس لیے تم ہی
جاؤ۔ مجھے جلدی نہیں ہے۔“

اس نے غور کر میرا کو دیکھا پھر وہاں سے اٹھ کر چلی

گئی۔ میرا نے تفریش سے کہا ”مجھے اس سے ڈر لگ رہا ہے۔
یہ پھر ہمیں چھوڑ کر جاسکتی ہے۔“

کبریا نے بڑی بے پروائی سے کہا ”اب وہ کہیں جائے گی
تو کسی جسم میں ہی پہنچے گی۔ تم اسے ساری زندگی تجھیں پسنا
کر نہیں رکھ سکو گی۔ کھانے پر توجہ دو۔ اسے آنا ہو گا تو
آجائے گی۔“

وہ سر جھکا کر کھانے لگی لیکن اس کا سارا دھیان شادرا
کی طرف تھا۔

پروفیسر نے کہا ”کوئی اپنے مقدر سے نہیں لڑ سکتا۔ اس
کا زانچہ اور اس کے ہاتھ کی لکیوں سے بس ایک ہی بات
ظاہر ہوتی ہے کہ یہ لڑکی اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں پر
کھناڑی مارتی رہے گی۔ اسے روکا نہیں جاسکتا۔“

کبریا نے کہا ”میں ٹیلی فنی کے ذریعے روک سکتا تھا
لیکن اس نے قسم دے کر یہ رکاوٹ بھی دور کر دی ہے۔ تقدیر
اپنا لکھا ہوا منوانے کے لیے ایسے ہی تماشے کرتی ہے۔“

میرا نے اٹھتے ہوئے کہا ”میں ابھی جا کر دیکھتی ہوں۔“
کبریا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا ”بیڈ لگ۔ کیوں اس
کی اتنی فکر کرتی ہو؟ اس کا بس چلے گا تو وہ تمہاری جگہ حاصل
کرنے کے لیے تمہیں قتل بھی کر دے گی۔“

میرا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا ”آپ غصہ نہ
کریں۔ اس کے لیے میرے جذبات کو سمجھیں۔ پلیز مجھے
جانے دیں۔“

کبریا نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا ”اچھی بات ہے
جاؤ۔“

وہ خوش ہو کر وہاں سے چلی گئی۔ پروفیسر نے کہا ”بچپن
میں ان کی ماں مر گئی تھی۔ تب سے میرا شادرا کو بہت چاہتی
ہے۔ اسے ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتی۔ حالانکہ یہ
شادرا سے صرف دو برس بڑی ہے۔“

تھوڑی دیر بعد میرا تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ وہ گھبراہٹ
ہوتی تھی۔ اس نے کہا ”وہ واش روم میں نہیں ہے۔ میں نے
ریسٹورنٹ کے اندر ہر جگہ دیکھا ہے۔ وہ کہیں نظر نہیں
آ رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ پچھلے دروازے سے چلی گئی
ہے۔“

کبریا نے نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے کہا ”اب وہ
میرے لیے خطرہ بن جائے گی۔ اسے جو بھی محبت سے سہارا
دے گا۔ وہ اس کے سامنے اگل دے گی کہ میں ٹیلی فنی تھی
جانتا ہوں اور تم دونوں کے ساتھ رہتا ہوں۔“

میرا نے کہا ”وہ ایسی حماقت نہیں کرے گی۔“

کبریا نے ڈانٹ کر کہا ”بکواس مت کرو۔ کیا وہ اب تک حماقتیں کرتی نہیں آ رہی ہے؟ وہ حسد اور جلاپے میں کچھ بھی کر سکتی ہے۔“

پروفیسر نے کہا ”میرا! خواہ شارد کی حمایت نہ کرو۔ وہ کبریا کے لیے خطرہ بن گئی ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام میڈیا کے ذریعے کبریا کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ اسے پولیس والے آ رہی والے سب ہی تلاش کر رہے ہیں۔ اگر وہ ان میں سے کسی کے ہتھے چڑھ جائے گی تو وہ لوگ اس کے بارے میں بہت کچھ اس سے اٹھوا لیں گے۔“

کبریا نے پروفیسر سے کہا ”فی الحال دافن مندی یہ ہے کہ میں آپ لوگوں سے دور ہو جاؤں۔ ہمارا ایک ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔“

میرا اس کا بازو تمام کریمہ گئی پھر بولی ”میں آپ کو کہیں نہیں جانے دوں گی۔ اس دس میں قدم قدم پر آپ کے دشمن ہیں۔ میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گی۔“

وہ میرا کے ہاتھ کو محبت سے تمام کر بولا ”ایسے وقت جذبات سے نہیں عقل سے کام لینا چاہیے۔ اگر پولیس یا آری والوں نے کھیرا ڈالا تو ہم سب ایک ساتھ پھنس جائیں گے۔ اگر میں روپوش رہوں گا تو تم دونوں کو مصیبتوں سے نجات دلاتا رہوں گا۔“

”کچھ بھی ہو میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ اکل یہاں سے کھنڈو واپس چلے جائیں گے میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔“

”تم میرے ساتھ رہ کر میری بہت بڑی پہچان بن جاؤ گی۔ ڈھونڈنے والوں کو یہ معلوم ہو گا کہ تمہارے اکل تنہا رہ گئے ہیں تو یقیناً تم میرے ساتھ ہو۔ میں ہمیں بدلتا رہوں گا لیکن تمہاری موجودگی کے باعث پہچان لیا جاؤں گا۔“

پروفیسر نے کہا ”بھئی! کبریا کی باتوں کو سمجھو۔ اس کے لیے براہم نہ بنو۔ اسے جانے دو۔ یہ دور رہ کر میری اور تمہاری حفاظت کرے گا۔“

میرا شکایت بھری نظروں سے کبریا کو دیکھنے لگی۔ وہ اس سے جدا نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن حالات چمکنے پر مجبور کر رہے تھے۔ کبریا نے اس کے اندر سوچ کے ذریعے کہا ”میری جان! نہ میں تمہیں بھلا سکتا ہوں اور نہ ہی زیادہ دنوں تک تم سے دور رہ سکتا ہوں۔ میں دشمنوں کو اپنے راستے سے ہٹا کر کسی محفوظ پناہ گاہ میں بیٹھنے ہی تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا۔ ہم مجبوراً عارضی طور پر جدا ہو رہے ہیں۔“

وہ بھی سوچ کے ذریعے بولی ”وعدہ کریں۔ آپ مجھے جلد کتابیات پبلی کیشنز

سے جلد بلائیں گے۔ آپ جب تک دور رہیں گے مجھ سے مسلسل ذہنی رابطہ رکھیں گے۔“

پاس آتا رہوں گا۔“

پروفیسر نے کہا ”کبریا! جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ میری معلومات کے مطابق تمہارے پایا جنوب کی طرف اسی علاقے میں ہیں۔ میرا خیال ہے اب تم پونا، کیرالہ اور سری لنکا کی طرف جاؤ گے۔“

”جی ہاں۔ میں اسی طرف جاؤں گا۔“

میرا نے کہا ”تم مجھے بتاتے رہو کہ کس شہر کی طرف جا رہے ہو؟ کس علاقے میں پہنچ گئے ہو۔ میں اسی طرف سفر کرتی رہوں گی۔“

کبریا نے پروفیسر سے کہا ”اب تمہارے ساتھ کہاں بیٹھتے رہیں گے۔ میرا مشورہ ہے اپنے شہر کھنڈو واپس چلے جائیں۔ میں جنوب کی طرف سفر کرنے کے دوران میں آپ سے دافنی رابطہ رکھوں گا اور پاپا کے ذریعے کے مطابق آپ مجھے بتاتے رہیں گے کہ وہ کس سمت میں ہیں۔“

پروفیسر نے پوچھا ”اور میرا کے متعلق کیا چاہتے ہو؟“

”آپ اسے تنہا چھوڑیں۔ یہ تھان علاقوں کی طرف جاتی رہے گی جہاں میں پہنچتا رہوں گا۔“

پروفیسر نے کہا ”مجھے یقین ہے کہ یہ جہاں بھی تنہا جائے گی تم اس کے اندر رہ کر اس کی حفاظت کرتے رہو گے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں یہاں سے کھنڈو چلا جاؤں گا۔ میں اپنی یہ بیٹی تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔“

”میرا ایک اور مشورہ ہے۔ آپ صبح تک اس ہوٹل میں نہ جائیں۔ ہمارا سامان اور وہ تین کروڑ روپے وہیں بڑے رہنے دیں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے معلومات حاصل کرتا رہوں گا۔ جب کوئی خطرہ درپیش نہیں ہو گا تو میں آپ سے وہاں جانے کے لیے کہوں گا۔“

پروفیسر نے وہاں سے اٹھ کر کھانے کا بل ادا کیا پھر میرا کو گلے لگا کر کبریا سے معاف کر کے وہاں سے رخصت ہو گیا۔

میرا نے پوچھا ”میرے لیے کیا حکم ہے؟“

میرے ساتھ شاپنگ سینٹر چلو۔ سری بیگ اور ضروری سامان خریدو۔ اس سے پہلے ہم کسی اسٹورکھنڈ کوچ میں دو شیشیں حاصل کریں گے اور ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن کر اس کوچ کے ذریعے پونا جائیں گے۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”آپ بہت اچھے ہیں۔ میرا ساتھ نہیں چھوڑ رہے ہیں لیکن شاپنگ کے لیے رقم کم پڑے گی۔“

میرے پرس میں صرف دو ہزار روپے ہیں۔“

کبریا نے کہا ”اور میری جیب تو بالکل خالی رہتی ہے۔ اس کے باوجود دنیا کی ساری دولت میرے قدموں میں رہتی ہے۔ چلو میں نیلی بیٹی کا کمال دکھاتا ہوں۔ تم بھی کسی کی محتاج نہیں رہو گی۔“

وہ حیرانی سے بولی ”لیکن آپ رقم کہاں سے حاصل کریں گے؟“

”میں اس ریسٹورینٹ کے مالک سے کم از کم پچاس ہزار روپے وصول کر سکتا ہوں لیکن اس کے خیالات بڑھ کر معلوم ہوا ہے کہ یہ ایک سچا دھرم والا نیک انسان ہے۔ میں حلال کی روزی کمانے والوں سے رقم نہیں لیتا۔ بے ایمانوں اور شیطانوں سے ان کی دولت حاصل کرتا ہوں۔ آگے چلو ہماری دنیا میں شیطان بہت ہیں۔“

وہ ریسٹورینٹ بہت مشہور تھا۔ وہاں بڑے بڑے دولت مند شراب کی کراچی دشتاؤں کے ساتھ ماس مچھلی کھانے آیا کرتے تھے۔ کبریا نے کہا ”رقم ہمیں مل جائے گی۔ وہاں کافی ہی قیمتی گاڑیاں کھڑی ہوئی ہیں۔ تم آگے بڑھو اور ان گاڑیوں کے قریب سے گزرتی جاؤ۔“

وہ بولی ”ان گاڑیوں میں اوباش قسم کے رئیس ہوتے ہیں۔ وہ مجھے چیمیزس گے۔ تم ایسی حرکتیں برواشت نہیں کرناؤ گے۔ خواہ مخواہ بات بڑھے گی۔ میں کوئی ہنگامہ نہیں چاہتی ہوں۔“

”کوئی ہنگامہ نہیں ہو گا۔ جو کہ رہا ہوں وہ کرو۔ ادھر جاؤ۔“

وہ جانے لگی۔ ان کاروں کے قریب سے گزرنے لگی۔ امیر کیر لوگ اپنی اپنی کار میں کسی نہ کسی حینہ کے ساتھ شراب پی رہے تھے۔ گوشت مچھلی کھا رہے تھے اور زر خرید حیناؤں کو کیچے سے لگا رہے تھے۔ ایک کار میں ایک شخص نشے کی حالت میں اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی حینہ کو دھکار رہا تھا۔ اسے ہزار ہزار گے پانچ ٹوٹ دے کر کہہ رہا تھا ”گٹ آؤٹ۔ سو کی بیٹی! کیا اسی وقت تمہیں بیمار ہونا تھا سارا موڈ چپٹ کر دیا۔“

وہ رقم لے کر ہر چلی گئی۔ تب اس نے دور سے آتی ہوئی میرا کو دیکھا۔ دروازہ کھول کر بولا ”او واٹ اے فٹاسٹک بیوٹی! اکیلی کہاں بھٹک رہی ہو۔ میری گاڑی میں آ جاؤ۔ جتنی رقم مانگوں تمہیں دوں گا۔“

کبریا نے کہا ”میری جان! تمہیں کھیرانا نہیں چاہیے۔ اس کے قریب جاؤ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھو۔ مجھ پر

بھروسہ کرو کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“

وہ اس کار کی اکیلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ اسٹیشننگ سیٹ پر

خانے میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے ہیں۔ سیٹ کے نیچے ایک بیگ میں اس کے کچھ ضروری کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ وہ میرا سے پوچھ رہا تھا ”کیا تم پیو گی؟ بہترین امپورٹڈ وسکی ہے۔“

کبریا نے کہا ”اب یہ تھوڑی دیر میں چپ ہو جائے گا۔ تمہارے پیروں کے پاس ایک بیگ رکھا ہوا ہے۔ اسے خالی کر دو پھر ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر وہاں کی تمام رقم بیگ میں رکھ لو پھر وہاں سے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جاؤ۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔“

یہ کہتے ہی اس نے اس رئیس کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق وسکی کی بوتل کو کھول کر منہ سے لگایا اور غٹاٹ پینے لگا۔ وہ تو پہلے ہی نشے میں شں تھا۔ بھری ہوئی بوتل خالی ہوئی گئی اور اسے ہوش و حواس سے بگاڑ کر گئی گئی۔ میرا بیگ میں رقم بھر کر اسے بند کرنے کے بعد کار سے باہر آئی پھر تیرہ قدموں سے چلتی ہوئی ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جانے لگی۔

کبریا ایک ٹیکسی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے آواز دی ”کم آن میرا! یہاں اس ٹیکسی میں آ جاؤ۔“

وہ دونوں اس ٹیکسی کی چھٹی سیٹ پر بیٹھ کر ایک بڑے شاپنگ سینٹر میں پہنچ گئے۔ میرا نے ٹیکسی سے اتر کر اس کا کرایہ ادا کیا پھر شاپنگ کرنے کے لیے منگے علاقے کی منگلی دکانوں کی طرف کبریا کے ساتھ جانے لگی۔

شاردا ایک پولیس اسٹیشن میں تھا۔ انچارج سے کہہ رہی تھی ”میں اس نیلی بیٹی جتنی جاننے والے کو جانتی ہوں۔ جسے گرفتار کرنے کے لیے پورے دیس کی پولیس اور انٹیلی جنس والے پھیلے دونوں سے پریشان ہو رہے ہیں۔“

انچارج افسر نے چونک کر پوچھا ”تم کون ہو؟ اسے کیسے جانتی ہو؟ کیا تم اس کا خفیہ ادا جانتی ہو؟“

”میں ابھی اس کے بارے میں سب کچھ بتاؤں گی لیکن اسے گرفتار کرانے والے کے لیے دو لاکھ روپے کی رقم انعام کے طور پر رکھی گئی ہے۔ پہلے یہ رقم مجھے ملنی چاہیے۔“

اس وقت شاردا کے پرس میں صرف آٹھ سو روپے تھے۔ اسے تمنا رہنے کے لیے زیادہ سے زیادہ رقم کی ضرورت تھی۔ اس لیے وہ پہلے رقم کا مطالبہ کر رہی تھی۔

انچارج افسر نے کہا ”تمہیں رقم مل جائے گی۔ پہلے کتابیات پبلی کیشنز

دیوتا

78

79

76

74

اسے گرفتار کراؤ۔“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی ”اپنے اعلیٰ افسران سے میری بات کراؤ رقم تمہارے بیوں سے ملے گی۔ اس لیے میں تمہارے بیوں کو کبیرا تک پہنچاؤں گی۔“

وہ جھنجھلا کر بولا ”جب میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ رقم مل جائے گی تو پھر ضرور ملے گی۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟“

”مجھے غصہ نہ دکھاؤ۔ اپنے بیوں سے بات کراؤ ورنہ چلی جاؤں گی۔“

”کہاں جاؤں گی۔ میں تمہیں حوالات میں بند کروں گا۔ تمہاری اتنی پٹائی کروں گا کہ تم اس کا پتا بتانے پر مجبور ہو جاؤ گی۔“

”تم جب تک میری پٹائی کرو گے۔ اس وقت تک وہ وہاں سے جا چکا ہو گا۔“

وہ غصے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسسٹنٹ پولیس انسپکٹر سے بولا ”اسے حوالات میں بند کرو۔ یہ ابھی پانچ منٹ میں اگل دے گی۔“

انسپکٹر نے کہا ”سرا! یہ ہمارے دیس کی سلامتی کا معاملہ ہے۔ وہ ٹیلی پیٹھی جاننے والا یہاں کے اہم راز چرا کر لے جائے گا۔ آپ اس لڑکی کا مطالبہ پورا کریں اور فوراً آئی جی صاحب سے رابطہ کریں۔“

انچارج افسر نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا ”ہکواس مت کرو۔ ہم اس ٹیلی پیٹھی جاننے والے کو گرفتار کرنے کا کریڈٹ حاصل کریں گے۔ پورے دیس میں ہمارا نام ہو گا۔ ہماری ترقی ہو گی۔“

انسپکٹر نے کہا ”آپ نام پیدا نہ کریں اپنے دیس کو نقصان سے بچائیں۔“

”دیس کو نقصان نہیں پہنچے گا اور ہمیں بھی فائدہ ہو جائے گا۔ تم اسے بند کرو۔“ انچارج نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر نے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا ”سرا! معافی چاہتا ہوں۔ آپ دیس کا نقصان کریں گے تو میں آپ کو گولی مار کر زخمی کروں گا پھر کشتہ صاحب کو رپورٹ کروں گا۔ پلیز۔ فوراً ہمارے بیوں کو اطلاع دیں ورنہ آپ نام نہیں کما سکیں گے۔ آپ کی وردی اتر جائے گی۔“

انچارج افسر کے پاس بھی ریوالور نکالیں وہ میز کی چلی دراز میں تھا۔ وہ جوا بآپ اس پر ریوالور نہیں تان سکتا تھا۔ اس نے مجبور ہو کر آئی جی ٹف پولیس سے رابطہ کر کے اسے کبیرا کے بارے میں بتایا۔ آدھے گھنٹے کے اندر پولیس کے بڑے

بڑے افسران اس قحانے میں پہنچ کر شاردوا سے سوالات کرنے لگے۔

شاردوا نے کہا ”جب میں یہاں آئی تو کبیرا میری بہن اور میرے اکل کے ساتھ مرلی دھر ریسٹورنٹ میں بیٹھا ہوا تھا لیکن آپ کا یہ انچارج افسر میری پٹائی کرنے کی دھمکیاں مجھے دیتا رہا اور وقت برباد کر رہا۔“

اس انچارج افسر کو حراست میں لے لیا گیا۔ کشتہ پولیس نے پوچھا ”اب وہ کہاں ہو گا؟“

وہ بولی ”اب وہ لوگ ایک فائیو اشار ہوٹل کے کمرے میں ہوں گے۔“

آئی جی نے کہا ”ہم اس ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ جب تک وہ گرفتار نہیں ہو گا۔ ہم اس ہوٹل سے کسی کو باہر نکلنے نہیں دیں گے۔“

شاردوا نے کہا ”اسے گرفتار کرنے کے لیے میرے ایک اہم مشورے پر عمل کرنا ہو گا۔ آپ سب وہاں پہنچ کر گونگے بن جائیں گے۔ وہاں جو بھی بولے گا کبیرا اس کے دماغ میں گھس کر اسے اپنا غلام بنالے گا۔“

کشتہ نے کہا ”تم نے بہت اچھا مشورہ دیا ہے۔ اب ہمارے تمام افسران اور سپاہی گونگے بن کر اسے گرفتار کریں گے۔“

درجنوں کی تعداد میں پولیس والوں کی گاڑیاں وہاں سے روانہ ہوئیں۔ شاردوا تمام اعلیٰ افسران کے ساتھ تھی۔ وہ پہلے مرلی دھر ریسٹورنٹ پہنچے۔ شاردوا نے ایک میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”وہ تینوں یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اب وہ ہوٹل کی طرف گئے ہوں گے۔ آپ فوراً وہاں چلیں۔“

ہوٹل کے پاس پہنچتے ہی سپاہیوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ شاردوا اعلیٰ افسران کے ساتھ ہوٹل کے اندر آئی پھر لفٹ کے ذریعے ان کے کمرے تک پہنچی۔ اس کا دروازہ مقفل تھا۔ فیجر کو حکم دیا گیا کہ وہ ماسٹر کی ذریعے اسے کھولے۔ فیجر نے حکم کی تعمیل کی اور دروازہ کھل گیا۔

وہ سب کمرے کے اندر آئے پھر وہاں رکھے ہوئے سامان کی تلاشی لینے لگے۔ ایک بریف کیس سے تین کروڑ روپے برآمد ہوئے۔ ایک اعلیٰ افسر نے کشتہ سے کہا ”سرا! یہ وہی مین کروڑ روپے ہیں جو ناکیشور پانڈے سے وصول کیے گئے ہیں۔ پانڈے صاحب کا مشیر اس بات کی گواہی دے گا۔“

پانڈے کے مشیر کو بلانے کا حکم دیا گیا۔ وہاں سے دہلی تک کتنے ہی فون پر باتیں ہونے لگیں۔ ہوم منسٹر اور آرمی

ہوں۔“

اس سے پہلے کبیرا اپنا کمال دکھا چکا تھا۔ وہ دونوں ضرورت کا تمام سامان خریدنے کے بعد پانڈے ہل کے ایک پوش علاقے میں آئے۔ وہاں اس دکان دار سیٹھ کا بہت بڑا بنگلا تھا۔ انہوں نے بنگلے سے بہت پہلے ہی وہ ٹیکسی چھوڑ دی۔ اور پیدل بنگلے کی طرف روانہ ہو گئے۔

میرا نے کہا ”میں آپ کی ٹیلی پیٹھی کے تماشوں کو کچھ کچھ سمجھنے لگی ہوں۔ آپ نے اس سیٹھ سے چابیاں حاصل کی ہیں۔ کیا وہاں اس کے رشتے دار نہیں آئیں گے؟ بنگلے میں ملازم وغیرہ تو ہوں گے؟“

”نہ ملازم ہیں نہ رشتے دار میں اطمینان کر چکا ہوں۔ یوں بھی ہمیں وہاں ساری زندگی نہیں رہنا ہے۔ ہم صبح تک رہیں گے پھر پورے کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔“

وہ دونوں اس بنگلے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اسے کھول کر اندر آئے۔ اسے اندر سے لاک کر دیا۔ وہ بنگلا اتنا وسیع و عریض تھا کہ وہاں گھوم کر دیکھنے میں اچھا خاصا وقت صرف ہو جاتا۔ وہ میزھیاں چڑھتے ہوئے اوپری حصے میں آ گئے۔

کبیرا نے ایک بیڈ روم میں پہنچ کر پوچھا ”وقت گزارنے کے لیے یہ بیڈ روم کیسا رہے گا؟“

میرا نے جواب نہیں دیا۔ سر جھکا کر اس کے قریب آ گئی۔ اس نے بڑی محبت سے اسے بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ جذبات سے لرزتے ہوئے لہجے میں بولی ”میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکیں گی۔ آپ مجھے چھوڑ تو نہیں دیں گے؟“

”میں نے تمہیں چھوڑنے کے لیے نہیں پکڑا۔ میری ایک کمزوری ہے کہ میں تقدیر سے نہیں لڑ سکتا۔ باقی تمام دنیا سے تمہارے لیے لڑتا رہوں گا۔“

یہ اس کے لیے بہت بڑی بات تھی کہ اس کی خاطر جنگ کرنے والا ایک مرد اس کی زندگی میں آ گیا ہے۔ وہ اس کے بازوؤں میں پھٹنے لگی۔

بنگلے کے باہر ان سے دور پولیس، آرمی اور انٹیلی جنس والے شہر کی ناکہ بندی کر چکے تھے۔ ممبئی کے تمام علاقوں میں انہیں ڈھونڈ رہے تھے۔ اتنا تو وہ سمجھ رہے تھے کہ کبیرا اب کسی ہوٹل یا گیسٹ ہاؤس میں نہیں رہے گا۔ کہیں اونچے طبقے میں یا نچلے طبقے میں کسی کو ٹیلی پیٹھی کے ذریعے ٹریپ کر کے اس کے مکان میں روپوش رہے گا۔

پروفیسر دینا ناتھ نے کبیرا کے مشورے پر عمل کیا تھا۔ اس نے عارضی طور پر دوسرے ہوٹل میں ایک کرا لیا تھا

کے اعلیٰ افسران کو اطلاع دی گئی کہ وہ ٹیلی پیٹھی جاننے والا اب دہلی میں نہیں ہے۔ ممبئی کے ایک فائیو اشار ہوٹل میں آیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اسے اس کارروائی کی اطلاع مل چکی تھی۔ اسی لیے وہ پھر کبیرا گم ہو گیا ہے۔ ہم پورے شہر کی ناکہ بندی کر رہے ہیں۔ اسے یہاں سے نکل بھاگنے کا موقع نہیں دیں گے۔

فون کے ذریعے احکامات جاری کیے جانے لگے۔ کئی ٹی وی چینلز کے ذریعے عوام کو اطلاعات فراہم کی جانے لگیں کہ کبیرا علی تیور ممبئی میں ہے۔ اس کے ساتھ ایک خوب صورت لڑکی اور اس کا پروٹیکشن اہل بھی ہے۔

شاردوا نے اعلیٰ افسران کو یہ معلومات بھی فراہم کیں کہ کبیرا اپنے باپ کو تلاش کر رہا ہے۔ وہ اس کی تلاش میں جنوبی ہند کے علاقوں میں جاتا رہے گا۔ شاردوا کے اس بیان کی روشنی میں ممبئی سے لے کر راس کمار کی تک تمام پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو وارنٹ کر دیا گیا۔

کبیرا اور میرا شاپنگ کر رہے تھے۔ آئندہ سفر میں کام آنے والی ضروری چیزیں خرید رہے تھے اور انہیں اپنے اپنے سفری بیگ میں رکھتے جا رہے تھے۔ کبیرا نے میک اپ کرنے کا سامان خرید لیا۔ اس دوران میں وہ اپنے قریب سے گزرنے والوں کو توجہ سے دیکھتا رہا۔ کبھی کبھی کسی کی آواز سن کر اس کے مختصر خیالات بدھتا رہا۔

وہ صبح تک کے لیے کہیں ٹھکانا بنانا چاہتا تھا۔ ایک بہت بڑی دکان کے مالک کے خیالات نے بتایا کہ وہ اپنے بہت بڑے بنگلے میں تنہا رہتا ہے۔ اتنا جگہ ہے کہ کوئی ٹوکری بھی نہیں رکھتا۔ آدھی رات کے بعد گھر جاتا ہے پھر صبح دس بجے آکر دکان میں بیٹھ جاتا ہے۔

میرا خریداری میں مصروف تھی۔ کبیرا نے اس دکان دار کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کے بنگلے کی چابیوں کا ایک کچھا اس کی جیب میں رہتا تھا۔ چابیوں کا دو سرا کچھا احتیاطاً دکان میں رکھا کرتا تھا۔ اس نے دکان میں رکھی ہوئی چابیاں نکال کر میرا کو دے دیں۔

میرا نے حیرانی سے پوچھا ”یہ کیسا۔۔۔“ کبیرا اس دکان دار کی زبان سے بولا ”یہ ہمارے نئے مکان کی چابیاں ہیں۔ ہم وہاں محفوظ رہیں گے۔ تم اس دکان دار سے کوئی چیز طلب کرو۔“

میرا اپ اسٹیکس کے مختلف شیڈز کے بارے میں پوچھنے لگی۔ کبیرا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر میرا سے بولا ”جی ہاں۔ نیا امپورٹڈ مال ہے۔ ابھی دکھاتا

Scanned by azamm@UrduFanz.com

یہاں دروازے تک آہنچے ہیں۔"

وہ میرا کے بھی کپڑے دیکھو سمیٹ کر اس کے بیگ میں رکھنے لگا۔ خیال خواتی کے ذریعے دیکھنے لگا۔ وہ افسر اس بیٹھ کے ساتھ بچلے کے اندر آچکا تھا۔

○☆☆○

سونیا نے وہ ہوٹل چھوڑ دیا۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے ڈاکٹر لارسن سے فون پر گفتگو کی تھی۔ ڈاکٹر لارسن اس کی آنکھیں اس کا دل اور اس کے گردے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنے حواریوں کو اس کے پاس بھیجا تھا۔ وہ ایک عطیات نامے پر اس سے دستخط کرنا چاہتے تھے۔ اگر وہ دستخط کر دیتی تو جلد ہی کسی حادثے سے دو چار ہو کر مر جاتی۔ وہ حادثہ کرانے والا ڈاکٹر لارسن ہوتا۔

یہ اس کا وعدہ تھا۔ وہ صحت مند افراد کو اسی طرح ٹریپ کر کے موت کے منہ میں پہنچاتا تھا پھر ان کے دل گردے اور آنکھیں بھاری قیمت پر فروخت کرنا تھا۔ اس بار وہ سونیا کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے سونیا نے اسے چیلنج کیا تھا کہ صبح ہونے سے پہلے وہ ڈاکٹر لارسن کی آنکھیں دل اور گردے اس کے اسپتال کے بینک میں پہنچائے گی۔

وہ ہوٹل سے باہر آئی۔ رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وہ سیدھی اسپتال کی طرف گئی۔ وہاں ڈاکٹر لارسن کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کار کے دروازے کو کھول کر اسے اندر سے چیک کیا۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں ایک ریوالتور ایک ڈائری اور نوٹوں کا ایک بٹل رکھا ہوا تھا۔ وہ تین چیزیں لے کر پچھلی سیٹ پر آئی۔ ریوالتور میں سائیکسٹر لگا ہوا تھا۔ اس نے ڈائری اور نوٹوں کے بٹل کو اپنے سفری بیگ میں رکھا پھر اگلی اور پچھلی سیٹ کے درمیان آرام سے لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر لارسن کی آواز سنائی دی۔ وہ کسی سے باتیں کرنا ہوا آ رہا تھا۔ قریب آنے پر اس کے الفاظ واضح طور پر سنائی دیے۔ "مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ اب ہوٹل میں ہوگی۔ وہ چالاک بھی ہے اور بہت ہی خطرناک فاسٹر بھی۔"

کسی نے کہا "میں نے آپ کے تین حواریوں کو لوبان دیکھا ہے۔ یقین نہیں آ رہا ہے کہ ایک تھام عورت نے ان کی یہ درگت بتائی ہے۔"

ڈاکٹر لارسن نے کہا "میگزین آفس میں جاکر ابھی معلوم کرو کہ یہ اصل میں کون ہے اور کہاں سے آئی ہے۔ مجھے یہ کوئی عام عورت نہیں لگتی۔"

پروفیسر نے اس کے قریب آکر گرفت سے اسے دیکھا پھر ایک زور کا طعنہ رسید کیا "تو پیدا کیوں ہوئی؟ پیدا ہوتے ہی مرکیوں نہ مگنی؟ میں تجھے ساتھ کیا رکھوں گا۔ میں تو تیری صورت بھی نہیں دیکھوں گا۔"

اس نے بیگ سے نوٹوں کی چند گزیاں نکال کر اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا "انہیں مکن لے۔ یہ کوڑے سے زیادہ ہوں گے۔ کہیں جاکر شرافت کی زندگی گزار سکتی ہے تو گزار لے۔ ورنہ ذلت اور رسوائی تو تیرا مقدر بن چکی ہے۔"

پروفیسر بیگ اٹھا کر وہاں سے چلا گیا۔ کبریا نے بستر سے اٹھتے ہوئے میرا سے کہا "اٹھو۔ فوراً شور لے کر لباس پہنو۔ ہمیں صبح سے پہلے یہاں سے جانا ہوگا۔"

وہ ایک دم سے لپٹ کر بولی "یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ابھی آپ نے ایسی سرشتیں دی ہیں جن سے میں پہلے آشنا نہیں تھی اور اب انہی سرقتوں سے محروم کر رہے ہیں۔"

وہ بولا "سکھ کے بعد دکھ اور دکھ کے بعد پھر سکھ یہ اذلی پتھر ہے جو چلتا رہتا ہے۔ ہم آگے جاکر پھر کہیں پڑاؤ ڈالیں گے ابھی یہاں سے نکلتا ضروری ہے۔"

وہ اٹھنا نہیں چاہتی تھی لیکن حالات مجبور کر رہے تھے۔ وہ اٹھ کر ساتھ دوام میں چلی گئی۔ کبریا نے آئی جی کے اندر جا کر معلوم کیا کہ باندھ ریل کے علاقے میں کتنے افسران اور سیاہی اسے تلاش کر رہے ہیں۔ آئی جی نے اس کی مرضی کے مطابق ایک افسر سے فون پر رابطہ کیا۔ کبریا اس افسر کے دماغ میں پہنچا تو بتا چلا "وہ اسی بچلے کے قریب ہے۔"

کبریا نے جن دکان دار سینٹھ سے بچلے کی چابیاں لی تھیں۔ وہ سینٹھ دکان بند کرنے کے بعد اپنی کار میں آیا تھا۔ پولیس افسر نے اسے روک کر پوچھا "آپ کے گھر میں کتنے افراد ہیں؟"

سینٹھ نے جواب دیا "ایک کہتے کا پتا بھی نہیں ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں۔ بچلے کے اندر اندھیرا ہے۔ کوئی ہونا تو روشنی بھی ہوئی۔"

افسر نے کہا "ہم جس مجرم کو تلاش کر رہے ہیں وہ بند دروازے چابیوں کے بغیر کھول لیتا ہے۔ اندھیروں میں ٹیلی بیٹھی کی آنکھوں سے دیکھتا رہتا ہے۔ آپ دروازہ کھولیں۔ میں اندر جا کر دیکھوں گا۔"

کبریا فوراً سفری بیگ میں سامان رکھتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولا "میرا باہر آؤ۔ ہمیں تلاش کرنے والے کتے

جارہے ہیں؟"

افسر نے کہا "ہم جانتے ہیں، ٹیلی بیٹھی بہت خطرناک ہتھیار ہے لیکن تم تنہا اس ہتھیار کو پورے دیس کی پولیس اور آرمی والوں پر استعمال نہیں کر سکو گے۔ کہیں نہ نہیں تو پکڑیں آؤ گے۔ بہت جلد تسلیم کرلو گے کہ تمہاری موت تمہیں اس دیس میں ملائی ہے۔"

"میں فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔۔۔۔۔"

ڈاکٹر لارسن میرا ایک مقابلہ پورا کرو۔ پروفیسر کو وہ تین کوڑے روپے دو اور انہیں عزت سے رہا کرو۔ یہ مقابلہ پورا نہ ہوا تو ہر دس منٹ کے بعد ایک پولیس افسر خودکشی کرے گا۔ جاؤ۔ اور اپنے اوپر والوں سے کہو کہ تم میں سے ہر افسر دس منٹ بعد اپنی جان دینے والا ہے۔ بہتر ہے پروفیسر کو رہا کر دیا جائے۔"

وہ سب پریشان ہو گئے۔ آئی جی اور کشتی پولیس سے رابطہ کرنے لگے۔ کشتی نے ہوم فیسر سے رابطہ کیا۔ اس نے کہا "اگر مقابلہ پورا کیا جائے گا تو اس کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔ بجائے کی تدبیر کرو۔ تمام افسران کو حکم دو کہ وہ اپنے اپنے ہتھیار پیچٹک دیں اور عارضی طور پر تمام ہتھیاروں سے دور رہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک اعلیٰ افسر نے سامنے آکر سیلوٹ کیا پھر اپنا ریوالتور نکال کر کہا "سر! کبریا کے دیے ہوئے پہلے دس منٹ پورے ہو چکے ہیں۔ اس ڈیپارٹمنٹ کا پہلا افسر جا رہا ہے۔"

یہ کتنے ہی اس نے ریوالتور کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگایا اور پھر زہر دیا۔ فائز کی آواز کے ساتھ وہ فرش پر گر کر ترپنے لگا پھر ٹھٹھا اڑ گیا۔

ہوم فیسر بوکھا کر کھڑا ہو گیا "ارے! اس نے تو خود کو گولی مار لی ہے۔ یہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟"

ہوم فیسر دہلی میں تھا اور کشتی ممبئی سے فون پر بول رہا تھا "سر! میں نے گولی چلنے کی آواز سنی ہے۔ کیا اس نے خودکشی کی ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "ہاں۔ ہم اپنے افسران کی زندگی داؤ پر نہیں لگائیں گے۔ اگلے دس منٹ سے پہلے اس کا مقابلہ پورا کرو۔ اس پروفیسر کو تین کوڑے روپے دے کر رہا کرو۔"

دس منٹ سے پہلے پروفیسر کو تین کوڑے روپے سے بھرا ہوا بیگ دے کر کہا گیا کہ وہ آزاد ہے اور کہیں بھی جاسکتا ہے۔ پولیس والے اسے پریشان نہیں کریں گے۔

شاورا نے کہا "انگل! وہ دونوں جب تک آپ کے پاس نہیں رہیں گے میں آپ کے ساتھ رہا کروں گی۔"

لیکن ہوٹلوں پر چھاپے مارنے والی پولیس پارٹی وہاں بھی پہنچ گئی۔ پروفیسر نے اپنا ایک فرضی نام اور پتا بتایا۔ پولیس افسر کو اس پر شبہ ہوا۔ اس نے فون کے ذریعے آئی جی سے رابطہ کر کے شاورا کو ایک اعلیٰ افسر کے ساتھ بلایا۔ شاورا کو دیکھتے ہی پروفیسر نے سر جھکا لیا۔ وہ اعلیٰ افسر سے بولی "یہ میرے انگل ہیں۔ یہ بتائیں گے کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟"

پروفیسر نے کہا "ہستین کا سانپ بھی ایسے نہیں ڈستا جیسے تم ڈس رہی ہو۔ میں نہیں جانتا وہ دونوں کہاں ہیں۔ اگر جانتا تب بھی نہ بتاتا۔"

اعلیٰ افسر نے اس کا گریبان پکڑ کر کہا "جب تمہیں مارچ کیا جائے گا تو تمہارا باپ بھی ان کا پتا لکھنا پڑے گا۔"

یہ کتنے ہی اس نے زور کی چیخ ماری۔ ایک دم سے اچھل کر زمین پر گر کر اور تکلیف کی شدت سے ترپنے لگا۔ دوسرے افسران اور سیاہی اسے سنبھالنے لگے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اچانک کیسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہے؟ ایک افسر نے کہا "فوراً کسی ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

کبریا نے پروفیسر کی زبان سے کہا "اسے ڈاکٹر کی نہیں عقل کی ضرورت ہے اور تم سب کو بھی اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ تم میں سے جو بھی پروفیسر کے ساتھ بدتمیزی کرے گا اس کا کی حشر ہوگا۔"

شاورا نے ان افسران سے کہا "یہ کبریا ہے۔ پروفیسر انگل کی زبان سے بول رہا ہے۔ میں بھی یہی چاہوں گی کہ میرے انگل سے بدتمیزی نہ کی جائے۔"

کبریا نے کہا "تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ تمہیں جو دشمنی کرنی تھی وہ کر چکیں۔ ہم تمہاری وجہ سے کتنی معیجیں اٹھا رہے ہیں؟ یہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ ویسے تمہارے برے حالات جلد ہی تمہیں سمجھا دیں گے۔"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر کبریا! ہم تمہاری بہتری کے لیے کہتے ہیں۔ تم اس شہر سے زندہ سلامت نہیں جاسکو گے۔ اگر چلے بھی گئے تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ تم اپنے باپ کی تلاش میں جنوب کی طرف سفر کرنے والے ہو۔ ہم اس دیس کے آخری سرے تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔"

"تم اتنی بکواس کیوں کر رہے ہو؟ تم خاموش رہو گے تب بھی میں تمہاری کھوپڑی میں ٹھس کر تمہارے ارادے معلوم کرنا رہوں گا۔ میں یہاں سے تمہاری راج دھانی دہلی تک اور آری ہینڈ کو اررز تک پہنچ کر یہ معلوم کر لیتا ہوں کہ میری گرفتاری کے لیے کہاں کہاں کس طرح جال بچھائے

دوسرے شخص نے کہا "میں ابھی جا کر معلوم کرتا ہوں۔"
تھوڑی دیر بعد آپ کو اس کی اصلیت معلوم ہو جائے گی۔"
وہ شخص چلا گیا۔ ڈاکٹر دو روزہ کھول کر اسٹریٹنگ سیٹ پر
آگیا۔ اس نے گاڑی اشارت کر کے آگے بڑھا دی پھر جب
سے موبائل فون نکال کر نمبر شیج کیے اسے کان سے لگا کر
انتظار کرنے لگا پھر تھوڑی دیر بعد اس نے کہا "باس! میں
لارسن بول رہا ہوں۔ میں نے اس عورت کے بارے میں
تفصیلی رپورٹ دی تھی۔ اس نے مجھے چیلنج کیا ہے آپ تو
جانتے ہیں۔ میں ڈاکٹر ہوں کوئی فائر نہیں ہوں۔ کسی سے
ہاتھ پائی نہیں کر سکتا۔ اپنی ذہانت سے دشمنوں کو شکست دیتا
ہوں۔ آپ میری سیکورٹی کے لیے کیا کر رہے ہیں؟"
دوسری طرف سے کہا گیا "میں نے وہاں کے زر خرید
پولیس افسران کو تاکید کی ہے کہ وہ فوراً ہوٹل جا کر اس
عورت کو گرفتار کریں۔ پہلے اسے لاک اپ میں رکھیں پھر
اسے ایسے وقت رہائی دیں۔ جب ہمارے آدمی آسانی سے
اسے گولی مار سکیں۔"
اگلے اور پچھلی سیٹوں کے درمیان لیٹی ہوئی سونیا اٹھ کر
بیٹھ گئی پھر پچھلی سیٹ پر آگئی۔ اس نے ریوالتور کی ٹال ڈاکٹری
گردن پر لگا دی۔ وہ ایک دم سے چونک گیا۔ فوراً گاڑی
روک دی۔ وہ بولی "اپنے پاس سے کبوت موت تمہارے پیچھے
بیٹھی ہوئی ہے۔"
دوسری طرف سے پاس نے پوچھا "کیا بات ہے لارسن؟"
میں کسی عورت کی آواز سن رہا ہوں۔"
لارسن نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "سرا! یہ وہی ہے۔
میری گاڑی میں چھپی ہوئی تھی۔ اس کا ریوالتور میری گردن
سے لگا ہوا ہے۔"
"اسے فون دو۔ میں بات کروں گا۔"
لارسن نے فون سونیا کی طرف بڑھایا۔ وہ اسے لے کر
اپنے کان سے لگا کر بولی "ہاں بولو۔ اب تم کیا بولنا چاہو
گئے۔"
دوسری طرف سے ہماری بھر کم آواز میں کہا گیا "اسے
چھوڑ دو۔ گولی نہ مارو میں تمہاری زندگی کی ضمانت دیتا ہوں۔
تم زندہ سلامت اس جزیرے سے باہر جا سکو گی۔"
"میں تمہاری ضمانت کے بغیر زندہ سلامت یہاں سے
جاؤں گی۔ میں اسے ایک ہی شرط پر صرف ایک گھنٹے کے لیے
زندہ چھوڑ سکتی ہوں۔"
"بولو! شرط کیا ہے؟"
"تم ابھی میرے سامنے آؤ۔"

"مگر میں اس جزیرے میں ہوتا تو ابھی تمہارے سامنے
چلا آتا۔ میں اس وقت شکاگو میں ہوں۔ یہ ڈاکٹر میرے لیے
بہت اہم ہے۔ تم اس کی زندگی کی قیمت بتاؤ۔ کوئی اور شرط
منوانا۔"
"میں اس ڈاکٹر کی اہمیت کو سمجھتی ہوں۔ یہ اس
جزیرے میں تمہارے لیے دل گردوں اور آنکھوں کی
بلائیٹیشن کا کام کرتا رہتا ہے۔ اگر مجھ میں شہ زوری نہ ہوتی تو
تم لوگ اب تک مجھے موت کی نیند سلا چکے ہوتے۔ اگر میں
اس ڈاکٹر کو زندہ چھوڑوں گی تو یہ میرے بعد یہاں آنے
والے معصوم افراد کو موت کے گھاٹ اتار کر تمہارے لیے
ان کی لاشوں کا کاروبار کرتا رہے گا۔ لہذا میں کسی حال میں
اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تم خوش نصیب ہو کہ یہاں
نہیں ہو۔"
"دیکھو فون بند نہ کرنا۔ تم سمجھ نہیں رہی ہو۔ میں وہاں
نہ ہوتے ہوئے بھی موجود ہوں۔ وہاں قانون کے محافظ میرے
احکامات کے مطابق تمہیں دوڑا دوڑا کر ماریں گے۔ زندہ
نہیں چھوڑیں گے۔"
سونیا نے فون بند کر دیا۔ اسے ڈاکٹر کی طرف بڑھاتے
ہوئے بولی "تمہارا پاس مجھے بڑی بڑی دھمکیاں دے رہا تھا مگر
تمہاری موت آگئی ہے تو سمجھو آہی گئی ہے۔"
وہ گڑگڑاتے ہوئے بولا "ایک بار مجھ سے دوستی کرو۔
میں اپنا آدھا بینک بیلنس تمہیں دے دوں گا۔ تم جو کوئی وہ
کروں گا۔ تمہارا اعظام بن کر رہوں گا۔"
سونیا نے پوچھا "کیا اپنے اس منافع بخش کاروبار میں
مجھے شریک کر سکتے۔"
وہ خوشی سے کھل گیا۔ اس کی طرف گھوم کر بولا "یہ
ہماری خوش نصیبی ہوگی۔ ہمیں تمہاری جیسی شہ زور عورت
کی ضرورت ہے۔"
"اپنا اعلیٰ بی بی اور کبریا چوس گھنٹوں میں دو بار سونیا
کے پاس آکر اس کی خیریت معلوم کرتے رہتے تھے۔ اس
وقت الپا نے آکر پوچھا "ہائے ماما! کیسی ہیں؟"
سونیا نے کہا "عامیوشی سے میرے خیالات پڑھ لو اور
حالات کا جائزہ لیتی رہو۔ یہاں انسانی اعضا کی خرید و فروخت
کا دھندا چل رہا ہے۔"
فون کا بزر سنائی دیا۔ ڈاکٹر لارسن نے اسے آن کر کے
کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے اس کے ساتھی نے کہا
"سرا! میں یہاں امیگریشن آفس میں ہوں۔ یہاں کے رجسٹر
میں لکھا ہوا ہے کہ اس کا نام سونیا فراد ہے۔ سرا! آپ کس

معصیت سے نکرا گئے ہیں؟ یہ ٹیلی فنی جاننے والے فراد علی
تیور کی بیوی ہے۔"
وہ خوش ہو کر بولا "پھر تو ہم اور زیادہ خوش نصیب بن
گئے ہیں۔ یہ خوش خبری سنو۔ میڈم سونیا سے دوستی ہو گئی
ہے۔ یہ پارٹنر بن کر ہمارے کاروبار میں شریک رہیں گی۔ میں
تم سے بعد میں بات کروں گا۔"
اس نے فون بند کر دیا۔ سونیا نے کہا "سب سے پہلے تم
مجھے اپنے پاس کے بارے میں بتاؤ۔"
"میں اس کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا۔ اتنا
جانتا ہوں کہ وہ شکاگو نیشنل اسپتال کا ایک سینئر ڈاکٹر ہے۔
اسے ڈاکٹر یو کا بوا کہتے ہیں۔ اس کا کاروبار اس جزیرے سے
لے کر امریکا کے جنوب میں برازیل تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ
بہت وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ امریکا کے ہر اسٹیٹ کے
حکمرانوں سے اس کی دوستی رہتی ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس
والوں کو خریدتا رہتا ہے۔"
اس کی باتوں کے دوران سونیا نے الپا سے کہا "اس کی
خاص باتیں 'نام' ہے اور تمام فون نمبر نوٹ کرتی رہو۔ میں
اس سے بہت کچھ اگلا رہی ہوں۔"
سونیا نے ڈاکٹر لارسن سے کہا "یہاں سے برازیل تک
ڈاکٹر یو کا بوا کے جتنے خفیہ اڈے ہیں۔ ان کے پتے بتاؤ۔"
"میں اس کے تمام خفیہ اڈوں کے بارے میں نہیں
جانتا۔ ویسے وہ بہت مشہور ہے۔ تمام بڑے شہروں میں ڈاکٹر
یو کا بوا کے نام سے آئی بینک اور کڈنی بینک وغیرہ قائم کیے
گئے ہیں۔ ہر شہر کے ایسے بینکوں میں پہنچ کر اس کا پتا اور فون
نمبر معلوم کیا جاسکتا ہے۔"
"ابھی تم شکاگو کے فون نمبر اس سے باتیں کر رہے
تھے۔ وہاں کے تمام نمبر اور اس کے پتے بتاؤ۔"
وہ شکاگو کے کئی ٹھکانوں کے پتے اور اس کے فون نمبر
بتانے لگا۔ الپا وہ سب کچھ نوٹ کر رہی تھی پھر سونیا نے پوچھا
"اس جزیرے میں تمہارے اہم کارندے کتنے ہیں؟ ان کے
نام پتے اور فون نمبر بتاؤ۔"
"تم ایک ہی وقت میں اتنی ساری باتیں پوچھ رہی ہو۔
میرے ساتھ رہو گی تو رفتہ رفتہ یہاں کے کاروبار کے متعلق
تمام باتیں معلوم ہوتی رہیں گی۔"
"فضول باتیں نہ کرو۔ میں جو پوچھتی جا رہی ہوں۔ اس
کے جوابات دیتے رہو۔"
وہ اپنے اہم کارندوں کے نام پتے اور فون نمبر بتانے
لگا۔ اسی وقت ایک پولیس کار سامنے آکر رکی۔ ایک پولیس

افسر چند سپاہیوں کے ساتھ گاڑی سے باہر آیا۔ سونیا نے
ریوالتور ڈاکٹر کو دیا۔ وہ لینے سے انکار کرنے لگا۔ الپا نے اسے
لینے پر مجبور کر دیا۔ سونیا پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر
آئی۔
پولیس افسر نے کہا "تم وہی ہو جو ابھی ہوٹل سے فرار
ہوئی ہے۔ تم ڈاکٹر لارسن کو بلا کر لانا چاہتی ہو۔"
وہ بولی "ریوالتور ڈاکٹر کے پاس ہے۔ یہ مجھے ہلاک کر سکتا
ہے۔ میں خالی ہاتھوں سے کیسے ہلاک کر سکتی ہوں؟"
ڈاکٹر لارسن نے کار سے باہر آکر کہا "یہ بہت مکار ہے۔
ٹیلی فنی جاننے والے فراد علی تیور کی بیوی ہے۔ میں اپنی
جان بچانے کے لیے اسے اپنے برنس میں پارٹنر بنانے کا
جھانسا رہا تھا۔"
افسر نے کہا "میڈم! میں حمیس حراست میں لیتا ہوں۔
میری گاڑی میں چلو۔"
وہ مسکرا کر بولی "میں سمجھ گئی۔ تم ڈاکٹر یو کا بوا کے زر
خرید غلام ہو۔ یہ لوگ مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں اور تم ان کا
ساتھ دو گے۔ لہذا میں تمہیں حکم دیتی ہوں ڈاکٹر لارسن کی
پناہی کرو۔"
الپا افسر کی کھوپڑی میں سا گئی۔ اس نے ڈاکٹر کو ایک
زور کا طمانچہ رسید کیا۔ وہ بولھا گیا "افسر! یہ کیا کر رہے ہو؟
ہمارا کھاتے ہو اور ہم پر ہاتھ اٹھاتے ہو۔ میں تمہیں زندہ
نہیں چھوڑوں گا۔"
اس نے دوسرا طمانچہ رسید کیا۔ الپا ڈاکٹر کی کھوپڑی
میں سا گئی۔ ڈاکٹر نے فوراً ہی اسے گولی مار دی۔ الپا نے اس
کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ پریشان ہو کر بولا "یہ۔ یہ میں نے کیا
کیا؟"
تمام سپاہیوں نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا۔ ایک نے
حکم دیا "پنار ریوالتور پچھیک دو۔ ورنہ ہم گولی مار دیں گے۔"
سونیا کار کے پیچھے چلی آئی۔ الپا نے پھر ڈاکٹر کے دماغ پر
قبضہ جمایا۔ وہ بولا "تم لوگ مجھے گولی مارو گے تو کیا میرے پاس
گولیاں نہیں ہیں؟ یہ دیکھو۔"
اس نے مسلسل فائر کیا۔ پہلے ایک سپاہی کو گولی ماری
پھر دوسرے کو لیکن تیسرے کو نہ مار سکا۔ سپاہیوں نے نرا تر
فائرنگ کر کے اس کے جسم کو گولیوں سے چھتی کر دیا۔ وہ بے
جان ہو کر برف کی سطح پر گر گیا۔ ہلکی ہلکی برف باری ہو رہی
تھی۔ ایک اسپینر نے کہا "میڈم! آپ نے درست کہا تھا۔
ہمارا یہ افسر لاپی تھا۔ ڈاکٹر یو کا بوا کے لیے کام کرتا تھا۔
آپ اس کا ڈیٹا فنگر کی چشم دید گواہ ہیں۔ ہمارے ساتھ

پولیس اسٹیشن چل کر بیان دیں گی۔“
سونیا نے کہا ”میں بیان دوں گی لیکن ڈاکٹر لارسن کی لاش کو فوراً پولیس کارروائی کے بعد آپریشن ٹیبلٹ میں بھیجا جائے۔ یہ سب ہی سے عطیات کے فارم پر کرنا تھا۔ اس نے بھی فارم پر دستخط کیے ہوں گے۔ آپ اس کی آنکھیں اور گردے پیچوں میں پینچائیں۔ دل تو گولیوں سے چھٹی ہو چکا ہے۔“

الپا انسپکٹر کی کھوپڑی میں تھی۔ وہ فوراً کارروائیاں کرنے لگا۔ سونیا نے کاؤنٹر فارنگ کے سلسلے میں تحریری بیان دیا کہ ڈاکٹر لارسن نے پہلے پولیس افسر کو گولی ماری تھی۔ لہذا انسپکٹر نے اپنے بچاؤ کے لیے جوابی کارروائی کے طور پر ڈاکٹر لارسن کو ہلاک کیا ہے۔

ڈاکٹر لارسن کے قتل ہوتے ہی اس کے اہم کارندے جزیرے سے فرار ہو گئے۔ سونیا نے انٹرویو کے ایک ہوٹل کے کمرے میں آکر فون کے ذریعے ڈاکٹر بوکا کو مخاطب کیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ فون کا زور سن کر جھنلا گیا۔ اسے ان کے کمرے کا فون سے لگا کر بولا ”کسی کی نیند کا تو خیال کرو۔ یہ کوئی فون کرنے کا وقت ہے۔ ایسی کیا امر جیسی آپڑی ہے؟“

”میری آواز سنو اور پہچانو۔ تمہاری نیند اڑ جائے گی۔ یہ جزیرہ تمہارے جرائم سے پاک ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر لارسن کی آنکھیں اور گردے نکالے جا رہے ہیں۔ اسے بچانے والا زور خرید افسر بھی جنم میں پہنچ گیا ہے۔“

وہ حیرانی اور پریشانی سے بولا ”گاڈ! تم وہی ہو۔ میرے ایک کارندے نے مجھے اطلاع دی تھی کہ تمہارا نام سونیا ہے اور تم فریڈی ٹیور کی واک ہو۔ تم پہلے اپنا تعارف کرا دیتیں تو میں تم سے کبھی نہ الجھتا۔ تم نے اس جزیرے میں مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ وہاں دوبارہ دھندا شروع کرنے میں کئی مہینے لگ جائیں گے۔ پلیز تم وہاں سے چلی جاؤ۔“

”مجھے یہاں رہنا نہیں ہے۔ آگے کہیں جانا ہے۔ جہاں جہاں جاؤں گی وہاں ڈاکٹر بوکا بوکا کے تمام گردوں اور آنکھوں کے پیچوں کو تباہ کرتی جاؤں گی۔“

”میں کوئی موم کا بنا ہوا نہیں ہوں۔ تم یہاں آؤ۔ تب تمہیں میری طاقت مضبوط ذرائع اور بے پناہ اختیارات کا علم ہوگا۔ تم واپس بھاگو گی یا پھر میں تمہیں سمندر میں پھینک دوں گا۔“

”ڈاکٹر لارسن نے بھی بڑے دعوے کیے تھے۔ تمہارے یہ دعوے بھی تمہیں جنم میں پہنچا دیں گے۔ میں امریکا کی تمام

”جب یہی کرنا تھا تو پہلے شادی کیوں نہیں کی؟“
”کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ولادت کے بعد شادی ہو جائے گی۔“

اس کے فون کا برز سنائی دیا۔ وہ اس کا ایک ٹن دبا کر کان سے لگاتے ہوئے بولی ”ہیلو؟“
دوسری طرف سے ایک مروانہ آواز سنائی دی ”میں مسٹر فو کا اسسٹنٹ ہوں۔ ہوٹل سے تمہارا تعاقب کر رہا ہوں۔ الاسکا تک تمہارے ساتھ سفر کروں گا۔“

وہ ناگوار سے بولی ”پھر میں کیا کروں؟“
”کیوں اس مت کرو۔ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تم اس سے کیوں دوستی کر رہی ہو؟“

”یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور یہ یاد رکھو۔ میں مسٹر فو کے سوا کسی سے بات نہیں کروں گی۔ تم میری نگرانی کر رہے ہو تو کرتے رہو۔“

”جسٹ اے منٹ! فون بند نہ کرنا۔ تم اس عورت کی موجودگی میں نگرانی کرنے والی بائیں کر رہی ہو۔ کیا تم نے اس عورت کو اپنا رازدار بنایا ہے؟“

”ہاں۔ یہ میری رازدار ہے اور میرے ساتھ الاسکا تک جاری ہے۔“
دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ سونیا نے کہا ”مسٹر فو نے تمہیں مسلسل نگرانی میں رکھا ہے۔ تم ان کے لیے کوئی بہت ہی اہم چیز اسکل کر رہی ہو۔“

”وہ جو بھی چیز ہے۔ ان کے لیے اہم ہوگی۔ میرے لیے تو میرا محبوب سب سے اہم ہے۔“
”تم بہت بھولی ہو۔ پہلی بار اسکلروں کے ہتھے چڑھی ہو۔ اگر مسٹر فو کوئی گھاگ اسکلر ہے تو اپنے راز کو راز رکھنے کے لیے تمہیں اور برجر کو زندہ نہیں رہنے دے گا۔“

”تم مجھے کیوں ڈرا رہی ہو؟ میں اسے فائدہ پہنچا رہی ہوں۔ اس کی چیز صحیح سلامت اس کے پاس پہنچاؤں گی تو وہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ مجھے انعام دے گا اور میرے لیے یہی انعام بہت ہے کہ میرا برجر مجھے واپس مل جائے۔“

”گا۔“
فون کا برز پھر بولنے لگا۔ ریزا اس کا ٹن دبا کر کان سے لگا کر بولی ”میں سمجھ رہی تھی تم ضرور فون کو گمے؟ بولو کیا بات ہے؟“

”مسٹر فو کی بھاری بھر کم آواز سنائی دی ”تمہارے ساتھ وہ عورت کون ہے؟ کیوں اس سے دوستی بڑھا رہی ہو؟“
”تمہیں اعتراض کیوں ہے؟“

”تم نادان ہو۔ سمجھا کرو۔ اس عورت کا تعلق سی آئی اے سے ہو سکتا ہے۔ تم ہمارے لیے خطرہ پیدا کر رہی ہو۔“
”تم خوا خواہ اندیشے میں مبتلا ہو رہے ہو۔ یہ ایک مظلوم عورت ہے۔ چند بد معاش اسے پریشان کر رہے تھے۔ یہ ان سے جان چھڑا کر میرے ساتھ الاسکا آ رہی ہے۔ یہ وہاں میرے ساتھ ہی ٹھہرے۔“

”تم اس عورت پر بھروسہ کرنا لیکن میں اس کی موجودگی میں لین دین نہیں کروں گا۔ اس سے پہلے ہی تم اس سے کہہ دینا کہ وہ کسی ہوٹل میں چلی جائے۔ تم تو ڈی دیر بعد آؤ گی۔“

”سوری تمہارے ساتھ نہ جانے کتنے خوار رہیں گے۔ میں تو اعتراض نہیں کروں گی۔ میرے ساتھ صرف ایک میری ساتھی رہے گی۔ تمہیں بھی اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔“

”تم پر اہم پیدا کر رہی ہو۔“
”تم اپنے اطمینان کے مطابق انٹرویو کے باہر مجھ سے نہ ملو۔ جو جگہ اپنے لیے محفوظ سمجھتے ہو۔ مجھے وہاں بلاؤ۔ جہاں کو گمے وہاں آؤں گی لیکن میرے ساتھ میری یہ ساتھی رہے گی اور تمہارے ساتھ برجر کو اتنا چاہیے۔ میں اسے دیکھنے کے بعد ہی تمہارا مال تمہارے حوالے کروں گی۔“

”ٹھیک ہے۔ میں جگہ تبدیل کروں گا۔ جب تم ہاٹ اسپرنگ کے انٹرویو پر پہنچو گی تو میں تمہیں ملاقات کی جگہ بتاؤں گا۔“

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ اناؤنسر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ مسافروں کو جہاز پر سوار ہونے کی ہدایت کر رہی تھی۔ وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر ایگزٹ ڈور سے نکل کر جہاز میں سوار ہو گئیں۔ اپنی سیٹوں پر آکر بیٹھ گئیں۔ تو ڈی دیر بعد جہاز وہاں سے روانہ ہو گیا۔

وہ ڈیڑھ گھنٹے بعد ہاٹ اسپرنگ پہنچنے والی تھیں۔ ریزا نے پریشان ہو کر کہا ”میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔“
سونیا نے اس کی حالت کے پیش نظر پوچھا ”کیا اس کی کتابیات پبلی کیشنز

Scanned by UrduFanz.com

وہیں انرپورٹ میں شور مچاؤں گی کہ دریا کوئی اہم چیز چھپا کر لاد رہی ہے۔

اس نے حقارت سے سونیا کو دیکھا پھر کہا ”ہم پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ تم ضرور کوئی گڑبڑ کرو گی۔ ہم نے تمہارا اعلان پہلے ہی سوچ لیا تھا۔“

وہ مسکرا کر بولی ”چھا۔ تو تم ڈاکٹر ہو۔ چلو میرا علاج کرو۔“

وہ اس کی طرف گھوم کر بولا ”میرا ہاتھ کوٹ کی جیب میں ہے اور جیب میں صرف ہاتھ ہی نہیں ریو اور بھی ہے۔“

سونیا نے پوچھا ”مجھے یہاں گولی مارنے کے بعد کیا تم سزائے موت پانا چاہتے ہو؟ جیب سے ہاتھ نکال لو نادانی نہ کرو۔“

وہ بولا ”میرے پاس نے پچاس لاکھ ڈالر میری بیوی کے اکاؤنٹ میں جمع کیے ہیں۔ میری موت کے بعد میرے بیٹے کسی کے محتاج نہیں رہیں گے۔ اب تم سمجھ سکتی ہو کہ مجھے سزائے موت کا کوئی خوف نہیں ہے۔“

”تمہیں گولی مارنی ہوتی تو اب تک مار چکے ہوتے یہ دھمکی کیوں دے رہے ہو؟ کم آن۔ شوٹ می۔“

”تمہارے بچاؤ کی ایک صورت ہے۔ میرے دوسرے ہاتھ میں یہ سوئی ہے اسے جھوٹے سے تم بے ہوش ہو جاؤ گی پھر میں تمہیں گولی ماروں گا۔ اس طرح میں بھی سزائے موت سے محفوظ رہوں گا۔“

کیا مارگی سونیا نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے دونوں ہاتھوں کو جکڑ لیا۔ اس کے ایک ہاتھ کو اس طرح گھمایا کہ ریو اور کارخ جھٹ کی طرف ہو گیا۔ وہ زور آزمائی کرنے لگا۔ حیران ہونے لگا۔ ایک عورت سے اپنا ہاتھ چھڑانے میں ناکام ہو رہا تھا۔ وہ اپنے دوسرے ہاتھ سے غافل ہو گیا تھا۔ سونیا نے ایک جھٹکے سے دوسرے ہاتھ کو گھما کر وہ سوئی اس کی ران میں چھبھادی۔

اس نے ایک گہری سانس لی پھر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی چھتری سے ہوا کہ اس قطار میں بیٹھے ہوئے مسافروں میں سے کسی نے دیکھا کسی نے نہیں دیکھا اور جس نے بھی دیکھا اس نے یہی سمجھا ہو گا کہ مرد اپنی عورت کو زبردستی مٹا رہا ہے۔

چھپلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی ریو کی توجہ ان کی طرف تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ ان کے درمیان کوئی جھگڑا چل رہا ہے پھر وہ جھگڑا ایک لحظہ ختم ہو گیا تھا اور وہ شخص خاموش ہو گیا تھا۔ وہ

وجہ سے بے چینی ہو رہی ہے؟ ایسی حالت میں نفعاتی سفر نہیں کرنا چاہیے لیکن تم مجبوری میں ایسا کر رہی ہو۔“

”مجھے اپنی حالت کے سلسلے میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ مجھے برجر یاد آ رہا ہے پتا نہیں؟ وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کر رہے ہوں گے۔“

”تم خواہنا پریشان ہو رہی ہو۔ جب تک وہ اپنا مال تم سے وصول نہیں کریں گے۔ اس وقت تک وہ برجر کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہیں گے۔“

وہ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ سونیا نے اس کی طرف جھک کر کہا ”ڈشمنوں تک پہنچنے کے لیے ڈیڑھ گھنٹہ رہ گیا ہے۔ اب تو بتا دو کہ تم کون سی اہم چیز اسکل کر رہی ہو؟ اور تم نے اسے کہاں چھپا رکھا ہے؟“

پلیز اور ڈیڑھ گھنٹے تک ممبر کرلو۔ میں انرپورٹ کے باہر پہنچنے ہی نہیں بتا دوں گی۔“

سونیا نے کہا ”ہو سکتا ہے جب تک تم ہٹاؤ۔ تب تک دیر ہو چکی ہو۔ مجھے تمہاری حفاظت کے لیے کچھ سوچنے کا وقت ملنا چاہیے۔“

”تم مجبور کر رہی ہو تو مجھے بتانا ہی ہو گا۔“

وہ آگے کچھ بولنا چاہتی تھی۔ اسی لمحے میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص ان کے قریب جھک گیا پھر ریو اسے بولا ”تم اپنی زبان بند رکھو گی۔“

ریو اور سونیا نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ سونیا سے بولا ”تمہیں ہمارے معاملات سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ کیا تم چاہتی ہو کہ یہاں کوئی گڑبڑ ہو اور وہاں اس کا محبوب برجر مارا جائے؟ کیا تم اس سے دشمنی نہیں کر رہی ہو؟“

ریو نے گہرا کر کہا ”نہیں ہمیں۔ میں کچھ نہیں بولوں گی۔ میں اپنی زبان بند رکھوں گی۔ اپنے برجر سے ملنے تک خاموش رہوں گی۔“

اس شخص نے کہا ”صرف خاموش رہنے سے بات نہیں بنے گی۔ تم اپنی اور برجر کی سلامتی کے لیے اس عورت سے دور ہو جاؤ۔ یہاں میری سیٹ پر آ جاؤ۔ میں تمہاری سیٹ پر چلا جاؤں گا۔“

ریو اپنی سیٹ سے اٹھ گئی۔ وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر سونیا کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ ریو پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ سونیا نے اس سے کہا ”کیا تم گدھے کے بیٹے ہو؟ کیا اتنا نہیں سمجھتے کہ میں تم لوگوں کے راز سے کسی حد تک واقف ہو چکی ہوں۔ اب ریو میرا ساتھ چھوڑے گی تب بھی میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گی اگر تم لوگوں نے اعتراض کیا تو میں

اکلی سیٹ کی طرف جھک کر سونیا سے بولی ”میں بھی کیا ہو رہا تھا؟“

سونیا نے کہا ”تم اشا ہو رہا تھا۔ یہ مجھے اپنے ریو اور سے گولی مارنے آیا تھا لیکن ایسا نہ کرو گا۔ ناکامی کے صدمے سے بے ہوش ہو گیا ہے۔“

وہ ایسا کہتے وقت اس کی جیب سے ریو اور نکال کر اپنے کوٹ کی جیب میں رکھ رہی تھی پھر اس نے ریو سے کہا ”اب میں تمہیں حکم دیتی ہوں۔ یہاں سے اٹھو اور ٹائلٹ کی طرف جاؤ۔ میں تمہارے پیچھے آ رہی ہوں۔“

وہ عاجزی سے بولی ”کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میرے معاملات میں نہ پردہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔“

وہ سخت لہجے میں بولی ”تم ہوٹل میں بھی دیکھ چکی ہو اور یہاں بھی دیکھ رہی ہو۔ میں ایسے شہ زوروں کو منوں میں کمزور بنا دیتی ہوں۔ میری بات نہ مان کر تم بہت نقصان اٹھاؤ گی۔ فوراً اٹھو اور ٹائلٹ کی طرف جاؤ۔“

وہ سونیا کے حکم سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ انکار کرنے کی صورت میں وہ اسے پولیس کے حوالے کر سکتی تھی۔ اسکل ہونے والا کوئی مال اس کے سامان سے برآمد کر سکتی تھی۔ وہ مجبور ہو کر اٹھ گئی۔

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پیچھے ٹائلٹ کے دروازے تک پہنچی پھر اسے کھول کر ریو اسے بولی ”اندر چلو۔“

وہ سر جھکا کر اندر گئی۔ سونیا بھی اس کے پیچھے آگئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر کے بولی ”بے وقوف لڑکی! تم خود بھی مرؤ گی اور برجر کی بھی موت کا سبب بنو گی۔ کیا اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ شخص مجھے یہاں ہلاک کرنے کیوں آیا ہے؟ میں اسے بے ہوش نہ کرتی تو وہ مجھے مار ڈالتا۔ کیا تم مسٹر فوسے اس طرح مقابلہ کر سکو گی؟ اگر اس کی نیت اچھی ہوتی تو وہ مجھے تمہارے ساتھ آنے سے یوں روکنے کی کوشش نہ کرتا۔“

وہ دوبارہ ہو کر بولی ”میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ وہاں کچھ گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ تم بہت زبردست ہو اور میں خدا کے بعد صرف تم پر بھروسہ کرؤں گی۔ تم جو کوئی وہی کروں گی۔“

”تو پھر فوراً بتاؤ کہ تم ان کے لیے کون سی اہم چیز چھپا کر لے جا رہی ہو؟“

ایجنٹ ان چیزوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مسٹر فوسے انہیں میرے پاس لا کر چھپایا ہے۔ وہ امریکی حکام سے اس ڈسک اور ان تحریری دستاویزات کا سودا کرنا چاہتا ہے۔“

”کیا روسی ایجنٹ تم پر شبہ نہیں کر رہے ہیں؟“

”دنیا کا کوئی جاسوس مجھ پر شبہ نہیں کر سکتا روسی ایجنٹوں نے اگر مجھے دیکھا ہو گا تو وہ مجھے حاملہ سمجھ کر گزر گئے ہوں گے جیسا کہ تم بھی سمجھ رہی ہو۔ وہ تمام راز میرے پیٹ میں ہیں۔ میں حاملہ نہیں ہوں۔“

”کیسا؟“ سونیا نے حیرانی سے اس کے پیٹ کو دیکھا۔

”کتے ہیں عورت پیٹ کی ہلکی ہوتی ہے لیکن وہ لڑکی پیٹ کی مضبوط تھی۔ کوئی ان اہم رازوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔“

وادی ماں نے مجھے بری طرح الجھا دیا تھا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سمندر میں ڈوبنے کے بعد وہ کم بخت ابھر آئے گی اور زندہ رہے گی۔

وہ اس بات سے پریشان تھی کہ اس کی جوانی سمندر کے کھارے پانی سے دھل گئی تھی۔ اندر کا بدھاپا باہر آ گیا تھا۔ ایک تو اسے اس بات کا غصہ تھا کہ میں نے اسے گھرے پانی

میں ڈبو کر مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ دوسرا اس بات کا غصہ تھا کہ میری اس حرکت سے اس کی جوانی پھن گئی تھی۔ اب وہ بیٹھے پانی سے غسل کر کے یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ

بدن سے کھارے پانی کے اثرات دور ہونے کے بعد وہ پھر سے جوان ہو سکے گی یا نہیں؟ یا پھر دوبارہ مقترن کا جاب کرنے کے بعد وہ بدھاپے اور کمزوری سے نجات حاصل کر سکتی تھی۔ اسے جوانی سے محروم ہونے کا غصہ اتنا تھا کہ وہ میرا پتلا بنا کر اس میں سونیاں چھو سکتی تھی۔ مجھے ناقابل برداشت اذیتوں میں مبتلا کر سکتی تھی لیکن جزیرے کی سلامتی کے لیے اور اس پر اپنا قبضہ بنانے کے لیے میرا صحت مندر بنا ضروری تھا۔

وہ مجھے جسٹانی اور ذہنی اذیتیں نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس لیے ٹرن کو اذیتیں دینے لگے تھی۔ وہ میری اس کمزوری کو سمجھ گئی تھی کہ ٹرن کو پیچھے والی تکالیف سے مجھے تکلیف پہنچتی رہے گی۔

فی الحال وہ ٹرن کے بتائیں سونیاں نہیں چھو رہی تھی۔ وہ اپنی جوانی کو واپس لانے کی کوششیں کر رہی تھی۔ کسی دریا میں نہانے لگی تھی۔ ٹرن نے مجھ سے کہا ”جھکوان کرے اسے جوانی واپس مل جائے۔ ورنہ وہ پھر سونیاں چھوٹنے لگے گی۔“

اس بار تو میں نہیں بچوں گی۔ مجھ نے تکلیف برداشت نہیں ہوتی ہے۔ میں خود کٹی کر لوں گی۔“

میں نے اسے ٹھیکے ہوئے کہا ”موصلاً کرو۔ میں تمہیں اس سے نجات دلانے کی کوئی تدبیر کروں گا۔“

”آپ میری خاطر اس کے سامنے جھک رہے ہیں۔ اگر میں نہ رہوں تو آپ تمام زنجیریں توڑ کر میاں سے چلے جائیں گے۔“

”ایسی باتیں نہ کرو۔ تم کیوں نہیں رہو گی؟ میرے ساتھ ضرور ہو گی۔“

”میں آپ کو دادی پوتی کے سامنے جھکتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتی۔“

”جو خود جھکتا نہیں جانتے“ وہ دوسروں کو جھکا نہیں سکتے۔ میں ان پر قابو پانے کے لیے ان سے سمجھو ما کر رہا ہوں۔ ابھی یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جو جادو وہ تم پر کر رہی ہے۔ اس کا تو کیا ہو سکتا ہے؟“

میں نے خاموشی سے پوجا کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا اس کی دادی ماں نے ایک گھنٹا پہلے اس سے فون پر رابطہ کیا تھا اور کہا تھا کہ دریا میں اشنان کرنے کے بعد پھر اسے فون کرے گی۔ پوجا کو چاہیے کہ وہ میری کڑی نگرانی کرے۔ مجھے بتائی پینے یا ساحل کی طرف ٹھن کے ساتھ نہ جانے دے۔ ورنہ میں غصائی یا سمندری راستے سے فرار ہو جاؤں گا۔“

اب ایک گھنٹا گزرنے کے بعد وہ پھر پوجا سے فون پر باتیں کر رہی تھی۔ مجھے سے کہہ رہی تھی ”اس نمک حرام فریاد نے مجھے دوبارہ بوڑھی بنا دیا ہے۔ میں دریا میں غسل کر چکی ہوں۔ میری جوانی واپس نہیں آ رہی ہے۔ میں اس سے بہت بری طرح انتقام لوں گی۔“

”دادی ماں! غصہ ٹھوک دو۔ اپنے جزیرے کی سلامتی کے لیے اسے دوست بنائے رکھنا ضروری ہے۔ تم اسے منتروں سے اس طرح جکڑو کہ وہ میاں سے بھی نہ جاسکے۔“

”اسے روکنے کے لیے ضروری ہے کہ میرا بڑھاپا اور میری کمزوریاں دور ہو جائیں۔ میں ایک جگہ بیٹھ کر کئی گھنٹوں تک منتظر نہ نہیں سکتی جسم ٹھک جاتا ہے۔ حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ میں پڑھتے پڑھتے بھول جاتی ہوں۔“

پوجا نے پریشان ہو کر کہا ”یہ تو تشویش کی بات ہے۔ آپ کالا عمل نہیں کریں گی تو وہ میاں سے چلا جائے گا۔“

”میں چھوٹے چھوٹے منتظر نہ نہیں ہوئی۔ ٹھن کے نام

کا پتلا بنا کر منتظر نہ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ اس لیے فریاد کی اس کمزوری سے ٹھیک رہی ہوں۔ وہ ٹھن کی خاطر ہماری باتیں مانتا رہے گا۔“

”جب اس کا دل ٹھن سے بھر جائے گا تو پھر وہ ہمارے دباؤ میں نہیں رہے گا۔“

”میں اس وقت تک منتروں کا چاب کر کے اپنی جوانی اور توانائی حاصل کر لوں گی۔“

”تم محل میں کب آؤ گی؟“

”جب تک بڑھاپے اور کمزوری سے نجات نہیں ملتی“

میں یہاں جھگ میں رہ کر تپتیا کروں گی اور منتظر رہتی رہوں گی۔“

اس کی باتوں سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد اپنی کھوئی ہوئی جوانی اور توانائی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ تاکہ ٹھن اور کمزوری کے بغیر منتروں کا چاب کر سکے۔ یہ عجیب اتفاق تھا۔ قارہ میں اعلیٰ لی لی سے دشمنی کرنے والی وچ لیڈی بنت عمارہ بھی بوڑھی اور کمزور ہو چکی تھی۔ وہ بھی دادی ماں کی طرح جوانی اور توانائی حاصل کرنا چاہتی تھی۔ کالا جادو جاننے والی دونوں بوڑھیاں ایک ہی مرحلے سے گزر رہی تھیں۔

اعلیٰ لی لی کی کوشش تھی کہ بنت عمارہ دوبارہ توانائی حاصل نہ کر سکے اور یہی میں بھی چاہتا تھا۔ ہم باپ بیٹی ایک جیسے حالات سے گزر رہے تھے۔

میں نے ٹھن سے کہا ”تم یہاں رہو۔ میں اس بڑھاپی تلاش میں محل سے باہر جاؤں گا۔“

وہ مجھ سے لپٹ کر بولی ”میں یہاں اکیلی نہیں رہوں گی۔ دادی ماں کو زندہ یا کر پوجا مضور ہو چکی ہے۔ وہ یہاں میرے ساتھ دشمنوں جیسا سلوک کرے گی۔ میں اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی گی۔“

”تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ میں پوجا کے دماغ میں جاتا رہوں گا۔ اسے دشمنی نہیں کرنے دوں گا۔ پوجا تو کیا۔ اس کی دادی ماں بھی تم پر کالا جادو نہیں کرے گی۔“

”پھر بھی آپ سوچیں۔ آپ کے بغیر میں اتنے بڑے محل میں تنہا رہ جاؤں گی۔ یہاں میرا کوئی اپنا نہیں ہے۔“

وہ درست کہہ رہی تھی لیکن میں اسے محل سے باہر اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتا تھا۔ واپسی میں رات ہو سکتی تھی۔ اس کے ساتھ جھگ میں بھگنا دانش مندی نہ ہوتی۔

میں نے اسے ایک رپوالور دیتے ہوئے کہا ”اسے رکھو۔ پوجا دشمنی کرے تو اسے زخمی کرو۔ ہلاک کرنے کی دھمکی دو۔ میں بھی خیال خواتی کے ذریعے تمہارے اندر رہوں گا۔ موجودہ حالات میں تمہیں جوصلے سے کام لینا چاہیے۔“

”آپ وعدہ کریں۔ جلدی واپس آئیں گے۔“

میں نے کہا ”اس بڑھاپے نے تمہارے نام کا جو پتلا بنایا ہے۔ میں اسے تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ اس پتلے کو توڑ کر ان سویوں کو مٹی میں دبا کر تمہارے خلاف ہونے والے جادو کو ناکام بناؤں گا۔“

میں اسے سمجھا بھگا کر محل سے باہر جانے لگا۔ پوجا نے پوچھا ”کہاں جا رہے ہو؟“

میں نے پوچھا ”کیا کہیں جانے رہا بندی ہے؟“

”ہاں تم آگلی پینڈ اور ساحل کی طرف نہیں جاؤ گے۔“

”میں یہاں رہتی ہوں۔ میں نہیں رہوں گا۔“

”نہیں رہو گے تو جادو۔ محل کے احاطے سے باہر نکلو گے تو ٹھن کے بدن میں پھر سونیاں چھیں گی۔“

”میں بھی کچھ جوڑ توڑ جانتا ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو گی تو ٹھن محل میں محفوظ رہے گی۔“

”میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔“

میں نے اسے مسکرا کر دیکھا پھر اس کے ذہن کو بھڑکایا۔ وہ مسکرا کر بولی ”آؤ ہم دادی ماں کی تلاش میں چلیں۔“

ہم ایک کار میں بیٹھ کر محل کے احاطے سے باہر آئے۔ میں نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔ اس جزیرے میں دریا کہاں سے آ گیا؟“

وہ بولی ”ایک پہاڑی جھرنہ ندی کی صورت میں بہتا ہوا سمندر سے جاتا ہے۔ یہاں سے دائیں طرف جھگ میں چلو۔ کیا دادی ماں دریا کے کنارے ہوں گی؟“

”وہ دادی ہے۔ تم بولی ہو۔ سمجھ سکتی ہو۔ اکثر جادو گر دریا کے کنارے آگ جلا کر تپتیا کرتے ہیں اور منتظر پڑھتے ہیں۔“

”ابھی تم دادی ماں سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟“

میں نے مجھے جھگ میں پہنچ کر گاڑی روک دی پھر اتارتے ہوئے کہا ”اپنے موبائل سے دادی ماں کو مخاطب کرو۔“

اس کا دماغ میری ٹھنی میں تھا۔ اس نے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے دادی ماں نے پوچھا ”بولو بیٹی! آخریت سے ہو؟“

”میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ کو ڈھونڈنے یہاں جھگ

میں آئی ہوں۔“

”ہے بھگوان! تمہیں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں بڑھاپے سے نجات پاتے ہی محل میں آؤں گی۔ تم واپس جاؤ۔“

”میں اتنی دور آئی ہوں تو آپ سے مل کر ہی جاؤں گی۔“

”تم بہت ضدی ہو۔ آجاؤ۔ دریا کے کنارے ہم نے جو ہونمان مندر بنایا تھا صبح اسی مندر کے سامنے ہوں۔“

وہ تیزی سے اوجھڑ جانے لگی۔ میں اس سے فاصلہ رکھ کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔ جھگ کے درمیانی حصے سے ایک چھوٹا سا دریا بہتا تھا۔ اسے دریا نہیں چھوٹی سی ندی کہنا چاہیے۔ اس کے کنارے ہونمان مندر تھا۔ وہ وہاں سوکھی لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلا کر جادو گری کے بہت سے لوازمات کے ساتھ پاتھیں مارے بیٹھی تھی۔ پوجا کو دیکھ کر بولی ”تیرے آنے سے میرے منتزاد حورے رہ گئے ہیں۔ میں آج سورن ڈوبنے کے وقت نے صبح سورج کے نکلنے تک منتظر رہتی رہوں گی تو میری جوانی اور توانائی مجھے واپس مل جائے گی۔ تمہیں جو کہنا ہے۔ تم کو اور واپس جاؤ۔ مجھے تک مخاطب نہ کرنا۔ میں فون

ایک ایسے نوجوان کی داستانِ عبرت جو حالات کے جال میں پھنس کر حرام کی دلدل میں پھنستا چلا گیا

انسانِ پاک و پیرِ مہذب جہاں تو کھڑا نہ آتا تو جہاں

گمراہ

کتابی شکل میں تیار ہے

کتابیات پبلی کیشنز

173 انارکلی، طرہ پور، لاہور۔ فون: 3802552 3802551 74200

www.kitabiat173000@yahoo.com

اپنی موٹر بوٹ قریب لاؤ۔“
اس نے اچانک ہی دادی ماں کو ایک زور کا طمانچہ رسید کیا۔ وہ دونوں سسم کر پیچھے ہٹ گئیں۔ اس نے گرج کر کہا ”واپس جاؤ۔“

دوسرے ملاحوں نے اپنے ساتھی سے کہا ”زام اوتار! تیرا دماغ چل گیا ہے؟ تو نے ماگن کی دادی ماں پر ہاتھ اٹھایا ہے۔“

پھر وہ ان کے قریب آکر بولا ”دادی ماں! یہ گدھا ہے۔ ایک ہی گال پر طمانچہ مارتا ہے۔ جبکہ دونوں پر مارتا چاہیے۔“

اس نے بڑھیا کے دوسرے گال پر طمانچہ مارا وہ لڑکھا کر گرنے والی تھی۔ پوجانے اسے سنبھالتے ہوئے کہا ”دادی ماں! میں سمجھ گئی۔ فریاد ان کے اندر گھسا ہوا ہے۔ یہ تمہیں سمندری راستے سے نہیں جانے دے گا۔“

وہ دونوں پلٹ کر وہاں سے محل کی طرف بھاگنے لگیں۔ اب بڑھیا میں دوڑنے کی تو کیا چلنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر ہانپتے ہوئے بولی ”ہے بھگوان! ہم اپنے ہی جزیرے میں اپنی ہی زمین پر بھرموں کی طرح بھاگ رہے ہیں۔ کوئی ہماری مدد کرنے والا نہیں ہے۔“

پوجانے کہا ”وہ ہمارا بدترین دشمن بن گیا ہے۔ سیکورٹی افسر کے دماغ میں رہے گا۔ محل کے کسی بھی مسلح گارڈ کو ہمارا حمایتی نہیں بننے دے گا۔ ہم کہاں جائیں؟ چھپے اور پناہ لینے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔“

میں نے خیال خوانی کے ذریعے سیکورٹی افسر کو حکم دیا تھا کہ وہ محل کے احاطے میں ایک چتا تیار کر کے شمن کا آخری کیرم کرے اور وہ میرے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ ادھر میں کارڈرائیو کرتا ہوا ان دادی پوتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر زمین پر میرے سامنے اوندھی ہو گئیں۔ بڑھیا نے کہا ”تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ دینی ہوں۔ یہ سچ تسلیم کر لو کہ میں شمن کو جان سے نہیں مارنا چاہتی تھی۔ اس کے ذریعے تمہیں مجبور بنانا ہی تھی۔ اس کا زندہ رہنا میرے لیے بھی ضروری تھا۔“

میں نے عذارت سے کہا ”تم نے اسے جان بوجھ کر نہیں مارا۔ تمہاری دشمنی نے اسے میری خاطر مرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ میری محبت میں جان سے چلی گئی۔ کیا تم اپنی پوتی کی خاطر جان نہیں دو گے؟“

میں نے کار کی ڈکی سے رسیاں نکالیں۔ پوجانے مجھے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا ”کیا کرنا چاہتے ہو؟“

دادی اور پوتی بری طرح سہمی ہوئی تھیں۔ مجھ سے دور بھاگ رہی تھیں۔ وہ مجھے محافظ بنا کر جزیرے میں لائی تھیں۔ میں ان کی موت بن گیا تھا۔ اب خدا کے سوا کوئی انہیں بچا نہیں سکتا تھا۔

وہ سمجھ رہی تھیں کہ فرار کا راستہ نہیں ہے۔ میں دن رات موٹر بوٹ میں یا ٹیلی کاپٹر میں سوار نہیں ہونے دوں گا۔ پھر یہ بھی اندیشہ تھا کہ وہ جان بچا کر بھاگ جائیں گی۔ تو میں جزیرے پر قبضہ جمالوں گا۔ یہاں ٹیلی فنیٹکس کے ذریعے حکومت کرتا رہوں گا۔ ان دونوں... اور انڈین آرمی کو یہاں قدم نہیں رکھنے دوں گا۔

ان کے خیالات نے بتایا کہ وہ ساحل کی طرف جارہی ہیں۔ وہ بوڑھی دوڑتے دوڑتے تھک کر گر پڑی تھی۔ پوجانے اسے زمین سے اٹھاتے ہوئے پوچھا ”دادی ماں! کچھ کرو۔ وہ درندہ بن گیا ہے۔ ہم سے موت نہیں کرے گا۔ ہمیں مار ڈالے گا۔“

وہ تکلیف سے اٹھ کر کراہتی ہوئی آگے چلتی ہوئی بولی ”کسی طرح مجھے یہاں سے نکل جانا ہے۔ تم یہاں رہو گی۔ اسے پھر سے دوست بنانے کی کوشش کرو۔ اس کا ظلم برداشت کرو۔ میں کیرالا پہنچنے ہی تھی شام شروع کر دیں گی۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر بازی پلٹ دوں گی۔ تم کسی طرح اسے سنبھالتی رہو۔“

”وہ تو پہلے بھی میری طرف مائل نہیں ہوا تھا۔ شمن کی موت کے بعد مجھ سے سخت نفرت کرتا رہے گا۔ شاید وہ مجھے مار ڈالے۔“

”میں نے سوچا تھا۔ اس کے پتلے کے ذریعے اسے اذیتیں دے کر فریاد کو تڑپاتی رہوں گی۔ شمن جتنا تڑپتی رہے گی۔ فریاد اتنی ہمارے آگے بھٹکے رہے گا لیکن اس کیلئے نے خود کشی کر کے میرے جادو کو ناکام بنا دیا ہے۔ ہمیں فریاد کے مقابلے میں بے بس اور کمزور بنانا ہے۔“

بے شک شمن نے میری آزادی، سلامتی اور خودداری کے لیے بہت بڑی قربانی دی تھی۔ اس کی محبت اور وفاداری کو میں کبھی بھول نہیں پاؤں گا۔

وہ دونوں کشتی گھاٹ پر پہنچ گئیں۔ وہاں کے ملاحوں نے انہیں دیکھتے ہی دونوں ہاتھ جوڑ کر ان کے سامنے سر جھکا دیا۔ پوجانے ایک طرح سے کہا ”یہ میری دادی ماں ہیں۔ انہیں آرام سے موٹر بوٹ میں کیرالا کے قریب ساحل تک لے جاؤ۔ جلدی کرو۔“

وہ ملاح قریب آگیا۔ پوجانے پوچھا ”کیا تم نے سنا نہیں؟“

اس بڑھیا کے پاس ہے۔ وہ اسے اپنے زانو کے نیچے دبائے ہوئے تھی۔ اس کا ایک ہاتھ زانو کے نیچے تھا۔ اس کا خیال تھا وہ مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہوئی ہے۔ میں نے اسے ایک لات ماری۔ وہ چیخ مارتے ہوئے پیچھے کی طرف الٹ گئی۔ آٹنے سے پہلے جہاں بیٹھی ہوئی تھی وہاں وہ چھوٹا سا پتلا رکھا ہوا تھا۔ اس پتلے کی پیشانی پر ایک سوئی چھبی ہوئی تھی۔ میں نے جبک کر اسے اٹھایا پھر اس کی پیشانی سے سوئی نکال کر پیچھنک دی۔ پوچا چیخ رہی تھی ”تم نے میری دادی ماں کو لات کیوں ماری؟“

وہ اپنی دادی کو سارا دے کر زمین سے اٹھا رہی تھی۔ میں نے دونوں کولات ماری پھر شمن کے پاس پہنچ کر کہا ”فکر نہ کرو۔ تمہارا پتلا میرے ہاتھ آگیا ہے۔ میں نے پیشانی سے سوئی نکال دی ہے۔ اب تو تمہارے اندر چیخیں نہیں ہو رہی ہوگی۔“

وہ بولی ”وقتی طور پر آرام مل رہا ہے۔ آپ نہیں جانتے وہ چڑیل دوسرا پتلا بنا کر میرا جینا حرام کر دے گی۔ وہ میری وجہ سے آپ کو کمزور بناتی رہے گی۔ آپ اس سے جیت کر بھی ہارنے رہیں گے۔“

وہ ریوالتور کو اپنے سینے پر رکھ کر بولی ”میں نہیں رہوں گی تو آپ اس چڑیل کا کام تمام کر سکیں گے۔ اس جزیرے سے باہر جا کر اپنوں کو تلاش کر سکیں گے۔ خدا حافظ میرے محبوب! میرے آقا۔!“

میں اسے خود کشی سے روکنے ہی والا تھا۔ اسی لمحے خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ پوجانے ایک پتھر کھینچ کر مارا تھا۔ وہ میری پیشانی پر آکر لگا۔ میں نے دونوں دادی پوتی کی گردنوں کو دبوچ کر اٹھایا پھر دونوں کے سر ٹکرا دیے۔ وہ چیختی ہوئی زمین پر گر پڑیں۔

ان سے ایک ذرا سی نجات ملی تو میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ شمن کے پاس پہنچنا چاہا لیکن سوچ کی لہر میں بہنے لگیں۔ اس کا دماغ مردہ ہو چکا تھا۔ وہ میری آزادی اور سلامتی کی خاطر قیامت کی نیند سو گئی تھی۔

میں غم وغصے سے لڑ گیا۔ وہ دونوں بری طرح سہمی ہوئی تھیں۔ وہاں سے اٹھ کر بھاگنے لگیں۔ میں نے کہا ”بھگوا! جہاں جزیرہ ختم ہوتا ہے۔ وہاں تمہاری موت ہے اور اس جزیرے سے باہر میری آزادی اور نئی زندگی ہے۔“

بند رکھوں گی اور نہ ہی تم دوبارہ یہاں آنا۔ میں خود ہی محل میں آؤں گی۔“

پوجانے میری مرضی کے مطابق کہا ”آپ نے فریاد کو میرے سامنے جھکا دیا ہے۔ اب وہ میرے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے۔“

”اب تو اس کا باپ بھی تمہارے حکم پر چلے گا۔ اسی لمحے میں نے شمن کا پتلا بنا کر اسے عذاب میں مبتلا کیا تھا۔ وہ تمہاری نافرمانی کرے گا تو میں پھر شمن کے بدن میں سونیاں چھوئے لگوں گی۔“

”آپ نے وہ پتلا کہاں رکھا ہے؟“

”تم کیوں یہ پوچھ رہی ہو؟“

”فریاد یہاں آکر کوئی گڑبڑ کر سکتا ہے۔“

”اس کے باپ کو کبھی وہ پتلا نہیں ملے گا۔ میں نے مندر کے پیچھے اسے ایک بڑے پتھر کے نیچے چھپا کر رکھا ہے۔“

میں دے قدموں مندر کے پیچھے آیا۔ وہاں ایک بڑا سا پتھر رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس پتھر کو ہٹا کر دیکھا وہاں کوئی پتلا نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا۔ وہ اپنی پوتی سے بحث بول رہی تھی۔ یہ سمجھ گئی تھی کہ وہ خود نہیں آتی ہے۔ میں نے اسے وہاں بھیجا ہے۔ وہ کمزور رہی تھی ”تم پتلے کی فکر نہ کرو۔ وہ قیامت تک وہاں نہیں آئے گا۔ جہاں میں نے اسے چھپا کر رکھا ہے۔ تم وہاں جاؤ۔“

میں اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر بولی ”پتلی کی کیا ضرورت تھی؟ پتھر کے نیچے دیکھ آئے؟“

میں نے ناگوار سی سے کہا ”میں کیا سمجھتی ہو؟ میں تمہیں متنبہ کر رہی ہوں اور توانائی حاصل کرنے دوں گا؟“

میں نے پہلی بار اپنا سینہ کا بڑھپا دیکھا تھا۔ وہ بالکل چڑیل جیسی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے کہا ”میں جو کرنا چاہتی ہوں کر گزرتی ہوں۔ ذرا شمن کے اندر جھانک کر دیکھو۔“

میں سمجھ گیا۔ اس پر پھر مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ میں نے فوراً ہی اس کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ اس وقت وہ دونوں تھوڑے سے پیشانی کو تمام کر رہی تھی۔ اس کے دماغ میں دنیاں چھ رہی تھیں۔ وہ تکلیف سے بے حال ہو کر مجھے پکار رہی تھی۔

میں نے تڑپ کر اس بڑھیا کو دیکھا۔ حاضر دماغی نے کہا ”سوئی اب بھی چھ رہی ہے۔ تب ہی شمن عذاب میں مبتلا رہی ہے۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آئی کہ وہ پتلا ابھی

سوچ رہی تھی ”میرا دھیان اس کے پیٹ کی طرف کیوں نہیں گیا؟ میں نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ پیٹ میں بچہ نہیں ہے۔ اسکل ہونے والا مال وہاں چھپایا گیا ہے۔“

اس نے رینا کا اوپری لباس اٹھا کر دیکھا۔ اس کے پیٹ پر اس طرح پلاسٹک سرجری کی گئی تھی کہ اوپر سے پیٹ کی گھال بھی اس کے بدن کا حصہ دکھائی دیتی تھی۔ پیٹ کو ہلکے سے دباؤ تو وہ دب جاتا تھا۔ کوئی شبہ نہیں کر سکتا تھا کہ جعلی پیٹ ہے اور اس کے اندر کچھ چھپا دیا گیا ہے۔

سونیا نے کہا ”تمہیں یہ پیٹ لے کر ان کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ وہاں پہنچنے سے پہلے پیٹ پر لگے ہوئے ڈسکن کو الگ کر دو۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہاں میں اسے الگ کر دوں گی تو از ہوش اور میرے آس پاس بیٹھے والے لوگ مجھے حیرت سے دیکھیں گے۔“

”ہم ہاٹ اسپرنگ از پورٹ پہنچنے سے چند روز منٹ پہلے پھر اس نواکٹ میں آئیں گے۔ اس اضافی پیٹ کو کاکٹ کر یہاں ڈسٹ بن میں پھینک دیں گے۔ ڈسک اور دستاویزات کو میں چھپاؤں گی۔“

وہ پریشانی سے سوچ رہی تھی۔ سونیا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا ”تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی ”وہ بات یہ ہے کہ جب میں وہاں کے از پورٹ پر پہنچوں گی تو مسٹر فوجھے دور سے دیکھتا رہے گا۔ اسے میرا پھولا ہوا پیٹ نظر نہیں آئے گا تو وہ مجھ پر شبہ کرے گا۔“

”اسے شبہ کرنے دو۔ وہ اس سلسلے میں فون کے ذریعے تم سے سوالات کرے گا۔ تم اسے بتاؤ گی کہ اپنے اضافی پیٹ کا بوجھ کم کیا ہے۔ اس کی تمام چیزیں صحیح سلامت ہیں۔ ہر جگہ زندہ سلامت تمہارے پاس بھیجا جائے گا تو تم یہ اہم چیزیں اس کے حوالے کر دو گی۔“

”وہ یقین نہیں کرے گا۔ پہلے یہ چیزیں دیکھنا چاہیے گا۔“

”ایسے وقت میں اس سے فون پر بات کر دوں گی پھر تم دیکھو گی کہ میں جیسا کہوں گی۔ وہ ویسا ہی کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ یہ چیزیں اس کے لیے بہت اہم ہیں۔ وہ انہیں حاصل کرنے کے لیے بھجوا کرے گا۔“

وہ دونوں نواکٹ سے باہر آکر اپنی اپنی سیٹوں کے پاس آئیں پھر وہاں بیٹھ گئیں۔ مسٹر فوجھا جاسوس اپنی سیٹ پر کمری نیند سو رہا تھا۔ اس کی ہاتھوں سے رال ٹپک رہی تھی۔ سونیا

اپنا حلیہ تبدیل کرنا تھا۔ دہلی تک سفر کرنے کے لیے اچھی خاصی رقم حاصل کرنی تھی۔ دولت حاصل کرنے کے لیے لوگ دن رات محنت کرتے، سوچتے رہ جاتے ہیں کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کی جاسکتی ہے؟ مجھے سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ میں سوچ کے ذریعے لاکھوں کروڑوں روپے منٹوں میں حاصل کر لیتا تھا اور ابھی مجھے یہی کرنا تھا۔

پوجا محل میں پہنچ گئی۔ وہاں احاطے میں ایک جگہ ٹرن کی چٹا جل چکی تھی۔ سب کچھ راکھ ہو چکا تھا۔ سیکورٹی افسر نے عاجزی سے کہا ”میڈم! ہم مجبور تھے مسٹر فرہاد نے دماغ کے اندر آکر حکم دیا تھا کہ یہاں ٹرن کا احکم سنکار کیا جائے۔“

وہ کمری سنجیدگی سے بولی ”کوئی بات نہیں۔ جو ہو گیا۔ سو ہو گیا۔ اب وہ یہاں سے جا چکا ہے۔ میرے اور اس جزیرے کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔“

وہ محل کے اندر جاتے ہوئے بولی ”اب انڈین آری سے منٹے کی ذمہ داری تمہاری ہے۔ جتنے قابل اعتماد جنگ جو جوانوں کو یہاں میری حفاظت کے لیے لے سکتے ہو فوراً لے آؤ۔ ابھی ان سب سے رابطہ کرو۔“

وہ ”میں میڈم!“ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ اس نے اپنے بندہ روم میں آکر دوواڑے کو اندر سے بند کیا پھر ایک قد آدم آئینے کے سامنے آکر خود کو سر سے پاؤں تک دیکھنے لگی پھر اپنے خوب صورت چہرے پر انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی ”پوجا! میری بچی! مجھے معاف کرنا۔ میں اس وقت جلائی جا رہی تھی۔ مجھے فوراً ہی ایک خوب صورت مردہ جسم کی ضرورت تھی۔ اس لیے مجھے مار ڈالا۔“

وہ ایک کمری سانس لے کر بولی ”تو زندہ رہتی تو فرما دیتے سکون سے جینے نہ دیتا۔ تو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ ہمارے باپ دادا کا یہ جزیرہ ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا۔ اب ایسا نہیں ہو گا۔ تو جزیرے کی ملک ہے۔ دنیا والوں کی نظروں میں زندہ رہے گی اور اب میں ایسی چال چلوں گی کہ وہ ٹیلی ویژن جاننے والا پھر یہاں واپس آکر میرے قدموں میں رہے گا۔ جاؤ فرہاد! میں دیکھوں گی کہ تم کتنی دور تک جاسکتے ہو۔ کھونٹے سے بندھے ہوئے تیل ہو۔ رے کی لسانی تک جا کر واپس آؤ گے۔“



سونیا اور رینا ہوائی جہاز کے نواکٹ کے اندر تھیں۔ رینا نے ایک ایسا انکشاف کیا تھا کہ سونیا حیران رہ گئی تھی۔

اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ سر ایک طرف ڈھلک گیا تھا۔ اس کے بدن کی بوڑھی کھال جل رہی تھی۔ چربی پھٹل رہی تھی۔ وہ درخت سوکھا تھا۔ اس میں بھی آگ لگ گئی تھی۔ وہ بھی اسے جلا رہا تھا۔

پوجا زمین پر جیسے مردہ پڑی ہوئی تھی۔ وہ اچانک اٹھ کر بیٹھ گئی۔ روح سے خالی ہونے والے بوڑھے جسم کو تابور ہوتے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا ”تمہاری دادی ماں کو کالے جادو پر بڑا غور تھا۔ اس کا انجام دیکھ رہی ہو۔ تم بے انتہا دولت مند ہو۔ تمہارے پاس درختوں مسخ کا راز بھی لیکن دولت اور طاقت کام نہیں آ رہی ہے۔“

وہ ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے بولی ”تم نے دادی ماں سے انتقام لے لیا۔ کیا مجھے بھی سزا دے گی؟“

”ہاں مگر موت کی سزا نہیں دوں گا۔ تمہیں یہاں زندہ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ تم یہاں بے یار و مددگار رہو گی۔ عدالت سے کیس جیتنے کے بعد بھی انڈین آری تمہیں یہاں سکون سے رہنے نہیں دے گی۔“

میں کار میں آکر بیٹھ گیا۔ محل کے احاطے میں ٹرن کی چٹا کو آگ لگ چکی تھی۔ اس وفا کی دیوی کی آخری رسومات ادا ہو چکی تھیں۔ میں کشتی گھاٹ پر آیا۔ تمام ملاج مجھے دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے ایک ملاج سے کہا ”مجھے کوچین کی بندرگاہ تک پہنچا دو۔ پہلے موز پورٹ اچھی طرح چیک کر لو۔“

اس نے کہا ”آپ بھی میں چیک کر رہا تھا۔ ٹنگی فل ہے۔ آپ آجائیں۔“

میں اس موز پورٹ میں سوار ہوا۔ اس ساحل سے دور جاتے وقت مجھے یوں لگا جیسے برسوں تک قید رہنے کے بعد آزادی حاصل ہوئی ہے۔ اب میں آزادی سے اپنے لوہے کے رشتوں کو تلاش کر سکتا تھا۔

انڈین آری کے افسر نے کہا تھا کہ ٹیلی جیتی جاننے والا کبریا نامی ایک نوجوان دہلی یا ممبئی میں ہے۔ اس کا تعلق فرہاد علی بیور سے ہو سکتا ہے۔ اس افسر کا یہ اندازہ تھا۔ یہ کوئی ضروری نہیں تھا کہ دو ٹیلی جیتی جاننے والوں کا آپس میں کوئی تعلق ہو یا ان کی ایک دوسرے سے رشتہ داری ہو۔

پھر بھی میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے دہلی جانا چاہیے۔ کبریا کا سراغ لگا کر اس سے ملاقات کرنی چاہیے۔ ملاقات نہ ہو سکے تو کم از کم خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرنی چاہیے۔ میں کوچین پہنچ گیا۔ مجھے وہاں چند گھنٹے گزارنے تھے۔

میں نے اس کے منہ پر ایک زوردار ہاتھ رسید کیا۔ وہ چکر اکر زمین پر گر پڑی پھر بڑھیا کی گردن دیوچ کر اسے ایک درخت کے موٹے تنے سے لگا کر کھڑا کیا۔ وہ بھاگنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی پٹائی کی۔ وہ کمزوری کے باعث مار برداشت نہ کر سکی۔ چپ چاپ کھڑی رہی۔ میں نے اسے درخت سے لگا کر رسیوں سے باندھ دیا۔ وہ گڑگڑا رہی تھی۔ مجھے معاف کر دو۔ میں اس جزیرے سے چلی جاؤں گی پھر کبھی واپس نہیں آؤں گی۔ تم پوجا کے ساتھ یہاں حکومت کرتے رہو۔

میں کار کے اندر سے بیٹریول کا کین اٹھا کر لایا پھر اس پر بیٹریول ڈالنے لگا۔ وہ خوف سے پیچ رہی تھی۔ پوجا بھی آکر مجھ سے لپٹ کر مجھے ایسا کرنے سے باز رکھنا چاہتی تھی لیکن میں نے بڑھیا کو سر سے پیر تک اچھی طرح بھلو دیا۔ خالی کین کو ایک طرف پھینک دیا۔ پوجا کے بالوں کو منہ میں جکڑ کر اسے دھکا دے کر دروازہ کھولا پھر کار کے ڈیش بورڈ کے خانے سے ایک ماس کی ڈیا نکال لی۔

دونوں دادی پوٹی ملحق چھاڑ کر چیخنے لگیں۔ پوجا دھڑکتی ہوئی آکر میرے قدموں سے لپٹ گئی۔ وہ رو کر کہنے لگی ”میں اس جزیرے کی ملک بن کر رہنے کے لیے تمہیں یہاں لائی تھی۔ میں یہ جزیرہ تمہارے نام لگھ دوں گی۔ دادی ماں کے ساتھ میں سے چلی جاؤں گی۔ تمہارے خدا کا واسطہ دیجیے۔ دادی ماں کو زندہ نہ جلاؤ۔“

میں نے ماس کی ایک تلی نکال کر سلگائی پھر کہا ”میں نے اسے غیبت بڑھیا کو سمندر میں ڈال دیا۔ یہ زندہ واپس آئی۔ اب دیکھوں گا کہ جل کر راکھ ہو جانے کے بعد اس دنیا میں کیسے واپس آئے گی؟“

میں نے جلتی ہوئی تلی اس کی طرف اچھال دی۔ تلی کا ننھا سا شعلہ فضا میں اڑتا ہوا بڑھیا کے پاس آیا پھر یکبارگی آگ لگ گئی۔ وہ شعلوں میں لپٹ کر چیخنے لگی۔ پوجا اس سے دور کھڑی رو روکتے ہوئے اپنے سر کے بال دیوچ رہی تھی۔ اپنے کپڑے چھاڑ رہی تھی۔ اس کے ماتم کرنے سے آگ نہیں بجھ سکتی تھی۔ وہ چکر اکر گوبڑی پھر ایسے ساکت ہو گئی۔ جیسے دم نکل گیا ہو۔

مجھے ایسا ہی لگا جیسے وہ مر چکی ہے۔ میں نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ بڑھیا ایک بار سمندر کی گہرائیوں میں ڈوبنے کے باوجود زندہ رہ گئی۔ اس بار میں توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ آگ کے شعلوں سے نکل کر آسکتی ہے یا نہیں؟

نے اسٹوارڈ کو بلا کر کہا "یہ شخص کیسے سو رہا ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ اس نے نشہ کیا ہے۔"

اسٹوارڈ نے اسے "مجھوڑ کر چگانے کی کوشش کی۔ اس نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اتر ہو سٹل نے کہا "یہ واقعی مدہوش ہے۔ اسے سونے دیا جائے۔ اتر پورٹ میں اسے سیکورٹی پولیس کے حوالے کیا جائے گا۔"

سونیا نے اس کے جسم میں ایک سوئی انجیکشن کی تھی۔ جس کے نتیجے میں وہ مدہوش ہو کر سو رہا تھا۔ ریزہ تقریبی انداز میں سونیا کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ یہ عورت خطرناک فائبر بھی ہے اور چالاک بھی ہے۔ اس نے کوئی الزام آنے سے پہلے اس شخص کو نشہ بازی بھی ثابت کر دیا تھا۔

تقریباً یون گھنٹے بعد اناؤنسر نے کہا کہ آدھے گھنٹے میں یہ جہاز ہاٹ اسپرنگ اتر پورٹ کے دن وے پر اترنے والا ہے۔ سونیا نے سر ہٹا کر ریزہ سے پوچھا "تمہارے پاس چاقو ہے؟"

"میرے بیک میں ہے۔ کیا تمہیں ضرورت ہے؟"

"اسے ٹواٹلٹ میں لے آؤ۔"

وہ دونوں مزید دس منٹ گزار کر ٹواٹلٹ میں آگئیں۔ ریزہ نے اپنا اوپری لباس اتار دیا۔ سونیا نے اضافی پیٹ کے ڈسکن کو کٹ کر اس کے جسم سے الگ کیا۔ اس ڈسکن میں ایک مپیٹروڈسک اور تحریری دستاویزات رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے وہ تمام چیزیں اپنے پاس رکھ کر کٹے ہوئے فاضل پیٹ کو ڈسٹ بن میں ڈال دیا پھر کہا "جب تک یہ سب کچھ میرے پاس رہے گا، اس وقت تک وہ لوگ تمہیں اور برجر کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہ دونوں ٹواٹلٹ سے باہر آگئیں۔ مسافروں سے کہا جا رہا تھا کہ وہ حفاظتی بیلٹ باندھ لیں۔ جہاز دن وے پر اترنے والا ہے۔ وہ دونوں اپنی اپنی سیٹ پر آکر سیٹیفی بیلٹ باندھنے لگیں۔ ریزہ کے پاس بیٹھا ہوا مسافر آنکھیں بند کر کے خیریت سے جہاز کے اترنے کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ اس قطار کے دوسرے مسافروں نے بھی اس کی طرف توجہ نہیں دی۔

جہاز دن وے پر اتر کر دوڑنا ہوا ایک جگہ رک گیا۔ تمام مسافر سیٹیفی بیلٹ کھول کر اپنا اپنا دستی سامان سنبھال رہے تھے۔ ایگزٹ ڈور کی طرف جا رہے تھے۔ ریزہ بھی سونیا کے پیچھے چلتی ہوئی قطار میں کھڑی ہو گئی۔ دروازہ کھلنے کے بعد مسافر جہاز سے باہر جانے لگے۔ صرف ایک مسافر مدہوش پڑا ہوا تھا۔

مسٹر فو... دوسری منزل کی ایک بالکونی میں کھڑا آنکھوں سے دور بین لگائے، جہاز سے اترنے والے مسافروں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے پاس دو موبائل فون تھے۔ وہ ایک فون کے ذریعے اپنے خاص آدمیوں سے کہہ رہا تھا "مسافر جہاز سے باہر آ رہے ہیں لیکن کوئی پیٹ والی عورت نظر نہیں آ رہی ہے۔ ہمارا جاسوس ایڈی بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے۔"

پھر اس نے چوک کر کہا "ہاں ریزہ دکھائی دے رہی ہے لیکن اس کا پیٹ پھولا ہوا نہیں ہے۔ مجھے کوئی کڑ بولگ رہی ہے۔ جسٹ اے منٹ! میں ابھی ریزہ سے بات کرتا ہوں۔"

اس نے دوسرے موبائل فون کے نمبر پر کیے۔ ریزہ کو اپنے فون کا بزر سنا دیا۔ وہ سونیا کے ساتھ چلتی ہوئی اتر پورٹ کی عمارت کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے ہن دیا کہ اسے کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو۔ میں ریزہ بول رہی ہوں۔"

مسٹر فو نے کہا "میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ کیا تم نے پیٹ پر چڑھے ہوئے خول کو ہٹا دیا ہے؟"

وہ بولی "ہاں۔ وہ مجھے بوجھ لگ رہا تھا۔ ویسے تمہاری اہم چیزیں میرے پاس محفوظ ہیں۔"

وہ غصے سے بولا "تم بہت بڑی نادانی کر رہی ہو۔ کسٹم والے اس کمپیوٹر ڈسک پر شبہ کریں گے۔ اسے لے جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"تم میرے ساتھ میری ایک سیٹی کو دیکھ رہے ہو۔ یہ بہت چالاک ہے کسٹم والوں کو ان اہم چیزوں کی ہوا لگتی نہیں دے گی۔"

وہ بولا "تمہاری سیٹی گئی جنم میں۔ اگر تم وہ چیزیں مجھ تک نہیں پہنچاؤ گی تو میں تمہارے سامنے برجر کو گولی مار دوں گا۔ تم بھی یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکو گی۔"

"تم کو اس نہ کرو تو بہتر ہے۔ اپنے مال کا انتظار کرو اور مجھے بتاؤ کہ کہاں ملاقات ہوگی؟"

"تم عمارت سے باہر آؤ گی۔ پارکنگ ایریا میں ایک سرخ رنگ کی ریفلکٹر کار کھڑی ہوگی۔ وہ تمہارے لیے ہے۔ تم اسے ڈرائیو کرتی ہوئی پارکنگ ایریا سے لگلو گی۔ میں فون کے ذریعے گائیڈ کرتا رہوں گا کہ تمہیں کن راستوں سے گزرتے رہنا ہے؟ اور کس منزل پر پہنچنا ہے؟"

"اچھی بات ہے۔ میں تمہاری رہنمائی کے مطابق وہاں پہنچوں گی اور وہاں سب سے پہلے برجر کو دیکھنا چاہوں گی۔"

"ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ میرے ایک جاسوس نے فون کے ذریعے تم سے رابطہ کیا تھا۔ وہ تمہاری مگرانی کرتا ہوا اسی طیارے میں یہاں آ رہا تھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ طیارے

سے تمام مسافر اتر چکے ہیں لیکن وہ نظر نہیں آیا۔"

"وہ نظر نہیں آ رہا ہے تو میں کیا کروں؟ ہو سکتا ہے وہ سڑک کے دوران تیار پڑ گیا ہو؟ میں اسے صورت سے نہیں پہچانتی ہوں۔ اس سے صرف فون پر گفتگو ہوتی تھی۔"

وہ چوک کر بولا "وہ یقیناً تیار ہو گیا ہے۔ میں نے جہاز سے باہر ایک مریض کو اسٹریچر پر لے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔"

ریزہ نے فون بند کر دیا۔ وہ سونیا کے پیچھے امیگریشن کاؤنٹر سے گزر رہی تھی۔ وہاں سے وہ دونوں لیج ہال میں آئیں۔ کسٹم والے سامان چیک کر رہے تھے۔ ان دونوں کے پاس ایک ایک سفری بیگ تھا۔ ان کے بیگ بھی چیک کیے گئے۔ ان کے بیگ میں تحریری دستاویزات تھیں۔ ایسی دستاویزات پڑھنے کا کسی کے پاس وقت نہیں ہوتا اور نہ ہی ان پر اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ اگر ڈسک نظر آتی تو طرح طرح کے سوالات کیے جاتے اور اسے روک لیا جاتا۔

لیکن ڈسک نہیں تھی۔ غائب ہو چکی تھی۔ ریزہ نے باہر زیر جرائی سے پوچھا "ڈسک کہاں ہے؟"

سونیا نے اپنا پرس کھول کر ڈسک نکال کر دکھائی۔ ریزہ نے بڑی جرائی سے اسے دیکھا پھر پوچھا "انہوں نے تمہارا یہ پرس چیک کیا تھا۔ اس وقت یہ ڈسک اس میں نہیں تھی۔"

"یہ ہاتھ کی صفائی ہے۔ تم نہیں سمجھو گی۔ میں افسر کے قریب کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے ڈسک اس افسر کی جیب میں ڈال دی تھی۔ چیکنگ کے بعد اس کی جیب سے نکال کر واپس اس میں رکھ لیا۔"

وہ تعجب سے بولی "ایسا کب کیا؟ میں نے تو دیکھا ہی نہیں۔"

"تم دیکھ لیتیں یا اور کوئی دیکھ لیتا تو پھر کمال کیا ہو؟ یہ ایک آرٹ ہے۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

اسی وقت کمریا نے اسے مخاطب کیا "ہائے ماما!"

"ہائے سنی! تمہارے پایا کا کچھ پتا چلا؟"

"تو ماما! میں ہندوستان میں ہوں۔ یہاں علم نجوم کے ماہر پروفیسر نے بتایا ہے کہ میں جنوب کی طرف جاؤں گا تو شاید وہاں جاؤں گے۔ آپ کہاں بھٹک رہی ہیں؟"

"الاسکا کے ایک شہر ہاٹ اسپرنگ میں ہوں۔ میرے ساتھ ایک لڑکی ہے۔ اس کا نام ریزہ ہے۔ تم اس کے بارے میں رد کر ایک دشمن کے اندر پہنچ سکتے ہو اور اس کی خفیہ سرگرمیوں سے مجھے آگاہ کر سکتے ہو۔"

"اپا! علی بی بی اور کمریا چوں گھنٹوں میں ایک دو بار

سونیا کے پاس آکر اس کی خیریت معلوم کرتے تھے۔ اب سے پہلے وکٹوریہ آئی لینڈ میں الپا آئی تھی۔ اب کمریا آیا تھا۔ سونیا نے ریزہ سے کہا "مسٹر فو سے کو" اس کا مال کسی روک ٹوک کے بغیر نکل آیا ہے۔ اب ہم اس کی ریفلکٹر کار کی طرف جا رہی ہیں۔"

اس نے فون سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ایک اجنبی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا "مسٹر کماں ہیں؟"

"وہ واش روم میں ہیں۔ ابھی باہر آکر تم سے رابطہ کریں گے۔"

ریزہ نے فون بند کیا۔ کمریا اس بولنے والے کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ مسٹر فو کا باؤی گارڈ ہے۔ اس کا آقا واش روم میں نہیں ہے۔ اپنے اس جاسوس کی خیریت معلوم کرنے گیا ہے، جیسے اسٹریچر جہاز سے لایا گیا تھا۔

مسٹر فو کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ اہم رولڈ مافیا کے اہم عہدے داروں میں سے ایک ہے۔ وہ تمام عہدے دار جرائم کے مختلف شعبوں کے ماسٹر ہیں۔ مسٹر فو بڑے ممالک کے اہم راز چرانے اور انہیں دوسرے ممالک کے حکمرانوں تک پہنچانے کی واردات کرتا تھا اور اپنی مافیا گینگ کو کروڑوں ڈالرز کا منافع پہنچاتا تھا اور اپنے شعبے کا ماسٹر کہلاتا تھا۔

یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک قد آور ہاڈی بلڈر ہے۔ شراب و شباب سے پرہیز کرتا ہے۔ کمریا نے سمجھ لیا کہ وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ اس کے دماغ میں نہیں جانا چاہیے۔ اس کے آس پاس کے حواریوں کو آگہ کرنا چاہیے۔ اس وقت مسٹر فو اتر پورٹ میں اس باؤی گارڈ کے ساتھ تھا۔ اس کے علاوہ دو حواری پارکنگ ایریا سے ذرا دور ایک وکیل کار میں تھے۔ ریزہ جب ریفلکٹر کار میں وہاں سے نکلتی تو وہ دونوں اس کا تعاقب کرتے اور مسٹر فو ان سے آگے ایک خفیہ اڈے میں پہنچنے والا تھا۔

وہ اپنے بیمار جاسوس کو دیکھنے گیا تھا۔ اسے ایک امیگریشن کے ذریعے اسپتال بھیجا گیا تھا۔ مسٹر فو اس کے پیچھے اسپتال نہیں جاسکتا تھا۔ باؤی گارڈ کے ساتھ اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگا۔ فون کے ذریعے ریزہ کو بتانے لگا کہ اسے کن راستوں سے گزرتے رہنا ہے؟

شہر سے باہر ایک چرچ تھا۔ اس کے آس پاس برائے نام آبادی تھی۔ ویرانی زیادہ تھی۔ وہ ریزہ کو اسی چرچ میں بلا رہا تھا۔ کمریا نے یہ تمام باتیں سونیا کو بتائیں۔ وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ان سے پہلے اس چرچ کے پاس پہنچ گئی۔ ایک

عبادت گزار غافلون کی طرح چرچ کے اندر آئی پھر صلیب کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹنے اور پیشانی پر صلیب کا نشان بنایا اور سر کو جھکا دیا۔

ایک فادر نے آکر پوچھا ”کیا اعتراف منہ کے لیے آئی ہو؟ یا مجھ سے دعا کرنا چاہتی ہو؟“
”میں ادھر سے گزر رہی تھی۔ اس لیے دعا مانگنے چلی آئی ہوں۔ یہاں اتنی دیرانی کیوں ہے؟ کیا لوگ عبادت کرنے نہیں آتے؟“

کبریا فادر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ اندر سے بہت پریشان تھا۔ چرچ کے پیچھے فادر اور نین وغیرہ کی رہائش کے لیے کئی کمرے تھے۔ وہاں تین مسلح شخص ایک نوجوان کو قیدی بنا کر لائے تھے۔

وہاں ایک نوجوان نر کو گن پوائنٹ پر رکھا گیا تھا اور فادر کو دھکی دی گئی تھی کہ وہ کسی سے ان کا ذکر کرے گا تو اس نر کو گولی مار دی جائے گی۔

فادر اس کی جان بچانے کے لیے خاموش تھا اور دل ہی دل میں دعا میں مانگ رہا تھا کہ وہ تمام مجرم انہیں نقصان پہنچانے بغیر یہاں سے چلے جائیں۔

سونیا نے کہا ”کبریا! تم ریزا کو راستے سے بھٹا دو۔ وہ کارڈرائیو کرتی ہوئی دوسری سڑک پر چلی جائے گی تو اس کے پیچھے آنے والے مسٹر فو وغیرہ یہاں دیر سے پہنچیں گے اور جانے سے پہلے فادر کو چند سیکنڈ کے لیے غائب دماغ بنا دو۔“

دوسرے ہی لمحے میں فادر نے آنکھیں بند کیں۔ چند سیکنڈ کے بعد آنکھیں کھولیں تو سونیا نظر نہیں آئی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا ”دو۔ کہاں چلی گئی؟ میں نے تو صرف ایک جھپکائی تھی اور وہ غائب ہو گئی۔ آج یہاں کیا ہو رہا ہے؟ ادھر مسلح بد معاش آئے ہوئے ہیں۔ ادھر کوئی جاؤ گئی آئی تھی۔“

سونیا چرچ کے پیچھے ان رہائشی کمروں کی طرف آئی۔ وہاں سے دبے قدموں چلتی ہوئی ایک کمرے کے قریب پہنچی۔ اس کمرے کے اندر تین مسلح شخص تھے ایک نوجوان کو گری پر بٹھا کر رسیوں سے باندھ رکھا تھا اور اس کے منہ پر ٹیپ چسکا دیا گیا تھا۔

ایک شخص نے ایک نوجوان نر کو نشانے پر رکھا تھا۔ اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ”دیکھو! یہی چینی عمر میں راہبہ بننے کی کیا ضرورت تھی؟ بن ہی گئی ہو تو یہ تمہاری مرضی ہے۔ دوسرے کمرے میں چلو۔ میرا دل خوش کرو۔“
وہ بے چاری سہمی ہوئی تھی۔ عاجزی سے کہہ رہی تھی

”پلیز! مجھ سے ایسی گندی باتیں نہ کرو۔ خدا سے ڈرو۔“
کبریا ریزا کو راستے سے بھٹا کر آگیا تھا۔ سونیا کے ذریعے اس نر کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی ”اس ہتھیار کو میرے سامنے سے ہٹاؤ۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“
وہ جتنے ہوئے بولا ”یہ ہتھیار تو ہمارے لیے کھلوں گے۔ تم بھی کھلوں گے۔“
تم بھی کھلوں گے کہ کھیل سکتی ہو۔ لو۔ اسے پکڑو۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اپنی گن اسے دے رہا تھا۔ اچانک کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس گن کو لے لیا۔ وہ گن اس ڈرنے والی کے ہاتھوں میں آگئی۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر گولی چلا دی۔ گولی ٹھیک اس کے سینے پر لگی۔ وہ لڑکھاتا ہوا پیچھے جا کر اپنے ایک ساتھی سے ٹکرایا پھر فرش پر گر کر لٹھڑا پڑ گیا۔

وہ دونوں سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ چرچ میں رہنے والی ایک نر گولی چلا سکے گی۔ ان دونوں کو بھی ٹھیکنے کی سہولت نہ ملی۔ ادھر سے سونیا نے اور ادھر سے کبریا نے نر کے ذریعے خزا تر فائرنگ کی پھر ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔

اس نر نے خوف سے کانپتے ہوئے اپنے ہاتھوں میں ایک گن دیکھی پھر ایک چمچ مار کر اسے دور پھینک دیا۔ سونیا نے کمرے میں آکر اسے چھپتے ہوئے کہا ”ڈرو نہیں۔ تم نے کسی کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ تم ایک راہبہ ہو۔ کسی کی جان لیتی نہیں ہو۔ جان بچاؤ۔“

اس نے آگے بڑھ کر رسیاں کھول دیں پھر برج کے منہ سے شپ ہٹا کر کہا ”تمہاری ریزا یہاں آنے والی ہے۔ میں تم سے جو کہوں گی۔ تم بھی وہی کرو گے۔“

فادر دوڑتا ہوا اس کمرے میں آیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ نر کو گولی مار دی گئی ہے۔ وہ فادر کو دیکھتے ہی اس سے لپٹ کر دوڑنے لگی۔

ریزا ایک آدھ راستے پر بھٹک گئی تھی۔ مسٹر فون نے فون کے ذریعے بار بار اسے گائیڈ کیا تو وہ اس کے مطلوبہ راستوں پر کارڈرائیو کرتی ہوئی اس چرچ کے سامنے پہنچی تھی۔ اس کے پیچھے اور دو گاڑیاں آ رہی تھیں۔

ایک کار میں مسٹر فون اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ تھا۔ دوسری دیکھن میں دو مسلح حواری تھے۔ وہ سب اپنی گاڑیوں سے اتر کر اس کے قریب آئے۔ ریزا نے پوچھا ”برج کہاں ہے؟“

مسٹر فون نے کہا ”چرچ کے اندر چلو۔ اپنے محبوب کا دیدار کرو پھر وہ ڈسک اور دستاویزات ہمارے حوالے کرو۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ فائر ہوئے۔ دیکھن سے ترے والے دونوں حواری فرش پر گر کر تر پنے لگے۔

باڈی گارڈ اور مسٹر فون فوراً ہی اپنے اپنے ریوالور فال لپے۔ وہ دوڑتے ہوئے کار کے پیچھے چھپنے جا رہے تھے۔ ہاں سے چسپ کر دیکھنا چاہتے تھے کہ فائرنگ کس نے اور کہاں سے کی ہے لیکن چھپنے سے پہلے ایک گولی مسٹر فون کے نائے پر آکر لگی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا۔

سونیا نے چرچ کی ایک دیوار کے پیچھے سے نکلنے ہوئے ڈی گارڈ سے کہا ”ہتھیار پھینک دو۔ ورنہ تمہارے پاس کو گولی مار دوں گی۔“

اس نے ریوالور پھینک دیا۔ ریزا نے اس کے اور مسٹر فون کے ریوالوروں کو اٹھالیا پھر سونیا سے پوچھا ”میرا برج کہاں ہے؟“

برج چرچ کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی بڑبڑاتی پھر اس سے لپٹ کر دوڑنے لگی۔ باڈی گارڈ مسٹر فون کو خنجر دیا تھا۔ وہ اپنے شانے کو پکڑ کر تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ سونیا نے کہا ”تم نے ایک ملک کے اہم رازوں کو یہاں تک لانے کے لیے بڑی اچھی تدبیر کی تھی۔ اس بے چاری کو مار دیا تھا۔ کوڑوں ڈالرز کا ستافع حاصل کرنے کے لیے ایک معصوم لڑکی کو اس کے محبوب کے ساتھ میاں موت کے گھاٹ اتارنے والے تھے۔ اب ہٹاؤ کہ موت کے آئے گی؟“

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا ”تم کون ہو؟ اچانک ہمارے درمیان کہاں سے آگئی ہو؟ میں تم سے زیادہ باتیں نہیں کر سکوں گا۔ گولی میرے شانے کی ہڈی کو توڑتی ہوئی گزر گئی ہے۔ فی الحال میں یہی کہوں گا کہ مجھے گولی مار کر کچھ حاصل نہیں کر سکو گی۔ مجھ سے سمجھو نا کرو۔ میں تمہیں منہ مانگی رقم دوں گا۔“

”تم زندہ رہو گے تو ریزا اور برج زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ کیونکہ یہ تمہارے مال کی ڈیلوری نہیں دے رہی ہے۔ وہ تمام اہم راز میرے پاس ہیں۔“

”تم یہ اہم راز لے کر اس شہر سے باہر نہیں جاسکو گی۔ اتنا تو سمجھتی ہو گی کہ انڈرو وڈلڈ کے لوگ کتنے مضبوط ہاتھ ہیں اور خطرناک ہوتے ہیں۔ تم یہاں سے اتر پورٹ تک زندہ رہو نہیں جاسکو گی۔“

کبریا اب تک مسٹر فون کے چور خیالات بڑھتا رہا تھا اور اپنی ماں کو تمام باتیں بتاتا رہا تھا۔ سونیا نے کہا ”مسٹر فون! تم نہیں جانتے کہ میں کتنی دور تک معلومات حاصل کر سکتی

ہوں۔ اس شہر میں تم اپنے چھ حواریوں کے ساتھ آئے ہو۔ ان میں سے تین چرچ کے پیچھے والے کمرے میں مارے گئے ہیں۔ دو یہاں تمہارے سامنے سر جکے ہیں۔ یہ آخری باڈی گارڈ زندہ رہ گیا ہے۔“

اسی وقت باڈی گارڈ نے سونیا کو بے خبر سمجھ کر اس پر چھلانگ لگائی۔ سونیا نے جھک کر اسے اپنے سر کے اوپر سے اچھال دیا۔ وہ دوسری طرف جا کر گرا پھر اس کے اٹھنے سے پہلے ہی ریزا نے اسے گولی مار دی۔

سونیا نے کہا ”لو۔ یہ تمہارا آخری حواری بھی گیا۔ تم نے واشٹنٹن کے ہیڈ کوارٹر میں کہا ہے کہ آج شام کی فلائٹ سے ڈسک اور دستاویزات لے کر وہاں پہنچو گے۔ وہ تمہارا انتظار وہاں کر رہے ہیں۔ یہاں مجھ سے انتقام لینے کوئی نہیں آئے گا۔“

ریزا نے کہا ”اسے زندہ نہ چھوڑو۔ ورنہ یہ ہمیں مار ڈالے گا۔“

”فکر نہ کرو۔ یہ اور اس کے حواری تمہیں صورت شکل سے پہچانتے تھے۔ بالی انڈر گراؤنڈ کے لوگ تمہیں نہیں پہچانتے ہیں۔ تم اپنے برج کے ساتھ آزادی سے زندگی گزارو گی۔ تمہیں پہچاننے والا تمہارا یہ آخری دشمن ہے۔ تم اسے اپنے ہاتھوں سے جہنم میں پہنچاؤ۔“

مسٹر فون کے فون سے بڑی آواز سنائی دی۔ ریزا نے اسے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے کہا ”فون کو ہاتھ نہ لگاؤ۔“

سونیا نے کہا ”تمہارے ہیڈ کوارٹر والے ان اہم رازوں کو حاصل کرنے کے لیے بے چین ہوں گے۔ میں ان کی بے چینی کچھ اور بڑھانا چاہتی ہوں۔ یہ فون مجھے دو۔“

اس نے پوچھا ”کیا پہلے مجھے کچھ باتیں کرنے کی اجازت دو گی؟“

”اجازت ہے لیکن تم ریزا کے خلاف کچھ بول نہیں سکو گے۔“

اس نے فون کا ٹیپ دیا کر اسے کان سے لگا دیا پھر تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا ”میں فون بول رہا ہوں۔“

دوسری طرف سے پوچھا گیا ”خیریت تو ہے؟ کیا تم بیمار ہو؟“

”ہاں۔ شاید یہ میری زندگی کی آخری بیماری ہے۔ اس کے بعد بیش کے لیے نجات مل جائے گی۔“

”یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا وہ راز حاصل ہو چکے ہیں؟“

”وہ راز ایک خطرناک عورت کے پاس ہیں۔ اس نے

میرے تمام وفاداروں کو مار ڈالا ہے۔ اب میری باری ہے۔
”تعب ہے۔ تم ایک خطرناک فاکٹر ہو کر چوبے کی طرح
بول رہے ہو۔ وہ عورت کون ہے؟ اس سے بات کراؤ۔“
”یہ بہت چالاک ہے۔ مجھے مقابلہ کرنے کا موقع ہی
نہیں دیا۔ یہ ہمارے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ یہ لو
باشیں کرو۔“

سونیا نے فون لے کر کہا ”ہلو۔ میں سن رہی ہوں۔ اس
سے پہلے تم ایک آواز سن لو۔“
اس نے ریڈار کو اشارہ کیا۔ ریڈار نے مسٹر فو کو گولی مار دی
پھر سونیا نے پوچھا ”آواز سنی؟ تمہارا فون دینا سے بچاؤ
ہے۔ اب تم اس کی زندگی کا سودا کرنے میں میرا وقت ضائع
نہیں کرو گے۔“

”تم بہت اسمارٹ اور اسٹریٹ فارورڈ ہو۔ کیا اپنا
تعارف کراؤ گی؟“
”میں کسی سے نہیں پوچھتی کہ تم کون ہو؟ خود ہی مطلوبہ
فرد کی جڑوں تک پہنچ جاتی ہوں۔ تم انڈر ورلڈ مافیا کے
سکریٹ انس اینڈ آؤٹ شعبے میں ایک عمدے دار ہو۔ مسٹر فو
تمہارا سینئر تھا۔ اس کی موت کے بعد تمہیں اس کا عہدہ دیا
جائے گا۔ تم اس وقت واشنگٹن ڈی سی کی سترہویں اسٹریٹ
کی ایک عمارت میں ہو۔ ایم آئی رائٹ؟“
”او گاؤ! تم تو بہت ہی خطرناک عورت ہو۔ ہمارے
بارے میں اتنا کچھ کیسے جانتی ہو؟ پلیز اپنے بارے میں کچھ
بتاؤ؟“

”جب کبھی سامنا ہو گا تو مجھے دیکھ سکو گے اور کسی حد
تک جان سکو گے فی الوقت یہ ڈسک اور ڈاکو منتس میرے
پاس رہیں گے۔ میں معلوم کروں گی کہ امریکی حکام روسی
حکومت کا یہ راز حاصل کرنے کی کتنی قیمت دے سکیں
گے؟“
”ہم سے سودا کرو۔ ہم تمہیں منہ مانگی قیمت دیں
گے۔“

وہ بولی ”روسی حکام بھی اپنے ملک کے ان رازوں کو
واپس حاصل کرنے کی منہ مانگی رقم دیں گے۔ ابھی کچھ دنوں
تک میں بازار کا بھاؤ معلوم کرتی رہوں گی پھر کسی ایک سے
سودا کروں گی۔ تب تک کے لیے گڈ بائی۔“
اس نے رابطہ ختم کر کے فون کو مسٹر فو کی لاش پر پھینک
دیا۔ ریڈار نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا ”تم بہت پراسرار اور
باوقار خاتون ہو۔ انسان دوست ہو۔ تم ہمیں ایک نئی زندگی
دے رہی ہو۔ ہم تمہیں کبھی بھلا نہیں پائیں گے۔“

برجر نے سونیا سے مصافحہ کرتے ہوئے بڑی عقیدت
سے کہا ”آپ خدا کی طرف سے غیبی امداد بن کر آئی ہیں۔ ہم
مونترال جا رہے ہیں۔ وہاں ہماری شادی ہوگی۔ دو دنوں کے
بعد اگر آپ ہماری شادی میں شریک ہوں تو یہ ہمارے لیے
بڑے فخری بات ہوگی۔“

”مجھے افسوس ہے۔ میں مصروفیات کے باعث تم دونوں
کی خوشیوں میں شریک نہیں ہو سکیں گی لیکن جلد ہی
مونترال آؤں گی تو تم لوگوں سے ضرور ملوں گی۔“
وہ دونوں بڑی محبت سے رخصت ہو کر اس ریڈار کا
میں بیٹھ کر چلے گئے۔ اس شہر میں پہنچنے کے بعد سونیا کے
سوچنے کی حس بیدار نہیں ہوئی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ ایک ہزار
میل کے رقبے میں نہیں ہوں۔ اب وہاں سے اسے آگے جانا
چاہیے۔

”گہرا نے کہا ”مما! پروفسر دینا تھہ بہت ہی باہر نجومی
ہیں۔ انہوں نے پایا کا زائچہ بنانے کے بعد پورے یقین سے
کہا ہے کہ وہ کسی جنونی علاقے میں ہیں۔ میں اس وقت پونا کی
طرف جا رہا ہوں۔ یہاں سے جنوب میں سری لنکا تک جاؤں
گا۔ شاید آسٹریلیا بھی جانا پڑے؟ آپ ہم دونوں مل کر انہیں
تلاش کریں گے۔“
”بیٹے! نجومیوں کی پیش گوئی ہمیشہ سچ نہیں ہوتی۔ اگر
تمہارے پروفیسر دینا تھہ کی پیش گوئی سچ ہوگی۔ تو تمہارے پایا
تمہیں مل جائیں گے پھر میں بھی وہاں چلی آؤں گی اور اگر وہ
نہ ملے تو یہاں میری تلاش جاری رہے گی۔“

”ٹھیک ہے۔ ممائیں جا رہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔“
وہ چلا گیا۔ سونیا مسٹر فو کی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے
لگی۔ وہ اس وقت ہائی وے پر تھی۔ وہ راستہ الاسکا کی جنوب
مشرقی سرحد کی طرف جاتا تھا۔ اسے سرحد تک نہیں جانا تھا۔
وہاں کے ایک شہر ہوئی کر اس تک جانے سے یہ معلوم ہو سکتا
تھا کہ میں ایک ہزار میل کے اطراف میں موجود ہوں یا
نہیں؟ وہ پھر ہوئی کر اس سے کسی جہاز میں سوار ہو کر کینیڈا
جاسکتی تھی۔

وہ دوسرے تین بجے تک ڈرائیو کرتی رہی۔ تقریباً دو سو
کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہائی وے کے کنارے ایک
ریسٹورنٹ کے سامنے رک گئی۔ وہاں ایک کار اور ایک بڑی
سی دیں کھڑی ہوئی تھی۔
وہ کار سے اتر کر ریسٹورنٹ کے اندر آئی۔ بار کاؤنٹر کے
قریب تین کاؤ بوائے ٹائپ کے شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ ان
کے ہوسٹرز میں ریوالتور تھے۔ وہ ہر گرو وغیرہ کھا رہے تھے اور

شراب پیتے ہوئے ایک دوسرے سے فحش مذاق کر رہے
تھے۔ ان جوان لڑکیوں اور عورتوں کی طرف دیکھ رہے تھے جو
ایک بڑی سی میز کے اطراف بیٹھی ہوئی کھا رہی تھیں۔
اس میز میں ایک بوڑھا اور دو جوان بیٹھے تھے۔ دو جوان
عورتیں اور ایک خوب صورت نوخیز دھندلہ تھی۔ ان جوان
مردوں کو اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ بیٹیوں کا ڈوبائے افق
کی عورتوں کو دیکھ کر آپس میں گندہ مذاق کر رہے تھے پھر ان
عورتوں کی طرف دیکھ کر قہقہے لگا رہے تھے۔

سونیا دروازہ کھول کر اندر آئی تو ان تینوں نے اسے
دیکھا ایک نے شراب کا جام اس کی طرف کرتے ہوئے کہا
”ہائے جانی! کیا ہے تمہاری جوانی؟ مجھے دیکھتے ہی شراب پینے
پڑتی ہے۔“

وہ مسکراتی ہوئی اس فیملی کے قریب ایک میز پر آکر بیٹھ
گئی۔ اس فیملی کے ایک جوان مرد نے کہا ”یہ نگاہیں
برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ میں اس موٹی ناک والے کا منہ توڑ
دون گا۔“

بوڑھے شخص نے کہا ”بیٹے! جوش میں نہ آؤ۔ ان کی
حرکتوں سے ظاہر ہے کہ وہ پرلے درجے کے لنگے ہیں۔ یہ
مارنے مرنے والے لوگ ہیں۔“

ایک جوان عورت نے کہا ”مائی ڈیئر براؤن! ان کے
باس ہتھیار بھی ہیں۔ تم جوش میں آؤ گے تو یہ گولیاں چلانے
سے دریغ نہیں کریں گے۔“

بوڑھے نے اپنی نو جوان بیٹی کو دیکھتے ہوئے کہا ”تمہاری
بھونٹی بہن باربرا بہت سہمی ہوئی ہے۔ تم ان لنگوں سے کچھ
کو گے تو وہ یہاں طے آئیں گے۔ انہیں دور ہی رہنے دو۔“
سونیا اپنے لیے کھانے کا آرڈر دے رہی تھی۔ ایسے ہی
وقت ایک کاؤ بوائے کاؤنٹر سے پلٹ کر لڑکھاتا ہوا ان کی
طرف آیا پھر باربرا کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا ”یہ بہت کم
سن ہے۔ مجھے دیکھتے ہی سہم گئی ہے۔“

پھر وہ ایک جوان عورت کے پاس آکر بولا ”تم زبردست
ہو۔ کیا میرے ساتھ تھوڑا وقت گزارو گی؟“

براؤن نامی جوان مرد نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا
”اے مسٹر! یہ میری دانف ہے۔ تمہیں ایسی باتیں کرتے
ہوئے شرم آتی چاہیے۔“

وہ اپنے ہوسٹرز سے ریوالتور نکالتے ہوئے بولا ”یہ
تمہاری دانف ہے تو میری دانف ہے۔ اس خوب صورت
دانف کے لیے میں تمہاری دانف لے سکتا ہوں۔“
بوڑھے نے گہرا کرادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا ”کیا یہاں

کوئی قانون کا محافظ نہیں ہے؟“
اس نے ہوٹل کے مالک سے کہا ”تمہارے ہوٹل میں
شریف اور سیدھے سادھے لوگ بھی آتے ہیں۔ تم ان کی
حفاظت کے لیے کیا کرتے ہو؟“

وہ بے بسی سے بولا ”ادھر ہائی وے کی پینولنگ پولیس
آتی ہے تو یہ لوگ چپ چاپ سر جھکا کر چلے جاتے ہیں۔
پولیس والوں کے بغیر میں کیا کر سکتا ہوں؟“

وہ جوان عورت سہم کر دور ہونا چاہتی تھی۔ اس نے
اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ سونیا نے اس کے قریب آکر
اس کے شانے کو تھپک کر کہا ”ڈرا آہستہ کھینچو۔ یہ عورت
ہے، رہو نہیں ہے کہ کھینچتے چلے جاؤ۔ یہ بتاؤ۔ میں کیسی
ہوں؟“

وہ سونیا کی ٹھوڑی چھو کر بولا ”تم تو شراب کی بھری ہوئی
ہوٹل ہو۔ تم چلو گی تو میں اسے چھوڑ دوں گا۔“
وہ شرماتی اور مسکراتی ہوئی بولی ”کہاں لے جاؤ گے؟“
”بس یہاں ٹوائٹ میں جائیں گے، تھوڑی موج متی
کریں گے پھر واپس آجائیں گے۔“

”تو پھر چلو۔“ اس نے اس فیملی سے کہا ”تم لوگ آرام
سے کھاؤ۔ تم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“
وہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر وہاں سے چلتی ہوئی
ٹوائٹ کی طرف جانے لگی۔ اس فیملی کے افراد ایک
دوسرے کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے گئے۔

بوڑھے شخص نے کہا ”پتا نہیں یہ کون ہے؟ ہماری بلا
اپنے سر لے گئی ہے۔“

ٹوائٹ کا دروازہ اندر سے بند ہو گیا۔ وہاں گہری
خاموشی چھا گئی۔ دو کاؤ بوائے رہے تھے ایک نے ہنستے
ہوئے کہا ”دونوں طرف سے رضامندی ہو تو کوئی ہنگامہ نہیں
ہوتا۔“

دوسرے نے کہا ”عورت زبردست ہے۔ اس کے بعد
میں ٹوائٹ میں جاؤں گا۔“

ٹھوڑی دیر بعد دروازہ ذرا سا کھل گیا۔ سونیا نے
بھاگ کر دیکھا۔ مسکرایا پھر ہاتھ کے اشارے سے دوسرے
کو بلا یا۔ خوشی کے مارے دوسرے کی باجھیں کھل گئیں۔ وہ
تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ سونیا نے اس کا
گریبان پکڑ کر اندر کھینچ لیا۔

اس نے اندر آتے ہی اپنے ساتھی کو دیکھا۔ وہ فرش پر
بے ہوش پڑا تھا پھر اس سے پہلے کہ وہ اپنا ریوالتور نکالے۔
سونیا نے اپنے ریوالتور کی ٹال اس کے منہ میں ٹھونس دی پھر

کما ”میں شور اور ہنگامہ آرائی پسند نہیں کرتی۔ چپ چاپ زمین پر گھٹنے ٹیک دو۔“

اس نے بے بسی سے اسے دیکھا پھر فرش پر اپنے گھٹنے ٹیک دیے۔ سونیا نے اس کے منہ سے ریو الور کی مثال نکالی پھر اس کے دستے سے سر ایک زوردار ضرب لگائی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ سر ایسا چکرایا کہ اونٹھے منہ فرش پر گر پڑا۔

اس نے اپنے ریو الور کو کوٹ کی جیب میں رکھا۔ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔ بالوں کو درست کیا پھر دو اڑھ کھول کر باہر آگئی۔ وہاں سے چلتی ہوئی سیدھی تیسرے کاؤ بوائے کے پاس آئی۔

اس نے تعجب سے پوچھا ”وہ تو ابھی اندر گیا تھا اور تم اتنی جلدی باہر آگئیں؟“

وہ بولی ”مرد عورت کو دیکھ کر ٹھنڈا ہوتا چاہتا ہے۔ میں دونوں کو ٹھنڈا کر چکی ہوں۔ اب تمہاری باری ہے۔“

وہ اونچے اسٹول سے اترتے ہوئے بولا ”تم کتنا کیا چاہتی ہو؟ کیا بڑا کر رہی ہو؟ وہ دونوں کہاں ہیں؟“

”کہہ دو یہی ہوں کہ وہ ٹھنڈے ہو چکے ہیں۔ اگر تم ہولشر سے ریو الور نکال کر مجھے گولی نہیں مارو گے تو تمہارا بھی کچلا پیٹم ہوگا۔“

اس کا ہاتھ فوراً ہی ہولشر کی طرف گیا لیکن وہاں تک نہ پہنچ سکا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ منہ پر ایک زبردست ہاتھ ڈالا تھا۔ جیسے جھوڑا پڑا ہو۔ وہ لڑکھارے کی طرح تکیہ لگا کر اس کی ناک سے اور باجھوں سے لو کی دھار بہہ رہی تھی۔

وہ بولی ”میں تمہیں موقع دے رہی ہوں۔ اپنے ہولشر سے ریو الور نکالو۔ یہ بے چارے شریف لوگ ہیں۔ انہیں دکھاؤ کہ تم کتنے بڑے بد معاش ہو؟“

اس کیلی کی عورتیں اور مرد بڑی حیرانی سے سونیا کو دیکھ رہے تھے۔ اس کاؤ بوائے نے ریو الور نکالنے کے لیے دوسری بار ہولشر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی لمحے اس کے حلق سے چیخ نکلی۔

سونیا نے اس کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں زور کی لات ماری تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے جھکنے لگا۔ اس کے منہ پر ایک گھونسا پڑا پھر دوسرا پھر تیسرا گھونسا پڑا۔ وہ زیادہ لمبا کھیل کھیلنے کی عادی نہیں تھی۔ اس نے شراب سے بھری ہوئی بوتل اٹھا کر اس کے سر پر دے ماری۔ سر پر بوتل ٹوٹی، شراب پھیلی، پھر اس کا سر اور چہرہ لمبوس نما گیا۔ وہ فرش پر گر کر رہے

ہوش ہو گیا۔

وہ اپنی میز پر اگر بیٹھ گئی۔ وہاں اس کا کھانا اور ٹھنڈی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ اس کیلی کی تمام عورتیں اور مرد اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آگئے۔ ان کے بزرگ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا ”بیٹی! تم کون ہو؟“

ایک جوان مرد نے کہا ”کیا تم نے ان دونوں کی بھی اسی طرح چٹائی کی ہے؟ تعجب ہے۔ ان کے پاس بھی ریو الور تھے۔“

باربرا نے سونیا کے شانے پر سر رکھ کر کہا ”ریو الور ہونے سے کیا ہوتا ہے؟ آئی نے کسی کو بھی ہولشر تک ہاتھ لے جانے کا موقع نہیں دیا ہوگا۔ آئی بہت زبردست ہیں۔“

سونیا نے اس کے گال کو جھپٹتے ہوئے کہا ”جاؤ۔ پیٹ بھر کر کھاؤ پھر یہاں سے جلدی نکل چلو۔“

بزرگ نے کہا ”ہم سب کھانے کے ہیں۔ تم کہاں جا رہی ہو بیٹی؟“

”میں ہولی کراس سٹی تک جاؤں گی۔“

ایک جوان عورت نے خوش ہو کر کہا ”ہم بھی ہولی کراس جا رہے ہیں۔ کیا وہاں ہمارے گھر چلو گی؟ آج رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ گی؟ پلیز انکار نہ کرنا۔“

وہ مسکرا کر بولی ”آئی اچھی فیملی کے ساتھ میرا وقت اچھا گزرے گا۔ مجھے یہ گڑبا بیسی لڑکی بہت پیاری لگ رہی ہے۔“

اس نے باربرا کے گال کو چوما پھر کھانے سے فارغ ہو کر ان کے ساتھ ہوٹل سے باہر آگئی۔ آگے سفر کرنے کے لیے ان کے پاس بڑی سی دین تھی۔ باربرا نے سونیا سے کہا ”آئی کا کار میرے بھائی کو ڈرائیو کرنے دو۔ تم ہماری گاڑی میں رہو گی تو مزہ آئے گا۔“

وہ ان کے ساتھ دین میں بیٹھ گئی۔ براؤن اپنی بیوی ایڈنا کے ساتھ سونیا کی لائی ہوئی کار میں چلا گیا۔ باربرا کا بھائی جیری اس دین کو ڈرائیو کرنے لگا۔ جیری کی منگیترا ایڈنی نے کہا ”جیری! پلیز مائنڈ نہ کرنا۔ میں تمہارے برابر بیٹھ کر سفر نہیں کروں گی۔ میں ان محافظ اور مردان میڈم کے ساتھ بیٹھ کر خوب باتیں کروں گی۔ تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔“

”میرا نام سونیا ہے۔ میں فرانس سے آئی ہوں۔ کل یہاں سے کینیڈا جاؤں گی۔“

بزرگ نے کہا ”میرا نام جیکسن طر ہے۔ تم تمہا کیوں ہو؟“

”میرے شوہر کیس گم ہو گئے ہیں۔ میں انہیں تلاش

کر رہی ہوں۔“

”تم شوہر کو تلاش کرنے فرانس سے یہاں آئی ہو؟“

”میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تلاش کرتی رہوں گی۔ امریکا سے یورپ اور افریقا پھر ایشیا چین اور جاپان جاؤں گی۔“

”او گاؤ! اس طرح تو پوری زندگی تلاش یا رہیں گزر جائے گی۔“

وہ بولی ”کوئی خدا کی تلاش میں زندگی گزار دیتا ہے۔ کوئی پار کی تلاش میں دیوانہ وار بھٹکتا رہتا ہے۔ زندگی میں کسی نہ کسی کو حاصل کرنے کی کوشش رہتی ہے۔ مجھے یقین ہے۔ میں اسے ڈھونڈ نکالوں گی۔“

جیری نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کہا ”مجھے سمجھنے والے ہیں۔ شام ہو چکی ہے۔ اس آسیب زدہ علاقے سے گزرتے وقت اندر ہرا پھیلنے لگے گا۔“

جیکسن طر نے کہا ”تیز رفتاری سے چلو۔ ہم اندر ہرا ہونے سے پہلے اس علاقے سے گزر جائیں گے۔“

باربرا نے سسم کر کہا ”مجھے تو دن کے وقت بھی وہاں سے گزرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ کیا دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے؟“

ایڈنی نے کہا ”دوسرے راستے پر جائیں گے تو بہت لمبا پیکر کاٹنا ہوگا۔ تقریباً تین کلومیٹر کی اضافی ڈرائیو ہوگی۔“

سونیا نے پوچھا ”وہ علاقہ آسیب زدہ کیوں کہلاتا ہے؟“

جیکسن نے کہا ”وہاں پرانے زمانے کے ٹھنڈرات ہیں۔ رات کے وقت اکیلے گزرنے والے مسافر کیس گم ہو جاتے ہیں پھر کبھی نظر نہیں آتے۔ شام کے بعد کوئی تنہا مسافر وہاں سے نہیں گزرتا۔ لوگ ٹولیوں کی صورت میں دھر سے گزرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس علاقے میں ایسی کوئی خوف زدہ ہونے والی بات نہیں ہے۔ لوگ بے پرکی ڈالتے ہیں۔“

سونیا نے پوچھا ”وہاں کی علاقائی پولیس کیا کہتی ہے؟“

”ٹھنڈرات سے کئی میل دور ایک اجاڑ سا پولیس سٹیشن ہے۔ ایک تھانے دار اور چند سپاہی ہوتے ہیں۔ وہ جی باقاعدہ ڈیوٹی پر نہیں ہوتے۔ جب کوئی واردات ہوتی ہے ان پولیس والوں کو کہیں سے ڈھونڈ کر لانا پڑتا ہے۔“

جیری تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ تاکہ اندر ہرا ورنے سے پہلے اس علاقے سے گزر جائیں لیکن ایک گیٹ ورس کے قریب پہنچ کر انہیں رکتا پڑا۔ عورتیں نواٹھ جانا باہتی تھیں۔ ان کے پیچھے آنے والی کار میں براؤن اور ایڈنا

بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بہت پیچھے رہ گئے تھے۔

ان کے پیچھے رہ جانے کی ایک خاص وجہ تھی۔ ایڈنا سامنے والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ڈیش بورڈ کے خانے کو بونہی کھولا تو حیران رہ گئی۔ وہاں بڑے بڑے نوٹوں کی بے شمار گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ”براؤن! یہ دیکھو یہاں کتنی دولت ہے۔ میں نے اتنے سارے نوٹ پہلے کبھی ایک ساتھ نہیں دیکھے۔“

براؤن کار کو ایک طرف روک کر ادھر دیکھا۔ ایک گڈی نکال کر کچھ اندازہ کیا پھر کہا ”یہ ایک گڈی ایک لاکھ ڈالرز کی ہے۔“

ایڈنا جلدی جلدی تمام گڈیاں نکال کر گنتی ہوئی بولی ”تیس گڈیاں ہیں۔ یعنی تیس لاکھ ڈالرز ہیں۔ مائی گاؤ! یہ رقم ہماری ہو سکتی ہے؟“

”جانتی آنکھوں سے خواب نہ دیکھو۔ یہ رقم اس خطرناک عورت کی ہے جو تین تین مسلح بد معاشوں کی بری طرح چٹائی کرتی ہے اور انہیں بے ہوش کر دیتی ہے۔“

”بے شک یہ عورت زبردست ہے لیکن ہم کوئی تدبیر سوچ کر اسے حاصل کر سکتے ہیں۔“

”اتنی بڑی رقم حاصل نہیں کی جاسکے گی۔ وہ عورت ہمیں خیرات نہیں دے گی اور ہم اس نے جھین نہیں سکیں گے۔“

وہ تیزی سے سوچ رہی تھی پھر بولی ”راستہ بدل دو۔ ان سے کہو کہ میں اس آسیب زدہ علاقے سے گزرتا نہیں چاہتی۔ مجھے ڈر لگ رہا تھا۔ اس لیے ہم ایک لمبے راستے سے گزر کر آئیں گے۔“

اس نے راستہ بدل دیا پھر کہا ”راستہ بدلنے سے کیا حاصل ہوگا؟“

”آگے میرا ایمیک ہے۔ میں یہ تمام رقم می کے پاس امانت کے طور پر رکھوں گی۔“

”یہ کیا کہہ رہی ہو؟“

”ہم وہاں سے فون کریں گے کہ راستے میں چند ڈاکوؤں نے ہماری کار چھین لی ہے۔ ہم تبدیل ہو گئے ہیں۔ میں نے می کو فون کیا ہے۔ وہ بے چاری کار لے کر ہماری مدد کے لیے آ رہی ہیں۔“

وہ بیوی کی بات سے قائل ہو کر بولا ”تدبیر اچھی ہے۔ وہ عورت تو کیا پولیس والے بھی قائل ہو جائیں گے کہ ڈاکوؤں نے ہمیں لوٹ لیا ہے۔“

ادھر سونیا اس فیملی کے ساتھ گیٹ ہاؤس میں تھی۔ وہ

معیاری نفسیاتی و علمی کتابیں

خبر اور شخصیت

دست شای کے درخ

خوف و شرم اور اس کا سدباب

نظری کمزوری اور اس کا سدباب



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

پوسٹ بکس 944

کتابیات نفسیات

فون 5802551-5802552-5895313

kirablat1970@yahoo.com

کراچی 74200

رابطے کے لئے: 75500 کراچی (کراچی کے لئے)

سب براؤن اور ایڈنا کا انتظار کر رہے تھے توڑی دیر بعد سونیا نے کہا "براؤن کے پاس موبائل فون ہے۔ آپ میرے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کریں۔"

جیکسن پلیر نے اس سے فون لے کر اپنے بڑے بیٹے سے رابطہ کیا پھر کہاں "میلو براؤن! تم کہاں رہ گئے ہو؟"

دوسری طرف سے براؤن نے کہا "بیٹی! ہم بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں ایڈنا کتنی ڈرپوک ہے۔ وہ اس آفت زدہ علاقے سے گزرتا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے راستہ بدل دیا۔ ہمارا ارادہ تھا۔ ہم سینٹ جیکل کے راستے سے ایک لبا چکر کاٹ کر ہوئی کراس پینچیں گے لیکن اچانک ہم پر ایک افتاد آ پڑی ہے۔"

جیکسن نے کہا "انتہائی لمبی باتیں نہ کرو۔ یہ بتاؤ کس مصیبت میں پڑ گئے ہو؟"

"ہمارے ہم پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا تھا۔"

جیکسن نے پریشان ہو کر پوچھا "ڈاکوؤں نے حملہ کیا تھا؟ تمہارے پاس کوئی قیمتی چیز نہیں ہے انہوں نے تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا ہے؟"

"قیمتی چیز کار تھی۔ ہمیں تو بتایا ہی نہیں تھا جب ڈاکوؤں نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھولا تو اس میں بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں تھیں۔ پتا نہیں کتنے لاکھ ڈالرز ہوں گے۔ یہ تو وہ میڈیم ہی تھیں جن کی وہ کار تھی۔"

جیکسن نے کہا "جسٹ اے منٹ میں ابھی معلوم کرنا ہوں۔"

اس نے سونیا سے کہا "بیٹی ایک بری خبر ہے۔ ڈاکو تمہاری کار چھین کر لے گئے ہیں۔ براؤن کہہ رہا ہے۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں لاکھوں ڈالرز رکھے ہوئے تھے۔ ڈاکو وہ رقم بھی لے گئے۔"

بار بار نے کہا "او گاؤ! آپ ہمارے ساتھ رہ کر بہت بڑا نقصان اٹھا رہی ہیں۔ وہاں کتنی رقم تھی؟"

سونیا کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ کتنی رقم تھی۔ وہ مسٹر فون کی کار استعمال کر رہی تھی۔ اس نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ بے پروائی سے بولی "پتا نہیں لاکھوں ڈالرز ہوں گے۔ مجھے یاد نہیں ہے اور اب یاد کر کے کرنا کیا۔ رقم بھی گئی کار بھی گئی۔"

جیکسن نے کہا "یہ میرا بڑا بیٹا بالکل گدھا ہے۔ بیوی کی باتوں میں آکر دوسرے راستے پر چلا گیا۔"

وہ فون پر بیٹے کو برا بھلا کہنا چاہتا تھا۔ سونیا نے اس سے فون لے کر کہا "آپ غصہ نہ کریں۔ میں بات کرتی ہوں۔"

دوسری طرف سے پولیس افسر نے کہا "تمہارے بیٹے کا بیان ہے کہ وہ کار جس خاتون کی ہے وہ ابھی آپ کے ساتھ ہے۔ کیا آپ اس سے بات کرنا نہیں گئے؟"

جیکسن نے سونیا کو فون دیتے ہوئے کہا "شاید کوئی پولیس افسر یہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

سونیا نے سوچتی ہوئی نظروں سے بوڑھے کو دیکھا پھر فون لے کر کہا "ہیلو آپ مجھ سے کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"کیا وہ کار جس کا نمبر اے ایل کے دو صفر صفر چار ہے؟ وہ تمہاری ہے۔"

"میں ایک نوٹس ہوں۔ فرانس سے آئی ہوں۔ میری کوئی کار نہیں ہے۔ کسی کی غلط بیانی کے باعث آپ میرا محاسبہ کریں گے تو اپنا وقت ضائع کریں گے۔ یہ کبھی ثابت نہیں کر سکیں گے کہ اس کار کا تعلق مجھ سے ہے۔ اگر آپ کی تسلی ہوگئی ہو تو میں فون بند کروں؟"

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ جیکسن نے کہا "تم بہت چالاک ہو۔ تم نے اپنا بچاؤ کر لیا ہے۔ کیا تم واقعی کل اسے رہا کر اسکو گی؟"

"آپ کے پاس بھروسہ کرنے اور صبر کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ لہذا کل تک صبر کریں۔"

وہ سب دین میں آکر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر رحمہ کی اپنی گاڑی نہیں تھی۔ وہ اپنی گاڑی بیگلے میں چھوڑ کر آیا تھا۔ اب ان کی دین میں آکر بیٹھ گیا۔ وہ سونیا کی برابر والی سیٹ پر تھا۔ اسے سرخوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم اتھیلیٹ ہو؟ ورزش کرتی ہو؟ بانی گاڑی بہت خوب صورت اور پرسکشش فیکر ہے۔ بانی داوے تمہاری عمر کیا ہوگی؟"

"تم اندازہ کرو اور بتاؤ۔"

"میرا خیال ہے پچیس، چھیس یا زیادہ سے زیادہ ستائیس برس۔"

سونیا تقریباً پینتالیس برس کی تھی لیکن اس نے جنسٹک کی حقوں کے ذریعے اپنے آپ کو جوان اور خوب صورت بنا کر رکھا تھا۔ وہ بولی "ڈاکٹر! تمہارا اندازہ غلط ہے۔ میں پورے اٹھارہ برس کی ہوں۔"

"بے شک! تم اٹھارہ برس کی ہو۔ میری نظریں کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔"

پھر اس نے ایسی اور بار بار کو دیکھ کر کہا "تم تمام نوجوان اور صحت مند ہو۔ تم سب نے کبھی کسی قسم کا نشہ نہیں کیا ہوگا۔ تمہاری آنکھیں دل اور گردے صحت کام کر رہے ہوں گے۔"

ہیروئن کے جیکسن چھپا کر رکھے گئے ہیں۔"

جیکسن نے کہا "میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہہ رہی ہو اور منشیات کی اسمگلر نہیں ہوں؟"

"آپ یقین کرنا چاہیں تو کر لیں۔ جب میں اسمگلر نہیں ہوں تو پھر نہیں ہوں۔"

بار بار نے سونیا سے لپٹ کر کہا "ڈیڈی! یہ میری سسٹر ہیں۔ میرے انہوں سے بڑھ کر اپنی ہیں۔ پلیز! آپ ان پر شبہ نہ کریں۔ برادر براؤن بہت جھوٹ بولتے ہیں۔ جب ان کی کار ڈاکو لے گئے تھے تو پھر پولیس انہیں کیوں گرفتار کر رہی ہے؟ کار ان ڈاکوؤں کے پاس بھی لٹا ڈاکوؤں کو گرفتار ہونا چاہیے۔"

جیکسن سونیا کے سامنے یہ نہیں کرنا چاہتا تھا کہ بیٹے نے لاکھوں ڈالر ہتھیانے کے لیے باپ سے جھوٹ کہا تھا۔ وہ سمجھتے ہوئے بولا "میرے بیٹے نے مصلحت جھوٹ کہا تھا۔ کار ڈاکو نہیں لے گئے تھے۔ اب وہ کار سمیت پکڑا گیا ہے۔ اس پر اسمگلنگ کا الزام آ رہا ہے۔ میں کیا کروں؟ اسے کس طرح بے گناہ ثابت کروں؟"

سونیا نے کہا "میں بھی بے گناہ ہوں۔ میں نہیں جانتی تھی کہ اس کار میں اسمگلنگ کا مال رکھا ہوا ہے۔"

بوڑھے نے پوچھا "اگر تم پکڑی جائیں تو کس طرح رہائی پائیں؟ پلیز میرے بیٹے کی رہائی کے لیے کچھ کرو۔"

"فی الحال اسے لاک اپ میں رہنے دو۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ صبح تک اسے ضرور رہائی دلاؤں گی۔"

وہ جانتی تھی کہ صبح تک اعلیٰ بی بی ضرور اس کی خیریت دریافت کرنے آئے گی۔ وہی ٹیلی فنی کے ذریعے اسے رہائی دلائے گی۔ جیکسن نے اس سے کہا "تم اس پولیس اسٹیشن جاؤ گی۔ تب ہی رہائی کی بات بنے گی۔"

وہ بولی "آپ کا بیٹا جھوٹ بولتا ہے۔ دھوکا دیتا ہے۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لیے پولیس والوں کو میرے خلاف بیان دیا ہوگا۔ میں وہاں جاؤں گی تو وہ مجھے گرفتار کر لیں گے۔ میں نادان نہیں ہوں۔ وہاں نہیں جاؤں گی۔ آپ مجھ پر بھروسہ کریں یا نہ کریں۔ کل آپ کا بیٹا واپس آجائے گا۔"

دوسری طرف سے براؤن نے پوچھا "ڈیڈی! آپ خاموش کیوں ہیں؟ میں کب سے انتظار کر رہا ہوں۔ آپ بولنے کیوں نہیں؟"

"بیٹے! میں کیا بولوں؟ کل صبح تک صبر کرو۔ تمہاری رہائی کے لیے کوئی کوشش کی جائے گی۔ فی الوقت میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

کی تو ایسے ہی لائے سیدھے خواب دیکھتی رہو گی۔"

سونیا جیکسن وغیرہ کے ساتھ برآمدے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے فون کا بزر سنائی دیا۔ اس نے موبائل جیکسن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "شاید یہ آپ کے بیٹے کا فون ہے۔"

اس بوڑھے نے فون لے کر ایک منٹ کو دیا پھر اسے کان سے لگا کر کہا "ہیلو براؤن! تم کہاں رہ گئے ہو؟ ہم یہاں انتظار کر رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے براؤن نے کہا "ڈیڈی! ہم ایک نئی مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "آپ کیا ہوا؟"

"پولیس نے ہمیں گرفتار کیا ہے۔"

"کیا بک رہے ہو؟ پولیس ہمیں کیوں گرفتار کرے گی؟"

سونیا نے چونک کر جیکسن کو دیکھا اور اسے براؤن کہہ رہا تھا "ہم جس کار میں تھے اس کی ڈکی میں ہیروئن کے جیکسن چھپا کر رکھے گئے تھے۔ پڑوٹنگ پولیس والوں نے ہمیں روک کر تلاشی لی تو یہ مال برآمد ہوا ہے۔"

"تم کس کار کی بات کر رہے ہو؟ تمہاری وہ کار تو ڈاکوؤں نے چھین لی تھی۔"

"او ڈیڈی! میں نے آپ سے جھوٹ کہا تھا۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں تیس لاکھ ڈالر تھے۔ ہماری نیت خراب ہوگئی تھی۔ ہم نے ڈش کی کابینہ کیا۔ اس طرح ہم وہ بڑی رقم ہتھیا سکتے تھے۔"

بوڑھے نے غصے سے کہا "اور تم نے یہ سب کچھ ایڈنا کے مشورے سے کیا ہوگا۔ تم ہیوی کے غلام بن کر رہ گئے ہو۔"

سونیا نے پوچھا "وہاں مسئلہ کیا ہے؟"

جیکسن نے پوچھا "کیا تم منشیات اسمگل کرتی ہو؟"

"میں منشیات پر لعنت بھیجتی ہوں۔ آپ یہ سوال کیوں کر رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ پولیس والوں نے تمہاری کار کی ڈکی سے ہیروئن کے جیکسن برآمد کر کے براؤن اور ایڈنا کو گرفتار کر لیا ہے۔"

"میں نے آپ کو پہلے نہیں بتایا تھا اب بتا رہی ہوں۔ وہ کار میری نہیں تھی۔ میں اسے اپنے ایک دشمن سے چھین کر لائی تھی۔ میں اب تک اس بات سے بے خبر تھی کہ ڈش بورڈ کے خانے میں لاکھوں ڈالر ہیں اور اس کی ڈکی میں

ڈاکٹر نے مایوسی اور بیزاری سے سر ہلا کر کہا "یہاں کے قدیم باشندے ان ٹھنڈرات سے کئی کلومیٹر دور جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ وہ بھوکوں چڑیلوں اور بد روحوں پر یقین رکھتے ہیں۔ عجیب احمق لوگ ہیں۔ دن کے وقت میرے ہی پاس علاج کے لیے آتے ہیں لیکن رات کو نہیں آتے۔"

جیکسن نے کہا "ہم بولی کر اس جا رہے ہیں۔ آپ کی باتوں سے حوصلہ ہو رہا ہے کہ خواہ مخواہ اس علاقے کو آئیپ زدہ مان لیا گیا ہے۔"

"یہ صرف دقانوئی خیالات والے مانے ہیں۔ جب آپ ادھر سے گزرتے ہی والے ہیں تو پھر میرے ساتھ چلیں۔ وہاں میرا ایک چھوٹا سا اسپتال ہے لیکن چھوٹا ہونے کے باوجود ایک عمل اسپتال ہے۔ میں سرجن ہوں۔ اس لیے وہاں آپریشن کی جدید مشینیں اور آلات رکھتا ہوں۔"

جیکسن ملنے کا "ہم آپ کے ساتھ ضرور چلیں گے۔ میرا بیٹا اور میری بیوی ابھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ان کے آتے ہی ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ کیا آپ اس وقت تک ہمارا انتظار کریں گے؟"

ڈاکٹر نے جھپٹنے کا "بے شک۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ میں یہاں ایک گھنٹا اور ٹھہر سکتا ہوں۔"

وہ کرسی سے اٹھ کر بولا "ایکسیکوزی۔ مجھے ایک ضروری فون کرنا ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

وہ وہاں سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جیری اپنی مگتیر ایسی کے ساتھ باہر پیچھے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "میرے پرچے ختم ہوتے ہی میں تم سے شادی کروں گا۔ اب تم سے دور دور نہیں رہا جاتا۔"

وہ بولی "میرا بھی یہی حال ہے۔ تمہارے بغیر ایسا لگتا ہے جیسے میں اودھوری ہوں۔ کل رات میں نے ایک بہت ہی بھیاٹک خواب دیکھا تھا۔"

"اور خواب دیکھ کر تم ڈر گئی تھیں۔"

"خواب ہی ایسا تھا۔ ایک قصائی میرے بدن کو ٹوٹل کر کہہ رہا تھا کہ یہ اچھی صحت مند ہے۔ اس میں سے تیس بیس کلو گوشت ضرور نکلے گا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بغا تھا۔ میں اس کی گرفت سے لٹکنا چاہتی تھی لیکن اس نے مجھے زمین پر پٹ دیا۔ اس بندے سے مجھ پر حملہ کیا۔"

وہ دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر کر بولی "وگاڈ! میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، وہ پیشہ ور قصائی اس بندے سے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا تھا۔"

جیری نے ہنسنے ہوئے کہا "تم دبشت ٹاک کمائیاں پڑھو

سونیا نے چونک کر ڈاکٹر ریجھم کو دیکھا۔ اسے ڈاکٹر لارن یاد آیا۔ اس نے اس کا معائنہ کرتے ہوئے اس کی صحت مندی کی تعریفیں کی تھی اور اس کی تعریفوں کی تان اس بات پر ٹوٹی تھی کہ آنکھیں 'دل' اور گردے صحیح کام کر رہے ہوں گے۔ لہذا اسے عطیات نامے پر وصیت لکھ کر دستخط کرنا چاہیے۔

سونیا نے مسکرا کر کہا "ڈاکٹر! ہم سب مکمل طور پر صحت مند ہیں۔ ہمیں آنکھوں، دل اور گردوں کے عطیات نامے پر کر کے دستخط کرنے چاہئیں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم نے تو میرے منہ کی بات چھین لی۔ میں یہی کہنے والا تھا۔ انسان اپنی زندگی میں بڑے بڑے کارنامے انجام دے کر اس دنیا سے جاتا ہے لیکن انسان کا اس سے بڑا کارنامہ اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی موت کے بعد بھی دوسروں کو زندہ رکھتا ہے اور ان کے اندر خود زندہ رہتا ہے۔"

ایلیسی نے کہا "واقعی اس سے بڑا انسانی کارنامہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی آنکھیں 'دل' اور گردے جیری کے نام لکھوں گی۔"

جیری نے ڈرائیو کرتے ہوئے عقب نما آئینے میں ایلیسی کو دیکھا پھر کہا "آئی لوپو۔ میں بھی اپنا سب کچھ تمہارے نام لکھ دوں گا۔"

ڈاکٹر نے کہا "یہ عطیات نامے کسی خاص رشتے دار کے نام نہیں لکھے جاتے۔ انسان دوستی کے نام پر کسی کو بھی عطیہ کیے جاسکتے ہیں۔"

سونیا نے کہا "ایسے جذباتوں اور ایسی نیکیوں سے بے شمار معذور انسانوں کا بھلا ہوتا ہے لیکن بعض افراد اس نیکی کے پیچھے شیطانی کھیل کھیلتے ہیں۔ اہم انسانی اعضا کا کاروبار کرتے ہیں اور ایسے اعضا حاصل کرنے کے لیے بے گناہ معصوم لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے بڑے دکھ سے سونیا کو دیکھا پھر سر جھکا کر کہا "لوگ مختلف جھگڑوں سے دولت کماتے ہیں پھر بھی ان کا پیسہ نہیں بھرتا۔ یہ کتنی ظالمانہ حرکتیں ہیں۔ میں نے اخبارات میں پڑھا ہے اور ڈاکٹروں کی محفلوں میں بھی سنا ہے۔ لوگ تھوڑی سی رقم حاصل کرنے کے لیے کسی کی بھی جان لے لیتے ہیں۔"

وہ ہچکناکی علاقے میں پہنچ گئے۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں کھنڈرات دکھائی دے رہے تھے۔ باربرا انہیں دیکھ کر سہم گئی۔ سونیا سے چپک

گئی۔ اندھیرے میں یوں لگتا تھا جیسے ان شکستہ ستونوں اور دیواروں کے پیچھے بد روہیں چھپی ہوئی ہیں۔ ان کی گاڑی کھنڈرات کے درمیان سے گزر رہی تھی۔ اطراف میں وہ صدیوں پرانی شکستگی دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہاں سے دو کلومیٹر آگے جانے کے بعد ایک چھوٹا سا بنگلا نظر آیا۔ ڈاکٹر نے کہا "وہ ہے میرا بنگلا۔ بہت بڑے احاطے میں ہے۔"

ادھر گاڑی موڑتے وقت دور سو میٹر کے فاصلے میں دو بنگلے دکھائی دیے۔ وہ تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جیمکسن نے پوچھا "کیا ان بنگلوں میں کوئی نہیں رہتا؟"

ڈاکٹر نے کہا "یہ لوگ بڑے شیروں میں رہتے ہیں۔ سال میں ایک آدھ بار آتے ہیں پھر کچھ روزہ کر چلے جاتے ہیں۔"

جیری نے گاڑی کو ڈاکٹر کے بنگلے کے سامنے روک دیا۔ بنگلے کے اندر روشنی تھی۔ ایک معمر خاتون دروازہ کھول کر باہر آئی پھر بولی "ریجھم تم آگے؟ یہ کون لوگ ہیں؟ میں عورتوں اور مردوں کی آوازیں سن رہی ہوں۔"

وہ بولا "میں آگیا ہوں۔ میرے ساتھ چند مہمان ہیں۔ رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیں گے پھر چلے جائیں گے۔"

خاتون نے کہا "ٹھیکس گاڈ! کتنی مدت کے بعد ہماری تنہائی دور ہو رہی ہے۔ کیا میں ان سے متعارف ہو سکتی ہوں۔"

اس خاتون کی باتوں سے اور انداز سے معلوم ہوا کہ وہ اندھی ہے۔ سونیا نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا "ہم تین عورتیں اور دو مرد ہیں۔ میرا نام سونیا ہے۔"

ایلیسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "میرا نام ایلیسی ہے۔ آپ کا نام کیا ہے؟"

"میں ڈاکٹر ریجھم کی وائف ہوں۔ مجھے مزید میڈیکل ریجھم کہتے ہیں۔"

جیری اپنی جگہ سے اٹھ کر ہاتھ روم کا دروازہ کھول کر پانی سے بھرا ہوا کین لے آیا۔ مزید میڈیکل ریجھم نے کہا "دیکھو یہاں کارنس پر ٹائچ رکھی ہوئی ہے باہر تاریکی ہوگی اسے لے جاؤ۔"

وہ کارنس پر رکھی ہوئی ٹائچ اٹھا کر باہر چلا گیا۔ جیمکسن نے کہا "مزید ریجھم! رات کے کھانے کا تکلف نہ کریں۔ ہم یہاں سے جلد ہی نکل جائیں گے۔ بات یہ ہے کہ ہم ایک مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں۔"

"میرا بیٹا پولیس کی حراست میں ہے۔ میں جلد سے جلد ہوئی کر اس کی سچ کر وہاں کے میز سے ملنا چاہتا ہوں۔ شاید اس کے ذریعے میں اپنے بیٹے کو رہائی دلا سکوں۔"

ڈاکٹر ریجھم نے کہا "ہم کھانے کے سطلے میں کوئی تکلف نہیں کریں گے۔ یہاں کھانا تیار ہے۔ فرنج سے نکال کر گرم کرنا ہوگا۔ دیر نہیں ہوگی۔"

سونیا "ایسی اور باربرا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کچن کا کام سنبھال لیا۔ مزید میڈیکل ریجھم سے کہا "آپ صرف گائیڈ کریں کہ کون سی چیز کماں ہے؟ ابھی ہم کھانا گرم کر کے لے آئیں گے۔"

تمام عورتیں کچن میں مصروف ہو گئیں۔ کھانا گرم کرنے لگیں۔ میز پر ٹیلیں وغیرہ لگا کر رکھنے لگیں۔ جیمکسن اور ڈاکٹر خوش چہلوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ باربرا نے کہا "کھانا تیار ہے آجائیں۔"

جیمکسن نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "یہ جیری اب تک کیوں نہیں آیا؟ باہر کیا کر رہا ہے؟"

وہ وہاں سے چلا ہوا بنگلے کے باہر آیا۔ کچھ فاصلے پر بڑی سی دین کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا انجن والا حصہ کھلا ہوا تھا لیکن جیری نظر نہیں آ رہا تھا۔ جیمکسن نے آواز دی "جیری! کماں ہو تم؟"

ڈاکٹر نے بھی باہر آکر دور تک دیکھتے ہوئے آواز دی "ہیلو! کماں! کماں! ہو تم؟"

وہ دونوں تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے وین کے پاس آئے اس کے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پانی سے بھرا ہوا کین کھلے ہوئے دروازے کے پاس رکھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے پوچھا "تمہارا بیٹا مارچ لے کر کماں چلا گیا؟ یہاں پانی کا کین اسی طرح رکھا ہوا ہے۔"

"میرا یہ بیٹا بہت بزدل ہے۔ اس تاریکی میں کہیں تنہا نہیں جائے گا۔ میرا دل ڈوب رہا ہے۔ وہ کماں غائب ہو گیا۔"

ہے؟" تمام عورتیں بنگلے سے نکل کر باہر آگئیں تھیں۔ سونیا نے پوچھا "جیری کماں ہے؟ گاڑی کے اندر تو نہیں ہے؟"

جیمکسن نے رونے کے انداز میں کہا "میں ہے۔ نہ اندر ہے اور نہ باہر ہے۔ اندھیرے میں نہ دور تک دکھائی دے رہا ہے اور اسے ہماری آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

ایلیسی رونے لگی۔ ڈاکٹر سے کہنے لگی "تم نے کہا تھا کہ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کماں ہے میرا جیری؟ بتاؤ۔ وہ کماں ہے؟"

ڈاکٹر ریجھم پریشان ہو کر ایک ایک کا منہ دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "خدا ہمتا جانتا ہے۔ میں نے تم لوگوں سے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے کبھی کوئی واردات نہیں ہوئی۔ میرے پاس آنے والے کسی بھی مریض پر کبھی کوئی آنچ نہیں آئی۔ میرا دل کہتا ہے وہ بیس کہیں ہے۔ میں دوسری ٹائچ لے کر آتا ہوں۔"

وہ تیزی سے چلا ہوا بنگلے کی طرف جانے لگا۔ سونیا چاروں طرف پھیلی ہوئی تاریکی میں دور تک دیکھ رہی تھی اور دور تک سوچ رہی تھی "اگر جیری نہ ملا تو پوڑھا جیمکسن اپنی موت سے پہلے ہی مر جائے گا۔ اس کا ایک بیٹا پولیس کسٹڈی میں تھا اور دوسرا بیٹا وہیں کہیں موت کی کسٹڈی میں تھا۔"

اسی وقت افق سے چاند طلوع ہو گیا۔



کہا ایک بنگلے کے بیڑ روم میں میرا کے ساتھ تھا۔ وہ ابھی شاور لے کر آئی تھی۔ پانی کے صاف و شفاف قطرے اس کے اچلے بدن پر پھسل رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا کہ گلاب کی پتھر۔ یوں پر شبنم کے قطرے لرز رہے ہوں۔ کوئی اور وقت ہو تو کہرا اس گلاب کو دبوچ کر تمام قطرے پی جاتا لیکن باہر سے شامت آ رہی تھی۔

اس نے ایک کوڑتی کو ٹیلی پیچی کے ذریعے ٹریپ کر کے کچھ وقت گزارنے کے لیے اس کا بنگلا حاصل کیا تھا۔ اب وہ شخص اپنی دکان بند کر کے بنگلے میں واپس آ رہا تھا تو باہر ایک پولیس افسر نے اسے روک کر کہا تھا کہ وہ بنگلے کے اندر آکر تلاش لینا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے پانچ سپاہیوں میں سے دو سپاہیوں سے کہا "تم دونوں یہاں گاڑی کے پاس رہو اور تم تینوں میرے ساتھ اندر چلو۔"

ایک سپاہی نے کہا "سر میں نے پہلے ہی آپ سے کہا تھا کتابیات پبلی کیشنز

ذاتی ہسپتالزم

ان لوگوں کے لئے جوابی

Scanned By:

Ali & Azam

(قیمت)

کتاب کی قیمت

مکتبہ تحفہ انوار

مکتبہ تحفہ انوار

پوسٹ بکس 944 رجستان چیمبر رطوبہ لاہور پاکستان آئی آر جی 74200

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

کتب کی قیمتیں اور دیگر معلومات کے لئے مکتبہ تحفہ انوار

kitabiat@hotmail.com

kitabiat1970@yahoo.com

وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے پہلے میرا ٹکٹ کاؤنٹر گئی۔ وہاں پتا چلا کہ دس منٹ بعد جو کوچ جانے والی ہے اس میں کوئی سیٹ خالی نہیں ہے۔ میرا نے پلٹ کر دوڑ کر کھڑے ہوئے کبریا کو دیکھا۔ کبریا نے کہا ”جسٹ اے منٹ! میں ابھی تم سے بات کرنا ہوں۔“

پھر اس نے بنگ ٹکٹ کے خیالات پڑھے۔ اس کے بعد میرا سے کہا ”کوچ میں چھ سیٹیں خالی ہیں۔ یہ لوگ زیادہ رقم حاصل کرنے کے لیے روٹ گئی کے وقت تک وہ سیٹیں خالی رکھتے ہیں۔ تم ٹکٹ کی رقم کے ساتھ سو روپے زیادہ دو۔ تمہیں سیٹ مل جائے گی۔“

میرا نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اسے سیٹ مل گئی۔ اس کے بعد کبریا نے بھی کاؤنٹر جا کر اپنے لیے ایک سیٹ حاصل کرلی۔ وہ دونوں اس کوچ پر سوار ہو گئے۔ میرا جس سیٹ پر بیٹھی تھی اس کے برابر والی سیٹ پر سکھ جوان بیٹھا ہوا تھا۔ کبریا کو اس سے دو قطار پیچھے ایک سیٹ ملی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک سکھ عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس طرح وہاں سے ان کے سفر کا آغاز ہوا۔

سکھ نے میرا سے پوچھا ”کیا تم اکیلی ہو؟“ وہ مسکرا کر بولی ”نہیں۔ میرے ساتھ تم ہو۔“ وہ گھبرا کر بولا ”میری طرف دیکھ کر بائیں نہ کرو۔ میں دائیں طرف دیکھ رہا ہوں تم بائیں طرف دیکھو۔ نہیں تو میری بیوی کو شبہ ہوگا کہ میں تم سے لپٹ لے رہا ہوں۔“ میرا نے حیرانی سے پوچھا ”کیا تمہاری بیوی بھی اس کوچ میں ہے؟“

وہ بولا ”اور نہیں تو کیا؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں بیوی کے بغیر پیدا ہوا تھا؟“ میرا نے تعجب سے پوچھا ”کیا تم اپنی بیوی کے ساتھ پیدا ہوئے تھے؟“

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا ”مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے جیسے وہ میرے ساتھ پیدا ہوئی تھی۔ کم بخت ایک منٹ کے لیے بھی ساتھ نہیں چھوڑتی۔“

”ابھی تو اس نے چھوڑا ہوا ہے۔“ میں نے اسے اپنے بولی کی قسم دی ہے کہ وہ یہاں سے پوتا تک مجھ سے دور رہ کر سفر کرے گی تو میں اسے بولی کے بعد متو کو پیدا کرنے کی اجازت دوں گا۔ ورنہ ایک بھی بچہ نہیں ہوگا۔“

”ایک بھی کیسے نہیں ہوگا؟ بولی تو ہو گیا ہے۔ تم نے

تک باہر نکلنے والا نہیں تھا۔ وہ دونوں وہاں سے چلتے ہوئے باہر آئے رات کا تیسرا پہر تھا۔ چاروں طرف خاموشی اور دیرانی تھی۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے مختلف گلیوں سے گزرتے ہوئے ایک شاہراہ پر پہنچے۔ وہاں ایک گلی کی پچھلی سیٹ بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے پوچھا ”کہاں جانا ہے؟“

کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ کوئی سوال کیے بغیر خاموشی سے نیکی اشارت کر کے ڈرائیور کو کرنے لگا۔ میرا خاموشی سے کبریا کو دیکھ رہی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ وہ اسے دیکھ کر دل ہی دل میں قربان ہونے لگی۔ بڑے فخر سے مسکراتے لگی۔

وہ اس اڑے پر پہنچ گئے جہاں سے انڈکنڈیشنڈ کوچز پوتا جاتی تھیں۔ نیکی ایک جگہ رک گئی۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ سے باہر آئے۔ کبریا نے پانچ سو کا ایک نوٹ اگلی سیٹ پر رکھا۔ وہ ڈرائیور اس کی مرضی کے مطابق وہاں سے واپس چلا گیا۔ جب وہ دو گلو میٹر کا فاصلہ طے کر چکا تو کبریا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پریشان ہو کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا زیر لب بڑبڑاتے لگا ”وہ دونوں ابھی یہاں تھے۔ اب یہاں نہیں ہیں اور یہ علاقہ بھی وہ نہیں ہے۔ میں تو باندرا اہل کے نیکی اسٹینڈر تھا۔“

اس نے اپنا سر کھجاتے ہوئے سوچا ”آج ایک ہی تپا پینے کے بعد چڑھ گئی ہے۔ تعجب ہے۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟“

اس کی نظر ساتھ والی سیٹ پر گئی وہاں پانچ سو کا ایک نوٹ پڑا ہوا تھا۔ اس نے لپک کر اسے اٹھالیا ”ارے یہ کہاں سے آگیا؟“

کبریا نے دماغی طور پر حاضر ہو کر میرا سے کہا ”سوری! تمہیں انتظار کرنا پڑا۔“ وہ مسکرائی اور اس کا ہاتھ تمام کر بولی ”میں انتظار نہیں کر رہی تھی۔ آپ پر فخر کر رہی تھی۔ میں اتنی خوش نصیب ہوں آپ جیسے شہ زور اور ناقابل شکست محافظ کی آغوش میں رہتی ہوں۔“

وہ بولا ”ہم یہاں سے ایک ہی کوچ میں سفر کریں گے لیکن ایک دوسرے سے دور رہیں گے تمہارے جیسی حسین لڑکی تمہارا سفر کرے گی تو تمہارے آس پاس والے مسافروں کو حیرانی ہوگی۔ وہ طرح طرح کے سوالات کریں گے جو تمہارے جی میں آئے تم جواب دیتی رہنا۔ کوئی کڑبڑ ہونی تو میں سنبھال لوں گا۔“

کہ میں بیمار ہوں۔ آپ مجھے گاڑی میں بیٹھنے دیں۔ مجھے ذرا آرام ملے گا۔“

پولیس آفسر نے اسے ایک سپاہی کے ساتھ وہیں چھوڑ دیا پھر تین سپاہیوں کو لے کر اس کو روٹی سیٹھ کے ساتھ جنگل کے اندر آیا۔ کبریا نے میرا کی طرف اس کا لباس اچھالتے ہوئے کہا ”اسے فوراً پتہ پتہ پولیس والے جنگل کے اندر آچکے ہیں۔ جلدی کرو۔“

وہ جلدی جلدی لباس پہنتے ہوئے بولی ”اب کیا ہوگا؟ وہ تو اندر آچکے ہیں۔ ہم اوپری منزل میں ہیں۔ کیا تم باہر نکلنے کا دوسرا راستہ جانتے ہو؟“

”تم تھوڑی دیر خاموش رہو۔ میں باہر جانے کا دروازہ ابھی کھول رہا ہوں۔ جب تک میں نہ بولوں تم مجھے مخاطب نہ کرنا۔“

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس بیمار سپاہی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تین سپاہی اسے جنگل کے اندر ڈھونڈ رہے تھے اور ان کا افسر ہاتھ میں ریوالتور لیے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپری منزل کی طرف آ رہا تھا۔ اسی وقت باہر سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔

افسر نے پلٹ کر پچھلی منزل کی طرف دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اوپری منزل کی طرف جائے یا باہر جا کر فائرنگ کی وجہ معلوم کرے۔

فائرنگ کی آواز دوبارہ سنائی دی۔ اس بار مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ افسر تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے سپاہیوں کو آوازیں دیتے ہوئے باہر کی طرف جانے لگا۔

باہر اس سپاہی نے پہلے اسے ساتھی کو گولی ماری تھی پھر اس نے مرہ ساتھی کی گن اٹھا کر مسلسل ہوائی فائرنگ کی تھی پھر ایک گولی اپنے بازو پر مار کر خود کو زخمی کیا تھا اور سڑک پر گر پڑا تھا۔ وہ افسر تینوں سپاہیوں کے ساتھ دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔ وہ بازو کی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا ”سرا! ابھی وہ ایک کار میں یہاں سے فائرنگ کرتا ہوا گیا ہے ابھی بہت دور نہیں گیا ہوگا۔“

وہ سپاہی کو سہارا دے کر گاڑی کے اندر لے آئے پھر اسے تیزی سے ڈرائیور کرتے ہوئے وہاں سے جانے لگے۔ کبریا اور میرا اپنا اپنا سفری بیگ اٹھا کر میڑھیوں سے اترتے ہوئے پیچھے آئے۔ وہ کروڑ پتی سیٹھ پولیس والوں کی آمد اور باہر ہونے والی فائرنگ سے پریشان ہو گیا تھا۔ اسے یہ خوف تھا کہ کوئی گولی اس کی طرف بھی نہ آجائے اس نے اپنے بیڈ روم میں جا کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا تھا۔ وہ صبح

Scanned by azzamm@UrduFanz.com

بکسے کے لہو سے گوندھ رہی تھی اور گوشت کاٹ کر اسے ماش کی دال کے ساتھ ملا کر کھایا اور کھانا کھانے پر جو تصویر دیکھی تھی اسے دماغی آنکھوں سے دیکھ کر مترنم رہی تھی اور اس کے نام کا پتا بتا رہی تھی۔

○☆☆○

بنت عمارہ کا آخری وقت آ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے قابو میں نہ آ کر اسے توڑ ڈالا تھا۔ وہ کمزور ہوئی تیار ہی تھی پھر بھی اپنے معاون وچ ڈاکٹر فرنانڈس کے ذریعے کو ششیں کر رہی تھی کہ کسی بھی طرح اعلیٰ بی بی سے ایک پیر حاصل کر کے اپنی گزری ہوئی جوانی اور توانائی حاصل کر لے۔ اس نے اپنے حواریوں کے ذریعے فرمان کو قیدی بنا کر اعلیٰ بی بی سے جدا کر دیا تھا۔ فرنانڈس اور ڈاکٹر زبیر نے اس کی ہدایت کے مطابق فرمان کو کوما میں پہنچایا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اعلیٰ بی بی نے کوما میں پہنچانے والے انجکشن کو بدل دیا تھا اور فرمان پر تنوکی عمل کر کے اس کے ذہن میں یہ نقش کر دیا تھا کہ وہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد بے حس و حرکت پڑا رہے گا اور یہ تاثر دیتا رہے گا کہ وہ کوما میں پڑا ہوا ہے۔

اعلیٰ بی بی کی اس پلاننگ کے مطابق دشمن 'فرمان کو کوما میں سمجھ رہے تھے اور دھوکا کھا رہے تھے۔ بنت عمارہ نے فرنانڈس سے کہا تھا۔ فرمان کو کوما میں پہنچانے کے بعد اس لال کو بھی کے اطراف سخت پھانسا دیا جائے۔

فرنانڈس نے کہا "ہمارے پاس چار بہترین نشانہ باز ہیں۔ وہ چاروں وہاں مسلح رہیں گے۔ میں نے انہیں سمجھا دیا ہے کہ اعلیٰ بی بی کو جان سے مارا جائے اسے کسی بھی طرح زندہ گرفتار کیا جائے تاہم اگر وہ قابو میں نہ آئے تو اسے زخمی کیا جاسکتا ہے۔"

بنت عمارہ نے بڑی نقاہت سے کہا "وہ شیطان کی بیٹی بڑی مکار ہے۔ ایک بار وہ قابو میں آجائے گی تو ہم اسے دو اؤں کے ذریعے اس قدر کمزور بنا دیں گے کہ وہ ٹیلی بیٹھی اور جہنم کے کرب بھول جائے گی۔"

فرنانڈس نے کہا "وہی رات ہو چکی ہے وہ اس جگہ سے نکل آئی ہوگی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا ہوگا کہ فرمان کو میاں لال کو بھی میں لایا گیا ہے۔ وہ ادھر آئے والی ہی ہوگی میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ دونوں ٹیلی فون کے ذریعے باتیں کر رہے تھے۔ اب سے پہلے وہ خیال خوانی کے ذریعے باتیں کیا کرتے تھے لیکن

انتہائی کمزوری کے باعث بنت عمارہ خیال خوانی کے قابل نہیں رہی تھی۔ پہلے اس کی یہ صلاحیت اتنی غیر معمولی تھی کہ وہ یوگا جاننے والوں کے اندر بھی پہنچ جایا کرتی تھی۔ کوئی دوسرا اس کے اندر آکر اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اب وہ چور خیالات کا خانہ بھی کمزور ہو گیا تھا۔

اسے اب بھی یہ خوش فہمی تھی کہ کوئی دوسرا اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے اندر پہنچ کر اسے مخاطب کیا "ہیلو شیطان کی بیٹی! اس حال میں ہو؟"

وہ بولی "میں جانتی تھی تم فرمان کو تلاش کرو گی۔ جب وہ نہیں ملے گا تو میرے خیالات پڑھو گی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکتی؟"

"اعلیٰ بی بی! مجھ سے بحث نہ کرو۔ یوں دشمنی مول لے کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتی۔ ایک بار میری بات مان لو پھر دیکھو میں تمہیں کس طرح جلد ہی تمہارے باپ کے پاس پہنچا دوں گی۔"

"اب میں تمہاری دوستی اور مدد کی محتاج نہیں ہوں۔ میں فرمان کو تمہاری قید سے رہائی دلاتے ہی اپنے پیپا کی طرف جاؤں گی۔"

"تم ایسے کہہ رہی ہو جیسے اپنے باپ کا پتا ٹھکانا معلوم ہو چکا ہو۔"

تمہیں یہ خوش فہمی ہے کہ کوئی تمہارے چور خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔ بے وقوف بڑھیا! تم جسمانی طور پر اس قدر کمزور ہو چکی ہو کہ اپنے بیڈ روم میں دو چار قدم چل کر ہانپنے لگتی ہو۔ اسی طرح تمہارا دماغ بھی کمزور ہو چکا ہے۔ تمہارے چور خیالات کا خانہ کھل چکا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "نہیں۔ تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

تمہارے چور خیالات کہہ رہے ہیں کہ میرے پیپا میاں سے مشرق کی طرف ہیں۔ دنیا کا نقشہ دیکھو تو قارہ کے مشرق میں ہندوستان، بنگالہ، بنگالہ، بنگالہ، بنگالہ اور جاپان وغیرہ کی ممالک اور جزیرے ہیں۔ پیپا اسی طرف کہیں ہیں۔ تم یہ معلوم کرنا چاہتی تھیں کہ وہ کس ملک کے کس علاقے میں ہیں؟ لیکن کوئی ناپیدہ قوت تمہیں صحیح معلومات حاصل کرنے سے روک رہی ہے۔"

وہ ٹکست خوردہ انداز میں بولی "اچھا تو تم میرے چور خیالات پڑھ رہی ہو پھر تو یہ بھی معلوم کر رہی ہو گی کہ میں کس طرح ایک برا سرا علم کے ذریعے منتروں کا جاب کر کے اس ناپیدہ قوت کو اپنے راستے سے ہٹا دوں گی اور تمہارے پیپا کا

صحیح پتا ٹھکانا معلوم کر لوں گی۔"

"ہاں میں تمہارے آئندہ منصوبوں کو سمجھ رہی ہوں۔ ایک طرف تو کسی طرح مجھے بے بس کر کے مجھ سے ایک اولاد حاصل کرنا چاہتی ہو۔ مجھ سے اولاد حاصل کرنے میں تم از کم دس گیارہ ماہ کا عرصہ لگے گا۔ اس عرصے تک تم کسی بھی طرح اپنی کمزوریوں سے لڑتی ہوئی زندہ رہو گی پھر ایک نوزائیدہ بچے کے خون میں نما کر گزری ہوئی جوانی اور توانائی حاصل کرو گی۔"

بنت عمارہ تھکے ہوئے انداز میں بیڈ پر لیٹ گئی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "دوسری طرف تم اس ناپیدہ قوت کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہو جو تمہارا راستہ روک رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے تم فرنانڈس کے ذریعے مخصوص منتروں کا جاب کرنا چاہتی ہو۔ کامیابی حاصل کرنے کے بعد تم اس ناپیدہ قوت کے پتے ٹھکانے تک پہنچ جاؤ گی اور میرے پیپا کا بھی صحیح پتا ٹھکانا معلوم کر لو گی۔ کیا میں درست کہہ رہی ہوں؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "ہاں۔ تم یہ سب کچھ معلوم کر چکی ہو۔ کیا یہ دانش مندی نہیں ہو گی کہ اپنے ایک بچے کی قربانی دے کر ایک گمشدہ باپ تک پہنچو؟"

"میں تمہاری بیوہ شریٹ مانے بغیر اپنے پیپا تک پہنچ جاؤں گی۔"

"تم اس ناپیدہ قوت کو راستے سے ہٹائے بغیر کبھی پہنچ نہیں پاؤ گی۔ میں ہی تمہیں وہاں تک پہنچا سکتی ہوں۔"

"تم آخری سانسیں گن رہی ہو۔ مشکل منتروں کا جاب نہیں کر سکتی۔ تمہارے خیالات کہہ رہے ہیں کہ تم اپنے شاگرد اور معاون وچ ڈاکٹر فرنانڈس سے یہ کالا عمل کراؤ گی۔ وہ تمہاری طرف سے مشکل منتروں کا جاب کرے گا۔ کیوں یہی بات ہے ناں؟"

"ہاں۔ میں اپنے وفادار شاگرد سے یہ کام لوں گی۔"

"تو پھر سمجھ لو۔ میں بھی تمہارے فرنانڈس سے یہ کام لے سکتی ہوں۔ تم تو جانتی ہو وہ شراب پیتا ہے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر پاتا۔ وہ نہیں جانتا کہ میں اس کے دماغ میں جاتی آئی رہتی ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "آہ! یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ تم نے فرنانڈس کے دماغ میں جگہ بنائی ہو گی۔ کیا تم اس کے چور خیالات پڑھ لیتی ہو؟"

"اس کے چور خیالات بھی پڑھ لیتی ہوں اور اسے بھی کاناچ بھی چھپا سکتی ہوں۔"

وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی ایسی ڈھیلی بڑبڑاتی جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔ اب وہ تسلیم کر رہی تھی کہ ہر پہلو سے کمزور ہو چکی ہے۔ اگر اعلیٰ بی بی واقعی فرنانڈس کے دماغ میں پہنچ جاتی ہے تو پھر وہ بازی لے جائے گی کسی طرح بھی قابو میں نہیں آئے گی۔

اس نے کرکٹ بدل کر ریور اٹھایا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "تم فرنانڈس سے رابطہ کر رہی ہو۔ یہ یقین کرنا چاہتی ہو کہ میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتی ہوں یا نہیں؟"

وہ جھلا کر بولی "مکار لڑکی! نکل جا میرے دماغ سے۔ مجھے اپنا کام کرنے دے۔ میرا پیچھا چھوڑ دے۔"

"کیا تم نے میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا؟ مجھے اپنی بیٹی بنایا تھا۔ ایک ماں بن کر دھوکا دے رہی تھیں۔ اب دیکھ رہی ہے کہ یہ دھوکا کچھ کتنا مزیدار پڑ رہا ہے۔ جو بیبا ہے وہ تو کانا ہی ہوگا۔"

رابطہ ہوتے ہی وہ بولی "ہیلو فرنانڈس! فوراً میرے ایک سوال کا جواب دو۔ کیا اعلیٰ بی بی تمہارے دماغ میں آئی ہے؟"

"میڈم! میں جوان ہوں، صحت مند ہوں، صبح و شام ورزش کرتا ہوں۔ اس کا تو باپ بھی میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

"تم اپنی یہ بری عادت بھول رہے ہو کہ تم شراب پیتے ہو۔"

"میں نے پچھلے دو دنوں سے شراب کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ میرا دماغ حساس ہے یقین نہ ہو تو آپ میرے دماغ میں آئیں۔ میں آپ کو محسوس کر لوں گا۔"

"مجھے تو بڑے بڑے یوگا جاننے والے محسوس نہیں کر سکتے تھے افسوس کہ بڑھاپے اور کمزوری نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔ میں خیال خوانی کی پروا ذکر کرنے کے قابل بھی نہیں رہی ہوں۔"

فرنانڈس نے پوچھا "کیا اعلیٰ بی بی میرے دماغ میں پہنچنے کا دعویٰ کر رہی ہے؟"

"ہاں۔ ابھی یہ میرے دماغ میں ہے۔ کیا میں اس سے کہوں کہ یہ تمہارے دماغ میں جائے؟ میں چاہتی ہوں تم اس کا دعویٰ غلط کرو۔"

"میڈم! ذرا منتھل سے سوچیں۔ اگر یہ میرے دماغ میں آتی تو فرمان کو ہمارا قیدی نہ بننے دیتی اور ہمیں اتنا موقع نہ دیتی کہ ہم اسے کوما میں پہنچا دیں۔"

"ہاں۔ یہ تو میں بھول ہی گئی تھی کیوں اعلیٰ بی بی! تم نے فرنانڈس اور ڈاکٹر زبیر کے دماغ میں پہنچ کر فرمان کو کوما میں

میں ملا دو گی۔ اس نیک کام کے لیے تمہیں میری ضرورت پڑے گی۔ تم میری محتاج بن گئی ہو۔“

”تم یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟“

اس نے جب سے چایاں نکال کر دکھاتے ہوئے پوچھا ”ان چایوں کو پچانیا ہو۔ یہ تمہاری الماری کی چایاں ہیں۔ میں اسے کھولے جا رہا ہوں۔“

”تم میری اجازت کے بغیر اسے کبھی نہیں کھولتے۔ آج کیوں کھولتے جا رہے ہو۔“

”آج تم مجھے روکنے کے قابل نہیں رہیں۔ پہلے میں تمہارے آگے مجبور تھا۔ آج تم مجبور ہو۔ میں وہ ہزاروں سال تمام نسخے یہاں سے لے جاؤں گا۔ اب وہ تمہارے کسی کام کے میں رہے۔ تم ایک بھی متر پڑھنے کے قابل نہیں رہی ہو۔“

”فرنانڈس! تم میرے وفادار تھے۔ اس بڑے وقت میں مجھے دھوکا دے رہے ہو۔ میں تمہیں گاؤ کا واسطہ دیتی ہوں۔ ایسا نہ کرو۔ اس وقت تم ہی میرے سب کچھ ہو۔ آخری بار میرے کام آؤ۔ مجھے اپنی جوانی حاصل کر لینے دو۔“

اسے اپنے اندر اعلیٰ بی بی کی ہنسی سنائی دی۔ وہ بولی ”جس پہ تکیہ تھا وہی پہنے ہوا دینے لگا۔ اب مجھے کیسے اپنے قابو میں لاؤ گی؟“

وہ گھبرا کر بولی ”فرنانڈس! یہ میرے اندر رہن رہی ہے۔ میرا مذاق اڑا رہی ہے۔ پلیز میرا ساتھ دو۔“

وہ بولا ”آج اسے ہنسنے دو۔ کل وہ بھی تمہاری طرح روئے گی۔“

یہ کہہ کر وہ ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ بنت عمارہ بے بسی سے کہنے لگی ”وہ لے جائے گا۔ وہ میرے دادا پردادا کے زمانے کے نسخے ہیں۔ وہ ہمارا خاندانی خزانہ ہے۔ اسے لوٹ کر لے جا رہا ہے۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”تمہارے اس خزانے کو صرف میں ہی بچا سکتی ہوں لیکن میں ان شیطانی نسخوں کو محفوظ نہیں رہنے دوں گی۔ میں تمہیں چاہوں گی کہ تمہارے بعد یہ نسخے دوسرے شیطانوں کے ہاتھ لگ جائیں۔“

فرمان کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی خیال خوانی کے ذریعے اس سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ اس رہائش گاہ تک پہنچ گئے۔ وہ کار سے اتر کر پتھروں کا کین اٹھا کر فرمان کے ساتھ اس رہائش گاہ کے اندر آئی۔ فرنانڈس وہ تمام نسخے ایک بیگ میں رکھ کر بنت عمارہ کے پاس آیا۔ دوسرے دروازے سے اعلیٰ بی بی اور فرمان وہاں پہنچے۔

یہ کہتے ہی اس نے جھانکنے والے کی ٹانگیں پکڑ کر اٹھا دیا۔ وہ چیخا ہوا اندر چلا گیا۔ تیسرے نے پوچھا ”یہ تم نے کیا کیا؟ اسے کنویں میں کیوں گرا دیا؟“

”اس لیے کہ اس کے بعد مجھے اندر جانا ہے۔“

اس سے پہلے کہ کوئی اسے روکتا۔ اس نے کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ اعلیٰ بی بی تیسرے کے اندر گئی۔ وہ بولا ”اس کنویں میں ضرور کوئی خزانہ چھپا ہوا ہے۔ میں بھی جا کر دیکھتا ہوں۔“

اس نے بھی وہاں چھلانگ لگانے میں دیر نہیں کی۔ آخری حواری رہ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے اسے بھی اندر پھینچا دیا۔ ان سے مقابلہ کرنے اور گولیاں چلانے کی زحمت نہیں کی۔ ایک کار ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے میں آئی۔ کار سے اتر کر کوٹھی کے اندر پہنچی۔ فرمان ایک کمرے کے بیڈ پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

دشمنوں نے اپنی دانست میں اسے کوما میں پہنچایا تھا۔ جبکہ اعلیٰ بی بی نے اس پر بخوبی عمل کر کے اسے بالکل ساکت کر دیا تھا۔ وہ اس کے جسم کے بغیر ایک ذرا سی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اس طرح دشمن دھوکا کھائے کہ وہ کوما میں ہے۔ اس نے بیڈ کے پاس آکر اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا ”فرمان! میں نے تم پر بخوبی عمل کیا تھا۔ میں حکم دیتی ہوں۔ آنکھیں کھولو اور حرکت میں آ جاؤ۔“

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے دیکھ کر مسکرایا پھر اٹھ کر بیٹھے ہوئے بولا ”تم یہاں آنے سے پہلے میدان صاف کر چکی ہو۔“

”تم بڑی دیر تک بے حس و حرکت پڑے رہے ہو۔ فریج کھول کر دیکھو۔ دودھ یا جوس ہو تو توانائی کے لیے پی لو۔“

وہ بیڈ سے اتر کر جو لنگ کرتا ہوا کچن میں گیا۔ وہاں فریج کھول کر دیکھا۔ اپنی ضرورت کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اس نے کہا ”باہر چلو کسی اسٹیک بار میں کھا لی کر توانائی بحال کی جائے گی۔“

وہ کوٹھی سے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔

فرنانڈس اپنی کار میں بنت عمارہ کی رہائش گاہ تک پہنچ گیا۔ وہ اسے دیکھ کر بولی ”تمہیں وہاں اعلیٰ بی بی کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ یہاں کیوں آ گئے؟“

وہ بولا ”اعلیٰ بی بی تمہاری ضرورت ہے اور تم میری ضرورت ہو۔ وہ تمہارے کام نہیں آئے گی تو تم اسے خاک

اس نے ذرا تنگ روم میں آکر ایک مسلح حواری سے کہا ”میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ جب تک وہاں نہ آؤں تب تک یہاں ایک چوہنی کو بھی آنے نہ دینا اور نہ ہی کسی کو اپنی آواز سناتا۔ اگر اعلیٰ بی بی یہاں آئے تو فوراً میرے موبائل فون پر منب دینا۔ فون پر بات نہ کرنا۔ میں اپنے فون پر بزرگی کی آواز سننے ہی سمجھ لوں گا کہ وہ دشمن لڑکی یہاں آئی ہوئی ہے۔“

اس حواری نے کہا ”آپ کو فون کرنے کی فہمت نہیں آئے گی۔ ہم اسے دیکھتے ہی گولی مار کر زخمی کر دیں گے پھر اسے رسیوں سے باندھ کر رکھیں گے۔ ہم چار ہیں۔ مسلح ہیں۔ وہ لڑکی ہم سے بچ کر نہیں جائے گی۔“

وہ مطمئن ہو کر کوٹھی سے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر بنت عمارہ کی رہائش گاہ کی طرف جانے لگا۔ اس نے اپنے حواریوں کو گونگے بن کر رہنے کا حکم دیا تھا اور خود ہی ایک حواری سے گفتگو کی تھی۔ یہ یقین تھا کہ اعلیٰ بی بی اس کے اندر نہ آ سکتی ہے۔ نہ کبھی آئے گی۔

اس کے جاتے ہی وہ اس حواری کے اندر پہنچ گئی۔ اس کی سوچ میں بولی ”مجھے اپنے ساتھیوں کو بھی بتانا چاہیے کہ باس مجھے کیا کہہ کر گیا ہے؟“

وہ اعلیٰ بی بی کی مرضی کے مطابق کوٹھی سے باہر آیا۔ اس کے تین ساتھی کوٹھی کے تین اطراف میں گھن لے کھڑے تھے۔ اس نے ایک سے گفتگو کی ”یار! یہاں آس باس کوئی ہماری آواز سننے والا نہیں ہے۔ ہم کیوں خوا خواہ گونگے بنے رہیں۔“

دوسرے نے کہا ”ہم کل شام سے جنگل میں اس لڑکی کو تلاش کرتے رہے اور گونگے بن کر رہے۔ اب صبح ہو چکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ وہ ابھی تک جنگل میں بھٹک رہی ہے۔“

باقی دو ساتھی بھی وہاں آ گئے۔ تیسرے نے کہا ”میڈم بہت خطرناک ویج لیڈی ہے لیکن ایک لڑکی کو زیر کرنے میں ناکام ہو رہی ہے۔“

چوتھے نے کہا ”فرنانڈس بھی ویج ڈاکٹر ہے اور وہ بھی ناکام ہو رہا ہے۔ کچھ بھی ہو۔ لڑکی ہے بڑی زبردست۔ ہمیں ہوشیار رہنا چاہیے۔“

اس کوٹھی کے احاطے میں ایک بڑا سا کنواں تھا۔ وہ باتیں کرتے ہوئے وہاں آئے۔ ایک نے کنویں میں جھانک کر کہا ”یہ زیادہ گہرا نہیں ہے۔“

دوسرے نے کہا ”اندرا جاؤ گے تو ہماری کاپتا چلے گا۔“

جانے سے کیوں نہیں بچا؟ اب میں تمہیں چیلنج کرتی ہوں۔ تم فرنانڈس کے دماغ میں کبھی نہیں جاتی ہو۔ تم جھوٹی اور مکار ہو۔“

دوسری طرف سے فرنانڈس نے کہا ”میں اعلیٰ بی بی کی خوش آمدید کہنا چاہتا ہوں لیکن افسوس وہ میرے اندر نہیں آ سکے گی۔“

بنت عمارہ نے ریسور رکھتے ہوئے کہا ”کیا تم میرے اندر ہو؟ یا فرنانڈس کے پاس گئی ہو؟“

اسے جواب نہیں ملا۔ اعلیٰ بی بی فرنانڈس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اسے یہ خوش فہمی تھی کہ اس نے دو دونوں سے نشے کو ہاتھ نہیں لگایا ہے اس لیے اس کا دماغ حساس ہو گیا ہے۔ وہ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ عارضی طور پر نشہ چھوڑ دینے کے باوجود ذہن اس کے اثرات قبول کر رہا تھا ہے۔ جسمانی اور دماغی توانائی ایک عرصے کے بعد بحال ہوتی ہے۔

وہ ایک جگہ خاموش بیٹھا خلا میں تنگ رہا تھا اور پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے پہلے ہی اعلیٰ بی بی کو محسوس نہیں کیا تھا اب بھی محسوس نہیں کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سوچا ”اچھا ہوا آج بھی میں نے شراب نہیں پی۔ ورنہ وہ میرے اندر چلی آتی۔ اس نے میڈم کے گنور دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم کیا ہو گا کہ فرمان کو لال کوٹھی میں قید کیا گیا ہے۔ وہ اسے رہائی دلانے کے لیے یہاں ضرور آئے گی۔“

اس نے چار بہترین نشانے پاؤں کی ڈیوٹی وہاں لگائی تھی۔ انہیں نائید کی گئی کہ کوئی فون کال آئے تو وہ اسے اٹینڈ نہ کریں۔ آپس میں بھی باتیں نہ کریں۔ باہر سے آنے والوں کو بھی اپنی آواز نہ سنائیں۔ جب تک ان کی ڈیوٹی وہاں رہے گی وہ مستقل گونگے بن کر رہیں گے۔

وہ صبح پانچ بجے تک اعلیٰ بی بی کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ فرمان کی رہائی کے لیے نہیں آئی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کی میڈم بنت عمارہ بے حد کمزور ہو چکی ہے اور اب کالا جادو کرنے اور متر پڑھنے کے سلسلے میں اس کی محتاج ہو گئی ہے لہذا ایسی موقع ہے کہ میڈم سے نجات حاصل کر لی جائے۔

اس نے بڑی حد تک ہزاروں سال پرانے نسخوں کی نقل حاصل کی تھی مگر وہ تمام اصل نسخے چاہتا تھا۔ وہ نسخے اس کے لیے اعلیٰ بی بی اور فرمان سے زیادہ اہم تھے۔ وہ تمام پراسرار علوم حاصل کرنے کے بعد ان دونوں کو بھی خاک میں ملا سکتا تھا۔

فرماندہ اس نے فرما کر دیکھا کہ یہ جو تک گیا۔ اس نے فرمان کو دیکھ کر حیرت سے پوچھا ”تم؟“
وہ بھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جسے کوما میں چھوڑ کر آیا ہے۔ وہ اپنے پیروں سے چل کر وہاں چلا آئے گا۔
فرمان نے کہا ”تم دونوں کی طرح ہم بھی جادو جانتے ہیں۔ کوما کو آدمی موت کہتے ہیں“ میں آدمی موت سے نکل آیا ہوں۔ اب تمہیں موت سے کون بچائے گا۔“
اس نے بیک کو ایک طرف پھینک کر ریو اور نکال لیا۔
فرمان نے کہا ”یہ ریو اور باہمی کا دانت ہے۔ دکھانے کے لیے ہے۔ استعمال کرنے کے لیے نہیں ہے۔ گولی چلاؤ۔“
وہ سکین کا ڈسکن کھول کر بیک پر پٹرول چھڑکنے لگا۔ اس نے ٹریگر دبا کر چاہا لیکن ہاتھ سے ریو اور چھوٹ گیا۔ بنت عمارہ تڑپ کر بستر سے اٹھی ہوئی کہہ رہی تھی ”ان سنخوں پر پٹرول کیوں چھڑک رہے ہو؟“
”آج کے بعد یہ شیطانی نسنے کسی کے ہاتھ نہیں لگیں گے۔“
وہ اپنی کمزوری بھول کر ان سنخوں کو بچانے آرہی تھی۔
فرمان نے اسے دھکا دیا۔ وہ دور جا کر گر پڑی۔ ادھر فرماندہ نے نئی بار ریو اور کو فرش پر سے اٹھایا لیکن وہ اس کی گرفت میں نہیں رہتا تھا۔ ہاتھ سے پھوٹ جاتا تھا۔
وہ حیرانی اور بے چینی سے اعلیٰ بی بی کو دیکھنے لگا۔ وہ بولی ”مجھے کیا دیکھ رہے ہو؟ میں تو تمہارے دماغ میں نہیں آسکتی۔“
وہ ہنسنے لگی۔ فرمان نے پوچھا ”کیا تم اپنی میڈم سے بھی زیادہ کمزور ہو گئے ہو؟ ایک چھوٹے سے ریو اور کو نہیں پکڑ سکتے؟“
پھر وہ بنت عمارہ سے بولا ”تم نے بے شری کی انتہا کر دی۔ مجھ کو اور اعلیٰ بی بی کو گناہ کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اب یہ گناہ کے پلندے جل کر خاک ہونے والے ہیں۔ تم تو بڑی زبردست اور ناقابل شکست کہلاتی تھیں۔ آج ان صدیوں پرانے کاغذات کو راکھ ہونے سے نہیں بچا سکو گی۔ انھوں اور اپنے تمام جادوئی جھنڈے استعمال کرو۔“
اس نے انھیں کی ڈیا سے ایک تیلی نکالی۔ اسے سلگایا۔ اس کا نضا سا شعلہ دیکھتے ہی بنت عمارہ نے تڑپ کر کہا ”فرماندہ! فوراً اپنی منتر پڑھو۔ یہ آگ بجھ جائے گی۔“
وہ جلدی جلدی منتر پڑھنے لگا لیکن وہ پڑھاتی جاری نہ رکھ سکا۔ اعلیٰ بی بی اس کی زبان دانتوں میں لے آئی۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔

وہ پریشان ہو کر بولی ”کیوں چیخ رہے ہو؟ جلدی جلدی پڑھو۔“
پڑھتا تو دور کی بات ہے۔ وہ بولنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ فرمان نے جلتی ہوئی تیلی بیک پر پھینک دی۔ ایک دم سے شعلہ بھڑک گئے۔
وہ چیختے چلاتے فرش پر ریختی ہوئی۔ بیک کے پاس آکر اس پر دونوں ہاتھ مار کر آگ بجھانے کی حثیت کرنے لگی۔
ان ہزاروں سالہ سنخوں کو بچانے کے لیے اس پر جنون طاری ہو گیا تھا۔ وہ جلتے کی پروا کیے بغیر بیک سے لپٹ گئی۔ نتیجہ ظاہر تھا۔ آگ پہلے اس کے کپڑوں میں لگی۔ جب وہ سر سے پاؤں تک جلتے لگی۔ تب اسے تکلیف کا احساس ہوا۔ وہ چیخیں مارنے لگی پھر بھی ان سنخوں کو بچانے کا اس قدر جنون تھا کہ وہ آگ میں جلتی جا رہی تھی اور بیک سے نسنے نکال نکال کر دور پھینکتی جا رہی تھی۔
یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ ان سنخوں نے بھی آگ پکڑ لی ہے پھر وہ دم ہو کر گر پڑی۔ سر سے پاؤں تک جلتے وقت اب اتنی سخت نہیں رہی تھی کہ وہ چیخیں مار سکے۔
فرماندہ اس کا خیال تھا کہ اعلیٰ بی بی کی توجہ بنت عمارہ کی طرف ہے۔ اس نے فوراً ہی ریو اور کو فرش پر سے اٹھایا لیکن اعلیٰ بی بی کا نشانہ نہ لے سکا۔ ریو اور کا رخ اس کی اپنی طرف ہو گیا۔ اس کی تال کھلے ہوئے منہ کے اندر آگئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک فائر کی آواز گونجی ”ہائے ری موت! تو مارنے والوں کو بھی مار ڈالتی ہے۔“
اس جادو نگری کے قبرستان میں موت کا سناٹا چھا گیا تھا۔

○☆☆○

کبریا اور پونا کی طرف جارہے تھے۔ ایک سکھ نوجوان اور اس کی بیوی ان کے ہم سفر تھے۔ انہیں نیند آرہی تھی۔ کبریا نے ٹیلی بیٹھی کے ذریعے انہیں تھپک تھپک کر سلا دیا پھر باری باری ان پر مختصر ساتویں عمل کیا۔
سکھ نوجوان کا نام دھیت سنگھ تھا۔ پونا میں اس کا ایک بگلا اور ایک ریٹورنٹ تھا۔ کبریا نے دھیت اور اس کی بیوی امرت کور کے ذہنوں میں یہ نقش کیا کہ وہ دونوں میرا اور کبریا کو اپنا رشتے دار سمجھتے رہیں گے۔ پولیس انکوائری کے وقت امرت کور کبریا کی دھرم جٹی اور میرال جیت سنگھ کی دھرم جٹی بن جایا کرے گی۔
کبریا وہاں صرف چھ گھنٹے رہنا چاہتا تھا۔ بچلی رات کی نیند پوری کر کے آگے جنوب کی طرف جانے کا ارادہ تھا۔ پونا

بولتے رہتے تھے۔ سرلا کو ٹیلی بیٹھی سمجھنے کا بہت شوق تھا۔ وہ اپنے باپ سے ضد کرتی تھی کہ کبریا سے دوستی کی جائے اور وہ اس بات پر بضد تھی کہ کبریا ممبئی میں نہیں دہلی میں ہے۔ اس نے کہا ”ڈیڈ! یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تین کوڑ روپے وصول کرنے کے لیے ممبئی گیا ہو۔ اس نے کسی کو آگ لگا کر ہماروہ رقم وصول کی ہوگی پھر وہ رقم یہاں منگوا لی ہوگی۔“
راہول نے سرلا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ”یہ ٹیلی بیٹھی بڑے غصہ کا علم ہے۔ گھر بیٹھے بیٹھے ہزاروں میل دور سے کوڑوں اور اربوں روپے حاصل کیے جاتے ہیں۔ سرلا! تمہیں یہ علم ضرور سیکھنا چاہیے۔“
”کیسے سیکھوں؟ اس سکھانے والے سے ڈیڈی دشمنی کر رہے ہیں۔“
”پانڈے نے ناگوار سی سے کہا ”تم پھر کواں کر رہی ہو۔ دو دشمن ہے دشمن ہی رہے گا۔“
”میں اور راہول اسے دوست بنا کر رہیں گے۔ میں لندن میں ٹیلی بیٹھی کی کلاسز اینڈ کرتی رہی ہوں۔ کبریا سے دوستی ہوئی تو وہ مجھے پوری طرح خیال خوانی کرنا سکھا دے گا۔“



پنچنے سے پہلے امرت کور اور دھیت نیند سے بیدار ہو گئے۔ انہوں نے پورے ہوش و حواس کے ساتھ یہ تسلیم کیا کہ میرا اور کبریا ان کے قریبی رشتے دار ہیں اور پونا پہنچ کر ان کے بنگلے میں قیام کریں گے۔
میں کو پچھن پچھنے کے بعد ایک فلائٹ کے ذریعے دہلی آگیا۔ وہاں میں نے ایک چھوٹے سے معمولی ہوٹل میں قیام کیا۔ میک اپ کا منگ سامان خرید کر ایک فرانسیسی سیاح کا بیروپ اختیار کیا۔
فرانس کی انجینیئری والوں کے دماغوں پر قبضہ جہاں اپنے لیے پاسپورٹ اور ویزا تیار کروایا۔ ان کا ایک چڑا سی یہ تمام کاغذات لے کر انڈین امیگریشن آفس میں گیا۔ اس نے ہندوستان میں میری انٹری کی سرگلوئی پھر اس چھوٹے سے ہوٹل میں آکر وہ سب کچھ میرے سامنے رکھ کر وہاں سے چلا گیا۔ جب وہ اپنے آفس میں پہنچا تو اس نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔
اس کے بعد میں ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں آگیا۔ میں اس دوران میں ہوم فشر کے خیالات بھی پڑھتا رہا۔ میں نے ٹی وی اسکرین پر کبریا کی خیالی تصویر بھی دیکھی تھی۔ اسے بڑی تندہی سے تلاش کیا جا رہا تھا اور یہ کہا جا رہا تھا کہ وہ فریاد علی تہور کا بیٹا ہے۔
میں اس کا سراغ لگانے کے لیے بے چین تھا۔ ہوم فشر کے خیالات نے بتایا کہ کبریا دہلی یا ممبئی میں سے کسی شہر میں ہے۔ مہاراشٹر کے ایک سیاست دان تاکیشور بانڈے سے دشمنی کے باعث یہ بات عام ہوئی تھی کہ وہاں کوئی ٹیلی بیٹھی جاننے والا نوجوان ہے۔ ورنہ اس سے پہلے وزارت خارجہ کے اعلیٰ عہدے دار اس حقیقت کو چھپا رہے تھے کہ ایک ٹیلی بیٹھی جاننے والے نے انہیں ایک اہم معاملے میں ناکام بنا دیا ہے۔
میں نے ہوم فشر کو تاکیشور بانڈے سے باتیں کرنے پر مجبور کیا۔ اس طرح پانڈے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنی فیملی کے ساتھ نج میں مصروف تھا۔ وہ سب کبریا کے بارے میں ہی باتیں کر رہے تھے۔
پانڈے کہہ رہا تھا ”کبریا نے میرے تین کوڑ روپے وصول کیے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ممبئی میں ہے۔“
اس کی بیٹی سرلا اور بیٹا راہول ہمیشہ کبریا کی حمایت میں

گا۔

میں ان سب کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ان کے ذریعے یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ کبریا کس شہر میں ہے؟ میں وزارت خارجہ کے سیکرٹری کے اندر پہنچ گیا۔ پچھلے دنوں کبریا ان سب کو جتنی کاٹھ پکا چکا تھا۔ ان کے دفتر میں کبریا کا پورا ریکارڈ موجود تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اس ریکارڈ کو شروع سے آخر تک پڑھنے لگا۔

سیکرٹ سروس ڈیپارٹمنٹ کا وہ ریکارڈ غلط نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ پوری طرح تصدیق ہو گئی کہ میں کسی شک و شبہ کے بغیر فرہاد علی نیور ہوں۔ میری ایک بیوی کا نام آمنہ فرہاد ہے اور دوسری کا نام سونیا فرہاد ہے۔ پہلی بیوی سے میرے دو بیٹے ہیں۔ ایک کا نام پارس ہے اور دوسرے کا نام پورس ہے۔ دوسری بیوی سے میری ایک بیٹی اعلیٰ لی لی ہے اور دوسرا بیٹا کبریا علی نیور ہے۔ یہ دونوں بہن بھائی ایک ہی دن پانچ منٹ کے وقفے سے پیدا ہوئے تھے۔ ان دونوں کی عمر سولہ برس ہے۔ کبریا پچھلے دنوں پاکستان میں تھا۔ آج کل وہ ہندوستان میں ہے۔

ریکارڈ میں یہ بھی درج تھا کہ فرانس میں پیرس کے قریب کئی کلو میٹر کے رقبے پر بابا صاحب کا ادارہ ہے۔ میں اور میری فیملی کے تمام افراد وہاں رہتے ہیں۔ میرے تمام بچوں نے اسی ادارے میں تعلیم و تربیت حاصل کی ہے۔ اس آفیشل ریکارڈ سے مجھے اپنی فیملی کے بارے میں بھی

معلوم ہوا اور اپنا مستقل پتہ ٹھکانا بھی معلوم ہو گیا۔ اب میں گمشدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ ان لوگوں سے کسی وقت بھی رابطہ کر سکتا تھا لیکن پہلے مجھے اپنے بیٹے کی فکر تھی۔ یہاں اسے جگہ جگہ ڈھونڈا جا رہا تھا۔

یہاں کے حکام اس بات سے پریشان تھے کہ کبریا ان کے بہت سے سرکاری اور فوجی راز معلوم کر رہا ہے۔ اگر وہ کہیں نظر آجائے تو وہ دشمن اسے گولی مار سکتے تھے۔

وہ جس طرح پولیس اور انتظامیہ کو دھوکے دے رہا تھا اور دہلی سے ممبئی تک انہیں ٹانج نچا رہا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ وہ بہت ذہین ہے۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی، میں اپنے بیٹے پر فخر کر رہا تھا۔

وہ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ وہ ہندوستان چھوڑ کر دشمنوں سے دور جا سکتا تھا لیکن مجھے تلاش کرنے کے لیے خطرات سے کھیل رہا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ آخر کس طرح اس کا سراغ

لگاؤں؟

اس کی گرفتاری کے لیے شہر میں جگہ جگہ پٹرل گائے گئے تھے۔ میں نے ایک پٹرل کے قریب آکر اس کی خیالی تصویر کو دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ اس طرح میں اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا لیکن وہ ایک خیالی تصویر تھی۔ آنکھیں بالکل کبریا جیسی نہیں تھیں۔ میری خیالی خوانی کا پرتندہ بھٹکتا رہا۔ میرا بیٹا نہیں ملا۔

میں ہوٹل کے کمرے میں واپس آ گیا۔ وہاں ایک صوفے پر آرام سے بیٹھ کر ہوم مشنر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے اندر یہ خیالی پیدا کیا کہ اپنے میڈیا کے ذریعے کبریا کو مخاطب کرنا چاہیے۔ اس سے کہنا چاہیے کہ وہ خیالی خوانی کے ذریعے ہوم مشنر سے رابطہ کرے۔ وہ مشنر اس کے باپ کا پتا جانتا ہے۔ کبریا اس کے دماغ میں آکر اپنے باپ سے باتیں کر سکے گا۔

میں نے ہوم مشنر کو اس بات پر آمادہ کیا تو وہ فوراً ہی تمام میڈیا کے عہدے وادوں سے رابطے کرنے لگا۔ کبریا اس وقت پونا میں تھا۔ وہ میرا کے ساتھ شام چار بجے تک سوتا رہا پھر بیدار ہو کر غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد میرا سے بولا "مشنر کی تیاری کرو۔ ہمیں شاید آگے جانا ہو گا؟"

پھر اس نے خیالی خوانی کے ذریعے پروفیسر دنا ناتھ کو مخاطب کیا۔ وہ لکھنؤ پہنچ گیا تھا۔ اس نے پوچھا "پروفیسر! آپ خیریت سے ہیں؟ پولیس والے پریشان تو نہیں کر رہے ہیں؟"

"ان پر تمہاری دہشت طاری ہے۔ کوئی میری طرف نہیں پھٹک رہا ہے۔ تم اپنی سٹاؤ۔ میرا کیسی ہے؟" "میرے ساتھ بہت خوش ہے۔ ہم ابھی پونا میں ہیں۔ آگے جانے سے پہلے آپ بتائیں کہ مجھے کس سمت میں جانا چاہیے؟"

"ایک ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔" پروفیسر میرے ذہن کے والا کاغذ کھول کر بیٹھ گیا پھر مختلف علوم کے ذریعے معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس کے بعد وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کبریا نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ اپنے حساب کتاب پر نظر ڈالتے ہوئے بولا "تمہارے بابا اب جنوب کی طرف نہیں ہیں۔ میرے حساب کے مطابق وہ شمال کی طرف ہیں۔"

"آپ نے تو کہا تھا کہ وہ کسی جنوبی علاقے میں ہیں

گے۔"

"بے شک۔ میں نے کہا تھا۔ اس وقت وہ وہیں کسی علاقے میں تھے۔ انہوں نے شاید جگہ بدل دی ہے۔ ہندوستان کے کسی شمالی حصے کی طرف گئے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے مجھے واپس ممبئی اور دہلی وغیرہ کی طرف جانا ہو گا۔ ویسے یہ ایک طرح سے اچھا ہی ہے۔ شادرا کے بیان کے مطابق بریس والے مجھے ان جنوبی علاقوں میں ڈھونڈ رہے ہیں۔ شمال کی طرف جاؤں گا تو ان لوگوں سے کسی حد تک نجات ملے گی۔"

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میرا شاور لینے لگی تھی۔ وہ اپنے سفری بیگ میں سامان رکھنے لگا۔ ایسے ہی وقت اس کا سر پکڑا گیا۔ وہ ایک دم سے فرش پر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچنے لگا "یہ کیا ہو رہا ہے؟" اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے دماغ میں جیہن ی ہو رہی ہے۔ وہ کچھ سوچنا سمجھنا چاہتا ہے لیکن ذہن پر دھند چھا رہی ہے۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سامنے کا تمام منظر دھندلا ہوا سا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا ذہن باہر کی طرف کھینچا جا رہا تھا۔ وہ باہر نہیں جانا چاہتا تھا۔

باہر کیوں نہیں جانا چاہتا تھا؟ اس کا جواب وہ بھول گیا تھا۔ یہ بھی بھول گیا کہ ابھی میرا کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ شاور لینے لگی تھی۔ ہاتھ روم سے باہر آنے والی تھی۔ وہ مجبوراً وہ جان حیات یک لخت اس کے دماغ سے گم ہو گئی تھی۔ دماغ کے اندر کچھ نہیں تھا۔ صرف دھند ہی دھند تھی۔

تب وہ یکبارگی دوڑتا ہوا باہر کی طرف جانے لگا۔ ایسے وقت دور کہیں سے ایک نہایت ہی کرخت اور خفاش سے بھری ہوئی نسوانی آواز سنائی دے رہی تھی "جے مہاکالی! لکھتے والی۔ تیرا پتنگ نہ جائے خالی۔ کسی کا ہو گا دیوالہ۔ میری ہو گی دیوالی۔ جے مہاکالی! تیرا پتنگ نہ جائے خالی۔" وہ بے اختیار ہنسنے لگا۔ باہر آگیا تھا اور ایک سمت دوڑتا جا رہا تھا۔ وہ کرخت اور خفاش سے بھری ہوئی آواز جیسے اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

"جے مہاکالی! تیرا پتنگ نہ جائے خالی۔"



Scanned By: **Azam & Ali**

عورت اور دوستی

اور بہت کچھ.....!

ان عورتوں کیلئے جو خود کو سمجھنا چاہتی ہیں اور ان حضرات کیلئے جو عورتوں کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

ڈاک خرچ 23 روپے

قیمت 25 روپے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ

پیشگی منی آرڈر ارسال کریں

مارکت سٹوریٹ

مکتبہ نقیسیات

پوسٹ بکس 944، عثمان چیمبرز، طور ان سٹریٹ، لاہور۔ فون: 5802551، 5802552-5895313

کتابیں خریدیں اور ڈاک خرچ و پوسٹ بکس میں منسلک فرسٹ مر 14-2001

kitablat@hotmail.com

kitablat1970@yahoo.com

کتابیات پبلی کیشنز

گئی۔ دیر ہو چکی تھی۔ وہ کئی کلومیٹر دور جا چکا تھا۔ وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ وہ ہائی وے کی کس سمت گیا ہے؟ کیونکہ وہاں سے ایک راستہ ممبئی، دوسرا کیرالہ اور تیسرا راستہ حیدر آباد کی طرف جا رہا تھا۔

وہ دونوں شہر کے مختلف علاقوں میں جا کر اسے تلاش کرنے لگے۔ دلچسپیت نے اس کا رنگ اور نمبر یاد رکھا تھا۔ وہ کار بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ میرا کا دل دو رہا تھا پھر آنکھیں بھی موندنے لگیں۔ دلچسپیت نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ”ممبر کو۔ وہ وہاں آئے گا۔ تم تھا اور بے سارا نہیں ہو۔ یہ بھائی تمہارے ساتھ ہے۔“

وہ بے سارا نہیں تھی۔ اپنے ہر دوسرا اکل کے پاس کھنڈر جاسکتی تھی۔ اس کے بیک میں لاکھوں روپے تھے۔ وہ کسی کی محتاج بھی نہیں تھی۔ وہ دلچسپیت کے جنگلے میں آئی اور ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر اپنے حالات پر غور کرنے لگی۔ وہاں لی وی آن تھا۔ ایک انڈوسٹرکھ رہی تھی ”مسٹر کبریا! ہم آپ کو مخاطب کر رہے ہیں۔ مسٹر کبریا! آپ توجہ فرمائیں۔“

میرا اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے توجہ سے سننے لگی۔ انڈوسٹرکھ رہی تھی ”مسٹر کبریا! آپ کے لیے ایک خوش خبری ہے۔ آپ کے فادر فریاد علی تیور نے ہم سے رابطہ کیا ہے۔ آپ کی طرح وہ بھی آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ ہوم منسٹر کے ذریعے اپنے فادر سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“

یہ خوش خبری میرا کے لیے بھی تھی کہ اس کے کبریا کو گمشدہ باپ مل رہا ہے۔ کبریا یہ خبر سننے کا غور نہ کر رہا تھا۔ اس خوشی کے ساتھ یہ دکھ اور پریشانی بھی تھی کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیوں نہیں کر رہا ہے؟

ویسے اس کا باپ اور اعتماد مستحکم تھا۔ وہ اسے ہرجائی نہیں سمجھ رہی تھی اس اندیشے میں جھٹلا ہو رہی تھی کہ کوئی دشمن اس پر غالب نہ آگیا ہو۔ وہ کسی ایسی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو کہ خیال خوانی سے بھی محروم ہو گیا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو وہ مجھ سے بھی رابطہ نہ کر سکے گا۔

لی وی کے ذریعے وقفے وقفے سے کبریا کو مخاطب کیا جا رہا تھا اور کہا جا رہا تھا کہ وہ ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعے بھی ہوم منسٹر سے رابطہ کر کے اپنے باپ تک پہنچ سکتا ہے۔ ہوم منسٹر کے ٹیلی فون نمبر اور ای میل نمبر بتائے جا رہے تھے۔ میرا نے ان نمبروں کو نوٹ کر لیا۔

وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی کہ کبریا اس سے رابطہ

کرے گا تو اس کا مطلب ہو گا کہ وہ خیال خوانی کر رہا ہے۔ اب اس کے دماغ میں بھی آئے گا۔ وہ تقریباً آدھے گھنٹے تک انتظار کرتی رہی پھر اس نے پریشان ہو کر ہوم منسٹر کے فون پر رابطہ کیا۔ اتنے بڑے سرکاری عہدے دار سے رابطہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔ جب اس کے سیکرٹری کو معلوم ہوا کہ کبریا کے ساتھ رہنے والی میرا کوئی اطلاع دیتا چاہتی ہے تو فوراً ہی ہوم منسٹر سے اس کا رابطہ کرایا گیا۔ انجیل برانچ والے رازداری سے معلوم کرنے لگے کہ وہ کہاں سے فون پر بول رہی ہے؟

ہوم منسٹر نے پوچھا ”کیا تم پر دوسرا ہاتھ کی ہتھیاری اور کبریا کی ساتھی ہو؟ تمہارا نام میرا ہے؟“

”ہاں۔ میں میرا ہوں۔ پوتا سے بول رہی ہوں۔ آپ اپنے سی ایل آئی میں میرا فون نمبر یاد رکھ چکے ہوں گے۔“

”کبریا کہاں ہے؟“ اس کے فادر نے کہا ہے کہ وہ مجھ سے خیال خوانی یا فون کے ذریعے گفتگو کرے گا تو مسٹر فریاد اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔ اس طرح پیچھے ہٹے ہوئے باپ بیٹا مل جائیں گے۔“

میرا نے کہا ”کبریا اچانک مجھ سے پیچھے گئے ہیں۔ میں ان کے پیچھے سے کتنا چاہتی ہوں کہ پہلے جانا انہیں تلاش کر دیا تھا۔ اب وہ بیٹے کو تلاش کریں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ یہ سوچ کر دل گھبرا رہا ہے کہ دشمن ان پر غالب نہ آگئے ہوں۔“

”مسٹر فریاد جب بھی مجھ سے رابطہ کریں گے میں انہیں تمہارا نام اور پتا بتا دوں گا۔ تم اپنی موجودہ رہائش گاہ کا پتا بتاؤ۔“

میرا نے پوتا والے جنگلے کا پتا بتایا۔ دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ اس کے چند روزہ منٹ کے بعد ہی دلچسپیت سنگھ کے جنگلے کو آرمی کے جوانوں نے گھیر لیا۔ دلچسپیت اور اس کی جینی امرت کو پریشان ہو گئے۔ میرا نے کہا ”آپ دونوں نہ گھبرائیں۔ یہ لوگ مجھے حراست میں لینے آئے ہیں۔“

ایک آرمی افسر نے کہا ”تم ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ ابھی تو حراست میں رہو گی۔ اگر کبریا کی خفیہ پناہ گاہ کا پتا نہیں بتاؤ گی تو تمہیں جج چوراء پر۔“

”تو پھر ابھی گولی مار دو۔ مجھے جو کتنا تھا وہ ہوم منسٹر سے کہہ چکی ہوں۔ وہی تم سے کہوں گی“ اس سے زیادہ نہ جانتی ہوں نہ کچھ کہہ سکوں گی۔“

اسے حراست میں لے لیا گیا۔ کبریا ابھی تک سحر زدہ تھا۔ وہ کارڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ رات کے نو بجے وہ کیرالا پہنچا

پھر وہاں سے کارڈرائیو کرتا ہوا ایک دلعلی علاقے میں پہنچ گیا۔ کار سے اتر کر ایک شیشاں گھاٹ کے پورے آدھے دروازے کے پاس آیا۔ اس گھاٹ کو کھول کر اندر پہنچا۔ دور ایک برگد کے گھنے درخت کے نیچے دادی ماں بیٹھی ہوئی تھی۔

اس کے سامنے الاؤ روشن تھا۔ ایک بکرا وہاں کنا پڑا تھا۔ سر اس کے دھڑے لگتا تھا اور وہ سر الاؤ کے شعلوں کے درمیان رکھا ہوا تھا۔ کبریا نے ایک نہایت خوب صورت جوان عورت کو دیکھا۔ وہی دادی ماں تھی۔ اپنی پوتی کا جو ان جسم اور اس کا رنگ روپ حاصل کر چکی تھی۔

وہ اس وقت آنکھیں بند کیے منتوں کا چاب کر رہی تھی۔ کبریا اسے دیکھتا ہوا الاؤ کے پاس آیا پھر آہستہ آہستہ لپکتے ہوئے شعلوں کے چاروں طرف گھومنے لگا۔ اس آگ کے اطراف تین پکر کائنات کے بعد رک گیا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آگئی۔ اس نے اپنی ساڑی کے پلو کو کبریا کی شرت کے دامن سے باندھا پھر آگے چلنے لگی۔ وہ پیچھے چلنے لگا۔ وہ دونوں آگ کے چاروں طرف گھومنے لگے۔

ہندو اندھ رسم کے مطابق یہ آگنی پھیرے تھے۔ اس طرح بیاہ رچایا جاتا ہے۔ میاں بیوی ساری زندگی کے لیے ایک دوسرے کو باندھ لیتے ہیں۔ وہ بلند آواز سے منتر پڑھتی جا رہی تھی اور کبھی جا رہی تھی ”یہ جی جی جی کے آگنی پھیرے نہیں ہیں۔ یہ آگ شاشکی (گواہ) ہے کہ پاتال کی گھرائیوں سے جاپ کیا ہوا منتر تجھے میرا غلام بنا رہا ہے۔“

اس نے ایک منٹھی میں رکھے ہوئے سفوف میں سے تھوڑا سا سفوف لے کر الاؤ پر پھینکا۔ شعلے اور زیادہ بجھنے لگے۔ وہ اور زیادہ بلند آواز میں بولتی ہوئی اس کے ساتھ آگ کے پھیرے لگانے لگی ”تو میرا داس ہے۔ ہمیشہ میرا غلام بن کر رہے گا۔“

وہ اس کے پیچھے چلتا ہوا بولا ”ہمیشہ میرا غلام رہو گے۔“ وہ کچھ منتر پڑھنے کے بعد بولی ”تو اپنے ماں باپ اور خون کے تمام رشتوں کو بھول جائے گا۔“

وہ ایک غلام کی طرح پیچھے پیچھے چلتے ہوئے بولا ”میں اپنے ماں باپ اور خون کے تمام رشتوں کو بھول جاؤں گا۔“ ”مہما کالی ماں آگنی سہا۔ بول تو اپنی پچھلی تمام زندگی بھول جائے گا اور اسے بھی یاد نہیں کرنا چاہیے گا۔“

اس نے آگ کے پھیرے لیے ہوئے اس کی باتیں دہرائیں۔ وہ بولی ”مہما کالی ماں آگنی سہا۔ بول تجھے صرف تیری ذہانت اور خیال خوانی یاد رہے گی اور تو میری مرضی کے

بغیر خیال خوانی نہیں کرے گا۔“

وہ پھر اس کی باتیں دہرانے لگا۔ یہ بھی ایک طرح کا تنویدی عمل تھا۔ وہ معمول کو بند کر کے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پناہ گاہ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ دوسرے پر اسرار علوم جانتی تھی۔ ایسے ہی ایک پر اسرار علم کے ذریعے کبریا کو اپنا معمول اور حکومت بنا رہی تھی۔

آخر میں اس نے آگ کے اطراف ساتواں پھیرا لینے ہوئے کہا کہ وہ آئندہ کسی بھی ٹیلی ویشن جیسے والے کو اپنے دماغ میں نہیں آئے دے گا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ اس کے احکامات کی تعمیل کرنا رہے گا۔

سات پھیرے پورے کرنے کے بعد وہ الاؤ سے ذرا فاصلے پر چاروں شاخے جت لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ گویا کہ تنویدی نیند سونے لگا۔ دادی ماں نے ایک بڑا سیٹھاٹھا اٹھایا۔ اس تھاں پر ایک بڑے سے کٹورے میں پانی دیے ہوئے بکرے کا خون تھا۔ گیندے کے پھول اور کچے چاول رکھے ہوئے تھے۔

وہ ذریعہ کچھ پڑھتی ہوئی کبریا کے چاروں طرف گھومنے لگی۔ کٹورے میں انگلیاں ڈبو کر کبریا پر لو کے چھینٹے دیئے گئے۔ کچھ چاول کے دانے اور کچھ گیندے کے پھول اس پر پھینکے گئے۔ وہ کمری نیند میں ڈوب چکا تھا۔

○☆☆○

میں نے ہوم منسٹر کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ مختلف میڈیا کے ذریعے کبریا کو مخاطب کرے اور اسے یہ بتائے کہ اس کا گمشدہ باپ خود اسے تلاش کر رہا ہے لہذا اسے فوراً ہوم منسٹر سے رابطہ کرنا چاہیے۔

وہ ہوم منسٹر میرے حکم کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ مختلف میڈیا کے ذریعے کبریا کو مخاطب کیا جا رہا تھا۔ میں نے ایک گھنٹے تک اس کا انتظار کیا پھر سوچا ”وہ کہیں مصروف ہے۔ اس لیے نہ ریڈیو سن رہا ہے اور نہ کوئی لی وی جھیل دیکھ رہا ہے۔ وہ جب بھی دیکھے گا یا میرے بارے میں سنے گا تو ضرور مجھ سے رابطہ کرے گا۔ مجھے فی الحال دوسرے معاملات میں مصروف رہنا چاہیے۔“

مجھے اپنے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا کہ میری پوری فیملی کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔ میری چھٹی بیوی آمنہ فریاد اور دوسری بیوی سونیا فریاد ہے۔ آمنہ سے میرے دو بیٹے پارس اور پورس ہیں۔ سونیا سے ایک بیٹی اعلیٰ لی لی اور دوسرا بیٹا کبریا ہے۔ یہ بہن بھائی ایک ہی دن میں پانچ منٹ کے وقفے سے پیدا ہوئے تھے اور ان دنوں وہ

رنگ محل میں پہنچاؤ۔ میں تمہیں ایک لاکھ روپے دوں گا اور تمہاری ترقی کرادوں گا۔

وہ دو افسران اور چار سپاہی ایک دین میں میرا کوٹے کر مہینے آئے۔ اس راشی افسر نے اپنے سامنے جو نیرا فکرو گھر جانے کی چٹھی دی پھر سپاہیوں کو لالچ دے کر میرا کوٹے کے رنگ محل میں لے گیا۔

میرا نے ایک خوب صورت رنگ محل کو دیکھا۔ ایک بہت بڑی خواب گاہ کی دیواروں پر عیاں اور جذباتی تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا ”یہ مجھے کہاں لے آئے ہو؟“

افسر نے کہا ”تم کوئی مجرمہ ہو جس کو تمہیں حوالات میں بند کرتے۔ تم کو خاص سرکاری مسمان ہو۔ ہماری سرکار کبریا سے دشمنی نہیں چاہتی۔ تمہیں یہاں عزت دے کر دوستی کرنا چاہتی ہے۔ اچھا میری ڈیوٹی ختم ہو چکی ہے۔ میں جاتا ہوں۔“

وہ چلا گیا۔ اس خواب گاہ کا دروازہ باہر سے بند کر گیا۔ میرا دوڑتی ہوئی اگر دروازہ پھٹے گی۔ وہاں اور بھی داس اور داسیاں ہوں گی لیکن انہیں دروازہ کھولنے سے منع کر دیا گیا۔ وہ تھک ہار کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ٹیلی فون کے پاس آکر ریسپونڈ کر اٹھا کر کان سے لگایا۔ خاموش رہی۔ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کس نے فون کیا ہے۔ دوسری طرف سے جانا پچانا قندہ سنائی دیا۔ اسے یقین نہیں آیا پھر اس کی آواز سنائی دی ”کیا خوب اڑتی ہوئی چلا ہو۔ یہ بھول گئی تھیں کہ میں پرانا چڑی مار ہوں۔ دیکھ لو؟ تمہیں اپنے دستر خوان پر لے آیا ہوں۔“

وہ نفرت سے بولی ”پانڈے! یہ تم ہو؟ کیا تمہاری شامت آئی ہے؟ جانتے ہو کبریا آئے گا تو تمہارا کیا شتر کرے گا۔“ وہ ہنسنے ہوئے بولا ”اسے آتا ہوتا تو وہ تمہیں پوتا میں قیدی بننے نہ دیتا۔ تمہیں رہائی دلا کر اپنے ساتھ لے جاتا۔ اس کا دل تم سے بھر گیا ہے اب وہ پلٹ کر نہیں آئے گا۔ میں نے سمجھا تھا کسی مسلمان کی گود میں نہ جاؤ۔ میں نے ایک کو قتل کیا تو تم دوسرے کے پاس چلی گئیں۔ کیا مسلمان تمہیں زیادہ خوش کرتے ہیں؟“

”کو اس مت کر۔ تم میں اور میرے مسلمان عاشق میں یہ فرق ہے کہ وہ مجھے اپنی عزت بنا رہا ہے اور تمہاری ہو۔ پاپ کرنا چاہتے ہو تمہاری یہ خواہش بھی پوری نہیں ہوگی۔“

کتا بیات پبلی کیشنز

کرنا چاہیے۔ چادو کتنا ہی خطرناک ہو اسے روحانی عمل سے خاک میں ملایا جاسکتا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق شیطانی قوتوں کو غالب آتا دیکھتے ہیں اور یہ پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ ان سے متاثر ہونے والا بندہ اپنے تدر تدر سے اور ایمانی حوصلے سے مخالف قوتوں کو کچل دے گا۔

شیطانی قوتیں جب بالکل ہی جان و مال اور ایمان کی سلامتی کے لیے خطرہ بن جائیں تب روحانی علوم سے استفادہ کیا جاتا ہے اور ان مخالف قوتوں کو خاک میں ملایا جاتا ہے۔ میں اپنے ذاتی تجربات سے بھی یہی درس حاصل کر رہا تھا۔

میں یادداشت واپس آنے تک خاموش نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ میں نے ہوم فشر کے خیالات پڑھے تو پتا چلا۔ ایک گھنٹا پہلے میرا نے اس سے رابطہ کیا تھا۔ وہ کبریا کے ساتھ پوتا میں تھی۔ کبریا اچانک اس سے ٹھوٹ گیا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ میں اسے تلاش کروں۔ وہ بہت پریشان تھی۔

ہوم فشر نے میری مرضی کے مطابق پوتا کے آرمی افسران سے رابطہ کیا۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچ گیا۔ دو افسران کے خیالات نے بتایا کہ وہ پاپوں کے ساتھ دلچسپ کے بیچلے میں تھے پھر انہوں نے میرا کو حراست میں لے کر اسے ممبئی پولیس کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ لوگ اسے ممبئی لے گئے تھے۔

ایک آرمی افسر نے اس پولیس افسر سے رابطہ کیا جو میرا کو وہاں سے لے گیا تھا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ اپنے اعلیٰ افسران سے رابطہ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا ”سر! میں نہیں جانتا وہ اچانک کہاں غائب ہو گئی ہے۔ یہ ٹیلی فون کا چادو ہو سکتا ہے۔ کبریا ہم سب کو غائب دماغ بنا کر اسے ہماری کسٹڈی سے نکال کر لے گیا ہے۔“

یہ بات میرے لیے قابل قبول نہیں تھی۔ اگر کبریا خیال خوانی کر رہا تھا اور میرا کو ان کی قید سے نکال کر لے گیا تھا تو پھر وہ میرے دماغ میں بھی آسکتا تھا۔ پتا صرف مجھ ہی کے پاس جائے اور باپ کے پاس نہ آئے۔ یہ بات میں تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔

میرا کو پوتا سے دو پولیس افسران ممبئی لائے تھے۔ میں نے دوسرے افسر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ اس کے خیالات پڑھے تو میرا کے خلاف سازش کا علم ہوا۔ تا کیشور پانڈے ممبئی پہنچا ہوا تھا۔ اس دوسرے افسر نے اسے فون پر بتایا تھا کہ وہ میرا کو پوتا سے گرفتار کر کے لانے والا ہے۔ تا کیشور پانڈے نے اس افسر سے کہا ”میرا کو میرے

”جناب! آپ روحانی علوم کے ذریعے بہت کچھ جانتے ہیں۔“

”ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اب کبریا گردش میں آ رہا ہے۔ جب تم گردش میں آگے تھے تو سونا اور تمہارے تمام بچوں نے ہم سے روحانی امداد مانگی تھی لیکن ہم نے معذوری ظاہر کی تھی۔“

وہ ایک ذرا توقف سے بولے ”بعض اوقات قدرت شیطانوں اور منفی خیالات رکھنے والوں کو ڈھیل دیتی ہے۔ انہیں حق پر غالب آنے کا موقع دیتی ہے۔ دنیا والوں کو یہ تماشا دکھائی ہے کہ غالب آنے والی شیطانی قوتیں دیرپا نہیں ہوتیں۔ انہیں اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ تم کالے چادو کو مات دے کر شیطانی قوتوں کو کمزور بنا کر آزادی حاصل کر چکے ہو۔ تمہارے حالات دیکھنے اور پڑھنے والے سمجھیں گے کہ وہ بھی تمہاری طرح ذہانت اور حوصلوں سے شہر قابو پا سکتے ہیں۔“

ازل سے خیر و شر کے درمیان جنگ جاری ہے۔ اسی لیے جناب تمہاری جیسے روحانی علوم رکھنے والے بزرگ خاموشی سے شر کے غالب آنے کا تماشا دیکھتے ہیں۔ شر کا یہ غلبہ عارضی ہوتا ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا ”تم اپنی ذہانت اور حوصلوں کے باعث وقت سے پہلے نجات حاصل کر چکے ہو لیکن مکمل نجات حاصل نہیں ہوئی ہے۔ نجات کے لیے چند گھنٹے رہ گئے ہیں۔ فی الوقت تمہیں کبریا کا آڈیو ٹیپ سن کر اس کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ اسے حالات کے دھارے میں بہنے دو۔ اپنی طرح اسے بھی اپنی مدد آپ کرنے دو۔ خدا تمہارے ساتھ ہے تو اس کے ساتھ بھی ہے۔ اچھا میری عبادت کا وقت ہو رہا ہے خدا حافظ۔“

میں ان کے دماغ سے نکل آیا۔ ان کی دو باتیں اہم تھیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر عمل اعتماد رکھ کر اپنی مدد آپ کرنا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ چند گھنٹوں کے بعد میری یادداشت مکمل طور پر واپس آنے والی تھی اور وادی ماں کا رہا سا طلسم بالکل ہی ختم ہونے والا تھا۔

انہوں نے فرمایا تھا کبریا گردش میں آ رہا ہے۔ اس کے باوجود مجھے اس کا آڈیو ٹیپ نہیں سننا چاہیے۔ چند گھنٹوں کے بعد میرا حافظہ پہلے کی طرح مضبوط ہونے والا تھا۔ تب میں اس کی آواز اور لہجے کو یاد کر کے اس کے اندر جاسکتا تھا اور اس کے کام آسکتا تھا۔

جناب تمہاری جیسے اسلامی نظریے کے مطابق ان جیسے روحانی علوم رکھنے والوں کو قدرتی معاملات میں مداخلت نہیں

سولہ برس کے ہیں۔ امین فارن آفس میں میرا اور میری پوری فیملی کا ریکارڈ موجود تھا۔ میں نے وہاں سے بابا صاحب کے ادارے کے کئی فون نمبر معلوم کیے پھر ایک فون کے نمبر پر کال کی۔ دوسری طرف سے بابا صاحب کے ادارے کے انچارج ٹیلی فون بن کر مکر کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا ”میں فرما علی تیمور بول رہا ہوں۔“

میرا نام سنتے ہی وہ خوشی سے اچھل پڑا ”فرہاد صاحب! آپ کی آواز سن کر کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ یہ بیان نہیں کر سکتا۔ ہمیں یقین تھا کہ آپ کی یادداشت واپس آجائے گی۔“

”میری یادداشت واپس نہیں آئی ہے۔ میں مختلف ذرائع سے اپنے بارے میں معلومات حاصل کر رہا ہوں۔“

”پھر تو آپ کو جناب تمہاری سب سے گنگو کئی چاہیے۔ آپ فون بند کر کے میرے دماغ میں آجائیں۔“

میں اس کے اندر آ گیا۔ اس نے انٹر کام کے ذریعے جناب تمہاری سب سے کہا ”جناب! اس وقت فرہاد صاحب میرے اندر موجود ہیں۔ آپ سے گفتگو کریں گے۔“

انہوں نے کہا خوش آمدید فرہاد! آجاؤ۔“

میں ان کے اندر پہنچ گیا۔ انہیں سلام کرنے کے بعد بولا ”حضور! محترم! میرا حافظہ اب تک کمزور ہے۔ میری کچھ مدد فرمائیں۔“

”تم اپنی مدد آپ کے طور پر خود ہی اپنی یادداشت واپس لا رہے ہو۔ چند گھنٹوں کے بعد تمہارا حافظہ پہلے کی طرح مستحکم ہو جائے گا۔“

”شکریہ۔ میں ہندوستان میں ہوں۔ کبریا بھی اسی ملک میں کہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ یہاں بابا صاحب کے ادارے میں ہم سب کے ریکارڈ ہیں۔ ان میں ہماری تصویریں، محرک فلمیں اور آڈیو ٹیپ ہیں۔ میں آڈیو ٹیپ کے ذریعے اپنی بیویوں اور بچوں کی آوازیں سننا چاہتا ہوں۔“

”تم سب سے پہلے کبریا کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچنا چاہو گے۔ تم اپنے طور پر اس تک پہنچنے کی تاکم کو ششیں کر رہے ہو۔“

یانی نہیں آتا۔ تو مجھے طوائفوں کے بازار میں پہنچانا چاہتا تھا۔ اب میں تجھے بچاؤ کروں گی۔“

پھر وہ افسر سے بولی ”تو نے رقم حاصل کرنے اور ترقی پانے کے لالچ میں مجھے یہاں پہنچایا ہے۔ اگر کچھ دیر زندہ رہتا چاہتا ہے تو پانڈے کی ایسی پٹائی کر کہ یہ اپنے لمبوس نہا جائے اور پانڈے! تو اپنا بچاؤ کرنا چاہتا ہے تو اس افسر کی پٹائی کر۔ تم میں سے جو جیتے گا۔ میں اسے ایک گھنٹے تک زندہ رہنے دوں گی۔“

وہ دونوں ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھنے لگے۔ میرا نے فرش پر سے اس کا ریا لور اٹھا کر کہا ”میں انتظار نہیں کروں گی۔ گولی چلا دوں گی۔“

اس نے افسر کے پیروں کے پاس ایک فائر کیا۔ وہ اچھل کر پانڈے کے پاس آیا اور اس کے منہ پر گھونسا جڑ دیا۔ پانڈے کو اپنا بچاؤ کرنا تھا پھر اسے بڑے لیڈر کی توہین تھی کہ اس کے زیر اثر رہنے والا افسر اسے مار رہا تھا۔ لہذا دونوں میں ٹھن گئی۔ دونوں صحت مند اور طاقت ور تھے۔ ایک دوسرے پر زبردست حملے کر رہے تھے۔ مار بھی رہے تھے اور مار کھا بھی رہے تھے۔

میں نے میرا سے کہا ”تم کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں جا کر آرام کرو۔ میں تمہارے پاس آتا رہوں گا۔ یہاں کے ایک تھانے میں تمہارا سفری بیگ ہے۔ اس میں لاکھوں روپے ہیں۔ وہ بیگ ابھی تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔“

وہ وہاں سے جانے لگی۔ وہ دونوں لڑتے لڑتے رک گئے۔ اس نے پلٹ کر گولی چلائی تو وہ پھر لڑنے لگے۔ اس نے کہا ”میں یہاں چھپ کر رہوں گی اگر کسی نے ہاتھ روکا تو اسے گولی مار دوں گی۔“

وہ چلی گئی۔ دونوں لڑ رہے تھے۔ زخمی ہو رہے تھے۔ ہانپ رہے تھے۔ ان کے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ میں نے پانڈے کو مجبور کیا۔ وہ بیٹھے ہوئے کپڑوں کو اپنے جسم سے الگ کرتا ہوا دوڑتا ہوا رنگ محل سے باہر آیا۔ وہ افسر بھی اس کے پیچھے دوڑتا ہوا اگر اسے مارنے لگا۔ وہ سڑک پر ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے بالکل ننگے ہو گئے۔ میں کبھی اس کے اور کبھی اس کے دماغ میں جا کر انہیں ایسی حرکتیں کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔

اس سڑک پر بھیڑ لگ رہی تھی۔ پولیس والے آگئے تھے۔ وہ ان دونوں کو پہچانتے تھے۔ ان میں سے ایک ان کا بڑا افسر تھا۔ دوسرا برسر اقتدار پارٹی کا مشہور و معروف لیڈر تھا۔ انیسٹر ان دونوں کو لڑائی سے روکنا چاہتا تھا۔ اس بڑے افسر

وہ سیم کرولا ”نہیں نہیں۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ میں تمہارا لک ہوں تمہارا ان داتا ہوں۔ گن پھینک دو۔“

اسی وقت فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ پانڈے کا نشانہ لینے والا جی مار کر گر پڑا۔ وہ پولیس افسر وہاں پہنچ گیا تھا، جس نے میرا کو وہاں پہنچایا تھا۔ اس نے کہا ”پانڈے صاحب! آپ نے ہلاک۔ میں دوڑا چلا آیا لیکن یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ آپ کے پانچ وفادار مارے گئے ہیں اور یہ دروازہ ٹوٹا ہوا ہے۔“

وہ غصے سے بولا ”وہ کتنا اندر ہے۔ تم نے اسے یہاں بند کرتے وقت چیک نہیں کیا۔ اس کے پاس ہسپتال ہے۔ وہ دھڑے گولیاں چلا رہی ہے۔ میں اندر کیسے جاؤں؟“

”اسے پوتا میں مگر فائر کرتے وقت چیک کیا گیا تھا۔ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ یہاں آپ اپنا ہسپتال بھول گئے“

”اب اس مت کرو۔ کسی بھی طرح اسے کنٹرول کرو۔“

میرا دلچھ رہی تھی کہ اس کے حواریوں نے ایک دوسرے کو ہلاک کیا ہے اس کا دل کہہ رہا تھا، اس کا ٹیلی بیٹی جاننے والا محبوب آیا ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا ”ہی! میں کبھی نہیں ہوں۔ اس کا باپ ہوں۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”پاپا! آپ آئے ہیں۔ آپ میرے اس آئے ہیں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔“

”تم حیران کیوں ہو؟ تم میرے بیٹے کی جان ہو۔ میری ہو۔ میرے خاندان کی عزت ہو۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی نہیں میلی نظروں سے دیکھے۔ دیکھنے والوں کا انجام ابھی کیوں۔ دروازہ کھولو اور باہر جاؤ۔“

وہ مسرتوں سے سرشار ہو رہی تھی۔ دروازے کے پاس آکر بڑے شکاف سے باہر دیکھتی ہوئی بولی ”میں باہر آ رہی ہوں۔“

افسر نے پوچھا ”کیا تم نے ہتھیار پھینک دیا ہے؟“

”ہاں۔ تم بھی پھینک دو۔“

میں افسر کے اندر آیا۔ اس نے اپنا ریا لور پھینک دیا۔ پانڈے نے کہا ”یہ کیا کر رہے ہو؟ اسے اٹھاؤ۔ ورنہ یہ آپ گولی چلائے گی۔“

میرا دروازہ کھول کر باہر آگئی۔ وہ فرش پر پڑا ہوا ریا لور اٹھا کر چاہتا تھا۔ اس نے کہا ”سیدھی طرح کھڑے رہو۔ نہیں لڑک میں پہنچ جاؤ گے۔“

پھر وہ پانڈے سے بولی ”تو کہتا ہے۔ کتا ہی رہے گا۔ تیری دان میں میری عمر کی ہے۔ اس کی جوانی دیکھ کر تیرے منہ میں

دیکھا تو ایک نیکی کے نیچے بھرا ہوا ہسپتال رکھا ہوا تھا۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ اسے وہاں سے اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا۔

اب وہ تمام حواری کھانڈیاں لاکر دروازے کو توڑ رہے تھے۔ ایک کھانڈی کا پھل دروازے کو توڑتا ہوا اندر آیا پھر باہر چلا گیا۔ وہاں شکاف برکیا۔ آہستہ نظر آنے لگا۔ ایک نے اس شکاف سے جھانک کر اندر دیکھا۔ میرا نے گولی چلا دی۔ اس کے حلق سے سچ نکلی پھر اس شکاف کے پاس کوئی نہیں آیا۔ پانڈے کی گرج دار آواز سنائی دی ”اس کتنا کس نے ہتھیار دیا ہے۔ اس کے افسر کو ہلاؤ۔ اس نے اس کی تلاشی کیوں نہیں لی؟ کچھ بھی ہو۔ یہ دروازہ توڑ دو۔“

پھر دروازے پر کھانڈیاں چلنے لگیں۔ دروازہ توڑا توڑا کر کے ٹوٹنے لگا۔ وہ میرا کو صاف طور سے دکھائی دینے لگے۔ اس نے دوسری گولی چلائی۔ کھانڈی چلانے والا جی مار کر گر پڑا۔ سب وہاں سے دور چلے گئے۔ اب کوئی بھی دروازے کے سامنے آتا تو بے موت مارا جاتا۔

پانڈے نے گرج کر کہا ”تمہارے پاس گولیاں کم ہوں گی۔ کب تک فائر کرتی رہو گی۔ اب یہاں سے بھی گولیاں چلائی جائیں گی پھر فائرنگ اس وقت بند ہوگی جب تمہاری گولیاں ختم ہو جائیں گی۔ اس کے بعد بولو۔ خود کو کیسے بچاؤ گی؟“

”میرے پاس ایک ہی ہسپتال ہے۔ میں اس کی آخری گولی اپنے لیے بچاؤں گی۔ تم میری زندگی میں مجھے ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔“

اس خواب گاہ کے باہر پانڈے کے دو حواری مارے گئے تھے۔ تین رہ گئے تھے۔ ایسے وقت میں اس کے دماغ میں آگیا۔ اس نے حواریوں کو حکم دیا اندر فائر کرو۔ مسلسل فائر کرتے رہو۔“

ان میں سے ایک حواری نے اپنے ساتھی کو گولی مار دی پھر اس سے پہلے کہ اسے روکا جاتا۔ اس نے دوسرے حواری کو شوت کر دیا۔ پانڈے نے غصے سے پوچھا ”کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ تم نے اپنے ساتھیوں کو کیوں مار ڈالا؟“

اس نے اپنی گن سے اس کا نشانہ لیا۔ وہ پیچھے ہٹے ہوئے پھر ادھر ادھر بھاگتے ہوئے بولا ”اسے آگولی چل جائے گی۔ میں تمہارا سینٹر ہوں۔ کیا وہ ٹیلی بیٹی جاننے والا تمہارے دماغ میں گھسا ہوا ہے؟“

وہ نشانہ لیتے ہوئے بولا ”پانڈے! اب تیری باری ہے۔“

اس کبریا کا سہارا لے کر بہت نقصان پہنچایا ہے۔ میں تمہارے خوب صورت بدن کی وہ عجیب اڑانے کے بعد تمہیں طوائفوں کے محلے میں پہنچا دوں گا۔ وہاں دو ٹکے کے لوگ اگر تمہیں دن رات نوچتے گھسوتے رہیں گے۔“

وہ ریسپور رکھ کر دروازے کے پاس آئی اور اسے اندر سے بند کر دیا۔ ایک پچھلا دروازہ اور دو کھڑکیاں تھیں۔ ان سب کو بھی اندر سے اچھی طرح بند کر کے واپس ٹیلی فون کے پاس آئی۔ ریسپور اٹھا کر ہوم مشن کے نمبر پر کیے۔

تھوڑی دیر بعد رابطہ ہوا۔ وہ بولی ”میں کبھی پانڈے نے اپنے رنگ محل میں مجھے قیدی بنایا ہے۔ یہ کتنے خرم کی بات ہے کہ آپ کے پولیس والوں نے مجھے یہاں پہنچایا ہے۔ آپ سے انتہا کثرتی ہوں۔ مجھے یہاں سے رہائی دلائیں۔“

وہ بولا ”پہلے ٹیلی فون جی جانے والا بیٹا تمہارے دیس میں آیا پھر اس کا باپ آیا۔ اب وہ دونوں ہی غائب ہو گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ باپ بیٹے کی ملاقات ہو گئی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو پا کر اس دیس سے چلے گئے ہیں۔“

میرا نے بڑے اعتماد سے کہا ”کبریا کبھی مجھے بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ وہ ابھی رابطہ نہیں کر رہے ہیں۔ ان کی کوئی مجبوری ہوگی۔“

”تم بہت ہی ذلیل عورت ہو۔ اپنے دیس کی دشمن ہو۔ مسلمانوں سے دوستی کرتی ہو اور ہم سے دشمنی۔ دیس کے غداروں کو جو سزا دی جاتی ہے۔ وہی تمہیں بھی ملنی چاہیے۔ ناگیش ور پانڈے برسر اقتدار پارٹی کا لیڈر ہے۔ وہی تمہیں سزا میں دے گا۔“

دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ دروازے پر دستک سنائی دی۔ میرا نے ریسپور رکھ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ باہر سے پانڈے کی آواز سنائی دی ”دروازہ کھولو۔ تمہارا یار آیا ہے۔“

وہ بولی ”کتے کی طرح بھونکتے رہو۔ دروازہ نہیں کھلو گا۔“

وہ دروازے کو دھکے مارنے لگا۔ اپنے حواریوں سے بولا ”اسے توڑ دو۔ سب مل کر دھکے مارو۔“

رنگ محل کی کھڑکیاں اور دروازے شیشم کی مضبوط لکڑی سے بنے ہوئے تھے۔ انہیں توڑا نہیں جاسکتا تھا لیکن وہ سب کوششیں کر رہے تھے۔ میرا وہاں کی الماریاں کھول کر کوئی ہتھیار تلاش کرنے لگی۔

کسی بھی الماری میں کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ایک چھوٹا سا چاقو بھی نہیں ملا۔ اس نے بیڈ کے نیچے پھر کیوں کے نیچے

عمدے داروں کی پردہ پوشی کرتے رہتے ہیں۔ پانڈے نے ریوالور کی مال کو اپنی کنپٹی پر رکھتے ہوئے کہا ”ہم جیسے بڑے لیڈروں کی خود غرضی، رشوت خوری، قوی خزانے کی لوٹ مار اور عیاشی کے اثرات پوری قوم پر پڑتے ہیں۔ پورے ملک میں ہماری وجہ سے کرپشن پھیلتا ہے ہمیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔“

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبایا۔ ٹھانسی کی آواز کے ساتھ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ میں نے پھر اسی افسر کی زبان سے کہا۔ ”اس کے بغیر تاک انجام کو یاد رکھو۔ میری ہوس میرا اس شہر میں موجود ہے اگر کوئی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا تو اس دشمن کے ساتھ تم سب کی شامت آجائے گی۔ یہ نمونہ جو میں نے پیش کیا ہے اس سے سبق حاصل کرو۔“

میں یہ وارننگ دے کر میرا کے پاس آگیا۔ وہ ایک فائنڈ اشار ہوئی کے سوئٹ میں تھی۔ اس کا سفری بیگ اس کے لاکھوں روپے کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا۔ وہاں کی پولیس اور انتظامیہ والے سمجھے تھے وہ بیک نوڈ آہی اس کے پاس پہنچا رہا تھا اور آئندہ بھی اس کی فرماں برداری اور خدمت گزاری کے لیے مستعد رہنے والے تھے۔

میں نے اپنی ہوس کے خیالات پر بھڑک کر معلوم کیا کہ کبیرا کن حالات میں اس سے منجھ گیا ہے؟ پھر میں نے اسے مخاطب کیا ”بھئی! میں نے معلوم کیا ہے۔ وہ اچانک ہی دوڑتا ہوا اس بنگلے سے باہر گیا تھا پھر دلچسپ نگہ نے اسے کسی کار میں جالتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔“

”جی ہاں۔ اگر وہ ہوش میں رہتے تو مجھے بتا کر جاتے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں؟ وہ تو سڑکوں پر دوڑتے وقت دلچسپ کی آواز بھی نہیں سن رہے تھے شاید آپ اسے نہ مانتے ہوں؟ لیکن میں جادو ٹوٹے کو مانتی ہوں۔ کسی دشمن نے ان پر جادو کیا ہے۔“

”میں مانتا ہوں۔ مجھ پر بھی جادوئی جھکڑے آزمائے گئے ہیں۔ میرے بیٹے کو سحر زدہ کیا گیا ہے اور میں سمجھ رہا ہوں کہ ایسا کس نے کیا ہے؟ میں ابھی اس سے نمٹ لوں گا۔“

”آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس دشمن کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کیا اس نے ان کی علی بیٹی کی ملا جلتی ختم کر دی ہیں؟ کیا اسی لیے وہ خیال خواتی نہیں کر رہے ہیں؟“

”تم اطمینان رکھو۔ میں یہ معلوم کر لوں گا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ اور میں

نے اس کے ہوسٹر سے ریوالور نکال کر پانڈے کے ایک پیر میں گولی ماری وہ چیختے ہوئے لنگڑانے لگا۔ افسر نے ایک ہوائی فائر کیا۔ تمام لوگ سسم کر دوڑ جانے لگے۔ اس نے ریوالور پانڈے کو دے کر کہا ”اب تم میری ٹانگ میں گولی مارو۔ حساب برابر کرو۔“

پانڈے نے ریوالور لے کر حساب برابر کیا۔ ذرا سی دیر میں برسرِ اقتدار پارلی کے دوسرے لیڈر اور اہم کارکن وہاں آگئے۔ پولیس اور انتظامیہ کے بڑے افسران بھی وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت تک میں نے ان دونوں کے ہاتھوں میں دو دو ریوالور پہنچا دیے تھے۔ وہ تمام آنے والے خوف زدہ تھے۔ کیونکہ جو بھی ان کے قریب جانا چاہتا تھا وہ ان پر فائر کرنے لگتے تھے۔

پانڈے نے کہا ”خبردار! کوئی ہمارے قریب نہ آئے۔ میں نے فریاد علی تیور کی ہوس کو علی نظروں سے دیکھا تھا۔ مجھے اس کی سزا مل رہی ہے۔ میں سر بازار رنگا ہو گیا ہوں۔ اپنے لہو میں بیگ رہا ہوں۔ میری ایک ٹانگ میں گولی لگی ہے۔ ابھی اور بھی گولیاں لگیں گی۔“

اس افسر نے کہا ”میں نے فریاد صاحب کی ہوس کو اس کیلئے پانڈے کے پاس پہنچایا تھا۔ مجھے اس کی سزا مل رہی ہے۔ میں بھی رنگا ہو چکا ہوں۔ اپنے لہو میں نما رہا ہوں۔ میرا انجام دیکھو اور ان علی بیٹی جاننے والوں سے دشمنی نہ کرو۔“

وہ شاید کچھ اور کہنے والا تھا لیکن پانڈے نے اسے گولی ماری۔ وہ اچھل کر گر پڑا پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ بڑے بڑے افسران دوڑ کھڑے اس سے کہہ رہے تھے کہ وہ ریوالور پھینک دے۔ ایک سرکاری عہدے دار بلند آواز سے کہہ رہا تھا ”سٹر فریاد! آپ پانڈے صاحب کو عبرت ناک سزا دے چکے ہیں۔ اب انہیں معاف کر دیں۔ یہ سرعام ننگے ہو کر ذلیل ہو رہے ہیں۔ بس کریں۔ ہمت ہو چکا ہے انہیں معاف کر دیں۔“

میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا ”میں اس کی زبان سے فریاد بول رہا ہوں۔ تم اونچی کرسیوں پر بیٹھے والے بے حس اور بے غیرت لوگ اپنے جیسے عیاش کے لیے معافی چاہتے ہو۔ یہ پرائی، بنوں اور بیٹیوں کی عزتوں سے کھلتا رہا۔ کیا یہ قابلِ معافی ہے؟ اگر ہے تو اپنی بنوں اور بیٹیوں کو میاں چور رہے پر لاؤ اور ان کی آبرو کھنے کا تماشا دیکھو پھر میں اس کے کو معاف کر دوں گا۔“

ان سب کو چپ لگ گئی۔ دنیا کے کچھ ممالک میں ایسے بے غیرت اعلیٰ عہدے دار ہوتے ہیں۔ جو اپنے جیسے بدکار

سے کس طرح واپس لا سکتا ہوں؟ یہ میں چند گھنٹوں کے بعد معلوم کر سکوں گا۔“

اس نے تجب سے پوچھا ”آپ بیٹے کے پاس پہنچنے کے لیے اتنی دیر کیوں کریں گے؟“

”تمہیں یہ تو معلوم ہو گا کہ میں کہیں ہم ہو گیا تھا؟ اصل مجھ پر بھی جادو کیا گیا تھا۔ ایک کالے عمل کے ذریعے میرے حافظے کو کمزور بنا دیا گیا تھا۔ اب وہ کالا عمل کمزور پڑ رہا ہے۔ چند گھنٹوں میں اس کے اثرات بالکل ختم ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میں ہی کبیرا سے رابطہ کروں گا۔ میرا خیال ہے، تمہیں یہاں تھا نہیں رہتا چاہیے۔ اپنے پروفیسر انفکٹ کے پاس جا کر رہتا چاہیے۔ یہاں بظاہر کوئی دشمن نہیں رہا ہے لیکن دور دراز کوئی دشمنی کر سکتا ہے۔“

”میں اس دیس میں جہاں بھی جاؤں گی۔ مجھ سے دشمنی لی جائے گی۔ کبیرا پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے سرکاری اور ذہنی راز چرائے ہیں۔ یہی الزام آپ پر بھی ہو گا اور میں آپ کی ہوسوں۔ وہ مجھے بھی اس دیس کی دشمن سمجھتے رہیں گے۔ برزہ میری نگرانی بھی کرتے رہیں گے اور نقصان پہنچانے کی بھی کوشش کرتے رہیں گے۔“

”تم درست کہہ رہی ہو پھر بھی تمہیں یہاں تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ پروفیسر انفکٹ جیسے بزرگ کے سامنے میں رہتا ہوں۔“

وہ اپنے سر پر آنچل رکھتے ہوئے بولی ”ہاں! میں اپنا میکا بھڑ چکی ہوں۔ مجھے سسرال میں آپ جیسے بزرگ کے ساتھ رہنا چاہیے۔“

”میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ اگر حالات سازگار ہوتے تو میں ابھی تمہارے پاس پہنچ جاتا یا تمہیں اپنے پاس لایا لیکن یہاں تمہارے ساتھ کوئی بھی مرد ہو گا تو یہ شبہ کیا جائے گا کہ وہ تمہارا شوہر ہے یا سسر ہے کبیرا ہے یا فریاد ہے؟ تم جب بھی میرے قریب آؤ گی میں تمام دشمنوں کی نظروں بن آ جاؤں گا۔“

”میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ واقعی مجھے آپ سے دور رہنا چاہیے لیکن میرا دل کہتا ہے کہ وہ ضرور یہاں آئیں گے۔ مجھے انتظار کرنا چاہیے۔ آپ مجھے کل صبح تک یہاں رہنے کی اجازت دیں۔“

”ٹھیک ہے۔ اپنے اطمینان کے لیے یہاں رہیں۔ ایسے بھی جہاں جاؤں گی میں تمہاری نگرانی کرتا ہوں گا۔“

وہ دن گزر چکا تھا۔ رات ہو گئی تھی۔ میں نے کہا رات کا کھانا کھا کر آرام کرو۔ کبیرا کا سراغ ملتے ہی میں

تمہیں خوش خبری سناؤں گا۔“

میں نے ایک موبائل نمبر نوٹ کرانے کے بعد کہا ”کمرے کا دروازہ اندر سے بند رکھو۔ خطرہ محسوس کرتے ہی مجھے کال کرو۔ میں آ جاؤں گا۔“

اسے ہر طرح سے تحفظ کا یقین دلا کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ایسے وقت میں پہلے سے زیادہ دماغی توانائی محسوس کر رہا تھا۔ اس جزیرے سے آنے کے بعد بھی ذہن پر ایک دھند سی چھائی رہتی تھی۔ جس طرح بیٹائی کمزور ہونے کے باوجود ہم کسی حد تک دیکھنے کے قابل رہتے ہیں۔ اسی طرح دھند محسوس کرنے کے باوجود میں ذہانت سے کام لیتا رہا تھا۔

اب وہ دھند چھٹ رہی تھی۔ جناب تمبری کی پیش گوئی کے مطابق پہلے کی طرح ذہن کو توانائی حاصل ہو رہی تھی۔ میں یاد کرنے لگا کہ میرے بیٹے کی صورت کیسی ہے؟ وہ کس طرح بولتا ہے؟ اس کی آواز کیسی ہے؟

میں اسے تصور میں دیکھنے لگا۔ بیٹے کا جانا پہچانا چہرہ دکھائی دینے لگا لیکن چہرہ صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی اور سونیا کو یاد کیا۔ ان کی صورتیں بھی اسی طرح دھندلی سی دکھائی دیں۔ دھندلی ہونے کے باوجود وہ پہچانی جا رہی تھیں۔ میرا حافظہ رفتہ رفتہ توانائی حاصل کر رہا تھا۔

جناب تمبری نے فرمایا تھا ”چند گھنٹوں کے بعد یادداشت واپس آجائے گی۔ پہلے کی طرح حافظہ مستحکم ہو جائے گا۔ چار چھ گھنٹے ہوں یا آٹھ دس گھنٹے ہوں انہیں چند گھنٹے کہا جائے گا۔ بارہ گھنٹوں کے بعد ایک دن یا ایک رات کھلائی ہے۔ ان کی پیش گوئی کو ابھی سات گھنٹے گزرے تھے۔“

اگر ان کے چہرے صاف طور پر نظر آتے۔ ان کی آنکھیں واضح طور پر دکھائی دیتی تو میں ان آنکھوں میں جھانکتا ہوا ان کے دماغوں میں پہنچ جاتا۔ بہر حال اب زیادہ انتظار نہیں کرنا تھا۔ میں بڑے صبر سے وقت گزار رہا تھا۔

کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ میں ڈانٹنگ ہال میں کھانے کے لیے جانا چاہتا تھا۔ اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے اسے کھولنے سے پہلے پوچھا ”کون؟“

باہر سے ایک مترنم آواز سنائی دی۔ وہ فرانسیسی زبان میں بول رہی تھی ”معذرت خواہ ہوں۔ آپ کو ڈسٹر ب کر رہی ہوں۔ کیا مجھ سے دو باتیں کرنا پسند کریں گے؟ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔“

نہیں رہی تھی۔ اس پر اس طرح حملہ ہوا تھا کہ وہ مجھ پر شبہ نہیں کر سکتی تھی۔

مرہم پہننے کے بعد وہ پلٹے پھرنے کے قابل ہو گئی۔ ہم نے ہوٹل میں پہنچ کر رات کا کھانا کھایا۔ آرمی کے جوان دوری دور سے رادھیکا کی گھرائی کر رہے تھے جب وہ دونوں بد معاش پرس چھین کر بھاگنے لگے تو کچھ دور جانے کے بعد انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے بیانات سے پتا چلا کہ وہ پیشہ ور چور آچکے ہیں۔ آرمی والوں نے ایک سپاہی کے ذریعے وہ پرس رادھیکا تک پہنچا دیا۔

کھانے کے بعد ہم اوپر اپنے کمروں کی طرف جانے لگے۔ ایسے وقت میں نے تصور میں سوچا "علی بی بی اور گہریا کو صاف طور سے دیکھا۔ ان کی آوازیں اور سچے سچے بھی یاد آگئے۔ اب میں رادھیکا سے جلد از جلد چھٹا چھڑانا چاہتا تھا۔ وہ خود ہی اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر بولی "میں کزوری محسوس کر رہی ہوں۔ اب جا کر سو جاؤں گی۔ اوکے گڈ نائٹ!"

وہ اپنے کمرے میں گئی۔ میں اپنے کمرے میں گیا۔ اس نے کمرے چھپتے ہی فون کے ذریعے اپنے سینئر افسر سے رابطہ کیا۔ میرے ساتھ وقت گزارنے کے سلسلے میں رپورٹ دی پھر کہا "یہ فریاد نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ اس نے میری ذات میں دلچسپی نہیں لی۔ دوسری بات یہ کہ انگال ہے۔ ٹیلی جنسی جانے والے کبھی کسی کے محتاج نہیں ہوتے۔ وہ میرا محتاج ہو گیا ہے پھر یہ کہ بہت ہی بزدل ہے۔ ایک چور سے مار کھا کر گر پڑا تھا۔"

وہ میری اتنی خامیاں گنوا رہی تھی جو کسی بھی ٹیلی جینسی جاننے والے میں نہیں ہو سکتی تھیں پھر اس نے کہا "یہ فریاد نہیں ہے۔ میں اپنی ذہنی کے مطابق کہہ رہا ہوں۔ یہ کسی شک و شبہ تھی۔ مجھے خواہ مخواہ کہتی ہے بلایا گیا ہے۔ یہ کسی شک و شبہ کے بغیر جیسے جیسے ہے۔ میں یہاں وقت ضائع نہیں کروں گی۔ کبھی جانے والی فلائٹ میں میری ایک سیٹ ریزرو کرا دیں۔"

میں اس کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔ وہ اور اس کے آرمی جوان میرا چھٹا چھڑانے والے تھے۔ میں نے ایک جگہ آرام سے بیٹھ کر آنکھیں بند کیں۔ اپنے بیٹے گہریا کا تصور کیا۔ اب وہ مجھے صاف طور پر دکھائی دے رہا تھا پھر میں نے اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا اور خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے اندر پہنچا۔ اسی لمحے اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔

وہ اپنی پسند سے سوٹ خریدنے لگی پھر دوسری دکانوں میں جا کر ضرورت کی دو سری چیزیں بھی خریدتی رہی۔ مجھے شبہ تھا کہ اس کا تعلق انڈین انٹیکل برانچ سے ہے۔ وہ پیدائشی ہندوستانی ہے۔ چونکہ سرخ و سفید ہے۔ اس لیے یورپی عورت لگتی ہے۔ اس نے سراغ رسانی کی ٹریننگ کے دوران فرانسیسی زبان سیکھی ہوگی لیکن اس زبان پر اسے عبور حاصل نہیں ہوا تھا وہ تلفظ کی ادائیگی میں غلطیاں کر رہی تھی۔

میں دھرمو اور اس کے دو ساتھیوں کے داغوں میں پہنچ گیا۔ وہ دونوں کسی دوسری بڑی آسامی کی تلاش میں تھے۔ میں نے انہیں فلور کی طرف مائل کیا۔ انہوں نے طے کیا کہ ان میں سے ایک مجھ پر حملہ کرے گا اور دوسرا فلور سے پرس چھین کر بھاگ جائے گا۔

شاہنگ کے بعد ہم کار کی طرف واپس آئے۔ اسی وقت ایک نے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں اس سے مار کھاتا ہوا دوڑ جا کر گر پڑا لیکن خیال خوانی کے ذریعے دھرمو کے اندر موجود رہا۔ وہ صرف پرس چھین کر بھاگنا چاہتا تھا مگر میری مرضی کے مطابق اس نے چاقو کے دستے سے فلور کے سر پر زور دار ضرب لگائی۔ وہ تربیت یافتہ جاسوس تھی۔ مار کھانے کے بعد بھی اس سے لپٹ گئی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے داؤ پیچ آزماتی۔ میں نے دھرمو کے ذریعے اس کے سر پر دوسری ضرب لگائی۔ وہ پکارا کر گر پڑی۔

دھرمو پرس لے کر اپنے ساتھی کے ساتھ فرار ہو گیا۔ مجھے جو نہیں آئی تھیں پھر بھی کر رہا ہوا زمین سے اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ بھی تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ میں نے اسے سارا دے کر کار میں بٹھایا۔ کچھ لوگ دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آئے تھے۔ میں نے انگریزی زبان میں ان سے کہا "مجھ پر اس نے کر ہماگ گئے ہیں۔ انہیں پکڑو۔ میں اسے میڈیکل ایڈ کے لیے لے جا رہا ہوں۔"

میں نے اسے ایک قریبی اسپتال میں پہنچایا۔ وہاں اس کی مرہم پٹی ہونے لگی۔ میں اس دوران میں اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ واقعی وہ انڈین آرمی کی ایک جاسوس تھی۔ اس کا نام رادھیکا تھا۔ اسے یوگا میں مہارت حاصل تھی وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکتی تھی۔ اگر میں محتاط نہ رہتا اور ہوٹل میں اسے دیکھتے ہی خیالات پڑھتا چاہتا تو وہ آرمی کے جوانوں کو سنگھل دیتی وہ فوراً آکر مجھے گرفتار کر لیتے۔ اس کی محسوس پلاننگ کے باوجود میں اس کے اندر شخص کرینٹہ گیا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے کے قابل

ڈیڑی کا نام میک ڈونلڈ ہے۔" میں نے کہا "میرا نام جیسے جبرائیل ہے۔ سیاحت کا شوق مجھے یہاں لایا ہے۔ کل آگرہ جا کر تاج محل دیکھوں گا پھر واپس چلا جاؤں گا۔"

"اتنی جلدی واپس جاؤ گے؟" "مجھ پر یہ ہے۔ میرے پاس محدود رقم رہ گئی ہے۔ میں یہاں نہیں رہ سکوں گا۔"

"یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ اگر تم میرے گائیڈ بن جاؤ۔ ہوٹل کے باہر میرے ساتھ رہا کرو تو میں تمہارے یہاں کے تمام اخراجات برداشت کروں گی۔ تمہارے ہوٹل کے تمام بل ادا کرتی رہوں گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "واہ! تم میرا سب سے اہم مسئلہ حل کر رہی ہو۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔" "شکر ادا نہ کرو۔ تم میرے کام آؤ گے" میں تمہارے کام آتی رہوں گی۔"

ہم ایک شاہنگ سینٹر میں پہنچ گئے۔ ایک جگہ کار روک کر دروازے کھول کر باہر نکلے کچھ فاصلے پر دو شخص کھڑے ہوئے تھے۔ چلے سے بد معاش لگتے تھے۔ ایک نے فلور کو دیکھ کر کہا "ہائے کیا مال ہے اس کے پرس میں بھی کافی مال ہو گا۔ کیا خیال ہے دھرمو؟"

دھرمو نے کہا "اسے دکان میں جانے دو۔ یہ پرس کھولے گی تو ہم مال کا اندازہ کریں گے۔" وہ مجھے بھی غیر ملکی سمجھ رہے تھے۔ اس لیے ہندی بول رہے تھے۔ فلور نے دکانوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "وہ دونوں آوارہ بد معاش لگتے ہیں۔ مجھے دیکھ کر کچھ کہہ رہے تھے۔"

میں نے کہا "میں ہندی زیادہ نہیں سمجھتا پھر بھی اتنا سمجھ گیا ہوں کہ ان کی نظریں تمہارے پرس پر ہیں۔" وہ بولی "میں نے سنا ہے۔ فلموں میں بھی دیکھا ہے۔ یہاں چور بد معاش زیادہ ہیں۔ راہ چلتے لوٹ لیتے ہیں۔"

"صرف انڈیا کو بدنام نہ کرو۔ یورپ کا کون سا ملک اور کون سا شہر ایسا ہے جہاں چور بد معاش نہیں ہیں۔ کسی بھی ملک میں صرف گھوڑے نہیں ہوتے۔ گدھے بھی ہوتے ہیں۔"

وہ ایک بوتیک میں آکر اپنے لیے لمبوسات پسند کرنے لگی۔ مجھ سے کہنے لگی "مجھے ہندوستانی لباس بہت پسند ہیں۔ میں نے بہت اچھی ساڑیاں خریدی ہیں۔ آج شلوار سوٹ خریدوں گی۔"

میں اس کی آواز سن کر اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے بارے میں ابتدائی معلومات حاصل کر سکتا تھا لیکن خیال خوانی کے معاملے میں بہت محتاط تھا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہاں کے جاسوس ہر جگہ مختلف سوپ میں ہیں۔ طرح طرح کے میسج بدل کر مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ ان میں یوگا کے ماہر بھی ہوں گے۔ وہ پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی مجھے پہچان لیں گے۔

وہ فرانسیسی زبان روانی سے بولنے کے باوجود کئی الفاظ صحیح تلفظ کے ساتھ ادا نہیں کر پاتی تھی۔ یہ اندازہ ہوا کہ وہ پیدائشی فرانسیسی نہیں ہے یا یہ اس کی مادری زبان نہیں ہے۔

میں نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ ایک خوب صورت بھرپور جوان عورت جینز اور شرٹ پہنے کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا "فرمائیے۔ پرابلم کیا ہے؟"

وہ بولی "میں اپنے ڈیڑی کے ساتھ آئی ہوں۔ انہیں پارٹ انٹیک ہوا تھا۔ وہ ابھی اسپتال میں ہیں۔ میں یہاں تھا ہوں۔ میری پرابلم یہ ہے کہ میں اپنی فرانسیسی زبان کے سوا دوسری زبان نہ بول سکتی ہوں نہ سمجھ سکتی ہوں۔ کاؤنٹر گرل نے بتایا کہ سیون زبرد تو میں آپ رہتے ہیں اور آپ فرانس سے آئے ہیں۔ آپ میری مدد کر سکیں گے؟"

"مجھے تمہارے کام آکر خوشی ہوگی۔ تم کیا چاہتی ہو؟" "میں کچھ ضروری چیزیں خریدنا چاہتی ہوں۔ یہاں کے لوگ میری زبان نہیں سمجھتے۔ آپ مجھے کہنی دیں گے تو میں کسی دشواری کے بغیر شاہنگ کر سکتوں گی۔ ورنہ ہوٹل کے کمرے میں بند رہوں گی۔ جب تک ڈیڑی اسپتال سے نہیں آئیں گے۔ میں اس ہوٹل سے باہر نہیں جا سکتوں گی۔"

میں نے باہر آکر دروازے کو لاک کرتے ہوئے کہا "میں ابھی باہر نکل رہا تھا۔ تمہارے جیسے حسین لڑکی کو کہنی دے کر خوشی ہوگی۔ میرا وقت بھی اچھا گزرے گا۔ کم آن۔"

ہم وہاں سے لفٹ میں آگئے۔ لفٹ کے اندر وہ میرے قریب رہی۔ مرد کو اتنی قربت ملے تو وہ اور قریب ہو کر چپک جاتا ہے لیکن میں نے وہ چند انچ کا فاصلہ برقرار رکھا۔ میرے دیکھاؤ میں یہ درج ہے کہ میں حسن پرست ہوں۔ کسی بھی حسین عورت کے ساتھ وقت گزارنا ہوں اور اسے فوراً چھانٹ لیتا ہوں۔ میں نے اسے چھانسنے کے سلسلے میں پھل نہیں کی۔

میں اس کی ریغفلہ کار میں اس کے برابر بیٹھ گیا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی بولی "میرا نام فلور ہے۔ فلور ایک۔ میرے

یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ میں نے پھر اس کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے پھر سانس روک کر مجھے بھگا دیا۔

”وہ خدا یا! کسی نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔“

”کس نے کیا ہے؟“

اسی ضحیت عورت کی طرف دھیان کیا، جو پوجا کی داری ماں تھی۔ لیکن وہ تو مرچکی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کے جسم کو جھلایا تھا۔ اس سے پہلے اسے سمندر میں اسے ڈبوایا تھا۔ وہ ڈوبنے کے بعد بھی وہاں سے ابھر کر زندہ واپس آگئی تھی۔ آخری بار اسے چلا کر توجہ سے دیکھتا رہا تھا۔ اس کی بوڑھی کھال جل رہی تھی۔ بدن کی چربی پھل رہی تھی۔ وہ جل کر راکھ ہو گئی تھی۔

اس کے بعد یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ وہ راکھ دوبارہ مجسم ہو جائے گی۔ ایسا ممکن نہیں تھا۔ داری ماں جلنے کے بعد زندگی حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے دوسرے پہلو سے سوچا ”کیا پوجا“ مجھے سے انتقام لے رہی ہے؟ کیا اس نے کسی دوسرے کالا جادو کرنے والے کی خدمات حاصل کی ہیں؟“

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پوجا کے اندر پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ یہ میرے لیے نئی بات تھی۔ پوجا کو یوگا میں مہارت حاصل نہیں تھی پھر وہ کس طرح سانس روک رہی تھی؟ میں نے پھر ایک بار کوشش کی۔ اس کے اندر پہنچنے ہی ”کما“ پوجا! میری ایک بات سنو۔ سانس نہ روکو۔“

اس نے سانس روک لی۔ میں پھر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اب تو یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ پوجا نے کسی عامل کے ذریعے اپنے دماغ کو لاک کر لیا ہے۔ اس کے بعد کسی جادوگر کے ذریعے کبریا کو اپنے شعلے میں کس لیا ہے اور اس کے دماغ کو بھی لاک کر دیا ہے۔

وہ اپنے جزیرے کی سلامتی چاہتی تھی۔ بیشہ اس کی ملکہ بن کر رہنا چاہتی تھی۔ اس نے مجھ سے واپس ہو کر کبریا کو ٹریپ کیا ہے۔ اب اس کی ٹیلی پیشی کے ذریعے جزیرے کی حفاظت کرنا چاہتی ہوگی۔

اس کی یہ تدبیر خوب تھی۔ وہ اس تدبیر پر عمل کر کے کامیاب ہو رہی تھی۔ آئندہ بھی کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے اسے جزیرے میں رہنا ہوگا۔ ہوسکتا تھا وہ اس وقت بھی جزیرے میں ہو۔

اگر اس نے میرے بیٹے کو جزیرے میں بلایا ہو گا تو پھر یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں اس جزیرے میں دوبارہ پہنچ کر اسے موت کے گھاٹ اتار کر کبریا کو واپس لاسکتا تھا اور ایسا کرنے کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟

میں وہاں کے سیکورٹی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس افسر نے مجھ سے جنگ جوادہ تجربے کار افراد کو جزیرے کی حفاظت کے لیے بلایا۔ میں سیکورٹی گاڈز پہلے سے موجود تھے لیکن وہاں پوجا نہیں تھی۔

سیکورٹی افسر کی سوچ نے کہا، جس روز میں اس جزیرے کو چھوڑ کر گیا تھا، اس دن سے پوجا بالکل بدل گئی ہے۔ اس نے محل کے اندر اپنے وسیع و عریض بندہ روم کو جادوگر بنا رکھا ہے۔ کالا جادو کرنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ تمام چیزیں منگوا کر رکھی گئی ہیں۔ وہ بندہ کمرے میں کبھی دھبی آواز سے اور کبھی بلند آواز سے کچھ پڑھتی رہتی ہے۔ آدھی رات کے بعد وہاں سے عجیب ڈراؤنی سی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ محل کی تمام داسیوں اور ملازموں کو تاکید کی ہے کہ بندہ روم سے جیسی بھی آوازیں سنائی دیں، وہاں کوئی نہ آئے نہ دروازے پر دستک دے۔ نہ کبھی فون کے ذریعے ڈسٹرب کیا جائے۔

میں سیکورٹی افسر کے یہ خیالات پڑھ کر حیران رہ گیا۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ پوجا بھی کالا جادو جانتی ہے۔ اس کی پرسنل سیکرٹری ٹینا اس کی رازدار سن رہی تھی۔ اس نے اپنی ڈائری میں کبھی نہیں لکھا تھا کہ وہ کالا جادو جانتی ہے۔ میں ان دونوں اس کے دماغ میں جاتا تھا۔ اس کے خیالات پڑھتا تھا۔ اس کے چور خیالات نے بھی یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ بہت پر اسرار ہے اور پر اسرار علوم جانتی ہے۔

اب معلوم ہو رہا تھا کہ ایک رات اس نے بکرا منگوا کر اپنے بندہ روم میں اس کی بیوی دی تھی۔ رات بھر منتروں کا چاپ کرتی رہی تھی پھر دوسری صبح جزیرے سے چلی گئی تھی۔ اس نے جاتے وقت سیکورٹی افسر سے کہا تھا ”جب تک فرہاد زندہ ہے جب تک میں یہاں نہیں آؤں گی۔ تم اس جزیرے کے نگران اعلیٰ بن کر اس کی حفاظت کرو گے۔ انڈین آرمی کو یہاں قدم رکھنے نہیں دو گے۔ میں یہاں سے دور رہ کر دشمنوں سے لڑتی رہوں گی اور ٹیلی پیشی کے ذریعے تمہاری مدد کرتی رہوں گی۔ تم سے برابر رابطہ رکھوں گی۔“

سیکورٹی افسر کے خیالات کے مطابق وہ تاج صبح جزیرے سے دور کہیں گئی۔ اس دوپہر کو کبریا پر سحر طاری ہوا تھا اور وہ میرا کو چھوڑ کر جنوبی انداز میں دوڑتا ہوا کہیں چلا گیا

تھا۔ ان تمام حالات کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا تھا کہ پوجا نے جزیرے سے دور ہندوستان کے کسی علاقے میں کہیں خفیہ پناہ گاہ بنائی ہے۔ وہاں اس نے کبریا کو بلا کر اس طرح اسے قابو میں کیا ہے جس طرح مجھے کیا تھا۔ فرق یہ ہے کہ میں قابو میں آنے کے باوجود جسمانی اور دماغی طور پر آزاد تھا لیکن کبریا ذہنی طور پر غلام بن گیا تھا۔

اچانک میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا، کیا پوجا کی داری ماں آتما شکتی رکھتی تھی؟ میری زندگی کے پچھلے باب میں ایسے جادوگر آئے تھے جو آتما شکتی رکھتے تھے۔ ان کی آتما موجود جسم کو چھوڑ کر کسی نئے صحت مند جسم میں داخل ہو جاتی تھی اور نئی شخصیت اختیار کر لیتی تھی۔

یہ خیال آتے ہی مجھے یاد آیا۔ جب میں داری ماں کو ایک درخت سے پانڈہ کر پینڈول چھڑکنے کے بعد جلا رہا تھا اور وہ جلتے ہوئے چیخیں مار رہی تھی۔ تب پوجا روٹے روٹے پکرا کر گر پڑی تھی پھر کرتے ہی یوں ساکت ہو گئی تھی جیسے اس کا دم نکل گیا ہو۔ مجھے وہ مردہ دکھائی دی تھی۔ اس وقت میں نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔

میری توجہ داری ماں کی طرف تھی۔ اس کے جسم کی کھال جل رہی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ ایک دم سے ساکت ہو گئی تھی۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ اس کی جان نکلنے ہی پوجا اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ جبکہ وہ بالکل مردہ ہو گئی تھی۔ اب آتما شکتی والی بات ذہن میں مستحکم ہو رہی تھی کہ داری ماں نے چال بازی دکھائی ہے۔ اس کے بوڑھے جسم سے آتما نکلنے ہی اپنی پوتی پوجا کے مردہ جسم میں داخل ہو گئی ہوگی اور اب پوجا ہے۔ وہ دراصل پوجا نہیں ہے۔ داری ماں ہے۔ پوتی مرچکی ہے۔ داری اب تک زندہ ہے۔

مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ بوڑھی مجھ سے زبردست انتقام لے رہی تھی اور کبریا کی خیالی خوانی کے ذریعے جزیرے کی حفاظت بھی کرتی رہنے والی تھی۔ میں نے سیکورٹی افسر کے مزید خیالات پڑھے۔ داری ماں اب تک فون کے ذریعے اس افسر سے رابطہ کر رہی تھی۔ ابھی ایک گھنٹا پہلے اس سے کہا تھا ”تم جزیرے کی سلامتی کے لیے فوجی انداز کی تیاریاں کر رہے ہو۔ میں نے پھر ایک بار ٹیلی پیشی کا ہتھیار تیار کیا ہے۔ کل صبح سے ایک ٹیلی پیشی جانے والا تم سب کے مانگوں میں آیا کرے گا۔ تم لوگ اس کے احکامات کی تعمیل کیا کرو گے۔“

سیکورٹی افسر نے کہا ”آپ فرہاد کی دشمنی کے باعث ہمارے نہیں آ رہی ہیں۔ ایسا کب تک ہوگا۔ آپ ہماری

مانگن ہیں۔ آپ کو اس محل میں آکر رہنا چاہیے۔“

”میں اپنے موجودہ معاملات سے نمٹنے کے بعد فرہاد کے پیچھے بڑھاؤں گی۔ اسے کہیں سکون سے رہنے نہیں دوں گا۔ اسے کسی نہ کسی طرح خاک میں ملا کر ہی رہوں گی۔“

اسے مجھ سے خطرہ تھا۔ سہمی ہوئی تھی کہ میں اپنے بیٹے کو کسی دن اس سے چھین کر لے جاؤں گا پھر اس جزیرے کی سلامتی کے لیے کوئی ٹیلی پیشی جانے والا نہیں رہے گا۔ وہ کبریا کو کسی طرح بھی کھوٹا نہیں چاہتی تھی۔ اسے اپنے شعلے میں رکھنے کی خاطر مجھے بیشہ کے لیے راستے سے ہٹانا ضروری تھا اور وہ اس سلسلے میں کچھ کر رہی ہوگی۔

میں سیکورٹی افسر کے خیالات پڑھ کر واپس آ گیا۔ میرا کو مخاطب کیا وہ کبریا کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ”ہمارے روحانی پیشوا جناب تمبری نے پیش گوئی کی تھی کہ کبریا گردش میں ہے۔ یہ پیش گوئی درست ثابت ہو رہی ہے۔ خطرناک کالا علم رکھنے والی ایک خبیث عورت نے کبریا کو سحر زدہ رکھا ہے۔ وہ میری خیال خوانی کی لہروں کو اپنے دماغ سے نکال رہا ہے۔ مجھے پہچاننے سے انکار کر رہا ہے۔ وہ بری طرح اس خبیث عورت کے شعلے میں ہے۔ اسے نجات دلانے میں پتا نہیں کتنا عرصہ لگے گا۔“

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بولی ”کیا آپ اپنے بیٹے کے پاس نہیں جاسکتے؟ کیا اس کا پتا ٹھکانا معلوم نہیں کر سکتے؟“

”مجھے کبریا کے اور اس چڑیل کے دماغوں میں جگہ نہیں مل رہی ہے۔ جب تک ان کے خیالات نہیں پڑھوں گا، یہ معلوم نہیں کر سکوں گا کہ وہ دونوں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ بیٹی! تمہیں مہر کرنا ہوگا۔“

”کیسے مہر کروں پاپا! وہ ہوش و حواس سے بگاڑ ہو کر گئے ہیں۔ پتا نہیں وہ چڑیل ان کے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہوگی۔“

”یہ اطمینان رکھو۔ اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کرے گی۔ وہ کبریا سے بہت سے فائدے اٹھانے والی ہے۔ اسے سر کا تاج بنا کر رکھنے کی لیکن ہمارے لیے یہ بات ناقابل قبول ہے کہ وہ ایک چڑیل کے شعلے میں رہے۔ میں اسے جلد سے جلد نجات دلانے کی کوشش کروں گا۔ تم کل کسی فلائٹ سے اپنے اٹکل پر وینسر کے پاس چلی جاؤ۔ میں ابھی تمہارے لیے سیٹ ریزرو کر رہا ہوں۔“

میں نے ایک انڈیز کمپنی کے انچارج سے رابطہ کیا۔ ڈومیسٹک فلائٹ میں سیٹ خالی نہیں تھی لیکن اس نے

رہتا ہوں۔ آپ لوگ میرے ساتھ چلیں۔ رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیں پھر آگے چل جائیں۔“

وہ سب اس ڈاکٹر کے ساتھ اس بستی میں پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ وہاں صدیوں پرانے کھنڈرات تھے جو تاریکی میں بڑے پراسرار اور ڈراؤنے لگ رہے تھے۔ خواتین دل ہی دل میں ہنسی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر ریگم کی اندھی بیوی میلی ریگم نے ان کا استقبال کیا پھر رات کے کھانے کی تیاری ہوئے گی۔ ایسے وقت جیمسن ٹرک کا بیٹا جیری گاڑی میں پانی ڈالنے گیا تو پھر واپس نہیں آیا۔

سونیا، جیمسن ٹرک اور ڈاکٹر ریگم وغیرہ نے ہنگلے سے باہر آکر دیکھا وہ بڑی سی دین کھڑی ہوئی تھی جس میں جیری پانی ڈالنے گیا تھا۔ وہاں وہ پانی کا کین بھی رکھا ہوا تھا لیکن جیری نہیں تھا۔ اس کی منگھیر ایسی روئے گی۔ بوڑھے ریگم نے صدمے سے کہا ”میرا ایک بیٹا پولیس کی حراست میں ہے۔ دوسرا اس تاریکی اور دیرانے میں جانے کہاں گم ہو گیا ہے۔ میں اسے کہاں ڈھونڈوں؟ وہ بڑول ہے۔ اس تاریکی میں تمہاکیں نہیں گیا ہوگا۔“

ایسی نے روتے ہوئے ڈاکٹر ریگم سے کہا ”تم نے کہا تھا۔ یہ آسیب زدہ علاقہ نہیں ہے۔ یہاں کبھی کوئی واردات نہیں ہوئی پھر بتاؤ، میرا جیری کہاں گم ہو گیا ہے؟“

وہ سب اسے آوازیں دے رہے تھے لیکن جواب نہیں مل رہا تھا۔ ڈاکٹر ریگم ہنگلے میں جا کر ایک ٹارچ اور ایک گن لے کر آیا۔ سونیا نے کہا ”آپ سب ہنگلے میں رہیں۔ میں ڈاکٹر کے ساتھ جا رہی ہوں۔ جیری کو ڈھونڈ کر لے آؤں گی۔ جب تک واپس نہ آؤں، ہنگلے سے باہر نہ نکلتا۔“

وہ ڈاکٹر کے ساتھ کھنڈرات کی طرف جانے لگی۔ اس وقت چاند طلوع ہونے لگا۔ چاندنی تاریکی کو کسی حد تک دور کرنے لگی۔ ڈاکٹر پریشان تھا۔ بار بار کہہ رہا تھا ”ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ آج میرے ہی مہمان کے ساتھ ایسا ہو رہا ہے۔ مجھے شرم آرہی ہے۔“

سونیا نے پوچھا ”کیا مریض رات کو بھی تمہارے پاس آتے ہیں؟“

”نہیں۔ وہ سب ڈرپوک ہیں۔ دن کو آتے ہیں۔ رات کو میرا اسپتال دیران ہو جاتا ہے۔“

”جب سب کہتے ہیں کہ یہ علاقہ آسیب زدہ ہے۔ خطرناک ہے، یہاں سے گزرنے والے اچانک گم ہو جاتے ہیں تو یہ بات آپ کیوں نہیں مانتے؟“

بی بی ہے اور یہ فرمان۔ تم ان سب کی بھالی ہو۔“ وہ خوشی سے پھولی نہیں ساری تھی۔ ایک ایک سے محبت اور عقیدت کا اظہار کر رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ”پاپا! میرا کو اب اس ملک میں نہیں رہنا چاہیے۔ ہم اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچائیں گے۔“

میں نے کہا ”یہ اسلام قبول کرے گی۔ تب ہی بابا صاحب کے ادارے میں اسے جگہ ملے گی۔“

میرا نے کہا ”میں کبریا سے ملنے ہی دل سے اسلام قبول کر چکی ہوں۔“

اپا نے کہا ”کبریا کی واپسی تک تم اس ادارے میں رہ کر بہترین تربیت حاصل کرتی رہو گی۔ کوئی ہنر بھی سیکھ سکو گی۔“

میرا نے کہا ”میں نے علم نجوم حاصل کیا ہے۔ وہاں اور زیادہ مہارت کرنا چاہوں گی۔“

میں نے اور اعلیٰ بی بی نے جناب تھریزی سے میرا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا ”اسے یہاں بھیج دو۔ ہم اسے سمجھتیں دیں گے۔“

اپا نے اعلیٰ بی بی اور فرمان سے کہا ”تم دونوں کبریا کے معاملے میں مصروف رہو۔ میں میرا کے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کراؤں گی اور کل صبح تک اسے بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دوں گی۔“

اپا، میرا کے معاملے میں مصروف ہو گئی۔ اعلیٰ بی بی نے پوچھا ”آپ نے مماسے رابطہ کیا ہے؟“

”نہیں۔ ابھی جا رہا ہوں۔“

”وہ آپ کی تلاش میں ہنگلے میں ہیں۔ ان دنوں الاسکا میں ہیں۔ آپ انہیں واپس لے آئیں۔“

میں نے بڑے پیار سے تصور میں سونیا کو دیکھا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔



سونیا الاسکا میں تھی۔ ایک فیملی کے ساتھ ہوئی کراس نامی گاؤں کی طرف جا رہی تھی۔ ان سب نے تھوڑی دیر کے لیے ایک گیٹ ہاؤس میں قیام کیا تھا۔ وہاں سے آگے ایک اجاڑ بستی تھی جس کا نام چپکاک تھا۔ اس بستی کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ آسیب زدہ ہے۔ رات کی تاریکی میں وہاں سے گزرنے والا کہیں غائب ہو جاتا ہے پھر کبھی دکھائی نہیں دیتا۔

ڈاکٹر ریگم اس گیٹ ہاؤس میں تھا۔ اس نے کہا ”یہ سب اقوام ہیں۔ جاہلانہ بکواس ہے۔ میں وہاں برسوں سے

ساتھ اور کون صاحب ہیں؟“

اپا نے مسکرا کر کہا ”کبریا ہے۔“

”غلط۔ تم بوجھ نہیں سکو گی۔“

وہ ایک دم سے اداس ہو کر بولی ”میرا دل تو کہتا ہے ہمارے بابا ابھی یہاں آجائیں لیکن ہماری بد نصیبی ہمیں مایوس کرتی ہے۔“

میں نے کہا ”بی بی! یوسی ختم کرو۔ میں تمہارے پاس ہوں۔“

وہ ایک دم سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ خوش ہو کر بولی ”یہ ہمارے بابا کی آواز ہے۔ پاپا! پاپا! آپ واقعی آگئے ہیں۔“

”ہاں۔ خدا کا شکر ہے۔ میں خود کو اور تم سب کو پہچاننے لگا ہوں لیکن ہماری پریشانیاں ابھی ختم نہیں ہوئی ہیں۔ اب کبریا گم ہو گیا ہے۔ اب وہ اپنے آپ کو اور ہم سب کو بھول گیا ہے۔ میں نے اس سے رابطہ کرنا چاہا مگر اس نے سانس روک کر مجھے واپس آنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔“

میں انہیں اپنے کبریا اور دادی ماں کے بارے میں تمام واقعات تفصیل سے بتانے لگا۔ وہ تینوں توجہ سے سن رہے تھے پھر اپا نے کہا ”یہ دادی ماں خطرناک بھی ہے اور چالاک بھی۔ آپ اس کے تھکنے سے نکل گئے۔ وہ ٹیلی بیٹھی کے ہتھیار سے انڈین آرمی کو دور رکھنا چاہتی ہے۔ اس لیے اب کبریا کو اپنا معمول بنالیا ہے۔“

فرمان نے کہا ”وہ غیبت بڑھیا کبریا کی خیال خوانی کے ذریعے جزیرے کے معاملات کنٹرول کرتی رہے گی۔ ہمیں اس جزیرے کے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچنا چاہیے۔ ہم ان کے اندر رہ کر اس بڑھیا کی کوئی کمزوری معلوم کر سکیں گے۔“

میں نے اس سے کہا ”شاپاش، تم ہمارے ڈھنگ سے سوچتے ہو۔ میں یہی کہنے آیا ہوں کہ تم سب کو جزیرے کے سیکورٹی افسر اور دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں خاموشی سے رہنا چاہیے۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”آپ ہمیں وہاں پہنچا دیں پھر ہم خود ہی وہاں دور تک جگہ بناتے رہیں گے۔“

وہ تینوں میرے اندر آئے۔ میں نے انہیں سیکورٹی افسر کے دماغ میں پہنچا دیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا ”میں اپنی بھابی کے پاس جاؤں گی۔“

میں ان سب کو میرا کے دماغ میں لے آیا۔ ان کا تعارف کرائے گا ”میرا! ان سب سے ملو۔ یہ اپا ہے، یہ اعلیٰ

میرے زیر اثر وہ کبریا کے نام ایک سیٹ ریڈو کر دی۔ میں نے میرا کو پیار سے سمجھایا۔ تسلیاں دیں کہ میں روز اس سے رابطہ کرتا رہوں گا اور جلد ہی کبریا کی بازیابی کی خوش خبری سنائوں گا۔

میں دفاعی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ کبریا اور دادی ماں تک پہنچنے کا کوئی راستہ نکالنا تھا۔ وہ میرے خوف سے جزیرے میں آنے والی نہیں تھی۔ آئندہ کبریا کے ذریعے سیکورٹی افسر سے رابطہ رکھنے والی تھی۔ اس طرح میں اس افسر کے دماغ میں رہ کر اپنے بیٹے کی باتیں سن سکتا تھا۔ دادی ماں کے تمام منصوبے معلوم کر سکتا تھا۔ ابھی اتفاق سے کبریا کے دماغ میں جگہ بنانے کا موقع مل سکتا تھا۔

میں طریقہ کار کے متعلق سوچنے لگا کہ آئندہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ پھر میں نے اپنی بیٹی اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ وہ میری سوچ کی باتوں کو سننے ہی خوشی سے اچھل پڑی۔

جیتنی ہوئی بولی ”پاپا! یہ آپ ہیں؟ مائی گاڈ! میں تو خوشی سے پاگل ہو جاؤں گی۔ آپ نے سب سے پہلے مجھے یاد کیا ہے نا؟ آپ اس وقت کہاں ہیں؟ پاپا!۔“

وہ خوشی کے مارے سوالات کرتی جا رہی تھی۔ جواب سننا ضروری نہیں تھا۔ اس کے لیے یہی بہت تھا کہ میں واپس آیا ہوں۔ میں نے کہا ”میں گم ہو گیا تھا۔ خود کو پہچاننے کے قابل نہیں رہا تھا۔ کالے جادو کے زیر اثر آ گیا تھا۔“

وہ بولی ”خدا کا شکر ہے کہ آپ جادو کے اثر سے نکل آئے۔“

”میں تو نکل آیا ہوں لیکن کبریا پھنس گیا ہے۔“

وہ چونک کر بولی ”کیا؟ وہ پھنس گیا ہے؟ کہاں؟“

میں ابھی بتاتا ہوں ذرا الپا کے پاس چلو۔“

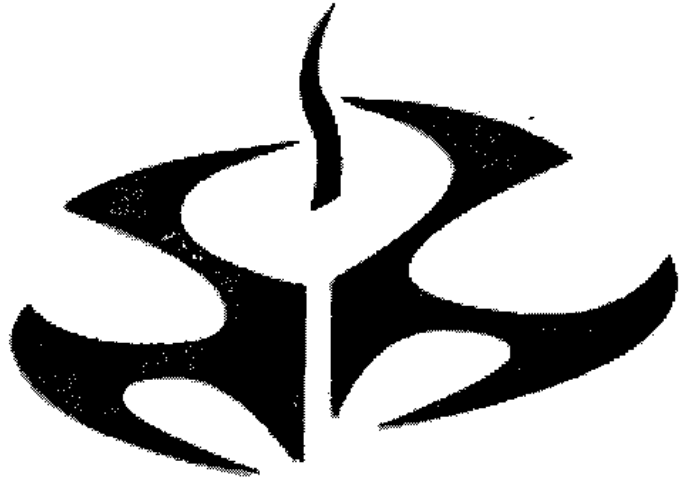
وہ بولی ”پاپا! یہ میرے سامھی فرمان ہیں۔ ٹیلی بیٹھی جانتے ہیں۔ انہوں نے بڑے وقت میں میرا بہت ساتھ دیا ہے۔“

فرمان نے مجھے سلام کیا۔ میں نے کہا ”میری بیٹی تمہیں پسند کرتی ہے لہذا میں بھی تمہیں پسند کرتا ہوں۔ تم سے بعد میں تفصیل گفتگو ہوگی۔“

وہ بولی ”میرے ساتھ فرمان بھی الپا کے پاس جائیں گے۔ آپ کو اعتراض تو نہیں ہے؟“

”ہرگز نہیں۔ میں چاہوں گا کہ یہ جوان ہماری مہم میں ہمارے ساتھ رہے اور اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتا رہے۔“

ہم سب الپا کے اندر آئے اعلیٰ بی بی نے اس سے کہا ”سسر! میں فرمان کے ساتھ آئی ہوں۔ ذرا ہوجو تو ہمارے



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

● - ان کہانیوں کے دونوں کردار ”بھوئے خاں“ اور ”کالے خاں“ آج کے معاشرے سے الگ نہیں ہیں۔ آپ انہیں اپنے ارد گرد محسوس کر سکتے ہیں۔

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ پیشگی منی آرڈر ارسال کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23

کراچی 74200

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لئے: C-63 فیر 11 ایکسٹینشن ڈی ایچ اے میں کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

Scanned by azamm@UrduFanz.com

پیش لوگ ہیں۔ اس نے آواز دی ”ڈاکٹر! ڈاکٹر! گھم! گھم! کہاں ہو؟“

اس دیرانے میں اس کی آواز گونجتی ہوئی دور تک گئی۔ کوئی جواب نہیں آیا۔ وہ تن کر شیرنی کی طرح کھڑی رہی۔ جنہوں نے چری اور ڈاکٹر کو غائب کیا تھا، وہ اس پر بھی حملہ کرنے آسکتے تھے۔ وہ بہت محتاط ہو کر آگے بڑھنے لگی۔ ادھر ادھر دیکھتی ہوئی پوچھنے لگی ”یہاں کون ہے؟ میں پوچھتی ہوں“ یہاں کون ہے؟ جو بھی ہے، وہ سامنے آجائے۔“

اچانک ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور بالکل قریب دیوار میں پست ہو گئی۔ فائر کی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ سائیکسٹر لگے ہوئے ہتھیار سے فائر کیا گیا تھا۔ وہ فوراً ہی بیٹھ گئی پھر جھک کر دوڑتی ہوئی ادھر جانے لگی جہر سے اندازہ تھا کہ گولی چلائی گئی ہے۔

ایک شخص قریبی ستون کی آڑ میں کھڑا ہوا دیوار کے چیمبر میں ہلٹ رکھ رہا تھا۔ سونیا نے یکبارگی اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کے ساتھ زمین پر یوں گری کہ یہ اوپر رہی اور وہ نیچے۔ وہاں زمین پر نوکیلے پتھر بڑے ہوئے تھے۔ وہ اس کی پشت میں چبھ گئے پھر وہ تکلیف کی شدت سے اٹھنے کے قابل نہ رہا۔ سونیا نے اس کے منہ پر گھونٹے مارتے ہوئے پوچھا ”جیری کہاں ہے؟“

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا ”میں کسی جیری کو نہیں جانتا۔ مجھے چھوڑ دو۔ تم یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گی۔ یہاں آنے والے زندہ واپس نہیں جاتے۔“

وہ دو چار گھونسلوں میں ہی نیم مرده ہو گیا۔ ناک اور منہ سے لہو پھرنے لگا۔ وہ یکبارگی الٹ کر پیچھے دیوار سے لگ گئی۔ کسی نے اس پر چھلانگ لگائی تھی اور اپنے سامنے پر آکر اونٹھے منہ کر پڑا تھا۔ نیچے دب جانے والا پہلے ہی نیم مرده تھا۔ اوپر سے بوجھ پڑتے ہی نیچے کے نوکیلے پتھر اس کے اندر گمراہی تک پست ہو گئے۔ اسی لمحے اس کا دم نکل گیا۔

سونیا نے اوپر والے کے بازو پر گولی ماری۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر دور جا گری۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اپنے بازو کو تھام کر اس کی طرف پلٹا۔ سونیا نے اس کے منہ پر ایک لات ماری پھر پوچھا ”یہاں اور کتنے ہیں؟“

منہ پر لات پڑتے ہی وہ دوسری طرف الٹ گیا پھر تکلیف سے کراہتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ گولی بازو کو چر کر آپار ہو گئی تھی۔ اس نے پھر ایک لات اس کے منہ پر ماری۔ اس بار وہ اٹھنے کے قابل ہی نہ رہا۔ چاروں شانے چت ہو کر ہانپنے لگا۔ وہ دیوار اور ستون کے درمیان

”کیونکہ میں نے کبھی کسی مسافر کو یا میرے پاس آنے والے مریض کو گم ہوتے نہیں دیکھا۔ آج پہلی بار میری آنکھوں کے سامنے ایسا ہورہا ہے۔ میرا دل کتا ہے کہ جیری خود کہیں گیا ہے۔ اسے کسی نے نقصان نہیں پہنچایا ہے۔“

اچانک دو چوگڈوں اڑتی ہوئی ان کے قریب سے گزر گئیں۔ سونیا انہیں دور تک جاتے ہوئے دیکھتی رہی پھر بولی ”ڈاکٹر! میں ادھر جاتی ہوں۔ تم ادھر جاؤ۔ یہ کھنڈر بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔“

وہ بولا ”تمہارے پاس گن نہیں ہے۔ تمہا کیسے جاؤ گی؟“

وہ بولی ”مجھے گن چلائی نہیں آتی۔ میں نے ایسے ہتھیاروں کو کبھی ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔ تمہارے بیان کے مطابق یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر میں ہتھیار کیوں رکھوں؟“

وہ ایک طرف جانے لگی۔ ڈاکٹر نے دوسری طرف جاتے ہوئے کہا ”تم بہت دلیر ہو لیکن کبھی کبھی دلیری منگی بھی پڑتی ہے۔“

وہ بڑا آتا ہوا جانے لگا۔ کہیں کہیں جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ ٹوٹی ہوئی دیواروں کے پتھر ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔ سونیا ایک دیوار کے پیچھے رک گئی۔ اسے ڈاکٹر پر شبہ تھا۔ تجربات سمجھا رہے تھے کہ وہ کوئی گڑبڑ کر رہا ہے۔

وہ دبے قدموں ادھر جانے لگی، جدھر وہ گیا تھا۔ ایک طرف راستہ بند تھا۔ وہ دیوار کے شکاف سے گزر کر دوسری طرف آئی۔ ڈاکٹر نظر نہیں آیا۔ وہ دبے قدموں چلتی ہوئی کھنڈر کے دوسرے حصوں سے گزرنے لگی۔ پتا نہیں وہ کہاں چلا گیا تھا۔ اس نے ایک جگہ رک کر ادھر ادھر دیکھا۔ کچھ آٹھیس سنائی دیں۔ پیچھے دیوار کی دوسری طرف ایک سے زیادہ افراد چل رہے ہوں۔

وہ پھر دبے قدموں چلتی ہوئی ایک لمبا پتھر کاٹ کر اس دیوار کے پیچھے آئی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ ایک جگہ چھوٹے چھوٹے پتھروں کے پاس ڈاکٹر کی ٹارچ لائٹ پڑی ہوئی تھی۔ وہ روشن تھی۔ اس لیے نظر آئی۔ اس نے اسے اٹھا کر بجھا دیا۔ چاندنی میں اسے دور تک دکھائی دے رہا تھا۔

وہ اپنی ٹارچ وہاں نہیں لایا ہوگا۔ یہ سوچا جاسکتا تھا کہ کچھ لوگ اسے جرا پکڑ کر لے گئے ہیں۔ اس نے ان سے جان چھڑانے کی کوشش کی ہوگی ایسے میں وہ ٹارچ وہاں گر پڑی ہوگی۔

اس طرح یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہاں کچھ جرائم

کھڑی رہی تاکہ کہیں سے گولی آکر نہ لگے۔ وہ اسے نشانے پر رکھ کر بولی ”زندہ رہنا چاہتے ہو تو میرے سوالوں کے جواب دو۔ یہاں تمہارے جیسے اور کتنے کتنے ہیں؟“

”اس کھنڈر میں ہم دو ہی ہیں۔ باقی دو ساتھی ڈاکٹر کے بنگلے میں گئے ہیں۔“

”تمہارے دو ساتھی بنگلے میں کیوں گئے ہیں؟“

”اس بنگلے میں تمہارے ساتھ آنے والی ایک جوان عورت اور ایک جوان لڑکی ہے۔ ان کے ساتھ ایک بوڑھا بھی ہے۔ ہم بوڑھوں کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ جوان عورتوں اور مردوں کو آپریشن ٹیم میں لے جاتے ہیں۔ وہاں ان کی آنکھیں دل اور گردوں کو نکال لیتے ہیں۔“

وہ ایک کمری سانس لے کر بولی ”مجھے اندازہ تھا کہ یہاں اسی طرح کا دمندا ہو رہا ہے۔“

یہ کہتے ہی اس نے ایک گولی اس کے سینے میں ماری پھر وہاں سے دوڑتی ہوئی ڈاکٹر کے بنگلے کی طرف جانے لگی۔ وہاں ایلی اور باربرا دو جوان لڑکیاں تھیں اور وہاں کے قاتل جوان جسموں کا بی شکار کر رہے تھے۔

اس بنگلے میں ڈاکٹر کی اندھی بیوی اور باربرا کا باپ بیسکین طرحی موجود تھے لیکن وہ دونوں بوڑھے تھے۔ ان کی آنکھیں دل اور گردے کام نہیں آسکتے تھے۔ اس لیے وہ قاتلوں سے محفوظ رہنے والے تھے۔ سونیا کو باربرا کی زندہ فکر تھی۔ وہ ابھی چودہ پندرہ برس کی گڑا جیسی خوب صورت لڑکی تھی۔ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہی تھی۔ وہ سونیا سے بہت مانوس ہو گئی تھی۔ سفر کے دوران میں اسی سے لگی رہی تھی۔ سونیا کو سسر کہتی تھی اور یہ کہتی رہی تھی ”آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ رہ جائیں یا مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔ آپ مجھے بالکل میری می جیسی لگتی ہیں۔“

سونیا نے مسکرا کر کہا تھا ”تو پھر مجھے سسر کیوں کہتی ہو؟ مجھے ماما کہا کرو۔ تم میری بیٹی اعلیٰ بی بی کی طرح ہو۔“

باربرا اس وقت ایلی اور بیسکین طرح کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ باربا سن چلی تھی کہ علاقہ آسیب زدہ ہے۔ یہاں آنے والے واپس نہیں جاتے اور یہاں آتے ہی اس کا بھائی جیری کہیں گم ہو گیا تھا۔ اس کی کشدگی یہ سمجھا رہی تھی کہ کوئی بلا اسے اٹھا کر لے گئی ہے اور باقی افراد کو بھی اٹھا کر لے جائے گی۔ واقعی یہاں سے کوئی واپس نہیں جاسکے گا۔

وہ تینوں اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ اچانک ہی

دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ کھلا۔ دو افراد ہاتھوں میں گن لے کر اندر آئے۔ باربرا اور ایلی خوف سے چیخ پڑیں۔ بیسکین نے دونوں لڑکیوں کے سامنے ڈھال بنے ہوئے پوچھا ”کون ہو تم لوگ؟ اس طرح اندر کیوں آئے ہو؟“

ایک نے کہا ”بڑھے! راستے سے ہٹ جا۔ ہم ان لڑکیوں کو لینے آئے ہیں۔“

دوسرے نے آگے بڑھ کر ایلی کو پکڑ لیا۔ پہلا شخص باربرا کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ بیسکین اس سے پلٹ کر اسے آگے بڑھنے سے روکنے لگا۔ باربرا خوف سے روٹی ہوئی چیخ ہوئی وہاں سے بھاگتی ہوئی ایک کوریڈور سے گزرتی ہوئی ایک کمرے میں آئی پھر اس کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ اسے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ ایلی کی چیخنے کی آوازیں دور دور ہوئی جا رہی تھیں۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ بد معاش اسے اٹھا کر دور کہیں لے جا رہے ہیں پھر دروازہ پینے کی آواز سنائی دی۔ باہر سے ایک دشمن کہہ رہا تھا ”اے لڑکی! دروازہ کھول اور میرے پاس آ جا۔“

وہ چیخ کر بولی ”نہیں کھولوں گی۔ میرے ڈیڑی کہاں ہیں؟ ڈیڑی۔ ڈیڑی! مجھے بچاؤ۔ یہ مجھے مار ڈالے گا۔“

وہ باہر سے بولا ”میں نے تیرے باپ کو گولی مار دی ہے۔ ہمیں جوانوں کی ضرورت ہے۔ چل باہر آ جا۔“

اسے لیٹھیں نہیں آیا کہ اس کے باپ بیسکین طرح کو گولی مار دی گئی ہے۔ وہ ”ڈیڑی۔ ڈیڑی۔“ کہہ کر باپ کو پکارنے لگی۔ باہر سے دروازے پر لائیں اور گھونٹے مارے جا رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا ”تو دروازہ نہیں کھولے گی تو میں اسے توڑ دوں گا۔ سیدھی طرح باہر آ جا۔“

باہر موبت تھی۔ وہ دروازہ نہیں کھولنا چاہتی تھی۔ اچانک میلی ریٹھم کی آواز سن کر چونک گئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ڈاکٹر کی اندھی بیوی ایک کمرے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ باربرا اسے دیکھتی ہی دوڑتی ہوئی جا کر اس سے پلٹ گئی ”مجھے بچاؤ۔ یہ مجھے مار ڈالے گا۔ مجھے بچاؤ۔“

اس اندھی نے بلند آواز سے کہا ”الفریڈ! دروازہ نہ توڑنا۔ میں یہاں ہوں۔ دروازہ کھول رہی ہوں۔“

وہ باربرا کو خود سے الگ کر کے کرسی سے اٹھ گئی۔ کھڑی ہو کر بولی ”نادان لڑکی! خون خرابا کرنے والوں کی دنیا میں جی کر کیا کرے گی؟ تجھے نیکی کمانے کے لیے مرنے چاہیے۔ تیری آنکھوں، دل اور گردوں سے دوسرے مریضوں کو نئی زندگی ملے گی تو یہ تیری طرف سے بہت بڑی نیکی ہوگی۔“

وہ سہم کر بولی ”نہیں۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ مجھے مرنے کا مشورہ کیوں دے رہی ہو؟ میں کسی کے ساتھ نیکی نہیں کرنا چاہتی۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔“

وہ اندھی آگے بڑھنا چاہتی تھی۔ باربرا نے اسے دھکا دیا۔ وہ ذرا پیچھے ہٹ کر مسکرا کر بولی ”مجھے تو مرنا پڑے گا۔ یہاں سے کوئی زندہ واپس نہیں جاتا۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی یہاں سے زندہ جا کر ہمارے خلاف قانونی کارروائی کرے۔“

وہ پھر دروازے کی طرف جانے لگی۔ باربرا اس سے پلٹ کر اسے روکنے لگی۔ اس نے خود کو جھڑکا اسے دھکا دیا۔ وہ لڑکھانٹاؤں کے ایک ریک کے پاس گری۔ وہاں ایک پتیل کا گلدان رکھا ہوا تھا۔ اس نے گلدان اٹھا کر اسے مارنا چاہا۔ میلی ریٹھم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے تیرانی سے پوچھا ”تم اندھی نہیں ہو، ادا کچھ کہتی ہو؟“

وہ اس سے گلدان چھین کر ایک پھنڈر مارتی ہوئی بولی ”میں اپنے گھر آنے والے مہمانوں کے سامنے اندھی بن جاتی ہوں پھر ان کے دل گردے نکالتے وقت دیکھنے لگتی ہوں۔“

اس نے باربرا کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔ اسے کھینچتی ہوئی دروازے تک آئی۔ میلی ریٹھم۔ جسمانی طور پر باربرا کے مقابلے میں طاقتور تھی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ باہر الفریڈ کھڑے کھڑے اٹھ کھڑے ہوئے بولا ”مسٹر ریٹھم! تم اندھی بن کر آنے والوں کو اندھا بنا دیتی ہو۔ تم ایک اندھی عورت۔۔۔ ایک تنگ خوب کرتی ہو۔“

میلی ریٹھم نے باربرا کو اس کی طرف دھکا دیا۔ وہ رونے اور چیخنے لگی۔ سونیا کو پکارنے لگی ”ماما! تم کہاں ہو؟ مجھے بچاؤ۔ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ ماما! ماما! پلایز سیلپ می۔“

وہ اسے کھینچتا ہوا کوریڈور سے لے جا رہا تھا۔ ٹھانیں کی آواز کے ساتھ ہی رک گیا۔ گولی اس کی پیشانی پر لگی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ سے گھٹن اور دوسرے ہاتھ سے باربرا چھوٹ گئی۔ وہ فرش پر گر کر ٹھنڈا رہ گیا۔

باربرا چیخ مار کر کھٹکتی ہوئی دوڑتی ہوئی آکر سونیا سے پلٹ گئی۔ میلی ریٹھم فوراً ہی جھلاٹ مار کر الفریڈ کے پاس آئی۔ وہاں فرش پر گر کر بڑی ہوئی تھی۔ وہ اسے اٹھانا چاہتی تھی۔ سونیا نے اس کے ہاتھ میں گولی ماری۔ وہ تکلیف سے کراہتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔ اسے پریشان ہو کر دیکھنے لگی۔

سونیا نے کہا ”میں یہ نہیں پوچھوں گی کہ تم اندھی کیوں بن جاتی ہو؟ میں نے ایسے ڈرا سے بہت دیکھے ہیں۔ فوراً بتاؤ۔“

کہ تمہارے آدمی جیری اور ایلی کو کہاں لے گئے ہیں؟“

وہ پیچھے ہٹ کر بولی ”میں نہیں بتاؤں گی۔“

اس کا ہاتھ زخمی تھا۔ سونیا نے اسی ہاتھ پر پھر ایک گولی ماری۔ وہ تکلیف کی شدت سے فرش پر گر کر ترپنے لگی۔ سونیا نے کہا ”اب میں تمہارے دوسرے ہاتھ پر گولی مار دوں گی پھر تمہاری ٹانگوں میں گولیاں لگیں گی۔ میں تمہیں اتنی آڑتیں دوں گی۔ جنہیں تم اسے بڑھاپے میں برداشت نہیں کر سکو گی۔ اب میں تمہارے دوسرے ہاتھ میں گولی مارنے والی ہوں۔“

وہ ”نہیں نہیں“ کہہ کر پیچھے ہٹنے لگی ”میں بتاتی ہوں ابھی بتاتی ہوں۔ مجھے گولی نہ مارو۔“

”تو پھر بتاؤ۔ دیر نہ کرو۔“

وہ بولی ”جیری اور ایلی کو بھول جاؤ تو اچھا ہے۔ اب وہ زندہ نہیں ملیں گے۔ انہیں آپریشن ٹیم میں لے جایا گیا ہے۔“

سونیا نے آگے بڑھ کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکے سے اٹھایا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر سونیا اسے کھینچتی ہوئی۔ ٹیلی فون کی طرف لے جاتے ہوئے بولی ”باربرا! یہاں کے باہر کھلنے والے تمام دروازے بند کرو۔ کھڑکیاں بھی بند کرو۔ جاؤ۔ جلدی کرو۔“

باربرا دوڑتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ سونیا نے ٹیلی فون کے پاس پہنچ کر میلی ریٹھم سے کہا ”ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر فون کرو۔ انہیں بتاؤ کہ تم گمن پوائنٹ پر ہو۔ میں کسی وقت بھی تمہیں گولی مار سکتی ہوں۔ لہذا جیری اور ایلی کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔“

یہ کہہ کر اس نے ریوالور کی ٹال اس کی کینٹی پر رکھ دی۔ وہ موت کے خوف سے لرز رہی تھی۔ فوراً ہی ریسیور اٹھا کر نمبر سرخ کرنے لگی۔ سونیا نے انڈیا اسپیکر کے بجلی کو دیا۔ دوسری طرف سے ڈاکٹر ریٹھم کی آواز سنائی دی ”سیلو۔ میلی! اب الفریڈ کہاں رہ گیا ہے؟ ابھی تک تیرے شکار کو لے کر نہیں آیا۔“

وہ خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں بولی ”ر۔ ریٹھم! ان دونوں کو ابھی ہلاک نہ کرنا ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گی۔“

”کون مار ڈالے گی؟ کس کی بات کر رہی ہو؟“

”وہی جو تمہارے ساتھ کھنڈر میں گئی تھی۔ وہ الفریڈ کو قتل کر چکی ہے۔ مجھے بھی کر سکتی ہے۔ تم جیری اور ایلی کو ہلاک نہیں کرو گے تو یہ بھی مجھے ہلاک نہیں کرے گی۔“

سونیا نے اس کے ہاتھ سے ریسیور چھین کر ریٹھم سے

کہا ”تمہارے جیسے ڈاکٹر جب شیطان بن جاتے ہیں تو نیکی کے نام پر ایسے ہی گھٹاؤں جرم کرتے ہیں۔ کیا اپنی پوی کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو؟“

”دیکھو اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا۔ ہم پچاس برسوں سے ایک ساتھ زندگی گزارتے آرہے ہیں۔ وہ میری جان ہے۔“

”دوسروں کی جانیں لیتے وقت اپنی جان کا خیال نہیں آتا کہ کسی دن یہ بھی جائے گی۔ میں نے ابھی تک اسے زندہ رکھا ہے۔ اسے زندہ دیکھنے کے لیے جبری اور ایسی کی آوازیں سناؤ۔“

وہ ہنچکاتے ہوئے بولا ”آوازیں سننے کی کیا ضرورت ہے؟ تم میلی کو یہاں لے آؤ۔ میں ان دونوں کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔“

”زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم کھنڈر میں تاراج پھینک کر چلے گئے تھے۔ مجھے یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ تمہیں بھی اغوا کیا گیا ہے۔ میں تمہوڑی دیر کے لیے دھوکا کھا گئی تھی۔ اب تمہاری کوئی چالاکی نہیں بچے گی۔ فوراً ان کی آوازیں سناؤ۔“

”تم ان کی آوازیں سن لوگی لیکن ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔“

”کیوں ممکن نہیں ہے؟“

”تم سمجھ سکتی ہو۔ کسی کا بھی آپریشن کرنے سے پہلے اسے بے ہوش کر دیا جاتا ہے۔ میں نے جبری کو بے ہوش کیا ہے۔ ایسی کو ابھی یہاں لایا گیا ہے۔ میں اسے بھی بے ہوش کرنے والا تھا۔ اب نہیں کروں گا۔ لو اسے بات کرو۔“

”تمہوڑی دیر بعد ایسی کی آواز سنائی دی۔ وہ رو رہی تھی، ہانپ رہی تھی۔ لرزتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی ”سسٹرا! مجھے بچاؤ۔ میرے جبری کو بچاؤ۔ نہیں تو یہ ہمیں مار ڈالیں گے۔“

سونیا نے سمجھایا ”رونا بند کرو۔ تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ شیطان تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ ابھی میں جیسا کہتی ہوں ویسا کرو۔ پہلے یہ بتاؤ ابھی تم کہاں ہو؟“

”میں آپریشن تھیر میں ہوں۔ یہاں آپریشن بیڈ پر جبری لیٹا ہوا ہے۔ اس کی آنکھیں بند ہیں۔ وہ حرکت نہیں کر رہا ہے۔ وہ میری آواز بھی نہیں سن رہا ہے۔“

”تم پھر رو رہی ہو۔ آسو پوچھو اور حوصلہ کرو۔ جبری کے قریب جا کر اس کی نبض ٹٹولو اور دل کی دھڑکنیں سنو پھر

مجھے بتاؤ وہ زندہ ہے یا نہیں؟ یہ ریسپور ڈاکٹر کو دو۔“

ڈاکٹر کی آواز سنائی دی ”تم یقین کرو۔ جبری بھی زندہ ہے۔“

”تو اس مت کرو۔ ایسی کو چیک کرنے دو۔“

”ہاں۔ وہ جبری کے پاس گئی ہے اسے چیک کر رہی ہے۔ تم میلی کی آواز بھی سناؤ۔“

سونیا نے ریسپور میلی کو دیا۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولی ”اس نے میرے ایک ہی ہاتھ میں دو بار گولیاں ماری ہیں۔ میں تکلیف سے تڑپ رہی ہوں۔ مجھے فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہے۔ ان دونوں کو فوراً واپس کر دو۔ ورنہ میں زندہ نہیں بچوں گی۔“

”میں ابھی اس سے معاملات طے کرتا ہوں۔ ریسپور اسے دو۔ کیا خون بہت بہہ رہا ہے؟“

”نہیں۔ یہ لڑکی بار بار فرسٹ ایڈ باکس لے آئی ہے۔ میری مرہم بنی کر رہی ہے لیکن یہ دوسری بہت خالص ہے۔ اس سے سمجھو کر آؤ۔“

ادھر سے ایسی نے کہا ”سسٹرا! جبری زندہ ہے۔ ان سے کہو یہ اسے ہوش میں لائیں۔ میں اسے ریسپور دے رہی ہوں۔“

ڈاکٹر نے کھم کی آواز سنائی دی ”ہیلو۔ اب تمہیں یقین ہو جانا چاہیے کہ یہ دونوں زندہ سلامت ہیں لیکن تم نے میری میلی پر ظلم کیا ہے۔“

”اور تمہارے آدمیوں نے ہمارے ایک بزرگ کو مار ڈالا ہے۔ یہ تمہاری نظروں میں ظلم نہیں ہے۔ ابھی میلی کو وہاں لے کر آ رہی ہوں۔ اسے تمہارے حوالے کروں گی اور ان دونوں کو وہاں سے لے جاؤں گی۔ منظور ہے تو ایسی کو ریسپور دو اور خبردار میلی کو حاصل کرتے ہی کوئی چالاکی نہ دکھانا۔“

”میں میلی کی قسم کھاتا ہوں۔ تمہیں دھوکا نہیں دوں گا۔ تم بھی وعدہ کرو۔ میلی کو اب اور کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔“

”میلی تمہیں زندہ سلامت ملے گی۔ میرے آنے تک جبری کو ہوش میں لانے کی کوشش کرو اور ریسپور ایسی کو دو۔“

ایسی کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے پوچھا ”اس آپریشن تھیر اور اسپتال کے اندر اور باہر کتنے افراد ہیں؟“

ہے جو مجھے یہاں لایا ہے۔“

سونیا نے کہا ”اس سے گمن لے لو اور تینوں کو نستا رکھو۔ اگر وہ اعتراض کریں تو مجھے بتاؤ اور یہ دیکھو کہ وہ جبری کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا ہے یا نہیں۔“

تمہوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر ایسی کی آواز سنائی دی ”میں نے گمن لے لی ہے۔ اب وہ جبری کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں آ رہی ہوں۔ میرے آنے تک ہوشیار رہو۔ ان تینوں کو گمن کے نشانے پر رکھو۔ ادھر ادھر جانے نہ دو۔“

سونیا نے ریسپور رکھ کر میلی کی گردن دہلی پھر اسے آگے کی طرف دھکا دیتی ہوئی بولی ”اس اسپتال کے آپریشن تھیر میں چلو۔ اگر اپنی سلامتی چاہتی ہو تو بچ بولتی رہو۔ وہاں اسپتال میں اس وقت کتنے لوگ ہوں گے؟“

وہ بار بار اور میلی کے ساتھ باہر آئی پھر دین کو ڈرائیور کرتی ہوئی اسپتال کی طرف جانے لگی۔ میلی نے کہا ”رات کے وقت اسپتال میں ہم صرف ایک اسٹنٹ کو رکھتے ہیں۔ وہ ہمارا رازدار ہے اور باقی چار گن مین ہیں۔ انہیں ہم اچھی خاصی رقم دیتے ہیں۔ وہ ہمارے لیے سخت مند جوانوں کو رات کے وقت ٹریپ کر کے لاتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو ابھی تم نے گولی ماری ہے۔“

اسپتال وہاں سے قریب تھا۔ سونیا اسے گن پوائنٹ پر رکھ کر اسپتال کے اندر سے گزرنے لگی۔ بار بار اس کے بازو سے لگی چل رہی تھی۔ وہاں کے تمام کمرے اور مریضوں کے دارو بند تھے۔ رات کو کوئی مریض بھی وہاں نہیں رہتا تھا۔

کو ریڈور پر ان پڑے تھے۔ آپریشن تھیر کا دروازہ بند تھا۔ اس نے دروازہ کھول کر اندر جانے سے پہلے موبائل فون کے ذریعے ایسی سے رابطہ کیا۔ ڈاکٹر نے ریسپور اٹھایا۔

اس نے کہا ”ایسی سے بات کراؤ۔“

پھر ایسی کی آواز سنائی دی۔ سونیا نے پوچھا ”تم خیریت سے ہو؟ کیا جبری کو ہوش میں لایا گیا ہے؟“

وہ بولی ”جی ہاں۔ جبری ہوش میں آ رہا ہے۔ آپ کہاں ہیں؟“

میں اس دروازے کے باہر ہوں۔ ابھی آ رہی ہوں۔“

اس نے فون کو بند کر کے لباس کے اندر رکھا۔ اسی وقت کسی نے پیچھے سے اس پر چھلانگ لگا کر اس کے ریوالتور پر ہاتھ مارا۔ سونیا کو ایسے وقت سمجھنا اور اپنا بچاؤ کرنا آتا تھا لیکن حملہ آور ایک سے زیادہ ہو گئے۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے

ہو۔ ہمیں بھی کسی وقت موت کا لقمہ دینا تھا اور اب وہ وقت آیا ہے۔
میلی قدموں میں گرنے کے لیے جھکتا چاہتی تھی مگر سونیا نے اسے لات مار کر رو کر دیا پھر کہا "میں اس حد تک رحم کر رہی ہوں کہ تم دونوں کی آنکھیں دل اور گردے نہیں نکال رہی ہوں۔ یہ غیر انسانی فعل ہے۔ میں ایسا نہیں کروں گی۔"

اس نے دونوں کے پیروں میں دو دو گولیاں ماریں۔ وہ فرش پر گر کر ترپنے لگے۔ وہ بولی "تمہارے پیچھے درندوں کو آسانی سے نہیں مرنے چاہیے۔ انسانی زندگی کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر مرنے چاہیے۔"

اس نے دونوں کے بازوؤں میں دو دو گولیاں ماریں۔ وہ حلق پھاڑ کر چھٹنے لگے۔ زیادہ دیر نہ بچ سکے۔ چار چار گولیوں کا زخم ایسا تھا کہ ان پر بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ انہوں نے ڈوبتے ہوئے ذہن سے سونیا کی باتیں سنیں "بے ہوش ہو جاؤ پھر ہوش میں آؤ گے۔ اس وقت نہ چل سکو گے اور نہ ہاتھوں سے ایک دوسرے کی مدد کر سکو گے۔ لو اس قدر برہ جائے گا کہ انھیں کے قابل نہیں رہو گے۔ بیس بڑے بڑے موت کا انتظار کرتے رہو گے۔ کل صبح سے پہلے یہاں کوئی نہیں آئے گا اور صبح بہت دور ہے۔"

وہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔ ان کے تمام زخموں سے خون رس رہا تھا۔ ایسے وقت میں نے سرگوشی کے انداز میں سانس چھوڑتے ہوئے کہا "ہائے میری جان! تم تو جان نکال لیتی ہو۔"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "کبریا! یہ کیا ہو اس کر رہے ہو؟"

میں ہنسنے لگا۔ وہ حیرانی سے اور خوشی سے میری ہنسی کو پہچان رہی تھی۔ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی "فریاد! میری جان! یہ تم ہو؟"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے چوتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ میں گردش سے نکل آیا ہوں۔"

وہ خوشی کے مارے بار بار سے پٹ گئی۔ وہ حیران تھی۔ ایسی اور جبری سمجھ رہے تھے کہ دشمن قاتلوں کو ہلاک کرنے کے بعد وہ خوش ہو رہی ہے۔ وہ دونوں بھی قریب آکر اس سے پٹ گئے۔

وہ انہیں بعد میں بتانے والی تھی کہ وہ جان حیات مل گیا ہے، جسے تلاش کرنے کے لیے وہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرنے والی تھی۔

خوارپوں سے کہا "اسے پکڑ کر بیڈ پر لے جاؤ۔ میں اسے بے ہوش کیے بغیر پہلے اس کی آنکھیں نکالوں گا۔"

دو خوارپوں کے پاس ہتھیار تھے۔ ان میں سے ایک خواری نے اپنی کمر سونیا کی طرف اچھالی۔ سونیا نے اسے بچ کیا۔ دوسرے کمر والے نے اپنے تینوں ساتھیوں سے کہا۔ "میلی کو اٹھا کر بیڈ پر لٹاؤ۔ انکار کرو گے تو حرام موت مرو گے۔"

رنگھم نے کہا "تم میرے وفادار ہو کر یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

سونیا نے کہا "اب یہ میرا وقار ہے۔" پھر وہ ریسور اٹھا کر بولی "جو کا بو کا! سن رہے ہو؟ میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ اپنے دوسرے بڑے اڈے کی تباہی کا ماتم شروع کرو۔"

فون کے وائڈ اسپیکر سے ڈاکٹر بو کا بو کا کی آواز سنائی دی "جو کرنا ہے۔ ابھی کر لو۔ کل سے زمین تمہارے لیے تنگ ہو جائے گی۔ جہاں جاؤ گی، موت کے ہر کارے تمہارا پیچھا کرتے رہیں گے۔ تمہیں لاسکایا کینیڈا سے آگے اپنی طرف نہیں آنے دوں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ تین خواری میلی کو اٹھا کر آپریشن بیڈ پر لے آئے تھے۔ سونیا نے کہا "میلی! تم اپنے بڑبیڈ کے ساتھ انسانوں کو جانوروں کی طرح ہلاک کرتی رہیں۔ ان کی آنکھیں دل اور گردے نکالنے کا تماشا دیکھتی رہیں۔ اب تمہاری آنکھیں نکالی جائیں گی۔"

وہ خوف سے چیخ رہی تھی "معافیاں مانگ رہی تھی۔ سونیا نے ان تینوں خوارپوں پر گولیاں برسائیں۔ وہ فرش پر گر کر ترپنے لگے۔ اس نے چوتھے خواری سے پوچھا "تمہارے ہاتھ میں کون سا تم کیا کرو گے؟"

وہ بولا "جو کوئی وہ کروں گا۔"

"تم بھی قصائیوں کا ساتھ دیتے رہے ہو۔ میرے یہاں سے جانے کے بعد پھر کہیں جا کر انسانی جانوں سے کھیلے رہو گے۔ لہذا اپنی جان سے کھیلو۔"

اس نے کمر کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھا پھر ٹیگر کو دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اچھل کر فرش پر گر کر بیڈ کے لیے خاموش ہو گیا۔ بار بار ایسی اور جبری حیرانی سے یہ تماشے دیکھ رہے تھے۔ میلی اور رنگھم ایک دوسرے سے پٹ کر خوف سے کانپ رہے تھے۔

سونیا نے کہا "کیوں خوف زدہ ہو؟ ساری زندگی دوسروں کی زندگیوں سے کھیلے رہے ہو۔ موت کا پیٹ بھرتے رہے۔"

چاہوں گا۔ میں ٹیلی فنی جانے والوں سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ وقت آنے پر تمہارے لوگوں سے اچھی طرح منٹ سکا ہوں لیکن سمجھتا ہوں کہ تو بہتر ہے۔ میرا دھندا بڑی سہولت سے کسی روک ٹوک کے بغیر چل رہا ہے۔ میں تم لوگوں کی مداخلت کے بغیر اسے جاری رکھنا چاہتا ہوں۔"

"یہ تمہاری بد نصیبی ہے کہ تمہارا یہ دھندا کرنے والے خود ہی میرے راستے میں آ رہے ہیں۔ ڈاکٹر رنگھم خود ہی مجھے اور میرے ساتھیوں کو مہمان بنا کر یہاں لایا ہے۔"

"اس نے انجانے میں ایسا کیا ہے۔ میں ابھی اسے حکم دیتا ہوں۔ وہ ہمیں اور تمہارے ساتھیوں کو وہاں سے جانے دے گا۔ کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"یہ کیا۔ اس کا تو باپ بھی مجھے یہاں سے جانے سے نہیں روک سکے گا۔ تم اپنے دوسرے بڑے اڈے کی تباہی کا ماتم شروع کرو۔"

"جب ہم دوستی کر سکتے ہیں تو تم دشمنی کیوں چاہتی ہو؟" "میں قصائیوں سے دوستی نہیں کرتی۔ تم سب درندے ہو۔ بے گناہ لوگوں کو ہلاک کر کے ان کے جسمانی اعضا کو فروخت کرتے ہو۔ یہ درندگی کی انتہا ہے۔ میں یہاں سے برازیل تک تمہارے دھندے کو خاک میں ملا دوں گی۔"

ڈاکٹر بو کا بو کا نے فون بند کر دیا۔ سونیا نے ریسور کو رکھتے ہوئے کہا "رنگھم! تم نے فون کے وائڈ اسپیکر سے سنا، تمہارا باس مجھ سے سمجھوتا کرنا چاہتا تھا۔ میں سمجھوتا کر کے آسانی سے اپنے لوگوں کے ساتھ زندہ سلامت یہاں سے جاسکتی ہوں لیکن درندوں سے سمجھوتا نہیں کروں گی۔ تم سب کو ابھی یہاں سے مرنے دو۔"

ڈاکٹر بو کا بو کا سے گفتگو کے دوران میں ہی سونیا نے اپنے اندر سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کبریا آیا ہوا ہے۔ میں نے بھی خود کو ظاہر نہیں کیا۔ اس کے ذریعے رنگھم اور دوسرے خوارپوں کے اندر چھتے لگا۔ فون کی تختی سن کر رنگھم نے ریسور اٹھا کر آواز سن کر پھر کہا "میں باس! حکم کریں۔"

ڈاکٹر بو کا بو کا نے کہا "وہ بہت خطرناک عورت ہے۔ چاہے تم اس پر قابو پاسکو گے یا نہیں؟ اگر تم اسے کسی بھی طرح ہلاک کر سکو تو میں تمہیں انعام دوں گا۔ کل صبح تمہارے بینک اکاؤنٹ میں پچاس لاکھ ڈالر جمع کر دوں گا۔" وہ خوش ہو کر بولا "باس! آپ فون آن رکھیں۔ میں ابھی آپ کو سونیا کی آخری چیخیں سن رہا ہوں۔"

اس نے ریسور کو کریڈل سے بنا کر رکھا پھر اپنے چاروں

وقت ہو رہا تھا۔ سونیا ان کے انتظار میں کچھ وقت گزارنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا "رنگھم! مجھے ہلاک کرنے اور میرے دل گردے نکالنے سے پہلے یہ بتا دو۔ اتنا خطرناک کاروبار تم تنہا کیسے کر رہے ہو؟ اس کے لیے بڑے بڑے وسیع ذرائع کے لوگوں کو راز دار بنانا پڑتا ہے۔ تمہاری پشت پر ضرور کوئی بڑی طاقت ہوگی۔"

رنگھم نے کہا "ایک بہت طاقت ور اور بہت وسیع ذرائع کا مالک ہے۔ شمالی امریکا سے لے کر برازیل تک بڑی بڑی سیاسی شخصیتیں اس کے زیر اثر رہتی ہیں۔ اس کا نام ڈاکٹر بو کا بو کا ہے۔ وہی ہمارا سرپرست ہے۔"

سونیا نے کہا "اس کا روپار کا ذکر جہاں بھی ہوتا ہے، وہاں ڈاکٹر بو کا بو کا کا نام ضرور لیا جاتا ہے۔ میری اس سے جان پہچان ہے۔ میں اس سے فون پر کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" "جو اس کر رہی ہو۔ وہ انڈر ورلڈ کا ڈان ہے۔ تمہاری اس سے واقفیت کیسے ہو سکتی ہے؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔ تم خود فون کرو اور اسے میرا نام بتاؤ اور میرا نام ہے سونیا فریاد۔ میں فریاد علی تیور کی واقف ہوں۔"

"یہ نام تو سنا ہوا ہے۔ وہ فریاد ملی جیتی جاتا ہے۔" اس نے ریسور اٹھا کر نمبر شیج کیے۔ کئی فون کے نمبر شیج کرنے کے بعد اس سے رابطہ ہوا۔ وہ خوشامد انداز میں بولا "باس! میں ہچکاک کا ڈاکٹر رنگھم بول رہا ہوں۔ میں نے یہاں تین صحت مند جوانوں کو ٹریپ کیا ہے۔ ان کے ساتھ ایک جوان صحت مند عورت ہے۔ اس کا نام سونیا فریاد ہے۔ یہ ٹیلی فنی جاننے والے فریاد علی تیور کی واقف ہے۔" وہ سری طرف سے پوچھا "کیا وہ ابھی تمہارے قریب ہے؟"

"میں باس یہ ابھی میرے آپریشن ٹیبلر میں ہے۔ میں سب سے پہلے اس کے دل گردے نکالنے والا ہوں۔"

"تم کس بلا کو اپنے آپریشن ٹیبلر میں لے آئے ہو۔ اگر تم نے اسے ذرا بھی نقصان پہنچایا تو اس کی ٹیلی فنی جاننے والی پوری فیملی ہمارے پیچھے پڑ جائے گی۔ ہمارا جینا مرنے سونا جاکتا خاتم کر دے گی۔ اسے ریسور دو۔ میں بات کروں گا۔"

رنگھم نے سونیا سے مرعوب ہو کر اسے ریسور دیا۔ وہ اسے کان کے لگا کر بولی "ہائے بو کا بو کا! میں نے دکو یہ آئی لینڈ میں تمہارے کاروبار کو تباہ کیا تھا۔ کیا اسے بھول گئے ہو؟"

"میں اسے نہیں بھولوں گا اور نہ ہی تم سے انتقام لینا

اب نکل رہا ہوں۔ تمہیں یقین دلانا چاہتا ہوں۔ یہ تمہارے دیکھو۔

سیکرٹری نے اپنے بلاؤز کے تمام بٹن کھول دیے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا۔ وہ چیخ مار کر جلدی جلدی بہن لگانے لگی۔ ریشٹن ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ کہنے لگی "یہ۔ یہ میں یہاں کیسے آئی؟ میں تو اپنے کیمین میں تھی۔"

وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "کوئی بات نہیں۔ اپنے کیمین میں جاؤ۔ اگر طبیعت ٹھیک نہ ہو تو بج چھٹی کر سکتی ہو۔"

وہ بڑی غلامت ظاہر کرتی ہوئی چلی گئی۔ فون کی ہنسنی سنائی دی۔ وہ ریسپور اٹھا کر بولا "ہیلو؟"

"ہیلو ڈاکٹر! یقین آیا کہ میں ٹیلی جیٹھی جانتا ہوں؟"

"بے شک تم یہ حیرت انگیز صلاحیت رکھتے ہو۔ کیا مجھ سے دوستی کرو گے؟"

"میں دوستی کے لیے ہی آیا ہوں۔ تمہارے رازدار مشیر کے خیالات پڑھتا رہتا ہوں۔ پتا چلا کہ ڈاکٹر یہ آئی لینڈ میں سویڈن نے تمہیں کروڑوں ڈالر کا نقصان پہنچایا ہے۔ وہاں تمہارا آئی بینک اور کڈنی سینٹر ختم ہو چکا ہے۔ ان حالات میں میں ہی تمہارا دوست راست بن سکتا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم نے تو دل خوش کر دیا۔ میری بہت بڑی الجھن دور کرنے آئے ہو۔ پلیز اپنا مکمل تعارف کراؤ۔"

وہ بولا "کچھ عرصہ پہلے ٹیلی جیٹھی جاننے والوں کی شامت آگئی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے والوں نے انٹی ٹیلی جیٹھی دوا اسپرے کی تھی۔ اٹھ امریکی ٹیلی جیٹھی جاننے والے اس دوا سے محفوظ رہے تھے ان میں سے ایک خوش نصیب میں ہوں۔"

ڈاکٹر یو کا بونا نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی سونیا کو چیلنج کیا تھا۔ وہ انڈورولڈ کا بے تاج بادشاہ تھا۔ وکٹوریہ آئی لینڈ اور کینیڈا سے لے کر برازیل تک تمام سیاسی حکمران ووٹ حاصل کرنے، مخالفین کو شکست دینے اور امن و امان قائم رکھنے کے سلسلے میں یو کا بونا کے محتاج رہے تھے۔ امریکا کے کسی بھی اسٹیٹ کی پولیس اور انتظامیہ کو وہ خاطر میں نہیں لاتا تھا۔

وہ حکمرانوں کا حکمران تھا۔ اسے طاقت، اقتدار اور اختیارات چھپر بھاڑ کر مل رہے تھے۔ ایسے میں اس کے پاس ایک اور قوت کا اضافہ ہو گیا اور وہ قوت تھی ٹیلی جیٹھی۔

ایک ٹیلی جیٹھی جاننے والے نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا "ہیلو ڈاکٹر! تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ شمالی امریکا سے لے کر جنوبی امریکا تک تمہارے ان تمام خفیہ مراکز کا مجھے پتا ہے، جہاں سے انسانی اعضا کی ترسیل ہوتی ہے اور وہ تمہارے تمام آئی بینک اور کڈنی سینٹرز پہنچائے جاتے ہیں۔"

اس نے ان تمام خفیہ مراکز کے بچے اور وہاں کام کرنے والے ڈاکٹروں کے نام بتائے ڈاکٹر یو کا بونا نے حیرانی سے پوچھا "تم کون ہو اور میرے انتہائی اندرونی راز کیسے جانتے ہو؟"

وہ بولا "دو ہی طرح سے معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ جادو سے یا پھر ٹیلی جیٹھی کے ذریعے اور میں ٹیلی جیٹھی جانتا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم ٹیلی جیٹھی جانتے ہو؟"

"تم یوگا کے ماہر ہو۔ تمہارا حساس دماغ میری سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرے گا۔ تمہاری سیکرٹری اپنے کیمین میں کپیوٹر کے ساتھ مصروف ہے۔ وہ ابھی تمہارے پاس آ رہی ہے۔"

ایک منٹ کے اندر ہی اس کی فوج ان سیکرٹری دستک دیے بغیر اس کے چیمبر میں آئی۔ اس نے پوچھا "تم اجازت حاصل کیے بغیر اندر کیوں آئی ہو؟ ہر جاؤ اور مجھ سے اجازت طلب کرو۔"

وہ بولی "سوری سر! میرے اندر کوئی سایا ہوا ہے۔ وہ مجھے یہاں لایا ہے۔ میں اس کی اجازت کے بغیر یہاں سے نہیں جاسکوں گی۔"

ڈاکٹر یو کا بونا نے پوچھا "مسٹر! کیا تم اس کے دماغ میں گھسے ہوئے ہو؟"

وہ مردانہ آواز میں بولی "ہاں۔ میں اس کے اندر سے کتابیات پبلی کیشنز

"پہلے ہم اٹھ ٹیلی جیٹھی جاننے والے نمبروں سے پچانے جاتے تھے۔ ہمارا پیدائشی نام سرکاری فائلوں میں چھپا دیا گیا تھا۔ بہر حال میرا نام ڈبلیو رائٹ ہے۔"

"ڈبلیو رائٹ! میں ابھی تم سے ملنا چاہوں گا۔"

"سوری، کوئی بھی ٹیلی جیٹھی جاننے والا کبھی کسی کے دروازے نہیں جاتا۔ ابھی تم یوگا کے ماہر ہو۔ کبھی بتا رہے ہو۔ ایسے وقت فریاد اور اس کے ٹیلی جیٹھی جاننے والے رشتے دار تمہارے اندر آئیں گے۔ تم انہیں روک نہیں سکو گے۔ وہ تمہارے چور خیالات پڑھ کر میرا پتا ٹھکانا معلوم کر لیں گے۔"

"تم درست کہتے ہو۔ ہمارا رابطہ فون یا ای میل کے ذریعے ہونا چاہیے۔"

"اور میں تمہارے مشیر کو بھی آلہ کار بنا کر اس کے دماغ میں رہ کر تم سے باتیں کر سکتا ہوں۔"

"مشیر کو ہمارے معاملات سے الگ رکھو۔ میری ایک گرل فرینڈ ہے۔ اسے آلہ کار بنانا مناسب رہے گا۔ کیا میں اسے بلاؤں؟"

"ہاں۔ بلاؤ۔ میں اس کی آواز اور لہجہ سننا چاہوں گا۔"

اس نے انٹر کام کے ذریعے لیڈی سیکرٹری سے کہا "مس سوسانہ کو یہاں بھیج دو۔"

پھر اس نے ڈبلیو رائٹ سے کہا "میں سوسانہ کے بارے میں خبیثگی سے سوچتا ہوں، وہ میری وفادار ہے یا نہیں؟ تم اس کے خیالات پڑھ کر اس کے اندر کی بات مجھے بتا سکو گے۔"

"کیا تم نے اسے انسانی اعضا والے دھندے کے بارے میں بتایا ہے؟"

"میری یہ گرل فرینڈ تو کیا میری بیوی بچے بھی میرے خفیہ دھندے سے واقف نہیں ہیں۔ صرف میرا ایک بڑا بیٹا رازدار ہے۔"

سوسانہ نے دروازہ کھول کر پوچھا "کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولا "آجاؤ۔ تمہارے لیے یہ فون کال ہے۔"

وہ قریب آکر حیرانی سے بولی "میری کال آپ کے پرسنل فون پر کیسے آئی؟ میری کوئی سیلی ہے؟"

"تم خود ہی بات کرو۔ کوئی مرد ہے۔"

وہ ریسپور لے کر کان سے لگا کر بولی "ہیلو! کون ہو تم؟"

ڈبلیو رائٹ نے کہا "تم ایک اچھی لڑکی ہو۔ تمہیں کوئی دیوتا 44

دشمن فون نہیں کرے گا۔ مجھے اپنا دوست سمجھو۔"

"مگر تم ہو کون؟ مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"میں تمہیں نہیں جانتا تھا۔ ڈاکٹر نے ابھی بتایا ہے کہ تمہارے جیسی خوب صورت لڑکی اس کی گرل فرینڈ ہے۔"

اس نے غور کر ڈاکٹر کو دیکھا پھر پوچھا "تم نے میرے اور اپنے بارے میں کسی کو بتایا ہے؟ یہ کون ہے؟"

"میرا بہترین دوست ہے۔ تمہاری عزت کرے گا۔ اس سے دوستی کرو۔"

اس نے فون پر پوچھا "کیا تم میری عزت کر گے؟ اچھے دوست بنو گے؟"

"ہاں۔ ڈاکٹر دوست بن کر تمہارے دل میں رہتا ہے۔ میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ کیا ابھی تمہارے دماغ میں آجاؤں؟"

وہ ہنسنے ہوئے بولی "کیسے آؤ گے؟"

وہ اس کے اندر پہنچ کر بولا "ریسپور ڈاکٹر کو دے دو۔"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر ڈاکٹر کو دیکھا۔ ریسپور کو اس کی طرف بڑھایا۔ اسے اپنے اندر اس اجنبی دوست کی آواز سنائی دے رہی تھی

"میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔ وہ تمہارا محبوب ہے۔ دل میں دھڑکتا ہو گا۔ دھڑکنوں کے الفاظ نہیں ہوتے۔ سمجھو یا نہ سمجھو۔ تمہاری مرضی لیکن میں الفاظ کے ساتھ واضح ہوں۔"

وہ گھبرا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر سے بولی "ابھی جو فون پر بول رہا تھا۔ اس کی آواز میرے دماغ میں گونج رہی ہے۔ وہ میرے اندر بول رہا ہے۔ یہ کیا جادو ہے؟"

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا "یہ ٹیلی جیٹھی ہے۔ جادو نہیں ہے۔"

"ٹیلی جیٹھی؟" وہ حیرانی سے بولی "ہاں۔ میں نے سنا ہے۔ ٹیلی جیٹھی جاننے والے دماغوں کے اندر پہنچ جاتے ہیں۔"

"تم نے جو سنا تھا اس کا ذاتی تجربہ تمہیں ہو رہا ہے۔ یہ میرے اور تمہارے دوست ہے۔ ان کا نام ڈبلیو رائٹ ہے۔ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ یہ میرے اندر نہیں آسکتے۔ اس لیے آئندہ تمہارے اندر آکر مجھ سے باتیں کیا کریں گے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میری زندگی کا یہ انوکھا تجربہ ہے۔ مسٹر رائٹ! تمہاری آمد سے مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ تم میرے ذریعے دن رات ڈاکٹر سے باتیں کر سکتے ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ میں اس طرح بھی ڈاکٹر کے کام آتی رہوں گی۔"

کتابیات پبلی کیشنز

143

دیوتا 44

ڈیپو رائٹ نے اس کی زبان سے کہا ”ڈاکٹر! ابھی میں جا رہا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔“

”ویسے تو تم دن رات آ سکتے ہو لیکن ایک خاص وقت بھی مقرر ہو جائے تو بہتر ہو گا۔“

”میں پھر کسی وقت اگر صبح و شام کا وقت مقرر کروں۔ اوکے بائی۔“

وہ خاموش ہو گیا۔ سوسانہ ہنستے ہوئے بولی ”مسٹر رائٹ میری زبان سے بول رہے تھے مجھے عجیب سا لگ رہا تھا۔“

”وہ تمہارے اندر موجود ہیں یا جانچنے ہیں؟“

”ہاں نہیں۔ مجھے تو پتا ہی نہیں چلا کہ وہ میرے اندر ہیں یا نہیں؟ جب بولتے ہیں۔ تب ان کی موجودگی ظاہر ہوتی ہے۔“

اس نے سوسانہ کو دیکھتے ہوئے مخاطب کیا ”مسٹر رائٹ! تم موجود ہو؟“

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ سوسانہ نے بھی انکار میں سر ہلا کر کہا ”وہ نہیں ہیں۔ جانچنے ہیں۔ عجیب سا لگ رہا ہے۔“

جیسے وہ ابھی ہمارے سامنے تھے اور اب نہیں ہیں۔“

وہ اٹھتے ہوئے بولا ”کم آن۔ شام ہو چکی ہے۔ ہم کہیں آؤنگ کے لیے چلیں۔ آج ایک ٹیلی ویشن جاننے والے سے دوستی کر کے جو خوشی ہو رہی ہے۔ میں اسے بیان نہیں کر سکوں گا۔“

وہ دونوں چیمبر سے نکل کر اسپتال سے باہر آئے پھر کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ ڈیپو رائٹ خاموشی سے سوسانہ کے اندر موجود تھا اور اس کے چور خیالات بڑھ رہا تھا۔ وہ ایک ٹل کلاس گھرانے کی لڑکی تھی۔ دوسری لڑکیوں کی طرح اونچے خواب دیکھتی تھی۔ وہ اسپتال میں ملازمت کرتے آئی تو ڈاکٹر بوکا اس پر عاشق ہو گیا۔ وہ اس سے عمر میں تین گنا زیادہ تھا۔ بڑھاپے میں رال پھینکتے لگی۔ وہ اس سے راضی نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن ڈاکٹر نے اسے ایک بنگلا خرید کر دیا۔ اس کے بینک اکاؤنٹ میں پانچ لاکھ ڈالر جمع کیے تو وہ راضی ہو گئی۔

اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ لالچی تھی۔ ہر لڑکی ایک شان دار مستقبل کے خواب دیکھتی ہے اور شان و شوکت سے زندگی گزارنا چاہتی ہے۔ سوسانہ نے ایسا کرنے کے بعد ڈاکٹر کو دھوکا نہیں دیا تھا۔ اس سے وفاداری کر رہی تھی لیکن وہ وفاداری دل کا بوجھ تھی۔ ڈاکٹر کا بڑھاپا اس کی جوانی کا ساتھ نہیں دیتا تھا۔ حالانکہ وہ ڈاکٹر تھا۔ توانائی حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کی دوائیں کھاتا تھا مگر فکروں گھوڑے کی

طرح دوڑ شروع کرتے ہی گر پڑتا تھا۔ سوسانہ اندر ہی اندر کرب میں مبتلا رہتی تھی۔ وفاداری کا تھا ضا تھا۔ زبان سے اُف نہیں کرتی تھی۔

وہ ڈاکٹر کے ساتھ آؤنگ کے لیے نکل تھی۔ انہوں نے رات کا کھانا ایک ہوٹل میں کھایا۔ وہ اس کے ساتھ بیچلے میں رات گزارنا چاہتا تھا لیکن ایک اہم کاروباری معاملے کے سلسلے میں فون آگیا۔ وہ فون انٹرن کرنے کے بعد اسے جانا پڑا۔ اس نے رخصت ہوتے وقت کہا ”ڈیپو رائٹ کسی وقت بھی تمہارے ذریعے رابطہ کرنا چاہے گا۔ تم فوراً میرے موبائل فون پر کال کرنا۔ چھ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس نے اب تک رابطہ نہیں کیا ہے۔ اوکے سی یوس۔“

وہ چلا گیا۔ سوسانہ نے دروازے کو اندر سے بند کرنا چاہا تو نہ کر سکی۔ اس کے دماغ نے کہا ”اسے کھلا رکھو۔ کوئی آنے والا ہے۔“

وہ حذرزدہ سی ہو کر دروازے کے باہر دیکھنے لگی ”کون آنے والا ہے؟“

وہ لاشعوری طور پر سوسانہ کے اندر اپنی شخصیت حاوی کرتا رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر کے ساتھ گھومتی پھرتی اور ہنستی بولتی رہی تھی۔ ان کے درمیان کوئی تیسرا نہیں تھا۔ وہ سمجھ نہ سکی کہ تیسرا شخص اس کی لاعلمی میں اس کے ذہن پر نقش ہو رہا ہے۔

پھر وہ اچانک اس کے سامنے آگیا۔ اسے دیکھتے ہی دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس کے سامنے ایک تہہ آور باڈی بلنڈ کھڑا ہوا تھا۔ سامنے آتے ہی حواس پر چھار ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھا۔ یہ پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ اس کے پاس آکر اسے بازوؤں کے حصار میں لے کر اس پر جھک گیا۔ اس کے چہرے اور گردن پر ہونٹوں سے سرگوشیاں کرنے لگا پھر اسے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ روم کی طرف جانے لگا۔

اس کے ارادے خطرناک تھے۔ وہ ڈاکٹر بوکا کو کا کے تمام کاروبار پر اس طرح قبضہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ ڈاکٹر محض ایک کارندہ بن کر رہ جائے اور وہ خیال خوانی کے ذریعے کاروبار کا تمام منافع حاصل کرتا رہے۔ وہ اس کے ہم راز مشیر کو اپنا معمول بنانا چاہتا تھا۔ اس رات اس نے سوسانہ کو اپنی معمول بتالیا۔ اب اسے انتظار تھا کہ ڈاکٹر کبھی بیمار پڑے یا اسے کوئی حادثہ پیش آئے تو وہ اس کے اندر پہنچ کر اسے بھی اپنا معمول بنا سکے گا۔

وہ سوسانہ کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری کی دوا دے

”عجب ہے۔ تمہارے پاس ایک غیر معمولی طاقت ہے۔ تم اسے ظاہر کیوں نہیں کرنا چاہتے؟“

”ہم آٹھ ٹیلی ویشن جیتنے والوں کو اس لیے ایڈر گراؤنڈ میل میں رکھا گیا تھا کہ فرہاد اور اس کے ساتھی کسی نہ کسی مخالف ٹیلی ویشن جیتنے والوں کا سراغ لگا کر ان کی شہ رگ تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہم ایڈر گراؤنڈ میل سے باہر آنے کے بعد اب تک محتاط ہیں۔ ہم بھی سونیا اور فرہاد وغیرہ کی موجودگی میں خود کو ظاہر نہیں کرتے۔“

”پھر تم ان سے خوف زدہ رہ کر میرے لیے کیا کر سکو گے؟“

”مجھے بزدل اور خوف زدہ نہ سمجھو۔ میں احتیاطی تدابیر پر عمل کرتا ہوں۔ میں چھپ کر ان پر حملے کر سکتا ہوں اور تمہیں ان کے حملوں سے بچا سکتا ہوں۔ سونیا اب میری نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکے گی۔ میں باربرا، ایلنی اور جیری کے اندر رہ کر اس کی مصروفیات سے باخبر ہوں گا۔ اس کی کوئی کمزوری میرے ہاتھ آ سکتی ہے۔ وہ بیمار پڑ سکتی ہے۔ کسی حادثے سے دو چار ہو سکتی ہے۔ ایسے وقت میں اس کے اندر گھس کر اسے اپنی معمولہ بنا سکوں گا اور اگر ایسا نہ کر سکا تو اسے آسانی سے ہلاک کر سکوں گا۔“

ڈاکٹر نے کہا ”بے شک سونیا اور فرہاد جیسے زبردست دشمنوں کے مقابلے میں تمہیں اسی طرح محتاط رہنا چاہیے۔ تم باربرا، ایلنی اور جیری کے ذریعے سونیا کو اعصابی کمزوری کی دوا کھلا سکتے ہو۔“

”موقع ملا تو میں ایسا ضرور کروں گا۔“

سونیا اس فیملی کے ساتھ ہوئی کراس ٹاؤن میں آگئی۔ وہ فیملی آدمی رہ گئی تھی۔ باربرا کا باپ جیمس مل مارا گیا تھا۔ اس کا بڑا بیٹا اور ہو پولیس کسٹڈی میں تھے۔ صرف باربرا ایلنی اور جیری رہ گئے تھے۔ میں نے جیمس مل کی تدفین سے پہلے خیال خوانی کے ذریعے اس کے بڑے بیٹے اور ہو کو رہائی دلائی۔ سونیا نے ان سے کہا ”میں نے تم سب کے ساتھ بہت ہی یادگار وقت گزارا ہے۔ اب مجھے یہاں سے جانا ہو گا۔“

باربرا نے اس کی گردن میں ہاتھیں ڈال کر شکایت کی ”کیا آپ مجھے جی بکریاں چھوڑ جائیں گی۔“

”پیشان ایک دن ماں باپ سے جدا ہوا جاتی ہیں۔ ہمیں بھی جدا ہونا ہے۔ نہ میں اپنی فیملی سے دور یہاں رہ سکتی ہوں۔ نہ تم اپنی فیملی کو چھوڑ کر میرے ساتھ آ سکتی ہو۔ کیا تم میرے ساتھ آ سکو گی؟“

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی ”آپ نے مجھے اتنا تحفظ‘ اتنی

سکھاتا لیکن یہ خیال آتا تھا کہ وہ ڈاکٹر ہے کھانے پینے کی چیز میں ملی ہوئی دوا کو محسوس کر سکتا ہے۔ وہ کوئی رسک لینا نہیں چاہتا تھا۔ اسے اپنا غلام بنانے کی ایسی جلدی نہیں تھی۔ وہ بڑی سہولت سے یہ کام کرنا چاہتا تھا۔

پھر ایک رات ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ سونیا الاسکا میں ہے۔ انسانی اعضا حاصل کرنے کا ایک خفیہ اڈا چیکاگ میں ہے۔ وہاں ڈاکٹر ریچم کے ایک فیملی کو ٹریپ کر کے اپنے بیچلے میں لایا تھا۔ اس فیملی میں سونیا بھی تھی وہ اس کے خوارپوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی تھی اور اب ڈاکٹر ریچم وغیرہ کو ختم کرنے والی تھی۔

ڈیپو رائٹ ڈاکٹر بوکا کی فون کال کے ذریعے ریچم کی آواز سنا۔ کر اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس وقت آپریشن تھیں ریچم کا پڑا بھاری رکھا اور سونیا نے اس نظر آ رہی تھی لیکن اچانک ہی بازی پلٹ گئی تھی۔ ریچم کے ایک خوارپوں نے اپنے تین ساتھیوں کو ہلاک کر دیا پھر سونیا کے حکم سے خودکشی کر لیا۔

ڈاکٹر بوکا نے کہا ”مسٹر رائٹ! کسی طرح میلی اور ریچم کو بچاؤ۔ ریچم میرے لیے بہت ضروری ہے۔“

رائٹ نے کہا ”تم نے آخری وقت میں مجھے وہاں پہنچایا ہے۔ وہاں کی چوبیٹن کو سمجھنے تک سونیا ان پر حاوی ہو گئی ہے۔ اس کی پشت پر ایک سے زیادہ خیال خوانی کرنے والے ہو سکتے ہیں۔“

”تم باربرا، ایلنی اور جیری کے دماغوں میں گھس کر ان کی موت بن جاؤ گے تو سونیا ریچم کو ہلاک نہیں کرے گی۔“

”میں کسی ایک کے دماغ میں گھس سکتا ہوں۔ اس ایک دماغ میں کئی ٹیلی ویشن جیتنے والے اگر میری سوچ کی لہروں کو کمزور بنا دیں گے پھر وہ تینوں سونیا کے گئے رشتے دار نہیں ہے۔ میں ان میں سے کسی کو مارنا چاہوں گا تب بھی وہ اس ایک کی قربانی دے گا۔ ریچم کو ضرور ہلاک کرے گی۔“

ان کی بحث کے دوران سونیا نے میلی اور ریچم کو دونوں ہاتھوں اور پیروں سے اپناج بنا دیا تھا۔ انہیں سسک سسک کر مرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ ان زخموں سے اتنا خون بہہ رہا تھا کہ صبح تک ان کے پیچھے کی امید نہیں تھی۔

ڈیپو رائٹ نے کہا ”اگر میں وہاں خیال خوانی کا مظاہرہ کرنا تو سونیا اور فرہاد وغیرہ کو معلوم ہو جائے گا کہ تمہاری پشت پر بھی کوئی ٹیلی ویشن جیتنے والا ہے۔ جبکہ میں خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔“

سلامتی دی ہے کہ میری سگی ماں بھی نہیں دے سکتی تھی۔ میں بیشہ آپ کے سامنے میں محفوظ رہ سکتی ہوں لیکن اپنے باپ دادا کا خاندان یہ مکان اور لوہے کے رشتے توڑ کر نہیں جاسکوں گی۔ آپ سے دور رہوں گی لیکن آخری سانسوں تک آپ کو یاد رکھتی رہوں گی۔

ڈبلجو رائٹ خیال خوانی کے ذریعہ باربرا کے اندر آتا جاتا رہتا تھا۔ اس وقت بھی موجود تھا اور سمجھ رہا تھا کہ سونیا وہاں سے جائے گی تو وہ باربرا کے بعد کسی کو آگے کار نہیں بنا سکے گا۔ پتا نہیں چلے گا کہ وہ کہاں جا رہی ہے؟

اس نے ڈاکٹر بوکا کو کہا "وہ ہوئی کراس ٹاؤن سے جا رہی ہے پتا نہیں آگے کہاں جا کر ہمارے کس تیرے اڑے کو تہا کرے گی۔ یہ تھا ہوگی اس کے ساتھ کوئی نہیں ہوگا۔ میں کسی کے ذریعے اس پر نظر نہیں رکھ سکوں گا۔"

ڈاکٹر نے کہا "اس سے پہلے کہ یہ ہمیں مزید نقصان پہنچائے۔ اسے کسی بھی طرح وہیں ختم کر دو۔"

"مجھے یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ ابھی سونیا کے اندر فریاد موجود ہے یا نہیں؟ مجھے سوچ سمجھ کر حملہ کرنا ہوگا۔"

"تمہارے سوچنے سمجھنے تک وہ وہاں سے چلی جائے گی۔ جو کرنا ہے جلدی کرو۔ آخر کب تک ان لوگوں سے چھپ کر خیال خوانی کرتے رہو گے؟"

ڈبلجو رائٹ اس وقت باربرا کے علاوہ جیری اور ایلسی وغیرہ کو آگے کار بنا سکتا تھا۔ اس نے جیری کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ اس مکان میں کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ جہن میں چاقو رکھا ہوا تھا۔ جیری نے اسے اپنے لباس میں چھپا لیا۔ سونیا اپنا سفری بیگ اٹھا کر ان سے رخصت ہو رہی تھی۔ باربرا اور ایلسی اسے مکان کے باہر ٹیکسی تک رخصت کرنے آئی تھیں۔ جیری راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ ایلسی نے پوچھا "کیا بات ہے جیری؟"

ڈبلجو رائٹ اس کے دماغ پر قبضہ جاکر اسے حملہ کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس نے سونیا سے کہا "تم نے ایک ہوش میں تین غنڈوں کی پٹائی کی تھی۔ تم نہ ہوتیں تو باربرا اور ایلسی کی آہو خاک میں مل جاتی پھر تم نے چپکاک میں ہم سب کو قاتلوں سے بچایا۔ ہم سب تم پر اپنی جانیں بھی قربان کر دیں تو کم ہے میرے لباس کے اندر یہ چاقو ہے۔"

اس نے لباس کے اندر سے چاقو نکالا۔ ایلسی اور باربرا پریشان ہو گئیں۔ سونیا مسکرانے لگی۔ وہ بولا "ایک کتا بڑی دیر سے میرے اندر بھونک رہا ہے مجھے مجبور کرنا چاہتا ہے کہ میں جسیں اس چاقو سے ہلاک کر دوں۔ اس سے پوچھو۔"

یہ کس نسل کا کتا ہے اور کہاں سے آیا ہے؟" سونیا نے کہا "پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈاکٹر بوکا یہ نہیں چاہتا کہ میں آگے جا کر اسے مزید نقصان پہنچاؤں۔ اس کی اس حماقت سے مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی ٹیلی پیٹھی جاننے والا ہے۔ میں پہلے سے زیادہ محتاط رہوں گی۔"

وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گئی۔ ڈبلجو رائٹ اپنی آگے کار سوسائٹ کے دماغ میں آیا۔ اس کے ذریعے ڈاکٹر بوکا کو سے بولا "تمہاری جلد بازی کی وجہ سے اسے معلوم ہو گیا ہے کہ تمہارے ساتھ ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا ہے۔ اب وہ پہلے سے زیادہ محتاط رہے گی۔ فریاد وغیرہ معلوم کریں گے کہ میں کون ہوں؟ انہیں یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ میں آٹھ امریکی ٹیلی پیٹھی جاننے والوں میں سے ایک ہوں۔"

"تمی لمبی باتیں کیوں کر رہے ہو؟ صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم سونیا پر حملہ کرنے میں ناکام رہے ہو۔ وہ تمہارے ٹیلی پیٹھی نہیں جانتی ہے۔ تم اس ہتھی عورت کو ہلاک نہ کر سکتے۔"

"وہ تمہا نہیں ہے۔ فریاد اور اس کے ٹیلی پیٹھی جاننے والے وہاں موجود تھے۔ میں نے جیری کے دماغ پر قبضہ کر لیا تھا لیکن مجھ سے پہلے کوئی اس کے اندر موجود تھا۔ اس نے جیری کے دماغ پر قبضہ کر لیا تھا۔ آئندہ میں تمہارے مشورے پر عمل نہیں کروں گا۔"

وہ آپس میں بحث کر رہے تھے انہیں اندیشہ تھا کہ ہونیا آئندہ ان کے کسی اور خفیہ اڑے تک پہنچنے والی ہے۔ جبکہ ایسا نہیں تھا۔ وہ میری تلاش میں وہاں گئی تھی۔ میں اس کی زندگی میں واپس آ گیا تھا۔ خواجہ اس ملک میں رہنا ضروری نہیں تھا۔

وہ یہ سن کر پریشان ہو گئی تھی کہ اس کا بیٹا کبیرا گردش میں آ گیا ہے۔ میں جس مصیبت سے نکل آیا تھا اس مصیبت میں وہ گرفتار ہو گیا تھا۔ وہ بیٹے کو تلاش کرنے میرے پاس ہندوستان آ رہی تھی۔ الایسا سے کینڈا پہنچ کر وہاں سے کسی فلاٹ میں اڑنا آنے والی تھی۔

الایا، اعلیٰ بی بی اور فرمان خیال خوانی کے ذریعے جزیرے کے سیکورٹی افسر اور دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں جگہ بنا چکے تھے۔ وہاں انہوں نے کبیرا کی آواز سنی تھی۔ وہ سیکورٹی افسر کے اندر آکر وہاں کے دفاعی انتظامات دیکھتا تھا۔ تمام مسلح افراد صبح و شام فوجی مشقیں کیا کرتے تھے اور انڈین آرمی سے نینٹے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

الایا، اعلیٰ بی بی اور فرمان خیال خوانی کے ذریعے جزیرے کے سیکورٹی افسر اور دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں جگہ بنا چکے تھے۔ وہاں انہوں نے کبیرا کی آواز سنی تھی۔ وہ سیکورٹی افسر کے اندر آکر وہاں کے دفاعی انتظامات دیکھتا تھا۔ تمام مسلح افراد صبح و شام فوجی مشقیں کیا کرتے تھے اور انڈین آرمی سے نینٹے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

الایا، اعلیٰ بی بی اور فرمان خیال خوانی کے ذریعے جزیرے کے سیکورٹی افسر اور دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں جگہ بنا چکے تھے۔ وہاں انہوں نے کبیرا کی آواز سنی تھی۔ وہ سیکورٹی افسر کے اندر آکر وہاں کے دفاعی انتظامات دیکھتا تھا۔ تمام مسلح افراد صبح و شام فوجی مشقیں کیا کرتے تھے اور انڈین آرمی سے نینٹے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

پہنچائے گی۔" اعلیٰ بی بی نے مایوس ہو کر کہا "یہ کیسی مجبوری ہے۔ وہ ہم سے دشمنی کر رہی ہے اور ہم نہ چاہتے ہوئے بھی دوستوں کی طرح اس کے جزیرے کی حفاظت کرتے رہیں گے۔" "ہم واقعی مجبور ہیں۔ کبیرا کی سلامتی کے لیے ہمیں ایسا کرنا ہوگا۔"

آخر آرمی والے حرکت میں آ گئے انہوں نے پوجا اور سلمان قصیر کے بغیر جزیرے کو خالی لاوارث اور کمزور سمجھ لیا۔ رات کی تاریکی میں سمندری راستے سے ساحل پر اتر گئے۔ وہاں صرف چار مسلح گارڈز تھے۔ وہ سیکورٹی افسر کی تعداد میں آنے والوں کو جوانی فائرنگ سے روک نہیں سکتے تھے۔ وہاں سے بھاگ کر محل میں آئے۔ سیکورٹی افسر کو بتایا کہ آرمی کے سیکورٹی جوان ساحل پر آ گئے ہیں۔ سیکورٹی افسر نے محل کے چاروں طرف اپنے مسلح گارڈز کو الارٹ کر دیا۔

اس وقت اعلیٰ بی بی اور فرمان خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھے۔ انہوں نے مجھے اور الایا کو بلایا۔ میں فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے آرمی بیڈ کو ارڈر کے افسران کے اندر پہنچنے لگا۔ اس سے پہلے بھی میں ان کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ وہ افسران موبائل فون اور وائرلیس کے ذریعے ان افسروں سے باتیں کر رہے تھے جو جزیرے کے ساحل پر سپاہیوں کے ساتھ بحیرت پہنچ گئے تھے۔

ان میں سے ایک افسر رپورٹ پیش کر رہا تھا "سراہم یہاں پہنچ گئے ہیں۔ ادھر کو سٹ گارڈز بھی نظر نہیں آ رہے ہیں۔ چند ملاح اور مای گیر ہیں۔ انہیں ہم نے حراست میں لیا ہے۔ ان کے بیان کے مطابق ادھر چار مسلح گارڈز رات کو ڈیوٹی دیتے ہیں۔ وہ ہمیں اتنی بڑی تعداد میں دیکھ کر بھاگ گئے ہیں۔"

بیڈ کو ارڈر سے کہا گیا "ان بھاگنے والوں نے محل میں خیر پہنچائی ہوگی۔ وہ مقابلے کے لیے تیار ہوں گے۔ بہت ہوشیاری سے محل کا احاطہ کرو۔"

میں نے الایا، اعلیٰ بی بی اور فرمان کو اس افسر کے دماغ میں پہنچایا پھر ہم سب اس ایک افسر کے ذریعے دوسرے افسروں اور سپاہیوں کے اندر پہنچنے لگے۔ ادھر سیکورٹی افسر کبیرا سے کہہ رہا تھا "سراہم لڑنے والے تعداد میں پورے چالیس بھی نہیں ہیں اور سیکورٹی تعداد میں آئے ہیں پھر ان کے پاس مشین گنیں اور میزائل وغیرہ بھی ہوں گے۔"

کبیرا نے کہا "کیا پہلے سے نہیں جانتے تھے کہ ان کے پاس یہ سب کچھ ہوگا اور ہم محدود ہتھیاروں سے لڑیں گے۔"

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

کے؟

”ہم جانتے تھے لیکن ہم آپ کی ٹیلی فنی کے ہتھیار پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔ آپ یہ ہتھیار استعمال کریں۔ تاکہ ان پر دہشت طاری ہو۔“

”میں نے اب تک کسی دشمن کی آواز نہیں سنی ہے۔ آواز سے بغیر میں کسی کے اندر جاسکوں گا اور نہ ان کے خلاف کچھ کر سکوں گا۔ وہ محل کا محاصرہ کرنے کے بعد ضرور تمہیں مخاطب کریں گے۔“

کبریا نے ایک سلسلہ کارڈ سے کہا ”تم موٹر سائیکل لے کر ساحل کی طرف اپنی بن کر جاؤ اور ان سے باتیں کرو۔“ اپنی بننے والے نے پریشان ہو کر پوچھا ”آپ مجھے تمہا موت کے منہ میں کیوں بھیج رہے ہیں۔ وہ میری کوئی بات نہیں سنیں گے۔ گولی مار دیں گے۔“

”کچھ اس مت کرو۔ یہ جنگ کا اصول ہے۔ دشمن کے اپنی کو مارا نہیں جاتا۔ اس کے ذریعے مذاکرات کیے جاتے ہیں۔“

وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔ کبریا نے اس کے دماغ پر قبضہ کر لیا۔ وہ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ محل کے احاطے کی چار دیواری بہت اونچی تھی اور اس کی اونچائی پر تار کاٹے بچھائے تھے۔ وہاں چاروں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چائیں بنی ہوئی تھیں۔ ہر چائے پر چار چار مسلح گارڈز تھے اور سرچ لائٹس کے ذریعے دور تک دیکھ رہے تھے۔

وہ اپنی موٹر سائیکل پر ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ دور کہیں سے آواز سنائی دی ”ہائٹس۔“

کبریا اس اپنی کے اندر تھا۔ اس نے آواز سنیں لیکن دور کی آواز اور لہجہ صاف سنائی نہیں دیا۔ اب آگے باتوں کا سلسلہ شروع ہونے والا تھا۔ وہ توجہ سے سننے لگا۔ اپنی نے موٹر سائیکل روک دی تھی۔ تاریکی میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا ”میں اکیلا ہوں۔ گولی نہ چلاؤ۔ پیغام لے کر آیا ہوں۔ مجھے اپنے قریب آئے۔“

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ٹائیس سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ اپنی چچ مار کر گرا پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ کبریا کی سوچ کی لہر اس کے مردہ دماغ سے واپس آگئیں۔

آری والوں کو یقین تھا کہ وہ صبح سے پہلے جزیرے پر قبضہ جمائیں گے۔ اس لیے ان کی نظروں میں اپنی اور مذاکرات وغیرہ کی اہمیت نہیں تھی۔ کبریا نے دماغی طور پر

حاضر ہو کر دای ماں سے کہا ”انہوں نے اپنی کی بات نہیں سنی۔ اسے مار ڈالا ہے۔ مجھے دشمنوں کی آواز سننے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔“

وہ بولی ”میں بھارت سرکار سے فریاد کروں گی تو میری کوئی نہیں سنے گا۔ جو جزیرے کے مقدمے کا فیصلہ سنانے والا ہے۔ میں ابھی اس جج سے شکایت کرتی ہوں۔ شاید وہ ہمارے لیے کچھ کر سکے گا۔ تم جزیرے میں جاؤ۔“

کبریا پھر سیکورٹی افسر کے اندر آگیا۔ ابھی تک محل پر حملہ نہیں ہوا تھا۔ سیکورٹی افسر نے کہا ”چائیں ’وہ حملہ کیوں نہیں کر رہے ہیں۔ ہمیں اپنا انجام صاف دکھائی دے رہا ہے یا تو بے موت مرنا ہو گا۔ یا پھر ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے ہوں گے۔“

کبریا نے ڈانٹ کر کہا ”بزدلوں جیسی باتیں نہ کرو۔ برسوں سے محافظ بننے کا وعدہ کر کے بڑی بڑی تحفظیں لیتے آ رہے ہو۔ اب موت کے خوف سے ہتھیار پھینکنے کی باتیں کر رہے ہو۔“

”آپ غصہ نہ دکھائیں۔ ہم سے پہلے آپ کا ہتھیار بیکار ہو چکا ہے۔ آپ مجبور ہو گئے ہیں۔ یہ ہتھیار استعمال نہیں کیا رہے ہیں۔ دیکھا جائے تو ہم سے پہلے آپ ہتھیار ڈال چکے ہیں۔“

”تم باغیانہ انداز میں بول رہے ہو۔ تمہارے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ دشمن ادھر آئیں گے تو تم ایک بھی گولی چلائے بغیر کھٹکتے نیک دو گے۔“

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ رات کے سنانے میں دور سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کبریا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کون فائرنگ کر رہا ہے؟ اور کس دشمن پر کر رہا ہے؟

ہم نے انہیں آپس میں لڑا دیا تھا۔ میں نے ایک افسر کے ذریعے دوسرے افسر سے کہا ”محل پر حملہ نہ کیا جائے۔ محل کے سپاہیوں کو باہر آنے پر مجبور کیا جائے۔“

دوسرے افسر نے کہا ”ہم راکٹ لانچر سے محل میں راکٹ برسا دیں گے تو وہاں بھگدڑ شروع ہوگی۔ وہ محل کے احاطے سے باہر آنے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

میں نے کہا ”اپنے راکٹ بریا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہیں گولی ماروں گا تو آواز نہ اٹھائے گا۔“

یہ کہتے ہی میرے آلہ کار افسر نے دوسرے افسر کو گولی ماری پھر مسلسل فائر کرتا گیا۔ کئی سپاہی فائر کی زد میں آکر مر گئے۔ دوسرے ادھر ادھر بھاگتے ہوئے اسے سمجھانے لگے

کہ وہ پاگلوں کی طرح فائرنگ نہ کرے لیکن الیا اعلیٰ بی بی اور فرمان نے دوسروں کے اندر پہنچ کر انہیں بھی گولیاں چلانے پر مجبور کیا۔ دو سپاہی بھاری مشین گن چلانے لگے۔ وہاں اچانک ہی قیامت برپا ہو گئی تھی۔

ہم نے یہ خیال رکھا تھا کہ ہمارے آلہ کار مرنے نہ پائیں اور وہ آخر وقت تک ہمارے کام آتے رہیں۔ رات کی تاریکی میں پتا نہیں چل رہا تھا کہ کتنے سپاہی اور افسران مارے گئے ہیں۔ جو بچ گئے تھے وہ اس پہاڑی کی طرف آگئے جس پر محل کھڑا ہوا تھا۔

ایک افسر نے حکم دیا ”سب لوگ قریب آجائیں۔ کوئی دور نہ رہے۔ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ہمارے لوگوں نے ایک دوسرے پر گولیاں کیوں چلائی ہیں۔“

دوسرے نے کہا ”میں نے دیکھا ہے۔ مشین گن کے ایک برسٹ سے درختوں سپاہی بے موت مر گئے۔ فائرنگ کرنے والے درختوں میں کیوں بھٹکا ہو گئے۔“

اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نے کہا ”ہیڈ کوارٹر میں کہا جا رہا تھا کہ پوجانے ٹیلی فنی جاننے والے فریاد سے دوستی کی ہے۔ میری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ ہم ٹیلی فنی کے ذریعے حملہ کیا جا رہا ہے۔“

دوسرے افسر نے کہا ”میں نہیں مانتا کہ ایک ٹیلی فنی جاننے والا صرف چند روٹھ میں ہمارے درختوں سپاہیوں کو خاک میں ملا دے گا۔“

تیسرے نے کہا ”اگر یہ ٹیلی فنی نہیں ہے تو پھر یہ سب کیسے ہو گیا۔ کیا پوجا ہم پر جاو کر رہی ہے؟“

”ہم یہاں بحث کرنے نہیں جزیرے پر قبضہ حاصل کرنے آئے ہیں۔ جو ہو چکا ہے۔ اس پر بعد میں غور کیا جائے گا۔ ابھی محل کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ جلد سے جلد محل پر حملہ کرنا چاہیے۔“

میں نے ایک سپاہی کی زبان سے کہا ”ہم انسان ہیں۔ دوسرے انسانوں کو کیوں ہلاک کرتے ہیں۔ دوسروں کی زمینوں پر قبضہ جمانے کے لیے اپنی محبت کرنے والی بیویوں اور معصوم بچوں کو چھوڑ کر اتنی دور آتے ہیں اور حرام موت مارے جاتے ہیں۔“

ایک افسر نے ڈانٹ کر کہا ”کیا بھیا بھیا کر رہے ہو۔ میدان جنگ میں ہر کسی بھی سپاہی کو پوچھا، بچے اور گھر کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے۔ کیا ہم انسان نہیں ہیں۔“

ہمارے سینوں میں دل نہیں دھڑکتے ہیں۔ کیا تم یہاں مرجائے

خوف زدہ ہونا چھوڑیے!
جینا شروع کیجئے!

خوف و شرم
اور
اسکا سدباب

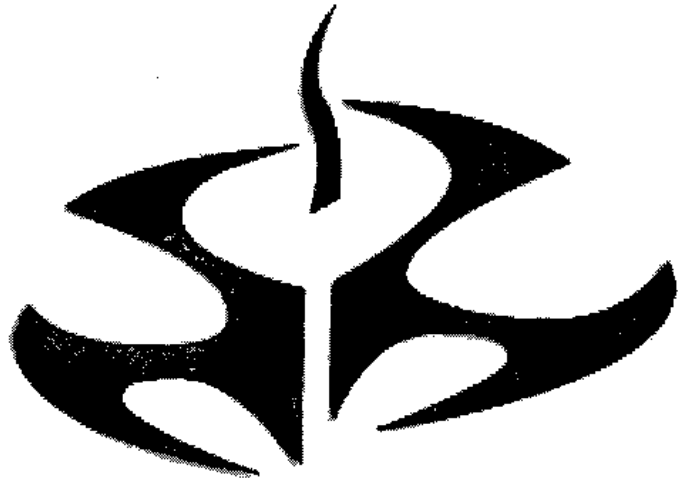
Scanned By:

Ali & Azam



مکتبہ تحفہ کتبیات
پست خانہ 944 رضوان پور، لاہور۔ فون: 5895313-5892652
5892654
کتب کی فیس: 10 روپے۔ مفت ڈیلیوری۔ 4-6-2001
kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

قارئین کے ذوق کی نذر ایک شام کا معاشرتی ناول



Azaam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

کتاب کی قیمت بذریعہ پیشگی ڈرافٹ منی آرڈر یا الرسد چیک ارسال کریں

پوسٹ بکس 23

کراچی 74200

کتابیات پبلی کیشنز

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لئے: C-63، فیز 111، کینسٹبل ٹاؤن ایچ اے میں کونگڑی روڈ (دختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

Scanned by azamm@UrduFanz.com

گے تو وہاں تمہاری بیوی بچے نہیں روئیں گے۔ اگر تمہارے بچے وہ نہیں روئیں گے تو تمہیں ابھی مر جانا چاہیے۔“ وہ سپاہی سب مشین گن لے کھڑا تھا۔ اس نے ٹریگر دلیا۔ تڑاڑ کی آواز کے ساتھ بیک وقت کئی گولیاں نکلیں اور سامنے والوں کی زندگیاں پختہستی چلی گئیں پھر ایک بار جھکڑ شروع ہوئی۔ ایک افسر نے اس سپاہی کو گولی ماری۔ وہ تو مر گیا لیکن ہم چاروں نے اپنے آپ کو کاروں کے ذریعے فائرنگ جاری رکھی۔ ان پر بدحواسی طاری ہو گئی۔ وہ جدھر جا رہے تھے، اودھر سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ جان بچانے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔

آخر وہ اپنے ہتھیار پھینک کر زمین پر پھینکے گئے۔ کہنے لگے ”میز فائر، بند کرو۔ فائرنگ بند کرو۔ ہم ہتھیار ڈال چکے ہیں۔“

فائرنگ بند ہو گئی۔ میں نے ایک افسر کی زبان سے کہا ”اب یہ مان لو کہ محل کے دروازے تک نہیں پہنچ سکے گے اور جزیرے سے فوراً واپس نہ گئے تو ہم میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔“

دوسرے افسر نے کہا ”یہاں جو ہو رہا ہے، وہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ سمجھ داری یہی ہوگی کہ ہم یہاں سے واپس چلے جائیں۔“

”لیکن مرہ سپاہیوں کو چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔ ان کی لاشیں اور تمام ہتھیار اٹھا کر لے جاؤ گے۔“

ایک نے پوچھا ”تجلی لاشیں ہم کہاں لے جائیں گے؟ اور کیوں لے جائیں گے؟“

میں نے کہا ”یہ ایک تجلی بیٹھی جانے والے کا حکم ہے۔ اگر حکم کی تعمیل نہ کی گئی تو تمہاری لاشیں اٹھانے والا بھی یہاں کوئی نہیں رہے گا۔“

انہوں نے مجھ پر ہوا کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ لاشیں اور ہتھیار اٹھا کر کشتیوں پر لے جا کر رکھیں۔ حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ وہ سب سسے ہوئے تھے۔ واپس جانے کے لیے پھرتی سے کام کر رہے تھے۔ ہم ان کے ذریعے ٹارگیٹ کی روشنی میں دور تک دیکھ رہے تھے کہ وہاں کوئی لاش یا انفین آرمی کا کوئی ہتھیار نہ رہ جائے۔ آئندہ یہ ثبوت نہ ملے کہ انفین آرمی وہاں آئی تھی۔

وہاں حملہ کرنے ایک سو سپاہی اور دس افسران آئے تھے جن میں سے دو افسران اور چالیس سپاہی زندہ واپس جا رہے تھے۔ ان کا بجری جگلی جزیرے سے پانچ میل دور گھرے پانی میں کھڑا تھا۔ وہ سب موٹر بولس میں آئے تھے اور

انہی بولس میں بجری جزائر کی طرف جا رہے تھے۔ ہماری خیال خوانی کے مطابق لاشوں اور ہتھیاروں کو سمندر میں پھینکتے جا رہے تھے۔

اس بجری جگلی جزائر میں بھی کچھ اعلیٰ افسران اور کئی سپاہی تھے۔ انہوں نے واپس آنے والوں سے پوچھا ”کیا جزیرے پر قبضہ ہو گیا؟“

دوسرے افسر نے خوش ہو کر کہا ”یقیناً قبضہ ہو چکا ہے۔ اسی لیے ہمارے چھ افسران اور باقی سپاہی وہیں رہ گئے ہیں۔“

ان کی باتوں کے دوران میں ہم چار سپاہیوں کو جزائر کے مسمنٹ میں لے گئے۔ جہاں انہیں پٹرول اور ڈیزل آئل تھا۔ اوپر عرشے پر ایک ٹھکست خوردہ افسر نے کہا ”آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ جزیرے پر قبضہ نہیں ہوا ہے۔ ہم ناکام ہو کر اور بہت بڑا نقصان اٹھا کر آئے ہیں۔“

دوسرے نے کہا ”ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ لوگ تجلی بیٹھی کے ہتھیار سے ہمارے چھ افسران اور ساتھی سپاہیوں کو مار ڈالیں گے۔“

ایک اعلیٰ افسران نے غصے سے کہا ”یہ کیا بکواس ہے؟ کون یقین کرے گا کہ تم لوگ تجلی بیٹھی کے ہتھیار سے ٹھکست کھا کر آئے ہو؟“

”کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ ہمارے ساتھ یہی ہوا ہے۔“

”اگر یہ بات ہے تو تو ب کا رخ جزیرے کی طرف کیا جائے۔ ہم یہاں سے اتنے گولے برسائیں گے کہ وہ تجلی بیٹھی جانے والا اس جزیرے کے ساتھ سمندر میں ڈوب جائے گا۔“

اعلیٰ افسر کے حکم کے مطابق انٹرکمانٹ گنوں کا رخ جزیرے کی طرف کیا تھا۔ وہ جزائر جزیرے کے قریب جانے لگا لیکن اس سے پہلے کہ گولے برسائے جاتے۔ یکبارگی جزائر میں زلزلہ پیدا ہوا۔ یہ خانے سے ایک زوردار دھماکا ہوا پھر دوسرا اور پھر تیسرا دھماکا ہوا۔ اس بجری جزائر کے پرچے اڑنے لگے۔

افسروں اور سپاہیوں نے سمندر میں پھلتا نکلیں لگائیں۔ نیچے پانی میں بھی موت بھی کیونکہ دھماکے مسمنٹ سے ہی ہو رہے تھے۔ آگ کے شعلے اور دھوئیں کے بادل آسمان کی طرف اٹھ رہے تھے۔ جزائر دھیرے دھیرے ڈوبتا جا رہا تھا۔

سیکیورٹی افسر اور تمام مسلح افراد محل کے باہر کھڑے دور سمندر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میلوں دور تک دھماکے سنائی دے رہے تھے اور آگ کے شعلے دکھائی دے رہے تھے۔

کبریا نے کہا "کوئی جہاز تیار ہو رہا ہے۔"
سیکیورٹی افسر نے کہا "یہ ان فوجیوں کا ہی جہاز ہو گا جو
یہاں حملہ کرنے آئے ہیں۔"

"تجربہ ہے۔ یہاں ابھی تک حملہ نہیں ہوا اور وہاں
سمندر میں ہو گیا۔ اس جہاز پر یقیناً حملہ کیا گیا ہے۔ ویسے کون
حملہ کر سکتا ہے؟"

"ہمارے جزیرے میں بڑی دیر تک گولیاں چلتی رہی
تھیں۔ پچھلے دو گھنٹے سے خاموشی ہے۔ نہ ہم پر حملہ ہو رہا ہے
اور نہ ہی ہمیں دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔"

کبریا دماغی طور پر دادی ماں کے پاس حاضر ہوا۔ وہ بولی
"میں نے اس جج سے رابطہ کیا تھا۔ وہ مجھے مجبوری ظاہر کر رہا
ہے کہ رہا تھا۔ آری کسی بھی بہانے سے جزیرے میں
داخل ہو سکتی ہے۔ میں تمہارے مقدمے کا فیصلہ تمہارے
حق میں سنائے والا ہوں لیکن میں آری۔ کہ معاملات میں
مداخلت نہیں کروں گا۔ تمہارا جزیرہ میں کیا ہو رہا ہے؟"

"ابھی تک خیریت ہے۔ وہاں ایسے حالات پیش آرہے
ہیں جو میری سمجھ سے باہر ہیں۔ وہ حملہ آور دور ساحل کی
طرف ایسی فائرنگ کر رہے تھے جیسے کسی مخالف فوج سے
مقابلہ کر رہے ہوں۔ اب ہر طرف گہری خاموشی ہے۔ وہ محل
کے قریب نہیں آ رہے ہیں۔ دور سمندر میں ان کا ایک بحری
جہاز بھی پلہ ہوا ہو چکا ہے۔ جیسے کسی نے حملہ کر کے اسے
ڈبوایا ہو۔"

یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایک ہی رات میں
کیا کچھ ہو گیا ہے؟ اور کیسے ہو گیا ہے؟ صبح کبریا نے سیکیورٹی
افسر کو حکم دیا کہ وہ بجلی کا پڑ میں بیٹھ کر جزیرے کے اوپر پرواز
کرے اور صحیح حالات معلوم کرے۔

اس نے حکم کے مطابق پرواز کی۔ کبریا اس کے اندر
موجود تھا۔ وہ افسر بجلی کا پڑ کو پورے جزیرے کے اطراف گھما رہا
تھا اور نیچے دیکھ رہا تھا۔ انڈین آری کا ایک بھی سپاہی کہیں
نظر نہیں آ رہا تھا۔ ساحل پر ملاح اور مانی گیر دکھائی دے
رہے تھے۔

اس نے بجلی کا پڑ کو ساحل پر اتارا۔ ملاحوں اور مانی
گیروں سے سوالات کیے۔ انہوں نے بتایا، پچھلے رات
بھارتی فوجی آئے تھے۔ وہ تعداد میں سو سے زیادہ ہوں گے۔
انہوں نے ہمیں ایک کنٹینر میں بند کر دیا تھا۔ ہم اندھیرے میں
گولیاں چلنے کی آوازیں سنتے رہے پھر ایک گھنٹے کے بعد وہ
فوجی اپنے ساتھیوں کی لائیں سونروٹوں میں ڈال کر ملاحوں سے
چلے گئے۔

کبریا نے یہ باتیں دادی ماں کو بتائیں۔ وہ حیرانی سے بولی
"یہ تو جادو ہو گیا۔ دشمن ہمیں حکم کرنے آئے اور خود اپنی
لائیں اٹھا کر لے گئے۔"

پھر وہ چونک کر بولی "نہیں۔ یہ ٹیلی ویشن ہے۔ یہ سب
کچھ ٹیلی ویشن جاننے والے نے کیا ہے۔ یہ سب اسی نے کیا
ہے۔ اتنی بڑی آری کی خلاف ورسی ایسا کر سکتا ہے۔"

کبریا نے پوچھا "تم کسی کی بات کر رہی ہو؟"
وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی پھر بولی "ایک ٹیلی ویشن جاننے والا
ہمارا دشمن ہے۔ اس کا نام فریاد علی تیور ہے۔"

"اگر وہ دشمن ہے تو اس نے ہمارے جزیرے سے
دشمنوں کو کیوں بھاگایا ہے؟ اسے تو ہماری جانی کا تماشہ دیکھنا
چاہیے تھا۔"

"تم بہت سی باتیں جانتے ہو۔ فریاد بھی اس
جزیرے پر قبضہ جمانا چاہتا ہے۔ اسی لیے وہ بھارتی فوجیوں کو
وہاں آنے سے روکتا ہے۔ ٹم ٹیلی ویشن جانتے ہو۔ اس لیے
وہ تم سے مقابلہ کرنے سے کتراتا ہے۔ تمہارے خلاف کوئی
سازش کر کے پہلے ہمیں مار ڈالنا چاہتا ہے۔ وہ سیکیورٹی افسر
وغیرہ کے دماغوں میں اگر تم سے محبت اور رشتے داری جتا کر
تھیں میرے خلاف بھڑکانا چاہے گا۔ تمہیں بہت ہوشیار
رہنے کی ضرورت ہے۔"

"جو شخص پوری فوج کو تنہا یہاں سے بھاگ سکتا ہے۔ وہ
ہمارے خلاف بھی بہت کچھ کر سکتا ہے۔ تم نے پہلے اس کے
بارے میں کیوں نہیں بتایا؟"

"پہلے میری عقل میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ وہ اپنے
فائدے کے لیے ہمارے دشمنوں سے لڑے گا اور انہیں
جزیرے سے بھاگاتا رہے گا۔ تم اس کے بارے میں زیادہ نہ
سوچو۔ میرا یہ حکم یاد رکھو کہ تم فریاد سے یا کسی بھی ٹیلی ویشن
جاننے والوں سے بات کرو گے۔ اس طرح کوئی بھی ٹیلی ویشن
باتیں کر کے تمہیں نہیں برکاتے گا۔"

"میں تمہارے حکم پر چلوں گا۔ کسی بھی خیال خوانی
کرنے والے سے۔ سچی بات نہیں کروں گا۔ وہ کسی کے دماغ
میں آکر پولیس گے تو میں اس دماغ سے چلا جاؤں گا۔ ان کی
کوئی بات نہیں سنوں گا۔"

"شباباش! اب جزیرے میں جاؤ۔ آری کے افسران
ٹھکست کھانے کے۔ بد ہم سے رابطہ کرنا چاہیں گے۔ ہم پر
الزامات عائد کریں گے۔ تمہیں ان سے اچھی طرح نمٹنا
ہے۔"

کبریا اس کے حکم کے مطابق سیکیورٹی افسر کے پاس

چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی وہ قہقہے لگانے لگی۔ کہنے لگی
"فریاد! بابا! یہ تو کمال ہو گیا۔ میں نے یہ سوچا بھی نہیں
تھا کہ تم بیٹے کی سلامتی کے لیے میرے دشمنوں کو جزیرے
سے دور رکھو گے۔ بابا بابا۔"

وہ مستی میں جھوٹتی ہوئی "ادھر سے ادھر رقص کے
انداز میں جاتی ہوئی بولی "جس طرح کسی دیو کی جان طوطے
میں ہوتی ہے۔ اسی طرح تمہاری جان تمہارے بیٹے کے اندر
ہے۔ بابا بابا۔ تم اسے میری قید میں زندہ سلامت رکھنے کے
لیے میری دشمنوں سے لڑتے رہو گے۔"

وہ خوشی سے ہاڈلی ہو رہی تھی۔ اس نے آسمان کی طرف
ہاتھ اٹھا کر کہا "ہے بھگوان! تو نے خوب چپکرا دکھایا ہے۔
جس فریاد کو اپنے گھٹنے میں رکھنا چاہتی تھی۔ وہ بچہ تو تو نے
کے بعد بھی میرے گھٹنے میں رکھ رکھا۔"

وہ دل کھول کر قہقہے لگا رہی تھی۔ بے شک اس نے
زبردست کامیابی حاصل کی تھی۔ اس نے مجھے مجبور اور بے
بس بنا دیا تھا۔ میں اس کا زبردست نہ ہوتے ہوئے بھی اس
کے جزیرے کا محافظ بن چکا تھا۔

پتا نہیں یہ سلسلہ کب تک جاری رہے والا تھا۔ کب
تک مجبور اپنے بیٹے کی خاطر اسے فائدہ پہنچاتا تھا۔ ابھی اس مسئلے
پر توجہ دینے کا وقت نہیں مل رہا تھا۔ ایک اور بڑا چیلنج سامنے
آ رہا تھا۔ ایک بحری جہاز کا ڈوبنا اور سیکڑوں فوجیوں کا مارا جانا
معمولی بات نہیں تھی۔ دہلی راجدھانی اور آری بیڈ کو آرٹر
میں جیسے زلزلہ آیا تھا۔ امریکی آقاؤں تک یہ خبر پہنچائی
جاری تھی کہ مسلمان دہشت گرد بھارت میں گھس آئے ہیں
اور فریاد علی تیور کی پشت پناہی میں تحریکی کارروائیاں کر رہے
ہیں۔

پچھلے چند برسوں سے بھارت، اسرائیل اور امریکا نے
جیسے قسم کھائی تھی کہ مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کر کے ہی
رہیں گے اور وہ اپنے بے شمار میڈیا کے ذریعے ایسا کر رہے
تھے۔ اب کتنے ہی انٹرنیٹ چینل کے ذریعے کہا جا رہا تھا کہ
فریاد علی تیور نے جزیرہ کلیانی کو اپنا بیڈ کو آرٹر بنایا ہے۔ وہاں
انے ایک بڑا نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ وہاں سے دنیا کے
تمام دہشت گردوں کو احکامات جاری کرتا ہے اور مضبوط
پلاننگ کے مطابق تحریکی کارروائیاں کرتا ہے۔ اس کا
محاسبہ کرنے کے لیے انڈین آری کا ایک بحری جہاز جزیرے
کی طرف گیا تھا۔ اس میں سیکڑوں فوجی تھے۔ اسے بری طرح
تیار کر کے ڈوبوا گیا ہے۔

میں نے بھارت سرکار کے ایک عددے دار کو آلہ کار
بنایا۔ وہ ان کے مختلف چینلز سے کہنے لگا "بھارت سرکار اور
اسی کے حلیف ممالک مجھے اسکرین پر دیکھ لیں۔ آئندہ
فریاد علی تیور میری زبان سے بولتے رہیں گے۔"

اس اعلان کے بعد میں نے کہا "میں فریاد علی تیور بول
رہا ہوں۔ پہلے بھی مجھ پر دہشت گرد ہونے کا الزام لگایا گیا تھا
لیکن حالی عدالت میں بھی مجھے مجرم ثابت نہیں کیا جاسکا۔"
انڈیا، اسرائیل اور امریکا یہ تینوں پرانے شاطر پھر سے
وہی چال چل رہے ہیں۔ اب یہ الزام دے رہے ہیں کہ میں
نے بھارت کے جنوب میں جزیرہ کلیانی کو اپنا بیڈ کو آرٹر بنایا
ہے۔ یہاں سے دہشت گردی کے لیے ایک بہت بڑا نیٹ
ورک قائم کیا ہے۔

آپ ابھی ان کی عقل کا نام کریں گے۔ یہ بات سوتلی
عقل سے بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ جب میں ٹیلی ویشن کے
ذریعے الزام لگانے والوں کے دماغوں میں گھس کر ان کے
گھروں میں نیٹ ورک قائم کر سکتا ہوں تو ایک چھوٹے سے
جزیرے کلیانی کو اپنا بیڈ کو آرٹر کیوں بناؤں گا؟

ڈائجسٹوں کی معرکہ آرا کہانیاں

Scanned By: **Ali Azam & Azam**

جنت 40

قیمت 40 روپے

23

74200

5802551

5802552-5896313

وہ جزیرہ ایک ہندوستانی عورت پوجا کلیانی کی ملکیت ہے۔ بھارت سرکار پوجا کلیانی سے اس جزیرے کو چھین لینا چاہتی ہے۔ یہ سرکار قانونی جنگ میں پوجا سے ہارنے والی ہے۔ دو دنوں کے بعد عدالت پوجا کے حق میں فیصلہ سنائے والی ہے۔ اس لیے بھارتی فوج ذریعہ جزیرے پر قبضہ جمانا چاہتی ہے۔ کیا جبراً کسی کی زمین چھین لینا اور وہاں کے محافظوں کو ہلاک کرنا دہشت گردی نہیں ہے؟

”پوجا نے جزیرے کی سلامتی کے لیے مجھ سے مدد طلب کی ہے۔ میں انڈین آرمی کو جزیرے میں آنے سے روکتا ہوں اور ایک تنازعہ عورت کی مدد کرتا ہوں تو مجھے دہشت گرد کہا جاتا ہے۔“

”سناچ کو کیا آج؟ دنیا کے مختلف ممالک سے غیر جانبدار پریس رپورٹرز اس جزیرے میں بھیجے جاتے ہیں۔ جب وہ صحیح رپورٹ پیش کریں گے تو معلوم ہوگا کہ وہاں ایک محل ہے، جہاں پوجا اپنے رشتے داروں اور محافظوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ میرا اس جزیرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انڈین آرمی وہاں ہوائی حملے کر کے اسے کھنڈر بنا دیں گے۔“

”اگر مصفاہ کارروائی نہ کی گئی اور آرمی کو وہاں ہوائی حملے کرنے کا موقع دیا جائے گا تو ایک بہت بڑی جنگ چھڑ جائے گی۔ اگر بڑے ممالک، جنوبی ایشیا میں امن و امان چاہتے ہیں تو بھارت کو جزیرے کی طرف پیش قدمی سے روکیں یا پھر

بھارت کی حمایت کرنا بند کریں۔ یہ جزیرہ کلیانی بھی بھارت کے قبضے میں نہیں آئے گا۔“

میں یہ باتیں مختلف چینلز کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ اس دوران میں الپا اعلیٰ لی لی اور فرمان ہمارے دشمن ممالک کے سربراہوں کے دماغوں میں جا کر پوچھ رہے تھے ”کیا یہ

درست نہیں ہے کہ ٹیلی ویشن کے ذریعے جزیرہ کلیانی کو نہیں تمہارے دماغوں کو ہیڈ کوارٹر بنایا جاسکتا ہے۔ تم ہمارے قبضے میں رہ کر خراب کاری اور دہشت گردی کے احکامات جاری کرو گے تو دنیا کل ہی سے تمہیں دہشت گرد کہنے لگے گی۔ کیا ہم ایسا کوئی نمونہ دکھائیں؟“

ان سب نے کہا کہ نہیں ”وہ سب مانتے ہیں۔ ہم ان کے ذریعے تمام ممالک میں دہشت گردی کر سکتے ہیں۔ ان سربراہوں سے کہا گیا کہ وہ ابھی پریس کانفرنس بلا کر اعتراف

کریں کہ ٹیلی ویشن کے ذریعے انہیں دہشت گرد بنایا جاسکتا ہے لیکن ہم ایسا نہیں کر رہے ہیں۔“

دو سری صبح تمام بڑے ممالک کے اخبارات نے اپنے سربراہوں کے یہ بیانات شائع کیے کہ جب فرہاد علی تیمور ہمارے دماغوں میں دہشت گردی کا نیٹ ورک قائم کر سکتا ہے تو پھر وہ کلیانی جیسے چھوٹے جزیرے کو ہیڈ کوارٹر کیوں بنائے گا۔ یہ الزام غلط ہے کہ وہ اس جزیرے میں دہشت گردی کا مرکز ہو رہا ہے۔ وہ صرف پوجا کلیانی کی مدد کر رہا ہے۔ اگر انڈین آرمی وہاں حملے نہ کرے تو یہ تازہ پیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔

داوی ہاں نے ایک چینل سے میری باتیں سنی تھیں پھر اخبار میں بھی پڑھا کہ بڑے ممالک کے سربراہ انڈین آرمی کو جزیرے میں مداخلت سے منع کر رہے ہیں۔ میری باتیں اور یہ ساری خبریں اس کی حمایت میں تھیں۔ وہ خوشی سے ٹپٹپٹا کر بکریا نے پوچھا ”پوجا! یہ سب کیا ہے؟ تم فرہاد کو دشمن کہتی ہو اور وہ تمہاری حمایت میں بول رہا ہے۔“

وہ بولی ”تم فرہاد کی چالاکیوں کو سمجھو۔ وہ دہشت گردی کے الزامات سے بچنے کے لیے ایسے بیانات دے رہا ہے۔ وہ میرا جانی دشمن ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میں اس سے چھپ کر رہتی ہوں اور تمہیں بھی چھپا رہی ہوں۔“

”آخر کب تک چھوگی؟ پرسوں کیرالا کی عدالت میں آخری فیصلہ سنایا جائے گا اور یہ میں نے جج کے دماغ میں جا کر معلوم کیا ہے کہ وہ تمہارے حق میں فیصلہ سنائے گا۔ تم عدالت میں حاضر نہیں ہوگی تو وہ فیصلہ نہیں سنائے گا۔ پرسوں تم چھپ نہیں سکو گی۔ تمہیں وہاں جانا ہوگا۔“

وہ پریشان ہو کر کبریا کا منہ ٹکٹے لگی۔ اس وقت اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے سامنے بیٹا نہیں باپ کھڑا ہے اور اس سے پوچھ رہا ہے ”کہاں بچ کر جاؤ گی۔ پرسوں میری بھولی میں کرنے آؤ گی۔“



میری ساری زندگی طرح طرح کی الجھنوں کو سلجھانے میں گزر رہی ہے اور وہ الجھنیں بھی ایسی کہ دھمکیاں دیتی رہتی ہیں ”ہمیں نہیں سلجھاؤ گے تو مارے جاؤ گے۔“ طبیعی عمر گزار نہیں پاؤ گے۔“

میری داستان کے ہر باب میں ایسی دھمکیاں ملیں گی۔ میں ایسی ایسی مشکلات سے گزرتا رہا کہ اب وہ مشکلات میرے لیے پانی ہو گئی ہیں۔ بقول شاعر ”شکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آسمان ہو گئیں۔“

انسان ذہانت سے تدبیریں سوچتا رہے اور حوصلے سے عمل کرتا رہے تو بے شک کوئی مشکل پھر مشکل نہیں رہتی۔ ان دنوں پوجا (داوی ہاں) نے مشکلات میں ڈال رکھا تھا۔ ایسی چال چلی تھی کہ میں اس سے سخت نفرت اور دشمنی رکھنے کے باوجود اس کے آگے گھٹنے ٹیک رہا تھا۔ ایک محافظ بن کر اس کے جزیرے کی حفاظت کر رہا تھا۔ اس نے میرے بیٹے کو بریال بنا کر مجبور کر دیا تھا۔ میں اسے جزیرے کی ملکہ بنائے رکھنے کے لیے انڈین آرمی سے اور تمام بڑے ممالک سے لڑتے رہنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

میں نے جزیرے میں آنے والی بھارتی فوج کو بحری جہاز سمیت نیست و نابود کر دیا تھا۔ اس کے نتیجے میں بھارتی حکمران پھر ایک بار مجھے دہشت گرد ثابت کرنے پر تیار ہو گئے تھے۔ اس کے جواب میں الپا اعلیٰ لی لی فرمان اور میں نے تمام بڑے ممالک کے سربراہوں کے دماغوں میں جا کر پوچھا تھا ”کیا ہم تمہارے اندر رہ کر تمہارے ذریعے دہشت گردی نہیں کر سکتے؟“

انہوں نے خوف زدہ ہو کر کہا ”ہاں۔ ٹیلی ویشن کے ذریعے ہمیں معمولی اور محکم بنا کر ہم سے تخریبی کارروائیاں کرائی جاسکتی ہیں۔ ہمیں دہشت گرد ثابت کیا جاسکتا ہے لیکن تم ایسا نہیں کر رہے ہو۔“

پھر ان تمام سربراہوں نے مختلف ٹی وی چینلز اور اخبارات کے ذریعے اعتراف کیا کہ فرہاد علی تیمور دہشت گرد نہیں ہے۔ یہ سراسر الزام ہے کہ وہ جنوبی ایشیا میں دہشت گردی پھیلانے کے لیے جزیرہ کلیانی میں ایک بہت بڑا نیٹ ورک قائم کر رہا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہمارے دماغوں میں گھس کر ہمارے ذریعے دہشت گردی کر سکتا ہے۔ دنیا والوں کو بتائیں چلے گا کہ وہ ہمارے اندر گھسا ہوا ہے۔ بظاہر یہی دکھائی دے گا کہ ہم دہشت گرد بن چکے ہیں۔

لیکن وہ ہمارے خلاف ایسی کوئی سازش نہیں کر رہا ہے۔ ہم نے جو الزامات اس پر عائد کیے تھے انہیں واپس

لے رہے ہیں۔ اس جزیرے کی ملکہ پوجا نے فرہاد علی تیمور سے مدد طلب کی ہے۔ مسٹر فرہاد انڈین آرمی کے خلاف اس کی مدد کر رہے ہیں اور یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ انڈین آرمی کو چاہیے کہ وہ عدالتی فیصلے کا انتظار کرے اور اس فیصلے کے مطابق عمل کرے۔

ان بیانات کے بعد آئندہ کوئی مجھے دہشت گرد نہیں کہہ سکتا تھا لیکن اس کا بڑا فائدہ پوجا کو پہنچ رہا تھا۔ انڈین آرمی کو جارحانہ اقدامات سے باز رہنے کے لیے کہا گیا تھا۔ فی الحال اس کا جزیرہ بھارتی فوجیوں کے حملوں سے محفوظ ہو گیا تھا۔ وہ خوش ہو رہی تھی کہ اس نے میرے بیٹے کو قیدی بنا کر مجھے بھی پھانسل لیا ہے اور آئندہ میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے جزیرے کی حفاظت کرتا رہوں گا۔

اور میں یہی کر رہا تھا۔ اس کے سوا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ میرے بیٹے کی سلامتی اسی میں تھی کہ میں اس پتیل کے کام آتا رہوں۔ ہم اس خبیث بوہیا کو تلاش کر رہے تھے۔ ہمارا اندازہ تھا کہ وہ ہندوستان کے کسی جنوبی علاقے میں چھپی ہوئی ہے۔

دوسری طرف کبریا کی سوچ میں تبدیلی آنے لگی تھی۔ وہ اس بات پر پوجا سے بحث کرنے لگا تھا کہ وہ مجھے اپنا دشمن کیوں سمجھتی ہے جبکہ میں اس کے جزیرے کی حفاظت کر رہا ہوں۔

وہ اسے سمجھاتی تھی ”تم نہیں جانتے فرہاد بہت مکار اور سازشی ہے۔ وہ دنیا والوں کو دکھانے کے لیے میری حمایت کر رہا ہے۔ میرے دشمنوں کو اس جزیرے سے دور کر رہا ہے۔ تاکہ خود وہاں قبضہ نہ کر سکے۔“

کبریا نے پوچھا ”کیا وہ تمہارے کالے جادو پر غالب آسکتا ہے؟ کیا کبھی تمہیں شکست دے کر اس جزیرے پر قبضہ نہ کر سکتا ہے؟“

”جب تک میرے پاس کالے جادو کی طاقت اور تمہارے پاس ٹیلی ویشن کا ہتھیار ہے تب تک وہ ہمارے جزیرے میں قدم نہیں رکھے گا۔ ہم سے چھپ کر رہے گا۔“

”تم بھی اس سے چھپی رہتی ہو اور مجھے بھی چھپاتی رہتی ہو۔ آخر یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟“

وہ پریشان ہو کر بولی ”میں بھی یہی سوچتی ہوں، ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟ میرے سامنے دو ہی راستے ہیں، اس کی ایک جوان بیٹی ہے۔ میں اسے بھی سحر زدہ کر کے اپنے پاس بلاؤں اور قیدی بنا کر رکھوں۔ تب وہ بیٹی کی خاطر میرے سامنے اور جھک جائے گا۔“

”وہ اتنا کمزور تو نہیں ہے کہ تم اس کی بیٹی کو اغوا کرو اور وہ تمہارے سامنے جھک جائے۔“

”جو میں جانتی ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ میں ایسے ہی ایک طریقہ کار سے اسے جھکے پر مجبور کر رہی ہوں۔“

”کیا اس کی کوئی کمزوری تمہارے ہاتھ آچکی ہے؟“

پوچھنے والے نے اس کی طرف دیکھا پھر کہا ”تم اس بحث میں نہ پڑو کہ میں فریاد سے کس طرح نمٹ رہی ہوں۔ میرے سامنے آخری راستہ یہی ہے کہ میں اپنے کالے منٹروں کے ذریعے اسے ہلاک کروں۔ فی الحال میں اسے زندہ رکھنے پر مجبور ہوں۔“

”اس لیے کہ وہ ہمارے کام آ رہا ہے اور ویسے بھی انڈین آرمی کی طرف سے بیٹھ خطہ رہے گا۔ تم اس کی محتاج رہو گی۔“

”تم اس کے مقابلے میں نا تجربے کار ہو“ اگر اس کی طرح بھرپور تجربہ رکھتے تو میں کبھی اس کی محتاج نہ رہتی۔“

”ہماری اور اس کی دشمنی کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تم اس کے خوف سے چھپتی پھر رہی ہو۔ وہ تمہارے خوف سے کبھی اس جزیرے میں قدم نہیں رکھے گا۔ جب ہم میں سے کوئی وہاں نہیں جاسکے گا تو پھر اس جزیرے کی ملکیت حاصل کرنے کا فائدہ کیا ہے؟“

”میں کچھ عرصے تک حالات کا جائزہ لیتی رہوں گی۔ جب عدالت میرے حق میں فیصلہ سنائے گی۔ یہ جزیرہ قانونی طور پر میرا ہو جائے گا اور جب انڈین آرمی یہاں حملے کرنے سے باز آجائے گی تو پھر میں فریاد کو زندہ نہیں رہنے دوں گی۔ وہ میراے گا تو میرا کوئی اور طاقت ور دشمن نہیں رہے گا۔“

”ہر سون عدالت میں فیصلہ سنایا جائے گا۔ میں اس جج کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ وہ ہمارے حق میں فیصلہ سنائے والا ہے۔ وہ جزیرہ ہمیشہ کے لیے تمہارے نام ہو جائے گا لیکن ہر سون جنہیں عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا۔“

”ہاں۔ وہاں تو ضرور جانا ہوگا۔ ہم کل یہاں سے روانہ ہو کر ہر سون کیڑا لایا پہنچ جائیں گے۔“

وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے بولا ”تم کچھ بھول رہی ہو۔“

اس نے پوچھا ”کیا؟“

”عدالت میں جانے کا مطلب یہ ہے کہ تم مظہر عام پر آؤ گی۔ روپوشی باقی نہیں رہے گی۔ کیا فریاد یہ نہیں جانتا ہوگا کہ ہر سون تمہارے مقدمے کا آخری فیصلہ سنایا جانے والا ہے؟“

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے کبریا کو نکتے لگی۔ وہ پہلے خوش تھی کہ اس کے حق میں فیصلہ سنایا جائے والا ہے۔ ایسے وقت بھول گئی تھی کہ اس کے تمام دشمن کیرالا کی عدالت میں اس کے منتظر ہیں گے اور اسے جانی نقصان پہنچانے کی کوششیں کریں گے۔

میں نے انڈین آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کیا تھا کہ پوجا کلانی کیرالا کی عدالت میں حاضر ہونے والی ہے۔ اس اعلیٰ افسر نے جج سے رابطہ کر کے کہا تھا کہ وہ اس وقت تک فیصلہ نہیں سنائے گا جب تک کہ پوجا کلانی عدالت میں حاضر نہیں ہوگی۔ اس کی غیر حاضری میں فیصلہ محفوظ رکھا جائے اور اسے عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا جائے۔

آرمی اعلیٰ جنس والے یہ پلان کر چکے تھے کہ وہ کسی خفیہ پناہ گاہ سے نکل کر عدالت میں آئے گی تو اسے عدالت کے باہر ہی گولی مار دی جائے گی۔ میرے لیے بھی یہ اچھا موقع تھا۔ ایسے وقت اسے خفیہ پناہ گاہ سے نکلتا ہی تھا۔ وہ مقدمہ اس کے باپ دادا کے زمانے سے چل رہا تھا۔ ہر سون وہ مقدمہ جیتنے والی تھی۔ یہ اس کے لیے بہت بڑی خوشی کا موقع تھا۔ قانون کے مطابق اس کا عدالت میں حاضر ہونا ضروری تھا۔ اس کی غیر حاضری میں فیصلہ نہیں سنایا جاسکتا تھا۔ آرمی والے بھی اس کی عدم موجودگی میں فیصلہ سنانے کی اجازت نہ دیتے۔

پوجا کے لیے یہ بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا۔ اگر وہ عدالت میں نہ جاتی تو اس آخری فیصلے کو عدالتی فائلوں میں دیا کر رکھ دیا جاتا پھر بھارتی حکمران اس میں ہیرا پھیری کر سکتے تھے۔ جج بدل سکتے، فیصلہ بدل سکتے تھے۔ انہوں نے دو بار مسلح فوج کو رازداری سے جزیرے میں بھیجا تھا۔ عدالتی فیصلے سے پہلے ہی قبضہ جمالیتا چاہتے تھے اور وہ دونوں بار بھارتی نقصان اٹھا کر ناکام رہے تھے۔

اب انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ ان کا کوئی سیاسی جزیرے میں قدم نہیں رکھے گا۔ آئندہ وہ ڈھکے چھپے حملے کریں گے تو ان مہلکی الزام نہیں لگا سکے گا۔ اس طرح وہ اس جزیرے کے محل کو کھنڈر بنا دیں گے۔ وہاں خفیہ ہوائی حملے کیے جاتے رہیں گے جس کے نتیجے میں لوگ اس جزیرے کو چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

میں نے کئی فوجی افسران اور اعلیٰ حکام کے اندر پہنچ کر ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ مجھے دہشت گرد ثابت کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اپنے میڈیا کے ذریعے کہہ رہے تھے کہ

میں نے بڑے ممالک کے سربراہوں کے دماغوں میں گھس کر ان سب کو اپنی حمایت میں بیان دینے پر مجبور کیا ہے۔ ایک بھارتی اعلیٰ عہدے دار نے کہا ”میرا تعلق امور خارجہ سے ہے۔ اپنے دیس کے اہم راز میرے اندر چھپے رہتے ہیں۔ اس وقت فریاد میرے اندر موجود نہیں ہے۔ اگر موجود ہوتا تو وہ مجھے اپنے خلاف بولنے نہ دیتا۔ میں ابھی اس کے دماغ میں نہیں ہوں۔ آزادی سے یہ بیان دے رہا ہوں۔ وہ کبھی بھی میرے دماغ میں آتا ہے اور کئی راز چرا کر لے جاتا ہے۔ یہ ایسی چوری ہے کہ ہم اس کے خلاف کچھ بول نہیں سکتے۔ بولتے ہیں تو اس کے خلاف کوئی ثبوت ہم پیش نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہماری باتیں جھوٹی سمجھی جاتی ہیں۔“

ایک آرمی افسر نے الزام لگایا کہ میں اس کے دماغ سے فوجی راز چرا کر لے جاتا ہوں۔ ایک اعلیٰ حاکم نے الزام لگایا کہ میں اپوزیشن پارٹی کو پورے بھارت میں تخریبی کارروائیوں کے لیے تیار کر رہا ہوں اور عن قرب اس ملک میں امن و امان کا مسئلہ پیدا کرنے والا ہوں۔

اس بیان کے فوراً بعد مسلمانوں کے اکثریتی علاقوں میں مسلم کش فسادات ہونے لگے۔ کتنے ہی مسلمانوں کو ہلاک کیا گیا۔ ان کے گھروں کو آگ لگائی گئی۔ حکمران ہندو غنڈوں کے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لیے بڑے بڑے ممالک سے کتنے لگے، ایسا فریاد کر رہا ہے۔ ہمارے دیس میں ہندو مسلمان بھائی بھائی کی طرح رہتے ہیں۔ فریاد خلی تپتھی کے ذریعے انہیں آپس میں لڑا رہا ہے اور ہندوؤں کو بدنام کر رہا ہے۔

ایک بار کوئلے کی کان میں دھماکا ہوا۔ کئی مزدور زمین کی تہ میں دب کر مر گئے۔ کہا گیا کہ وہ دھماکا میں نے کیا ہے۔ ان کا ایک ساتنسن دان اچانک تیار ہوا پھر ایب نارٹل ہو گیا۔ بکی بکی باتیں کرنے لگا۔ اس کی دماغی کمزوری کا تعلق مجھ سے جوڑا گیا۔ اسے کئی چینلز کے ذریعے پیش کر کے کہا گیا کہ یہ کھلا ثبوت ہے کہ فریاد اس ساتنسن دان کے اندر موجود ہے۔ یہ ایک چونکا دینے والی ساتنسنی ایجاد کرنے والا تھا لیکن فریاد اسے دماغی نقصان پہنچا رہا ہے۔

اس طرح وہ عالمی طاقتوں کو بھینچوڑ رہے تھے کہ وہ سب متحد ہو کر میرے خلاف کارروائی کریں اور مجھے ہندوستان چھوڑ جانے پر مجبور کریں۔

اعلیٰ بی بی نے کہا ”پاپا! یہ لوگ جھوٹ بولنے کی انتہا کر رہے ہیں۔ کیا آپ خاموش رہیں گے؟“

”نہیں بیٹے! جواب تو دینا ہی ہوگا۔ میں ان کے جھوٹ کا پول اس طرح کھنڈوں گا کہ یہ جج بولیں گے، تب بھی

جھوٹے کھلائیں گے۔“

میں اتر فورس کے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں بہت پہلے سے پہنچا ہوا تھا۔ ان کے دو پائلٹ میرے معمول بن چکے تھے۔ دوسرے دن عدالت میں فیصلہ سنایا جانے والا تھا۔ اس سے پہلے ہی رات کو اعلیٰ افسران نے میرے زیر اثر رہ کر فیصلہ کیا کہ جزیرے پر ہوائی حملے کر کے اسے نیست و نابود کر دیا جائے۔ انہوں نے ان دو پائلٹوں کو حکم دیا کہ وہ رات کی تاریکی میں پرواز کریں۔ جزیرے کے محل پر زبردست بمباری کریں پھر اپنے اتریں میں واپس آجائیں۔

ان دونوں نے احکامات کی تعمیل کی۔ بے آواز غلیاروں میں پرواز کرتے ہوئے جزیرے تک پہنچے پھر وہاں بم برسائے۔ اس محل سے واساں اور دوسرے ملازم جا چکے تھے۔ صرف سیکوریٹی گارڈز رہ گئے تھے۔ وہ ہوائی حملوں کے خلاف جوانی کارروائی نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے محل چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔

وہ دونوں طیارے پندرہ منٹ تک وہاں پرواز کرتے رہے۔ کبھی آتے رہے کبھی جاتے رہے۔ انہوں نے محل کو کھنڈر بنا دیا۔ جنگل میں آگ لگا دی۔ جب وہ اپنے اتریں کی طرف واپس جانے لگے تو میں نے ایک کوئلہ واپس جانے دیا۔ دوسرے طیارے کو وہیں جزیرے میں گر کر تباہ کر دیا پھر پوجا کی طرف سے غیر ملکی نشریاتی اداروں کو اطلاع دی کہ انڈین آرمی نے ہوائی حملوں کے ذریعے جزیرے کو بالکل تباہ کر دیا ہے۔ انہیں جانے واردات پر پہنچ کر ان جارحانہ حملوں کی سچی تصویریں رپورٹ پیش کرنی چاہیے۔

پھر یہی ہوا، صبح ہونے سے پہلے ان بڑے بڑے اداروں کے رپورٹرز اور کیرامین وغیرہ پہنچ گئے۔ میں نے دوسرے طیارے کو اسی لیے گرایا تھا کہ انڈین آرمی کے حملوں کا ٹھوس ثبوت مل جائے اور یوں ثبوت مل گیا تھا۔ وہ انکار نہیں کر سکتے تھے۔ یہ بیان دیتے لگے کہ ان کے پائلٹوں دماغ بے قابو ہو گئے تھے۔ وہ اپنے اعلیٰ افسران کی اجازت کے بغیر حملے کرنے گئے تھے اور یقیناً فریاد علی تیور نے ان کے ذریعے حملے کرائے ہیں۔

ان سے سوالات کیے جا رہے تھے کیا فریاد علی تیور بالکل ہے؟ وہ جزیرے میں پوجا کی مدد کے لیے آیا ہے کیا وہ پوجا کے خلاف انڈین آرمی کو حملے کرنے کی دعوت دے گا۔ کروڑوں روپے کے عالیشان محل کو بالکل ہی کھنڈر بنا دے گا؟ وہاں کی سیکوریٹی کو تباہ کر دے گا؟

جھوٹے الزامات لگانے کی ایک حد ہوتی ہے۔ بھارتی

اور پھر کبھی یہاں کے معاملے میں مداخلت نہ کرو۔ میں ایک دوست کی زبان سے سمجھا رہا ہوں۔

میں نے کہا ”تم ہندوستان میں پیدا ہوئے ہو تو ہندی بولو۔ امریکی لمبے میں بول کر یہ ثابت نہ کرو کہ تم ٹیلی ویشن جاننے والے آٹھ امریکیوں میں سے ایک ہو۔“

وہ چند لمحوں تک خاموش رہا پھر بولا ”میرا تعلق کسی بھی ملک سے ہو۔ تم کام کی باتیں کرو۔“

”کام کی بات یہ ہے کہ میں دو میں سے کسی ایک ملک میں رہوں گا۔ تم انڈیا چھوڑنے کو کہو گے تو امریکا چلا جاؤں گا۔ کیا تم چاہو گے کہ تمہارے اکابرین بخار میں مبتلا ہو جائیں۔“

”نہیں۔ تم امریکا نہیں جاؤ گے۔ کسی تیسرے ملک کا رخ کرو۔“

”تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں تمہارے احکامات کی تعمیل کروں گا۔“

”میری پلاننگ ایسی ہے کہ تمہا تمہارے دوسرے ٹیلی ویشن جاننے والے یہاں کے کسی بھی اعلیٰ عہدے دار کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔“

”میں نے اپنی زندگی میں بڑی بڑی پلاننگ کرنے والے شاطروں دیکھے ہیں اور انہیں اپنی پلاننگ کے ساتھ فنا ہوتے بھی دیکھا ہے۔ مستقبل کے منصوبے ضرور بنائے جائیں لیکن ان منصوبوں کی تکمیل کا دعویٰ کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ زندگی کتنی رہ گئی ہے؟ موت تو اچانک ہی آتی ہے۔“

میری بات ختم ہوتے ہی اس کے حلق سے جھنجھکی جیسے موت آگئی ہو۔ وہ یقیناً کسی تکلیف میں مبتلا ہوا تھا۔ میں نے فوراً ہی خیال خواتی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں جگہ مل گئی۔

صرف ایک لمحہ پہلے وہ کس قدر غور دکھا رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں تمام غور خاک میں مل گیا۔ کسی نے پشت کی طرف سے اس کے سر پر ایسی زور دار ضرب لگائی تھی کہ دماغ مل کر رہ گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر جھکا اور فرش پر گر پڑا۔ اس کی دماغی حالت بتا رہی تھی کہ وہ بے ہوش ہونے والا ہے۔ کسی ٹیلی ویشن جاننے والے نے ہی اس پر حملہ کیا ہوگا یا کسی کے ذریعے حملہ کرایا ہوگا۔

میں اس زخمی کے دماغ میں کسی بولنے والے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے فرش پر گرے وقت سر گھما کر دیکھا۔ ایک حسین عورت اپنے ہاتھ میں بیٹل کا گلدان لیے کھڑی

پوچھا کہ حق میں فیصلہ کرایا ہے۔

کبریا نے کہا ”تمہارے فیصلہ نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم لوگ قیامت تک اس جزیرے میں قدم نہیں رکھ سکو گے۔ تم اسے تباہ کرتے رہو گے اور جرمانے کے طور پر کروڑوں اربوں روپے خرچ کر کے پھر اسے آباد کرتے رہو گے۔“

میں ان حکمرانوں کے اندر جا کر کبریا کی مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کرنا رہتا تھا۔ اس نے ان حکمرانوں کو ننانوے کروڑ ننانوے لاکھ اور ننانوے ہزار روپے ادا کرنے کے لیے چوبیس گھنٹے کی مہلت دی تھی۔ دشمن کمزور نہیں تھے۔ ٹیلی ویشن کے ہتھیار سے نشانے کے لیے اندر ہی ایک مضبوط محاذ بنا رہے تھے۔ بارہ گھنٹے کے بعد ہی ہم خیال خواتی کرنے والوں کو معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے تمام اہم حکمرانوں اور اہم فوجی افسروں کے دماغوں کو اکٹ کر دیا ہے۔ فوجی اداواروں اور اہم سرکاری اداواروں کے عہدے داروں پر تو خبی عمل کیے گئے ہیں۔ ان کے ذہنوں میں یہ باتیں نقش کی گئی ہیں کہ وہ کبھی شراب نہیں پئیں گے۔ ورنہ دماغ مفل نہیں رہے گا اور فریاد ان کے اندر گھس آئے گا۔

میں نے فون کے ذریعے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا۔ اس نے خوشی سے چلتے ہوئے کہا ”ہیلو مسٹر فریاد! اب آپ مجبور ہو کر فون پر باتیں کر رہے ہیں۔ پہلے کی طرح میرے دماغ میں نہیں آسکیں گے۔“

میں نے کہا ”یہ دفاعی اقدامات تم سب کو مبارک ہوں۔ دیے بھارت میں ہزاروں اہم افسران اور عہدے داران ہیں۔ آخر کتنوں کے دماغوں کو لاک کیا جائے گا۔“

اس نے کہا ”ہمارے دیس میں تو خبی عمل کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ ہم نے ان سب کی خدمات حاصل کی ہیں اور یہ خبریں کر تمہاری نیندیں اڑ جائیں گی کہ ہمارے دیس میں بھی ایک ٹیلی ویشن جاننے والا پیدا ہو گیا ہے۔“

میں نے ہنستے ہوئے کہا ”ابھی پیدا ہوا ہے تو یقیناً پالنے میں پڑا ہوگا یا ماں کا دودھ پی رہا ہوگا۔“

”تم مذاق سمجھ رہے ہو۔ ابھی اپنے دماغ کا دروازہ کھلا رکھو وہ تمہارے اندر آئے گا۔ تم سے باتیں کرے گا۔“

”اسے آنے کو کہو۔ میں اسے خوش آمدید کہہ رہا ہوں۔“

دوسرے ہی لمحے میں اس کی آواز اپنے اندر سنائی دی ”ہیلو مسٹر فریاد! کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ انڈیا چھوڑ کر چلے جاؤ“

”تم نے جارحیت کی۔ اس کا نتیجہ تمہیں مل گیا۔ ہم نے کوئی جارحیت نہیں کی تھی۔ کوئی حملہ نہیں کیا تھا۔ تم طاقت کے گھنڈے میں بھول گئے تھے کہ جزیرے کو تباہ کرنے کا انجام کتنا برا ہوگا۔ اب یہ انجام تمہارے سامنے آ رہا ہے۔“

انہوں نے کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیا۔ ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ دوسرے دن پوچھا عدالت میں آنے والی ہے۔ وہیں اس کا کام تمام کر دیا جائے گا۔

وہ دوسرا دن آگیا۔ عدالت میں پیشی کا وقت ہو گیا۔ پوچھا کے وکیل کے ساتھ ایک برقع پوش عورت دیکھی گئی۔ وہ اس کے ساتھ ایک عینکی سے اتر کر عدالت کے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ یہ صاف سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ پوچھا ہے۔ یہ طے ہو چکا تھا کہ اسے عدالت کے کمرے میں قدم رکھنے نہیں دیا جائے گا۔ طے شدہ منصوبے کے مطابق اس عورت کو گولی مار دی گئی۔

پتا نہیں وہ بے چاری کون تھی۔ پوچھا نے اسے اپنی جگہ بھیج کر خواستہ اس کی جان لی تھی۔ وکیل نے عدالت میں حاضر ہو کر کہا ”جناب عالی! میرے ساتھ ایک برقع پوش خاتون اپنے مقدمے کے سلسلے میں آ رہی تھی لیکن اسے پوچھا کلیانی سمجھ کر گولی ماری گئی ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میری موکلہ کی زندگی خطرے میں ہے۔ آپ نے صبح کے اخبار میں پڑھا ہوگا۔ آپ کے فیصلہ سنانے سے پہلے ہی جزیرے کے پر بری طرح ہمساری کی گئی ہے۔ میری موکلہ پوچھا کلیانی کے محل کو گھنڈر بنا دیا گیا ہے۔ ان حالات میں وہ یہاں اگر اپنی موت کو دعوت دیتا نہیں چاہتیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ پوچھا کی غیرحاضری میں آپ مقدمے کا فیصلہ سنا دیں۔“

سرکاری وکیل نے اعتراض کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا کہ پوچھا کی غیر موجودگی میں فیصلہ نہ سنایا جائے اسے حاضر ہونے کا حکم دیا جائے۔ کبریا اس جج کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھا۔ اس نے کہا ”انڈین آرڈی کو جزیرے پر حملہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ایسے اقدامات سے پوچھا کلیانی محاط ہو گئی ہیں اور منظر عام پر آنے سے اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ عدالت پوچھا کلیانی کے حق میں فیصلہ سنا رہی ہے۔ وہ جزیرہ برطانوی حکمرانوں کے دور سے پوچھا کے دادا پر دادا کی ملکیت رہا ہے اور وراثت میں پوچھا کو ملا ہے۔ لہذا پوچھا کلیانی کسی کی شرکت کے بغیر اس جزیرے کی تمام ملک و مختار ہے۔“

بھارتی حکمرانوں نے ناراض ہو کر کہہ دیا کہ وہ یہ فیصلہ نہیں مانیں گے۔ فریاد علی تصور نے جج کے دماغ پر مسلط رہ کر

حکمران حد سے بڑھ کر جھوٹ بول رہے ہیں۔ انہیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ انہوں نے عدالتی فیصلہ سننے سے پہلے ہی مایوس ہو کر جزیرے کو بری طرح تباہ کر دیا ہے۔

کبریا نے خیال خواتی کے ذریعے جزیرے کے حالات معلوم کیے۔ پوچھا کو بتایا کہ اب وہاں کچھ نہیں بچا ہے۔ محل کی کوئی دیوار اور کوئی چھت سلامت نہیں رہی ہے۔ وہ محل مٹی کا ڈھیر بن کر رہ گیا ہے۔ پوچھا دل پکڑ کر رہ گئی۔ بہت زبردست نقصان ہوا تھا۔ مجھے مجبور کر کے وہ فائدے اٹھا رہی تھی۔ میں نے ایک پہلو سے اس کی مدد کی۔ دوسرے پہلو سے بری طرح تباہ کر دیا۔ وہ جزیرہ اس طرح تباہ ہوا تھا کہ وہ کبھی وہاں جاتی تو سر چھپانے کی کوئی جگہ نہ ملتی۔ اسے کھلے جنگل میں رہنا پڑتا۔

اس نے کبریا سے پوچھا ”کیا ہمارا سیکورٹی افسر وہاں موجود ہے؟“

کبریا نے کہا ”کئی سیکورٹی گارڈ مارے گئے ہیں۔ باقی جان بچا کر بھاگ گئے۔ سیکورٹی افسر بھی ایک موزیوٹ کے ذریعے بھارت کے ایک ساحل پر پہنچا ہوا ہے۔ کیا تم چاہتی ہو کہ اس سے رابطہ کروں؟“

”نہیں۔ جب جزیرہ نہ رہا تو اس کی خدمات کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ اس جزیرے میں دوبارہ محل تعمیر کرنے میں نہ جانے کتنا عرصہ لگے گا۔ ہمارے دونوں بیلی کا پڑ تو سلامت ہیں نا؟“

”محل کی اینٹ سے اینٹ بچ گئی ہے تو بیلی کا پڑ کس طرح سلامت رہ سکتے تھے۔ تم کروڑوں روپے کے نقصان میں ہو۔“

”تم بھارتی حکمرانوں اور آرڈی کے اعلیٰ افسروں سے ’کو‘ جزیرے میں جو تباہی کی ہے اس کے ہرجانے کے طور پر ننانوے کروڑ ننانوے لاکھ اور ننانوے ہزار روپے ادا کریں۔ عدم ادائیگی کی صورت میں انہیں اس سے بھی زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔“

وہ بھارتی اکابرین سے اس سلسلے میں رابطے کرنے لگا۔ انہیں دھمکیاں دینے لگا کہ جلد ہی مطلوب رقم ادا نہ کی گئی تو انہیں ناقابل برداشت نقصان پہنچے گا۔ وہ لوگ کبریا کو سلمان قیصر سمجھتے تھے۔ انہوں نے کہا ”مستز سلمان! تم نے بھی ہمیں ناقابل طاقی نقصان پہنچایا ہے۔ پہلے ہمارے ہیڈ کوارٹر کے اسلحہ ڈپو کو تباہ کیا پھر ہماری فوج کو بحری جہاز سمیت سمندر میں ڈبوایا۔ تم نے ہمیں اربوں روپے کا نقصان پہنچایا ہے۔ کیا یہ نقصان بھرو گے؟“

ایک ہاتھ کر رہا تھا کہ سرکراتے ہوئے کہہ رہی تھی "ہائے ہنڈسم! مجھے ٹرپ کرنا چاہتے تھے۔ میں تمہاری اس داشتہ کے ذریعے تمہیں ٹرپ کر رہی ہوں۔ اب مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟"

اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس پر نیم بے ہوشی طاری ہو گئی۔ وہ تھوڑی دیر بعد ہوش میں آسکتا تھا۔ میں اس حملہ کرنے والی کے دماغ میں جا کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس کے دماغ پر جس نے قبضہ جمایا تھا وہ اس وقت جا چکا تھا۔ وہ ایرانی اور پریشانی سے سوچ رہی تھی کہ اس نے گھڈا ان اٹھا کر اس پر حملہ کیوں کیا ہے؟ مجھے کیا ہو گیا تھا؟ کیا یہ مرچکا ہے؟

وہ قریب آکر اس پر جھک گئی۔ اس کا معائنہ کرنے لگی۔ پتا چلا زندہ ہے۔ بے ہوش ہو گیا ہے۔ وہ وہاں سے دوڑتی ہوئی گئی پھر پانی سے بھرا ہوا جگہ لگا کر آئی اس کے چہرے پر پانی چھڑکنے لگی۔ وہ کسمائے لگا پھر اس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ میں اس حینہ کے اندر سے نکل کر اس کے اندر پہنچ گیا۔ سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ وہ ٹیلی بیٹھی جانے والے آٹھ امریکیوں میں سے ایک تھا۔ اس کا نام بولی برٹن تھا۔

اس کے دماغ میں ایک نسوانی آواز سنائی دی "ہائے بولی! کیا مجھے دماغ میں آنے سے روک سکتے ہو؟" اس نے پریشان ہو کر سانس روکنے کی کوشش کی لیکن دماغی کمزوری کے باعث اسے اپنے اندر سے باہر نہ نکال سکا۔ وہ ہنسنے لگی۔ بولی برٹن کے خیالات نے بتایا کہ اس وقت کرونا اس کے اندر دیول رہی ہے۔

میری داستان میں کرونا ایک طویل عرصے تک اہم رول ادا کرتی رہی تھی۔ آخری بار راپیو میں نے اسے توہی عمل کے ذریعے اپنی داشتہ بنالیا تھا پھر اعلیٰ بی بی نے اسے نجات دلائی تھی۔ تب سے آزاد تھی۔ میرے معاملات سے دور تھی۔ اس لیے میں اسے نظر انداز کرتا رہا۔ اب وہ پھر انجانے میں میرے شکار تک پہنچ گئی تھی اور مجھ سے پہلے پہنچ کر اسے زیر کر لیا تھا۔

اس کی مختصری روداد یہ تھی کہ وہ بہت عرصے سے ہندوستان میں رہ رہی تھی۔ ہندوستانی زبان اور کلچر سے اچھی طرح واقف تھی۔ بڑی آسانی سے ہندوستانی دوستیوں بن کر رہتی تھی۔ وہاں پوری طرح تحفظ حاصل کرنے کے لیے اس نے آری کے ایک اعلیٰ افسر کے دماغ میں جگہ بنائی۔ توہی عمل کے ذریعے اسے اپنا دیوانہ عاشق بنالیا۔ اس دیوانے

نے اس سے شادی کر لی۔

وہ ایک اعلیٰ افسر کی بیوی کی حیثیت سے محفوظ بھی تھی اور اس کے دماغ میں رہ کر ملک کے اندرونی اور بیرونی معاملات کی خبر رکھتی تھی۔ اس طرح اسے یہ معلوم ہوا کہ میرا بیٹا کبریا ہندوستان میں ہے اور وہاں کے اکابرین کے لیے براہیم بنا ہوا ہے پھر پتا چلا کہ میں بھی انڈیا میں ہوں۔ وہ جاہتی تو آری افسر کی بیوی ہونے کی حیثیت سے بھارتی سرکار کو اپنی ٹیلی بیٹھی سے فائدہ پہنچا سکتی تھی لیکن وہ بہت چالاک تھی۔ بہت محتاط تھی۔ اس نے ہمارے خلاف محاذ نہیں بنایا۔ کسی بھی معاملے میں خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس نے اپنی اس صلاحیت کو اب تک چھپائے رکھا تھا۔

پھر ایک ٹاپ سیکرٹ میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ بھارتی سرکار کو بھی ٹیلی بیٹھی کا اختیار رکھنا چاہیے۔ تاکہ مجھے اور میرے ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کو منہ توڑ جواب دیا جاسکے۔ اس مقصد کے لیے امریکا سے امداد طلب کی گئی۔ وہاں سے جواب ملا اگر امریکی فوج کو جنگی مشقوں کے بہانے ہندوستان میں رہنے دیا جائے گا اور کبھی یہ ظاہر نہیں کیا جائے گا کہ انڈیا میں ٹیلی بیٹھی جاننے والے امریکی محاذ آرائی کر رہے ہیں تو وہاں دو ٹیلی بیٹھی جاننے والوں کو بھیجا جاسکتا ہے۔ امریکی شرائط منظور کر لی گئیں۔ دو ٹیلی بیٹھی جاننے والے مختلف بہوہ میں وہاں پہنچ گئے۔ اس معاملے کو ٹاپ سیکرٹ رکھ گیا تھا لیکن کرونا نے اپنے شوہر کے دماغ سے بہت کچھ معلوم کر لیا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک کو دہلی اور دوسرے کو کیرالہ بھیجا گیا تھا۔ شان دار ہنگو میں ان کا قیام تھا اور ان کی خدمات کے لیے خوب صورت کینڑوں کو مامور کیا گیا تھا۔ کرونا ایک ایک کر کے ان تمام کینڑوں کے اندر پہنچ گئی تھی۔

اب اس نے موقع پا کر بولی برٹن کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ ٹیلی بیٹھی جاننے والا دو سرانوں تھا اور وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کر رہی تھی۔ یہ ابھی معلوم نہیں ہوا تھا۔ میں نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا "تم نے کیا پہلے کرونا کے دماغ میں جگہ بنائی تھی۔ اس کے اندر پہنچتی تھیں اور وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ کیا وہ اب بھی تمہارے زیر اثر ہے؟"

"میں پاپا! وہ ایک اہم ٹیلی بیٹھی جاننے والی ہے۔ میں اس سے غافل نہیں رہ سکتی تھی۔ ہر چند وہ میں دونوں میں اس کے اندر پہنچ کر سننے سے توہی عمل کرتی رہی ہوں۔ آپ اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"خاموشی سے اس کے خیالات پڑھو۔ تمہارے سوال کا جواب مل جائے گا پھر مجھے آگرتاؤ کہ وہ کیا کرتی پھر رہی ہے۔"

وہ اسی وقت کرونا کے پاس چلی گئی۔ میں کبریا کے لیے پریشان تھا۔ پوجا اتنی رازداری سے کام لے رہی تھی کہ مجھے بیٹے کے سامنے تک بھی پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں مل رہا تھا۔ ایسے میں ٹیلی بیٹھی جاننے والے امریکیوں کے ذریعے ہمارے خلاف محاذ آرائی ہو رہی تھی۔ اگرچہ ایک بولی برٹن ہماری نظروں میں آگیا تھا اور آئندہ ہمارے زیر اثر رہنے والا تھا پھر بھی یہ ہماری کامیابی نہیں تھی۔ آئندہ ٹیلی بیٹھی جاننے والے دوسرے امریکی اگر ہمارے لیے مشکلات پیدا کر سکتے تھے۔ وہ میرا دھیان اپنی طرف ہٹاتے رہتے اور میں بیٹے سے دور ہوتا رہتا۔ پتا نہیں یہ سلسلہ کب تک جاری رہنے والا تھا۔

○☆☆○

سونیا واپسی کا سفر شروع کر چکی تھی۔ وہ الاسکا سے ایک فلائٹ میں کینیڈا آئی۔ وہاں سے کوئی ڈائریکٹ فلائٹ انڈیا کے لیے نہیں تھی۔ اس لیے وہ مانیٹال سے دوسری فلائٹ میں نیویارک پہنچی۔ وہاں دوسرے دن انڈیا جانے والی فلائٹ میں ایک سیٹ مل گئی۔ اب اسے ایک رات نیویارک میں گزارنی تھی۔

دوسرے کنفرم کرانے کے لیے ایئر پورٹ کے ایک کلک کاؤنٹر پر آئی تھی۔ اس وقت جیس سے ایک فلائٹ وہاں آئی ہوئی تھی۔ مسافر جنازے سے ایئر کرائمریشن کاؤنٹر سے گزر کر سامان چیک کرانے کے بعد باہر ویزلز لابی میں آ رہے تھے۔ مسافروں کے اس ہجوم میں پارس اور پورس بھی تھے۔

جناب علی اسد اللہ تھریزی نے ان دونوں کو ہدایت کی تھی کہ امریکا تک سفر کرو۔ ٹرانسپارمر مشینوں کے ذریعے جتنے بھی ٹیلی بیٹھی جاننے والے پیدا ہوئے تھے۔ ان کی خیال خوانی کی صلاحیتوں کو اپنی ٹیلی بیٹھی دوا اسپرے کر کے ختم کر دیا گیا تھا۔ انہوں میں سونیا پارس اور پورس وغیرہ کی بھی صلاحیتوں کو ختم کر دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود چند دشمن ٹیلی بیٹھی جاننے والے رہ گئے تھے۔

جناب تھریزی نے کہا "یہ دشمن اندر ہی اندر سازشیں کر رہے ہیں۔ وہ براہ راست حملے نہیں کریں گے۔ بالواسطہ ضرور نقصان پہنچائیں گے۔ لہذا اپنے ساتھ اپنی ٹیلی بیٹھی دوا اسپرے رکھو۔ جہاں بھی کسی ٹیلی بیٹھی جاننے والے کی موجودگی کا شبہ ہو وہاں یہ دوا اسپرے کرو۔"

وہ دوا اسپرے کرنے کی ذمہ داری ادارے کے دوسرے افراد کو بھی دے سکتے تھے لیکن اس کام کے لیے انہوں نے پارس اور پورس کو ہی منتخب کیا تھا۔ اس میں بھی کوئی مصلحت پوشیدہ تھی۔

میں اشارتاً یہ کہہ دوں کہ پارس اور پورس کو اس مہم کے دوران میں ہماری ایک گمشدہ اہم چیز ملنے والی ہے۔ میرے قارئین بڑی دلچسپی سے میری داستان پڑھتے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ وہ قیاس آرائی کریں اور بتائیں کہ ہماری کون سی سانس لیتی ہوئی اہم چیز ہمیں ملنے والی ہے؟

کبریا کے بارے میں نہ سوچا جائے۔ اسے ہم انڈیا میں تلاش کر رہے ہیں انشاء اللہ جلد ہی اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔

جب وہ دونوں اپنا اپنا سامان اٹھائے ویزلز لابی میں آئے تو وہاں سونیا کو دیکھتے ہی خوشی سے اچھل پڑے۔ دوڑتے ہوئے آکر اس سے لپٹ گئے "ہائے ماما! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہاں آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔"

"مجھے بھی توقع نہیں تھی کہ تم دونوں یہاں آؤ گے۔ کیا تفریح کے لیے آئے ہو یا کوئی اور مقصد ہے؟"

"مقصد ہے۔ ہم اسپرے کرنے اور ٹیلی بیٹھی کے پھروں کو مارنے آئے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "آپ یہاں ایئر پورٹ میں کیا کر رہی ہیں؟"

"کل کی ایک فلائٹ میں سیٹ حاصل کی ہے۔ تمہارے پاپا سے ملنے انڈیا جا رہی ہوں۔"

پورس نے کہا "یہ کیا ماما! ہم آئے ہیں اور آپ جا رہی ہیں۔ ہمارے ساتھ کچھ دن گزارنے کے بعد جائیں۔"

"سوری۔ آج کی ایک شام اور ایک رات تم دونوں کے ساتھ گزاروں گی۔ اس سے زیادہ وقت نہیں دے سکوں گی۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ایک قافیہ اشار ہوٹل میں آئے۔ کاؤنٹر گرل نے مسکراتے ہوئے ویل کم کہا پھر پوچھا "میں کیا خدمت کر سکتی ہوں؟"

پورس نے کہا "یوں مسکرا کر خدمات پیش نہ کرو۔ میری مہمات میں ہیں۔"

سونیا نے اس کے کان پکڑ کر کہا "ہاں نہ ہوتی تو لفٹ لے لیتے۔ یہاں ہی کرنے آئے ہو۔ میں تمہیں کل ہی واپس لے جاؤں گی۔"

"مہمات سمجھا کریں۔ پارس شادی شدہ ہے۔ میری زندگی میں بیوی نام کی کوئی مخلوق نہیں ہے۔ میں تو آپ کے لیے

ایک ہو کا انتظام کرنا چاہتا ہوں۔

کاؤنٹر گرل نے مسکرا کر کہا ”پھر تو میرا خیال دل سے نکال دو میں نہ صرف شادی شدہ۔۔ ہوں بلکہ ایک بچے کی ماں بھی ہوں۔“

سونیا اور پارس ہنسنے لگے پورس نے ایک سرواہ بھر کر کہا ”یہ ہیں میرے نصیب۔ معاملہ کیس سیٹ نہیں ہو رہا ہے۔“

انہوں نے وہاں تین کمرے حاصل کیے پھر اپنے اپنے کمرے میں جانے سے پہلے یہ طے کیا کہ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ایک گھنٹے بعد ملیں گے پھر کہیں تفریح کے لیے جائیں گے سونیا نے اپنے کمرے میں آکر فون کے ذریعے اورنج جوس کا آرڈر دیا پھر اپنی سے ایک لباس نکالا۔ وہ غسل کرنے کے بعد اسے پہنتا چاہتی تھی۔

فون کی کھنٹی بجتے لگی۔ اس نے ریسپور اٹھا کر کہا ”ہیلو۔۔۔“

”ہیلو میڈم! تم مجھے آواز سے پہچان سکتی ہوں۔“
”ہاں ڈاکٹر بوکا بوکا! شیطان اپنی آواز سے پہچانا جاتا ہے اپنی اس فون کال سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ تمہارے آدمی میری نگرانی کر رہے ہیں۔“

”تمہاری نگرانی کرتے رہنا اتنا آسان نہیں ہے میرے ساتھ ٹیلی فنی جتنی جاننے والا نہ ہوتا تو اسکا سے تمہارا پیچھا کرنا ناممکن ہو جاتا۔“

”تمہارے ٹیلی فنی جتنی جاننے والے کی کم عمری پر ترس آ رہا ہے۔ اسے بتا دو کہ یہاں دو بھائی یا بوج یا بوج پیپے ہوئے ہیں۔ جو کسی وقت بھی اس کی شدہ رگ تک پہنچ جائیں گے۔“

”ایسا کہتے وقت یہ بھول رہی ہو کہ موت تمہارے قریب بھی پہنچ سکتی ہے۔“

”کیا تم نے یہی کہنے کے لیے فون کیا ہے؟“
دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ وہ بولی ”آجاؤ۔۔۔“
ویش ایک نرسے میں اورنج جوس لے کر آیا پھر اسے سینٹر ٹیبل پر رکھ کر چلا گیا۔ اس نے فون پر پوچھا ”ہیلو۔ خاموش کیوں ہو؟“

جواب نہیں ملا۔ دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا۔ وہ ریسپور رکھ کر جوس پینے لگی۔ وہ اتنا تو سمجھتی تھی کہ ڈاکٹر بوکا بوکا اس کے ہاتھوں بڑے بڑے نقصانات اٹھانے کے بعد بری طرح خوف زدہ ہوگا۔ اب اسے کسی تیسری جگہ نقصان اٹھانے کا اندیشہ ہوگا۔ اسی لیے وہ اس کی

نگرانی کر رہا تھا۔

دشمن ہماری لاعلمی میں ہمارے خلاف کیا کرتے رہے ہیں۔ یہ ہم نہیں جانتے۔ کبھی کبھی خیال خوانی کے ذریعے معلوم ہو جاتا ہے۔ ورنہ ہم اندھیرے میں رہتے ہیں۔ اس وقت بھی سونیا پارس اور پورس بے خبر تھے۔ بڑے ممالک کے سراغ رسالوں نے ایک انٹرنیشنل ٹیم بنائی تھی۔ اس ٹیم کے جاسوس بابا صاحب کے ادارے کے چاروں طرف بڑی رازداری سے نگرانی کرتے تھے کہ وہاں کے کتنے افراد کب جاتے ہیں؟ کہاں جاتے ہیں؟ اور کیا کرتے رہتے ہیں؟

جب پارس اور پورس ادارے سے باہر نکلے اور ایک فلائٹ سے امریکا جانے لگے تو پورس سے نیو یارک تک ٹیلی فون اور فیکس وغیرہ کے ذریعے رابطہ ہوتے رہے۔ امریکا تک سراغ رسائی کا جال بچھا دیا گیا۔ ایسے انتظامات کیے گئے کہ وہ دونوں نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائیں۔

وہ دونوں مطمئن تھے بابا صاحب کے ادارے میں چار ٹیلی فنی جتنی جاننے والے تھے ان میں سے دو ان کے اندر آتے جاتے رہتے تھے اگر اچانک ان پر حملہ کیا جاتا تو وہ خیال خوانی کے ذریعے ان سے نمٹ سکتے تھے۔

وہیے حملہ تو ہو چکا تھا۔ سونیا نے جوس پینے کے بعد اچانک کنزروی محسوس کی۔ کالوں میں خطرے کی کھنٹی بجتے لگی۔ اس نے فوراً ہی فون کے ذریعے پارس اور پورس سے رابطہ کرنا چاہا۔ ٹیلی فون کے ریسپور کی طرف ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھاتا چاہا لیکن دو دوا اثر تھی۔ اس کا سر جھکا گیا۔ وہ فون اور ریسپور کی طرف جھکتے جھکتے منہ کے بل سینٹر ٹیبل پر گری پھر وہاں سے ڈھلک کر فرش پر آ گئی۔ وہاں سے اٹھنے کی سکت نہ رہی۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

پارس اور پورس کے کمرے اوپر والے فلور میں تھے۔ وہ ایک گھنٹے بعد تیار ہو کر اپنے کمروں سے باہر آئے پھر ذریعے سے اتر کر سونیا کے دروازے پر پہنچے اور دستک دی۔ دروازہ نہیں کھلا۔ انہوں نے دوبارہ اپنی ماما کو آواز دیتے ہوئے دستک دی پھر بھی دروازہ نہیں کھلا۔ پورس نے دروازے کے ہینڈل کو کھمایا تو وہ کھل گیا۔ وہ دونوں اسے آوازیں دیتے ہوئے اندر آئے۔ وہ کمرے میں نہیں تھی۔ ہاتھ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہاں بھی نہیں تھی۔ میز پر جوس کا گلاس رکھا ہوا تھا۔ بستر پر ایک اپنی کھلی ہوئی تھی دونوں نے سوالیہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر پارس نے فون کے ذریعے فیجر سے پوچھا ”روم نمبر فورون زیرو میں جو میڈم

تھیں وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں گئی ہیں؟“

فیجر نے کہا ”وہ بے ہوش ہو گئی تھیں۔ ان کے دو بیٹے پارس اور پورس انہیں اسپتال لے گئے ہیں۔“

فیجر نے اسپتال کا نام اور پتا بتایا۔ پارس نے ریسپور رکھ کر پورس سے کہا ”مما خطرے میں ہیں۔ وہ یہاں بے ہوش ہو گئی تھیں۔ دو افراد پارس اور پورس بن کر انہیں لیڈی ڈفرن اسپتال لے گئے ہیں۔ میں اسپتال فون کر رہا ہوں۔ تم بابا سے فوراً رابطہ کرو۔“

ایسے ہی وقت بابا صاحب کے ادارے کا ایک ٹیلی فنی جتنی جاننے والا آگیا۔ اس نے پوچھا ”سراخیریت تو ہے؟“

”نورا ماما کے دماغ میں جاؤ اور خیریت معلوم کرو۔“

وہ گیا پھر دوسرے ہی لمحے میں واپس آکر بولا ”وہ بے ہوش ہیں۔ ابھی ان کے خیالات بڑھے نہیں جا سکیں گے۔“
پارس نے کہا ”میں اسپتال والوں سے باتیں کر رہا ہوں۔ تم ان کے دماغوں میں جا کر معلوم کرو کیا ماما کو وہاں لے جایا گیا ہے؟“

وہ اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں جا کر معلوم کرنے لگا۔ وہاں سونیا کو لایا نہیں گیا تھا۔ انہوں نے مجھے اطلاع دی۔ میں نے اعلیٰ لی لی اور الپا کو بتایا پھر ہم سب موجودہ حالات پر گفتگو کرنے لگے۔

میں نے کہا ”یہ امریکی اکابرین اب ہم سے کھل کر دشمنی نہیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے دنیا والوں کی نظروں میں ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھا ہے۔ وہ بظاہر نہ ہمارے دوست ہیں نہ دشمن ہیں لیکن اپنے ٹیلی فنی جتنی جاننے والوں کو دوسرے ملکوں میں بھیج کر وہاں ہمارے خلاف محاذ آرائی کر رہے ہیں۔ وہ انڈیا میں ہمارے خلاف یہی کر رہے ہیں۔ بڑے ممالک کے سراغ رسالوں کی ٹیم ان ہی امریکی ٹیلی جتنی جاننے والوں کی مدد سے ہماری نگرانی کر رہی ہے۔“

پورس نے کہا ”اب سمجھ میں آ رہا ہے کہ وہ سراغ رساں ہمارے پیچھے پیرس سے یہاں تک آئے ہیں۔ انہوں نے یہاں ماما کو ہمارے ساتھ دیکھا اور موقع پا کر انہیں اغوا کر لیا۔“

”ابھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ انہی سراغ رسالوں نے اغوا کیا ہے یا کوئی اور ہم سے دشمنی کر رہا ہے۔ اس ملک میں ڈاکٹر بوکا بوکا بڑی شہرت رکھتا ہے۔ امریکا کے شمال سے جنوب تک اس نے ہر بڑے شہر میں کنڈنی سینٹر اور آئی بیٹک قائم کیے ہیں۔ درپردہ آنکھوں مگردوں اور دلوں کا غیر قانونی

دھندلا کر رہا ہے۔ تمہاری ماں نے اس کے دو بڑے خفیہ اڈوں کو تباہ کیا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ آئندہ بھی اس کے خفیہ اڈے تباہ کیے جائیں گے۔“

”پھر تو ماما کے اغوا کے سلسلے میں اس ڈاکٹر پر بھی شبہ کیا جا سکتا ہے۔“

میں نے کہا ”اس کے بے شمار کلیکٹ ہیں۔ کہیں بھی فون کر کے ڈاکٹر کا ذاتی فون نمبر معلوم کرو۔“

پارس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری میں نمبر دیکھ کر رابطہ کیا۔ ایک کنڈنی سینٹر کے انچارج نے کہا ”سوری“ ہم ڈاکٹر کا ذاتی نمبر نہیں دے سکتے۔ ہمیں اجازت نہیں ہے۔ آپ اپنا پراہلم ہمیں بتا سکتے ہیں۔“

میں نے اس کے دماغ میں گھس کر نمبر معلوم کیے پھر پارس کو بتایا۔ اس نے اس نمبر پر رابطہ کیا۔ ڈاکٹر کی آواز سنائی دی ”ہیلو میں ڈاکٹر بوکا بوکا بول رہا ہوں۔“

”میں فریڈا علی تیور کا بیٹا پارس بول رہا ہوں۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بتا دو میری ماما سونیا کہاں ہیں؟“

اس نے کہا ”میں نے دو گھنٹے پہلے ہوٹل کے فون پر میڈم سے بات کی تھی۔ وہ اسی ہوٹل میں ہوں گی۔“

”مکواس مت کرو۔ تم نے انہیں اغوا کرایا ہے۔ کیا تم ماما کے جانی دشمن نہیں ہو؟“

”میں کیا دشمنی کروں گا۔ میں تو ان سے خوف زدہ رہتا ہوں۔“

”لہذا ان سے پیچھا چھڑانے کے لیے اغوا کیا ہے۔ اگر انہیں ذرا سا بھی نقصان پہنچا تو امریکا کے شمال سے جنوب تک تمہارے خفیہ اڈوں کو تباہ کر دیا جائے گا۔ ابھی دس منٹ کے اندر ماما سے میری بات نہ کرانی گئی تو پندرہ منٹ کے بعد تمہارے ایک ایک اڈے کی تباہی شروع ہو جائے گی۔“

وہ پریشان ہو کر قسمیں کھانے لگا کہ اس نے سونیا کو اغوا نہیں کرایا ہے۔ ہمارے ٹیلی فنی جتنی جاننے والے اس کنڈنی سینٹر کے انچارج کے پاس پہنچ گئے جس سے ابھی پارس نے فون پر بات کی تھی۔ وہ اس انچارج کے ذریعے دوسرے ڈاکٹروں کے دماغوں میں پہنچنے لگے پھر ان کے ذریعے وہاں توڑ پھوڑ شروع کر دی۔ قیمتی جدید مشینوں کو تباہ کر دیا۔ جو ڈاکٹر خفیہ دھندے میں ملوث تھے انہیں ہلاک کر دیا۔

ڈاکٹر بوکا بوکا نے بدحواس ہو کر اپنے ٹیلی فنی جتنی جاننے والے ڈیپو رائٹ سے رابطہ کر کے اس سے کہا ”کچھ کرو۔ یہ لوگ میرے ایک ایک اڈے کو اسی طرح تباہ و برباد کرتے رہیں گے۔“

ڈائریکٹر جنرل رہتا ہے۔ اسے امریکا اور یورپ کے ٹاپ ایگلز کا ڈی جی اس لیے بنایا گیا ہے کہ وہ یوگا کا ماہر ہے اور ٹیلی پیٹھی جانتا ہے۔

میں نے کہا ”وہ ٹیلی پیٹھی جاننے والا یقیناً ان آٹھ امریکیوں میں سے ایک ہوگا۔ اس کا نمبر کیا تھا اور موجودہ نام کیا ہے؟“

”اس کا نمبر سیون تھا۔ اس کا نام ہے ای فری مین ہے۔“

پچھلے ایواب میں نمبر سیون کا خاصا ذکر ہو چکا ہے۔ وہ ذہانت اور تجربات کے اعتبار سے باقی سات ٹیلی پیٹھی جاننے والوں سے سینئر تھا۔ اس کے بقیہ سات ساتھی انڈیا گراؤنڈ سیل سے نکلنے کے بعد روپوشی میں آزادی سے زندگی گزار رہے تھے لیکن نمبر سیون ٹیلی پیٹھی ہے ای فری مین نے فوج کے اعلیٰ افسران کے پاس آکر ملک سے وفاداری اور فرماں برداری کا ثبوت دیا تھا۔

ویسے تو وہ سات ٹیلی پیٹھی جاننے والے بھی وفادار تھے۔ ای فری مین کو اپنا سینئر تسلیم کرتے تھے اس کی ہدایات پر عمل کیا کرتے تھے لیکن امریکی اکابرین کے پابند نہیں رہتے تھے۔ فری مین ان سے ملنے خدمات لیا کرتا تھا۔

کچھ عرصہ پہلے ہم نمبر تھری اور نمبر سیون نے ای فری مین کے دماغوں میں پہنچ جایا کرتے تھے۔ بعد میں ہم انہیں مسلسل اپنا معمول بنا کر نہ رکھ سکے۔ ایسا کرنے کے لیے ہر دس بارہ دنوں کے اندر نئے سرے سے تخریبی عمل کرنا پڑتا ہے۔ میں تو اپنی یادداشت کو بیٹھا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور کیریا دوسرے معاملات میں مصروف ہو گئے تھے۔ لہذا وقت مقررہ پر تخریبی عمل نہ کر سکے۔ وہ دونوں ہماری گرفت سے نکل چکے تھے۔

اتنے عرصے بعد آٹھ ٹیلی پیٹھی جاننے والوں میں سے تین افراد ہماری معلومات کے دائرے میں آ رہے تھے۔ ان میں سے ایک ڈبلیو رائٹ تھا جو ڈاکٹر بوکا سے دوستی بنا رہا تھا۔ دوسرا بوبی برٹن ہمارے زیر اثر آچکا تھا اور تیسرا ہے ای فری مین تھا۔ وہ امریکی اکابرین کا اہم قابل اعتماد ٹیلی پیٹھی جاننے والا تھا۔ دی ٹاپ ایگلز میں ڈائریکٹر جنرل کے فرائض انجام دے رہا تھا۔

میں ذہنی مارٹن کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ چور خیالات جھوٹ نہیں بولتے یہ سچ تھا کہ ان کے ڈی جی ہے ای فری مین نے سونیا کو ٹرپ کرنے کے بعد بڑی رازداری سے کہیں چھپایا تھا۔ اس نے امریکی اکابرین کو بھی اس کے

بغیر بتاؤ سونیا کہاں ہے؟“

”جی۔ وہ مجھے تو ڈی ویر پہلے اطلاع ملی تھی کہ میڈم سونیا کو ٹرپ کیا گیا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں محتاط رہوں، آپ میڈم کے سلسلے میں کسی وقت بھی مجھے پریشان کر سکتے ہیں۔ اب یہی ہو رہا ہے۔ تو ڈی ویر میں آپ مجھ تک پہنچ رہے ہیں۔“

”زیادہ نہ بولو۔ میرے سوال کا جواب دو۔ سونیا کہاں ہے؟“

”آپ یقین کریں۔ نیویارک کے دی ٹاپ ایگلز والے میڈم کے معاملے کو پینڈل کر رہے ہیں اور اتنی رازداری سے کام کر رہے ہیں کہ ہم سے بھی اس معاملے کو چھپا رہے ہیں۔ صرف نیویارک ایگلز کا چیف میڈم کے بارے میں جانتا ہے۔“

”مجھے تمہارے دماغ میں آکر معلوم کرنا ہوگا۔ تمہارے چور خیالات بتائیں گے کہ کتنا بچ بچ رہے ہو۔“

وہ پریشان ہو کر بولا ”آہ۔ آپ مجھے دھمکی نہ دیں۔ میں ابھی یہ جگہ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ آپ مجھے تلاش نہیں کیا میں گم۔“

میں نے جیسے ہوئے فون بند کر دیا۔ اعلیٰ بی بی، الپا اور فرماں ٹاپ ایگلز کے دوسرے سراغ رسالوں کے اندر جگہ بناتے جا رہے تھے۔ میں شیفرڈ کے اندر آگیا وہ میری مرضی کے مطابق تیزی سے چلتا ہوا اپنے چیف کے آفس کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ چیف نے ناگواری سے پوچھا ”دسک دسے بغیر کیوں آئے ہو؟“

وہ ریوالور نکال کر نشانہ لیتے ہوئے بولا ”تمہارے جسم پر ایک گولی دسک دے گی پھر تمہارے دماغ کا دروازہ کھل جائے گا۔“

وہ حلق بھاڑ کر چیخے ہوئے بولا ”نہیں۔ یہ۔ یہ کیا حرکت ہے۔ پاگل ہو گئے ہو؟ کیا فرماؤ کو میرے دماغ میں پہنچانا چاہتے ہو؟“

اس نے ٹیگر دبا یا۔ گولی اس کے ہاتھ میں لگی۔ وہ چیخنے لگا ”ہیلپ۔ ہیلپ۔“

میں نے اس کے اندر آکر کہا ”کیوں حلق پھاڑ رہے ہو۔ موت تمہارے اندر پہنچ گئی ہے۔ فرسٹ ایڈ کا سامان منگواؤ اور مرہم پی کراؤ۔ جب تک میں تمہارے چور خیالات پڑھتا رہوں گا۔“

وہ غم حال سا ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے خیالات بتانے لگے۔ نیویارک میں دی ٹاپ ایگلز کا ڈی جی یعنی

نے انڈیا میں بوبی برٹن کو ٹرپ کیا تھا پھر تخریبی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول اور محکمہ بنا کر اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ اس کے مخصوص لیے اور سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا کرے گا۔

اعلیٰ بی بی نے وہ مخصوص لہر معلوم کیا پھر وہ لہر اختیار کر کے بوبی برٹن کے اندر پہنچ گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ اسے دی ٹاپ ایگلز کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرنے لگی۔ اس کے خیالات نے بتایا۔ دی ایگلز کے بیشتر سراغ رسالے بابا صاحب کے ادارے کے اطراف دن رات رہتے ہیں۔ سیٹلائٹ کے ذریعے بھی سراغ رسانی کی جاتی ہے۔ اس ادارے کی اہم ہمتیاں جب اس ادارے سے باہر نکلتی ہیں تو وہ ان کا تعاقب کرتے ہیں اور ان کی مصروفیات سے باخبر رہتے ہیں۔ ان میں سے کوئی اہم ہستی نشانے پر آجائے تو اسے گولی مار دیتے ہیں۔

انہیں معلوم تھا کہ میں انڈیا میں ہوں اور سونیا لاسکا میں ہے۔ وہ سب خاصی تعداد میں سونیا کی نگرانی کرتے رہے تھے۔ ہندوستان میں مجھے اور کیریا کو تلاش کر رہے تھے۔ اعلیٰ بی بی اور الپا کہاں ہیں یہ نہیں جانتے تھے۔

اعلیٰ بی بی نے اسے دی ٹاپ ایگلز کے چیف کے دماغ میں جانے کے لیے مائل کیا۔ اس کی سوچ نے کہا ”وہ یوگا کا ماہر ہے۔ تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والے اس سے فون پر یا پھر ای میل کے ذریعے سے رابطہ کرتے ہیں۔“

اعلیٰ بی بی نے پوچھا ”چیف کے قریب رہنے والے کسی ایسے سراغ رسالے کے پاس جاؤ جو یوگا میں مہارت نہ رکھتا ہو۔“

وہ ایک سراغ رسالے کے اندر پہنچ گیا۔ اس کا نام شیفرڈ تھا۔ ہم بھی اس کے اندر پہنچ گئے۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ان کے سراغ رسالوں کی ایک ٹیم نے سونیا کو نیویارک میں ٹرپ کیا تھا۔ اس کا چیف جانتا ہوگا کہ سونیا کو ٹرپ کرنے کے بعد کہاں پہنچا گیا ہے۔

ہم نے اس سے چیف کا فون نمبر معلوم کیا پھر فون کے ذریعے میں نے اسے مخاطب کیا ”ہیلو مسٹر مارٹن! میں ہوں فرماؤ اعلیٰ تیور۔“

وہ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ گھبرا کر بولا ”آہ۔ آپ۔ آپ میرا نام اور فون نمبر کیسے جانتے ہیں؟“

”میرے سوال کا صحیح جواب نہ ملا تو میں تمہارے دماغ میں گھسنے کا راستہ بھی معلوم کر لوں گا۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے

اس نے کہا ”میں تمہارا کیا کر سکتا ہوں۔ وہ ایک نہیں کئی خیال خوانی والے ہیں۔ میں کتنوں کو روک سکوں گا؟ کتنوں سے مقابلہ کر سکوں گا۔“

”تم ٹیلی پیٹھی جاننے والے آٹھ امریکی ہو۔ کیا ایسے وقت اپنے ساتھیوں سے مدد حاصل نہیں کر سکتے؟“

”پتا نہیں میرے ساتھی کہاں کہاں کن معاملات میں مصروف ہیں۔ ابھی معلوم کرنا ہوں پھر ان سب کے ساتھ آکر کچھ کر سکوں گا۔“

اس سے رابطہ ختم ہو گیا۔ ڈاکٹر بوکا بڑی پریشانی اور گہری سنجیدگی سے سوچنے لگا ”آج تک یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ فریاد اور اس کے بیٹے کچھ نقصان اٹھاتے ضرور ہیں لیکن اپنے مخالفین پر غالب آجاتے ہیں۔ وہ مجھے نقصان پہنچا رہے ہیں لیکن مجھے ان کے خلاف جوابی کارروائی نہیں کرنی چاہیے۔ کسی بھی طرح ان سے سمجھوتا کرنا چاہیے۔“

اس نے پارس سے رابطہ کر کے کہا ”میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کبھی پرانی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر نہیں آنے دیتا لیکن تمہارے خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے دماغ میں خوش آمدید کہوں گا۔ وہ میرے چور خیالات پڑھ کر تمہیں یقین دلانے لگے کہ میں نے میڈم کو اغوا نہیں کرایا ہے۔“

میں پارس کے اندر تھا۔ یہ بات سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا ”کیا تم میڈم کے خیال خوانی کرنے والے ہو؟“

”ہاں میں وہی ہوں۔ خاموش رہو۔“

وہ چپ رہا۔ میں نے اس کے چور خیالات پڑھے۔ وہ درست کہہ رہا تھا اس نے سونیا کو اغوا نہیں کرایا تھا۔ ہمارے دوسرے ٹیلی پیٹھی جاننے والوں نے اس کے خیالات پڑھے۔ انہوں نے بھی پارس اور یورپ کو بتایا کہ ڈاکٹر بوکا بوکا ہمارا مجرم نہیں ہے کسی اور نے میڈم کو اغوا کرنے کی جرات کی ہے۔

بڑے ممالک نے اپنے ذہن اور دیگر سراغ رسالوں کی ایک خفیہ ٹیم بنائی تھی۔ اس ٹیم کا نام دی ٹاپ ایگلز تھا۔ ٹیلی پیٹھی جاننے والے امریکی ان کی پشت پر رہتے ہوئے اہم مواقع پر ان کے کام آتے تھے۔ دی ٹاپ ایگلز پر شبہ ہو رہا تھا۔ وہ ٹیم ہمارے خلاف وجود میں آئی تھی۔

اعلیٰ بی بی نے کہا ”پاپا! ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا امریکی بوبی برٹن ہماری معلومات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ آپ میرے دماغ میں آجائیں۔“

میں اس کے اندر گیا۔ وہ کرونا کے اندر پہنچ گئی۔ کرونا



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

Scanned by azamm@UrduFanz.com

یہ کتاب ”اچھی کتابوں“ میں ایک نادر کتاب ہے

قاریین کے لیے زوردار سرمایہ و حصوں میں شائع کی جا رہی ہے

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ پیشگی ڈرافٹ مئی آرڈر یا کرسڈ چیک ارسال کر لیں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23

کراچی 74200

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

رابطہ کرنے کے لیے: 63 فیبر 1111 بکس منشن ڈی ایچ اے میں کورنگی روڈ (آخر کالونی بنی عذاب کے سامنے) کراچی 75500

تھے اس نے وہاں پہنچ کر کہا ”مرا مسٹر فریاد میرے اندر موجود ہیں اور آپ حضرات سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔“ وہ تینوں اعلیٰ افسران پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے میں نے آگے کار افسر کی زبان سے کہا ”میں فریاد علی تیور بول رہا ہوں۔ تم لوگ خود ہی پریشانیوں میں لیتے ہو۔ ابھی میرا دماغ ٹھنڈا ہے۔ کیونکہ سونیا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ تم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ کوما سے نکل آئے تاکہ ہم اس سے رابطہ کر سکیں۔“

ایک اعلیٰ افسر نے کہا ”مرا فریاد! آپ یقین کریں۔ ہم میڈم سونیا کے بارے میں اتنا ہی جانتے ہیں کہ ہمارے ٹیلی فنی جاننے والے فری مین نے میڈم کو قیدی بنایا ہے۔ فری مین ہمیں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا رہا ہے۔ اس نے پچھلے چھ گھنٹے سے رابطہ نہیں کیا ہے۔ خود کہیں روپوش ہو گیا ہے۔“

”یہ تم لوگوں کی پالیسی ہے۔ ایک خاص پلاننگ کے تحت وہ روپوش ہو گیا ہے۔ تم سے رابطہ نہیں کرتا ہے۔ تاکہ سونیا کو اغوا کرنے اور قیدی بنانے کا الزام تم سب پر نہ آئے اور وہ فری مین ہماری پہنچ سے دور رہے۔ نہ ہم سے رابطہ کرے نہ سونیا کی رہائی کے مطالبے پر عمل کرے۔“

”آپ ہمیں غلط نہ سمجھیں۔ میڈم کے اغوا سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم اسے سمجھانا چاہتے ہیں کہ وہ آپ سے دشمنی مول نہ لے۔ میڈم کو فوراً رہا کرے اور آپ سے معافی مانگے لیکن وہ نہ تو خیال خوانی کے ذریعے اور نہ ہی فون وغیرہ کے ذریعے رابطہ کر رہا ہے۔ ہم دوسرے ٹیلی فنی جاننے والوں کے ذریعے اس سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمیں ناکامی ہو رہی ہے۔“

”تم بڑی مضحکہ خیز باتیں کر رہے ہو۔ جب آٹھ ٹیلی فنی جاننے والے اندر گراؤنڈ سیل سے فرار ہو کر تمہاری پابندیوں سے آزاد ہو گئے تھے تب فری مین ہی ایک وفادار خیال خوانی کرنے والا تھا جو فرار نہیں ہوا تھا۔ وہ وفادار آج تک تمہاری پابندیوں میں رہ کر ملک کی خدمت کر رہا ہے۔ آج سونیا کو ٹرپ کرتے ہی تم سے وفاداری بھول گیا۔ اور اب وہ تمہاری مرضی کے خلاف سونیا اور ہم سے دشمنی کر رہا ہے۔“

”آپ یقین نہیں کر رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا ہم آپ کو اپنی سچائی کا کیسے یقین دلانیں۔“

”میں سناں کو اس کے بل سے نکالنا جانتا ہوں۔ تم میں سے ایک ایک اعلیٰ افسر ہر ایک گھنٹے کے بعد مرتا رہے گا تو

بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ آرمی افسران نے خود کہا تھا کہ وہ ان میں سے کسی کو ہرا نہ بنائے۔ ورنہ ان کے دماغوں میں آکر سونیا تک پہنچ جائے گا۔

کئی گھنٹے گزر گئے تھے۔ ہم تمام ٹیلی فنی جاننے والے کئی بار سونیا کے دماغ میں جا چکے تھے۔ پہلے تو وہ بے ہوش رہی تھی پھر پتا چلا کہ وہ کوما میں ہے۔ فری مین نے اسے ہم دور رکھنے کے لیے کوما میں پہنچا دیا تھا۔

میں نے مارٹن سے پوچھا ”فری مین سے کس طرح رابطہ کرتے ہو؟“

اس نے جواب دیا ”اس سے فون پر رابطہ کرتے ہیں۔ اس کی سیکرٹری سے پہلے بات ہوتی ہے پھر وہ فری مین سے بات کرتی ہے۔“

”اس سے رابطہ کرو اور بتاؤ کہ میں تمہاری کھوپڑی میں پہنچا ہوا ہوں اور کسی وقت اس کے اندر بھی پہنچنے والا ہوں۔“

اس نے رابطہ کیا ”اس کی سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔“

”ہائے لیزا! میں ڈی جی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

”سوری ٹو سے“ وہ موجود نہیں ہیں۔ واشنگٹن گئے ہیں۔“

”کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ واشنگٹن گئے ہیں؟“

”یقین تو کرتا ہی ہوگا۔ باس نے کہا تھا کوئی بھی پوچھے تو یہی جواب دیا جائے۔“

میں لیزا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کی سوچ کسے گئی وہ وہی کر رہی ہے جو باس اس سے کہہ گیا ہے۔ اس کا باس بہت سنجیدہ اور ریزرو رہا کرتا تھا۔ لیزا سے صرف دفتری معاملات پر گفتگو کرتا تھا۔ اپنے دفتری کمرے میں اسے نہیں بلاتا تھا۔ اس سے انٹر کام پر باتیں کرتا تھا۔ اس نے بھی اپنے باس کی صورت نہیں دیکھی تھی۔

جب تک وہ آفس میں موجود رہتا تھا اس کے آفس کا دروازہ اندر سے بند رہتا تھا۔ اس کے جانے کے بعد دروازہ کھل جاتا تھا۔ وہ اس قدر محتاط تھا کہ اپنی پرسنل سیکرٹری کے سامنے بھی نہیں آتا تھا۔

میں لیزا کو آگے کار بنا کر فری مین تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کے اندر پہنچ کر کہا

”تمہارے جو اعلیٰ افسران یوگا کے ماہر ہیں۔ ان کے پاس جاؤ اور کہو فریاد علی تیور ان سے باتیں کرنے والا ہے۔“

وہ تین یوگا جاننے والے اہم اعلیٰ افسران ہیڈ کوارٹر میں کتابیات پبلی کیشنز

فری میں میرا مطالبہ تسلیم کرنے کے لیے گھٹنے ٹیک دے گا۔
یوگا جانے والے وہ تینوں اعلیٰ افسران گھبرا کر کھڑے
ہو گئے۔ ایک نے کہا ”نہیں۔ آپ فری میں کے جرم کی سزا
ہمیں نہیں دی سکتے۔ آپ ہمیں مہلت دیں۔ ہم کسی بھی
طرح فری میں سے رابطہ کریں گے۔ اس سے آپ کا مطالبہ
منوا میں گئے۔“

میرے آلہ کار نے ریوالور نکال کر ان کے سینے سے
پہلے تڑا تین فائر کیے۔ کسی کے بازو پر کسی کے شانے پر اور
کسی کی ٹانگ پر گولیاں ماری۔ وہ تینوں زخمی ہو کر فرش پر گر
پڑے۔ میں نے کہا ”اب تم تینوں مجھے اپنے دماغوں میں آنے
سے نہیں روک سکو گے۔ میں ہر ایک گھٹنے بعد اگر باری باری
موت کے کھاتے اتار رہا ہوں گا۔“

بیز کو اڑ میں پہلے پیدا ہو گئی تھی۔ انیس فوری ملتی
اور پوچھائی جا رہی تھی۔ تمام اکابرین تک یہ خبر پوچھائی جا رہی
تھی کہ میں نے ان تین یوگا جانے والے افسران کو زخمی کیا
ہے اور اگر سونیا کو رہا نہ کیا گیا تو میں ایک ایک گھٹنے بعد
انہیں ہلاک کرتا رہوں گا۔

میں نے کہا ”اب میں تمہارے چور خیالات بڑھ رہا
ہوں۔ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ فری میں آدھے گھٹنے بعد تم تینوں
سے رابطہ کرنے والا ہے۔ میں آدھے گھٹنے بعد آؤں گا۔“

میں نے فرمان سے کہا ”تم ان تینوں کے اندر موجود ہو
اگر یہ کسی دوا کے ذریعے دوبارہ توانائی حاصل کر کے اپنے
دماغ کو لاک کرانا چاہیں تو ان کے اندر زلزلہ پیدا کرتے
رہتا۔“

مجھے یقین تھا کہ میں آدھے گھٹنے بعد فری میں کو گھٹنے سینے
پر مجبور کر دوں گا۔ ویسے توقع کے خلاف بھی بہت کچھ ہو جاتا
ہے۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔

○☆☆○

ٹیلی پیچی جانے والے دو امریکی انجینا میں تھے۔ ان میں
سے ایک بولی برٹن پہلے کوٹا کے زیر اثر آگیا تھا پھر اعلیٰ بی بی
نے بھی اس کے اندر جگہ بنائی تھی اس کے چور خیالات بڑھ
کر معلوم کیا کہ دوسرے ٹیلی پیچی جانے والے کا نام نور
گرے ہے اور وہ کیرالہ میں کہیں رہائش پزیر ہے۔

وہ فرمان کے ساتھ کیرالہ پہنچ گئی تھی۔ میں نے اسے
بتایا تھا کہ پوچا کا تعلق اسی علاقے سے ہے۔ اب شاید اس
نے وہ جگہ چھوڑ دی ہوگی۔ کیرالہ مسلسل قبضہ جمائے رکھنے
کے لیے کسی دوسرے علاقے میں پہنچ گئی ہوگی۔

اعلیٰ بی بی کی سوچ کر آئی تھی کہ وہاں دوسرے ٹیلی

پیچی جانے والے فور گرے کے علاوہ پوچا کو بھی خلاش
کرے گی۔ وہ ایک فلائٹ کے ذریعے وہاں آئی تھی۔ ایک
فائبر اشار ہوٹل میں دو کمرے لیے تھے۔ ایک کمرہ فرمان کے
لیے تھا۔ اسی وقت میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ ان تین زخمی
فوجی افسروں کے دماغوں میں جا کر ان کی عمرانی کرنا رہے۔

اعلیٰ بی بی نے اس سے کہا ”آدھے گھٹنے بعد فری میں ان
افسران سے رابطہ کرنے والا ہے۔ تم اس وقت تک ان
افسران کی عمرانی کرو۔ میں ہوٹل سے باہر شاپنگ کے لیے
جا رہی ہوں۔ جلدی واپس آ جاؤں گی۔“

وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آئی۔ وہاں لاؤنج میں ایک
صوفے پر سیاہ لباس پہنے ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس
کے گلے میں رنگ پرنگی موتیوں کی مالا لگی تھیں۔ اس کے
سامنے کتنی ہی عورتیں اور مرد فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اعلیٰ
بی بی نے ہوٹل کے ایک ملازم سے پوچھا ”میں کیا ہو رہا
ہے؟“

اس نے کہا ”یہ ایک تانترک شکتی مان (بست زبردست
جادوگر) ہیں۔ ان کے سامنے اپنی کوئی مشکل بیان کر دو تو یہ
مشکل آسان کر دیتے ہیں۔“

”کیا یہ جادو کے ذریعے مشکل آسان کرتے ہیں؟“
”جب جادو جانے ہیں تو پھر جادو کے ذریعے ہی چمکا کر
دکھاتے ہوں گے۔“

اچانک اعلیٰ بی بی کے دل میں خیال آیا کہ اس تانترک
شکتی مان سے اس جادوگر کی دادی ماں کے بارے میں سوال
کرنا چاہیے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب جا کر
کھڑی ہو گئی۔

ایک عورت گزرا کر کہہ رہی تھی ”مہاراج! میں آٹھ
برس سے ماں بننے کے لیے ترس رہی ہوں۔ آپ میری
منو کا بنا پوری کر دیں۔“

مہاراج نے اپنی ایک جمبولی میں ہاتھ ڈال کر ایک چٹکی
راکھ نکالی۔ اس سے کہا ”جا۔ تیری گود ہری ہوگی۔“
وہ مہاراج کے قدموں پر سر رکھ کر وہاں سے اٹھ گئی پھر
دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی ”مہاراج! ادکشتا کیا دوس؟“

”ہم مایا کے لوبھی نہیں ہیں۔ کسی سے کچھ نہیں لیتے
جا چلی جا۔“

وہ چلی گئی۔ ایک شخص نے سامنے آکر گھٹنے ٹیک کر پھر
قدموں کو چھو کر کہا ”مہاراج! اپنا نہیں مجھے کیا ہو جاتا ہے۔
کبھی کبھی کھوپڑی گھوم جاتی ہے۔ بہت غصہ آتا ہے پھر میں
غصے سے چیختے چیختے بے ہوش ہو جاتا ہوں۔“

وہ مہاراج لکڑی کی کھڑاؤں پیروں میں پھنسا کر رہا تھا۔
اس نے جھک کر ایک کھڑاؤں اٹھا کر اس شخص کے سر پر
ماری پھر کہا ”مورکھ! تجھ سے شراب برداشت نہیں ہوتی پھر
پیتا کیوں ہے۔ شراب چھوڑ دے۔ نشہ نہیں کرے گا تو بھی
تجھے غصہ نہیں آئے گا۔“

وہ سر جھکا کر چلا گیا۔ اس کے بعد دوسرا شخص آیا۔ اس
نے سامنے آتے ہی اچانک اپنے بیگ سے ریوالور نکال لیا
لیکن اس سے پہلے کہ وہ ٹیکر دے ”اعلیٰ بی بی نے اس کے ہاتھ
پر ایک لات ماری۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور
جا کر آ۔ وہ چلا گیا۔ اچانک اپنے ہتھیار کے پاس پہنچ کر گرا پھر
اسے اٹھاتا چاہتا تھا کہ منہ پر ایک ٹھوکہ پڑی۔ وہ تکلیف سے
کراہتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔ وہاں سے سر اٹھا کر
گھومتے ہوئے اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ اس بار وہ ریوالور کی
طرف نہیں گیا۔ ایک بار کی اچھل کر اسے فلائنگ کلک مارنے
آیا۔ وہ جھٹک گئی۔ وہ اس کے سر پر سے گزرتا ہوا دوسری
طرف جا کر گر پڑا۔

پھر اس کا پھر بتا پن ختم ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی کے ہاتھ میں
ریوالور دیکھ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ ریوالور کی گولیاں نکال کر ادھر
ادھر پھینکتے ہوئے بولی ”یہ بوڑھا شخص دو سروں کو فائدہ پہنچا
رہا ہے۔ تم اسے نقصان پہنچانا کیوں چاہتے ہو؟“

”تم ہمارے معاملے میں نہ پڑو۔ وہ ریوالور مجھے دو۔“
وہ خالی ریوالور اس کی طرف پھینک کر بولی ”یہ لو۔ اسے
لوڈ کر کے فائر کر سکتے ہو تو ضرور کرو۔“

بات ختم ہوتے ہی اعلیٰ بی بی نے پرائی سوچ کی لہروں کو
اپنے اندر کیا۔ چونک کر بولی ”کون ہو تم؟“
اس کے اندر سوچ کی لہریں ابھریں ”تم یہاں سے چلی
جاؤ۔ ورنہ بچتا تو گی۔“

وہ حیرانی اور خوشی سے بولی ”کیرا! اتم؟ میرے اندر بول
رہے ہو۔ مجھے پچانو میں تمہاری بی بی بی ہوں۔“

”کیو اس مت کرو نہ میرا نام کیرا ہے نہ ہی تم میری
بی بی ہو۔ ہاں اگر اس بوڑھے کو گولی مارنے دو گی تو تمہیں بہن
مان کر چھوڑ دوں گا۔ ورنہ تمہارے دماغ میں زلزلے پیدا
کروں گا۔“

اس کے اندر فرمان آچکا تھا۔ اس نے کہا ”کیرا! میں
تمہارے زلزلے کو ناکام بنا دوں گا۔ اس غصیت بڑھیا کے سحر
سے نکلو۔ اپنی بہن کو پہچانو۔“

کیرا نے کہا ”میں کسی غصیت بڑھیا سے سحر زدہ نہیں
ہوں۔ مجھے اس بوڑھے کو ہلاک کرنے دو۔ یہ میری پوجا ہے

دشمنی کرنے آیا ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ فرمان
کی موجودگی کے باعث اعلیٰ بی بی کے اندر دہشت دھمکی قوت
بھی۔ کیرا کا حملہ ناکام رہا۔ اس نے اپنے آلہ کار کے اندر سا
کر اس پر حملہ کیا۔ وہ بہن بھائی بابا صاحب کے ادارے میں
ایک دوسرے پر حملے کرنے اور اپنا بچاؤ کرتے رہنے کی ٹریننگ
حاصل کر چکے تھے۔ اب بھائی کو یاد نہیں رہا تھا کہ بہن کے
لڑنے کی تکنیک کیا ہے۔ بہن کو سب کچھ یاد تھا۔ وہ اس کے
حصول کو ناکام بنا رہی تھی اور اس کے آلہ کار کی پٹائی کرتی
جاری تھی۔ وہ مار کھاتے کھاتے بے دم ہو کر گر پڑا۔

پوچا ایک کرسی پر بیٹھی کیرا کو پریشانی سے خیال خرابی
کرتی دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا ”کیا ہو رہا ہے؟ کچھ مجھے
بھی بتاؤ۔ کیا مہاراج کو ہلاک کر چکے ہو؟“

وہ غصے سے بولا ”نہیں۔ ایک لڑکی نے میرے آلہ کار کو
ناکارہ بنا دیا ہے۔“

”تو تم کیا کر رہے ہو؟ کیا اس لڑکی کو بھی ختم نہیں
کر سکتے؟“

”اس کے اندر کوئی ٹیلی پیچی جانے والا ہے۔ وہ اس
کی حفاظت کر رہا ہے۔“

”پہلے تم کسی بھی طرح مہاراج کو ختم کرو۔ وہ مجھے برباد
کرنے یہاں آیا ہے۔“

”مہاراج ہوشیار ہو گیا ہے۔ وہ آسانی سے قابو میں
نہیں آئے گا پھر بھی میں کوشش کرتا ہوں۔“

اس کا آلہ کار کسی کام کا نہیں رہا تھا۔ وہ ایک دوسرے
فحص کے اندر آگیا۔ اس بار اس نے سوچا ”اس شخص کے
اندر چھپ کر پہلے اس لڑکی کے بارے میں معلوم کرے گا کہ
وہ کون ہے اور مہاراج سے اس کا کیا تعلق ہے۔“

مہاراج بڑی دیر سے خاموش بیٹھا اعلیٰ بی بی کی دلیری
اور لڑنے کے انداز کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ کیرا کے
پہلے آلہ کار کو پولیس والے گرفتار کر چکے تھے۔ مہاراج نے
اعلیٰ بی بی کے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا ”بی بی! تم کون ہو؟“

وہ بولی ”مہاراج! میرا بھائی ایک پڑیل پوچا (انتیا
سکینہ) کے جادوئی شعلے میں ہے۔ پتا نہیں اس نے اسے
کہاں قیدی بنا کر رکھا ہے۔ ابھی میں نے اس آدمی کے اندر
سے بھائی کی آواز سنی ہے۔ جس نے آپ پر حملہ کیا تھا۔“

”اس کے اندر سے تم نے بھائی کی آواز کیسے سنی؟“
”میرے بھائی کا نام کیرا ہے۔ وہ ٹیلی پیچی جانتا ہے۔
پوچا نے اسے مجبور کیا ہوگا۔ اس نے اس آدمی کو آلہ کار بنا

کتابیات پہلی کیشنز

کرا بھی آپ پر حملہ کیا تھا۔

”ہے بھانجوا! تمہارا بھائی اس کے چنگل میں ہے۔ وہ تو بڑی بد ذات ہے۔ جسے جتنے میں لے لیتی ہے اسے مرتے دم تک نہیں چھوڑتی۔“

کبریا اپنے آگے کاروان کے قریب لے گیا تھا اور ان دونوں کی باتیں سنتے ہوئے سوچ رہا تھا ”وہ لڑکی خود کو میری بہن کہہ رہی تھی۔ اب مہاراج سے بھی یہی کہہ رہی ہے۔ اس کی پریشانی اور بے چینی سے لگتا ہے سچ کہہ رہی ہے۔ پوجا کہتی ہے میرا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ میں اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں کوئی بات نہ کروں۔“

اعلیٰ بی بی مہاراج سے کہہ رہی تھی ”پوجا نے جادو کے ذریعے میرے بھائی کی یادداشت گم کر دی ہے اسی لیے وہ مجھے اور اپنے باپ فرہاد علی تیور کو بھول گیا ہے۔“

میرا نام سن کر کبریا نے چونک کر سوچا ”کیا؟ یہ کیا کہہ رہی ہے۔ فرہاد علی تیور میرے باپ ہیں۔ پوجا تو انہیں دشمن کہتی آرہی ہے۔ اگر میں بیٹا ہوں تو کیا وہ بیٹے اور باپ کو ایک دوسرے کا دشمن بنا رہی ہے۔“

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا ”وہ میرے باپ ہیں اور یہ میری بہن اور میں ان کا گناہوں لیکن مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔ یہ کہہ رہی ہے کہ پوجا نے جادو کے ذریعے میری یادداشت گم کر دی ہے۔ مجھے کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔ میں نے پہلے نہیں سوچا کہ میں کون ہوں؟ میرے ماں باپ کون ہیں؟ اور میں کہاں سے پوجا کے پاس آیا ہوں؟“

اعلیٰ بی بی مہاراج کو بتا رہی تھی کہ پوجا کی دادی ماں ایک سو دس برس کی بوڑھی عورت تھی۔ وہ برسوں کی تپتیا کے بعد جوانی حاصل کر کے سولہ برس کی دو شیزہ بن گئی تھی۔ میں نے اسے سندھ میں ڈبو کر پھر بوڑھی بنا دیا تھا۔ دوسری بار میں نے اسے زندہ جلایا تو وہ اپنی پوتی پوجا کے جسم میں سا گئی ہے۔ اصل پوجا مر چکی ہے۔ اس کے جوان جسم کے اندر ایک سو دس برس کی بوڑھی جادوگر بن چھپی ہوئی ہے۔ وہ مجھے قیدی بنا کر نہ رکھ سکی۔ اب میرے بیٹے کے دماغ سے اس کا ماضی بھلا کر اسے اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔

کبریا کے سامنے نئے انکشافات ہو رہے تھے۔ ماضی کے جو اوراق بند ہو گئے تھے، وہ اب کھل رہے تھے۔ یہ عجیب سی بات معلوم ہو رہی تھی کہ جس پوجا کے ساتھ وہ زندگی گزار رہا ہے وہ جوان ہوتے ہوئے بھی جوان نہیں ہے۔ اس کے اندر ایک سو دس برس کی بوڑھی دادی ماں چھپی ہوئی ہے اور وہ بوڑھی جادوگر بنی اس کا ماضی بھلا کر اسے اس کے باپ

اور بہن سے دور کرتی جا رہی ہے۔

مہاراج کہہ رہا تھا ”پوجا کی دادی ماں کا نام انجنا سکینہ تھا۔ وہ میرے باپ کی داشتہ تھی۔ اس سے جادو سیکھا کرتی تھی۔ میں بھی اپنے باپ سے یہ کلا علم سیکھتا رہتا تھا۔ ہمارے گھر میں صدیوں پرانے جادوئی نسخے تھے۔ ایک رات وہ تمام نسخے چرا کر فرار ہو گئی۔ پتا نہیں کہاں روپوش رہی۔ تمیں برس گزر چکے ہیں۔ میرا باپ مر چکا ہے۔ میں اس دھوکے باز کو تلاش کرتا رہا۔ کچھ روز پہلے معلوم ہوا کہ وہ یہاں کیرالہ میں کہیں رہتی ہے۔ مجھے امید ہے میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”میرا بھائی کبریا نہیں جانتا کہ وہ ابھی انجانے میں اپنی بہن پر حملے کر رہا تھا۔ یہ سوچ کر دل کڑھ رہا ہے کہ میں اس کے دل میں بہن کا پیار نہ جگا سکی۔ وہ جا چکا ہے۔ اب شاید نہیں آئے گا۔“

مہاراج نے کہا ”جس مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ میں ایک پراسرار عمل سے معلوم کروں گا کہ وہ دادی ماں کہاں چھپی ہوئی ہے۔ وہ جہاں بھی ہوگی وہاں تمہارا بھائی ضرور ہوگا۔“

”دادی ماں نے کبریا پر جادو کیا ہے۔ اگر آپ پہلے اس جادو کا توڑ کریں تو کبریا کی یادداشت واپس آجائے گی۔ وہ مجھے پہچان کر خود ہی خیال خوانی کے ذریعے بتا سکے گا کہ پوجا اس کے ساتھ کہاں چھپی ہوئی ہے۔“

مہاراج نے تائید میں سر ہلا کر کہا ”تم درست کہتی ہو۔ اس کے جادو کا توڑ کروں گا۔ تمہارے بھائی کو پچھلی تمام باتیں یاد آئیں گی تو وہ تم سے رابطہ کر کے ضرور اپنا اور پوجا کا ٹھکانا بتائے گا۔ کیا تم میرے استھان میں چلو گی۔ میں وہاں جا کر پراسرار عمل کروں گا۔“

اعلیٰ بی بی اور فرمان اس کے ساتھ ہوٹل سے باہر جانے لگے۔ کبریا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اس کے سامنے پوجا نہیں تھی۔ دوسرے کمرے سے ایسی دھیمی دھیمی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جیسے وہ منتر پڑھ رہی ہو۔

وہ وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہ آتش دان کے سامنے فرش پر پختی مارے بیٹھی تھی۔ شعلے لپک رہے تھے۔ ان کا سلگتا ہوا عکس پوجا کے چہرے پر پڑ رہا تھا۔ ان لمحات میں وہ کبریا کو بہت خطرناک لگ رہی تھی۔ منتر پڑھتے وقت اس کے دہے پھیلے ہوئے تھے۔ وہ ماش کی دال کا ایک ایک دانہ آگ میں پھینکتی جا رہی تھی۔ کبریا اکثر اسے یہ عمل کرتے ہوئے دیکھتا رہتا تھا۔ اس نے پہلے بھی نہیں سوچا تھا

کہ وہ کالا جادو جانتی ہے تو پھر خطرناک بھی ہوگی۔

اب یہ سوالات پیدا ہو رہے تھے کہ ایک کالا جادو جاننے والی سے اس کا تعلق کیسے ہوا، کب ہوا، اس نے نیلی جیتی کیسے سیکھی؟ اور کہاں سے سیکھی؟

پوجا نے منتر پڑھتے ہوئے سر جھکا کر اسے دیکھا۔ وہ سر جھٹکے کمری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ اس کی طرف گھوم کر بولی ”میں جانتی تھی۔ وہ مہاراج تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ تم اسے ہلاک نہیں کر سکو گے۔“

کبریا نے کہا ”وہ کہیں گم ہو گیا ہے۔ میں پھر اسے تلاش کرنے جاؤں گا۔“

”میں ایسا منتر پڑھ رہی ہوں کہ وہ ہمارے اس ٹھکانے کی طرف بھی نہیں آ سکے گا۔ ہم نے انڈین آرمی کے افسران کو چیلنج کیا تھا کہ جزیرے کو کنڈر بنانے کا جرمانہ بارہ گھنٹے کے اندر ادا نہ کیا گیا تو ہم بھی انہیں ناقابلِ مٹائی نقصان پہنچائیں گے اور بارہ گھنٹے گزر چکے ہیں۔“

”میں ابھی ان افسران سے رابطہ کروں گا۔ فی الحال فرہاد علی تیور کے متعلق سوچ رہا ہوں۔“

پوجا نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا ”فرہاد کے بارے میں کیا سوچ رہے ہو؟“

”کیا اس کی اولاد بھی نیلی جیتی جانتی ہے؟“

اس نے گھور کر اسے دیکھا پھر پوچھا ”اس کی اولاد سے تمہیں کیا لیتا ہے؟“

وہ لڑکی جس نے میرے حملے سے مہاراج کو بچایا ہے وہ فرہاد کی بیٹی ہے۔ نیلی جیتی جانتی ہے۔

”ہوں۔ تو اس کی بیٹی یہاں آئی ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے“

وہی مہاراج کو اپنے ساتھ لائی ہے۔ وہ باپ بیٹی نیلی جیتی کے ذریعے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ اب مہاراج کے کالے جادو کا سہارا لے رہے ہیں۔ اس لڑکی کی شامت آگئی ہے۔“

”کیا تم اس پر جادو کرو گی؟“

”میں اس پر ایسا عمل کروں گی کہ وہ ہوش و حواس کھو کر بے اختیار دوڑتی ہوئی میرے پاس چلی آئے گی۔“

”ایسا عمل کس طرح کرو گی؟“

”جس طرح تم پس۔“ وہ بولتے بولتے رک گئی پھر جھنجھلا کر بولی ”کیوں فضول باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو؟ آری چیف سے جرمانہ وصول کرو۔“

”ان سے تو مزید بارہ گھنٹے بعد بھی بہت کچھ وصول کیا جا سکتا ہے۔ فی الوقت فرہاد کی بیٹی انہم ہے۔ اسے مہاراج

سے دور کرو۔ اس پر کوئی عمل کرو اور اسے یہاں بلاؤ۔ ورنہ وہ ہمیں نقصان پہنچائے گی۔“

وہ سوچنے لگی ”یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہ لڑکی آئے گی تو میرے پاس دو نیلی جیتی جاننے والے ہو جائیں گے۔ فرہاد میری زنجیریں توڑ کر گیا تھا۔ میں اس کی دوسری اولاد کو بھی داسی بناؤں گی۔“

وہ بولی ”میں ابھی یہ عمل کروں گی۔“

”ابھی تو وہ مہاراج کے ساتھ ہے۔ وہ اوھر آئے گی تو مہاراج بھی اس کے ساتھ یہاں چلا آئے گا۔“

”میرا جادو اس وقت اثر کرے گا جب وہ تنہا ہوگی۔ تم فکر نہ کرو۔ کوئی اس کے پیچھے نہیں آ سکے گا۔ تم یہاں سے جاؤ۔ باہر کا دروازہ کھلا رکھو۔ اگر وہ تنہا ہوگی تو ابھی ایک گھنٹے کے اندر یہاں آجائے گی۔“

وہ وہاں سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آیا پھر دروازہ کھول کر وہاں بیٹھ گیا۔ یہ بات اس کے دماغ میں بچھ رہی تھی کہ وہ ابھی جس طرح منتر پڑھ کر اس لڑکی کو حیرزدہ کر کے یہاں بلا رہی ہے۔ اسی طرح اسے بھی حیرزدہ کر کے کہیں سے بلایا تھا۔ پوجا ابھی یہی کہتے کہتے رک گئی تھی۔ اس نے بات پوری نہیں کی تھی پھر بھی بات سمجھ میں آگئی تھی۔

اب اس کے دل میں بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا ”کیا میں فرہاد علی تیور کا بیٹا ہوں؟ اور کیا وہ واقعی میری بہن ہے؟ یہ پوجا اسے بھی میری طرح منتروں کے سرخس جکڑ کر یہاں بلا رہی ہے۔ اس کے ذہن سے بھی پچھلی زندگی بھلا دے گی۔ اسے بھی میری طرح اپنی معمول بنا کر رکھے گی۔“

وہ بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ لڑکی کس طرح حیرزدہ ہو کر آئے گی اور پوجا اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گی؟

اعلیٰ بی بی اور فرمان کیرالہ کے ایک دلدلی علاقے میں آئے تھے۔ وہاں مہاراج ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر منتر پڑھ رہا تھا۔ اس نے اعلیٰ بی بی سے کہا تھا ”تم دونوں ایک آدھ گھنٹے تک کہیں تفریق نہ کرو۔ جب میں پوجا کے جادو کا توڑ کروں گا اور کبریا کو پچھلی زندگی یاد آئے گی تو وہ تم سے ضرور دماغی رابطہ کرے گا۔“

وہ فرمان کے ساتھ شعلی ہوئی جھیل کنارے آئی۔ فرمان نے کہا ”جھیل بہت خوب صورت ہے۔ کشتی کی سیر کرو گی؟“

وہ دور تک جھیل کو دیکھتی ہوئی بولی ”ہاں۔ یہ بہت خوب صورت ہے۔ وہاں دیکھو دور کتنے خوب صورت کنول کے

پڑھنے کا موقع نہ دیا۔ اس کے منہ پر ٹیپ چسکا دو۔ ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ دو۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔“

وہ کبریا سے بولی ”اس کے منہ پر ٹیپ چسکا دو۔ ری لے آؤ۔ ہم اس کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ دیں گے۔“

پوچھنے کا جزی سے کہا ”میرا منہ بند نہ کرو۔ میں باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

کبریا ٹیپ اور ری لے آیا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے منہ پر ٹیپ لگاتے ہوئے کہا ”ہم تمہارے دماغ میں رہ کر باتیں کریں گے۔ پولو کیا کرنا چاہتی ہو؟“

اس کی سوچ نے کہا ”مہاراج کو میرے بارے میں کچھ نہ بتاؤ۔ وہ بڑا بد ذات ہے۔ میرے ساتھ برا سلوک کرے گا۔“

کبریا نے پوچھا ”کیا ہم سے اچھے سلوک کی توقع کر رہی ہو۔ تم نے ہمارے پایا کو دماغی طور پر نقصان پہنچایا۔ ایک عرصے تک انہیں پھر مجھے اپنا غلام بنا کر رکھا۔ تمہیں تو بار بار موت کی سزا دی جائے۔ وہ بھی کب ہوگی۔“

فرمان اور مہاراج وہاں آگئے۔ پوچھا ”مہاراج کو دیکھنے لگی۔ اس نے کہا ”اسے آواز چھوڑا جائے گا تو یہ پھر ہم سب کو نقصان پہنچائے گی۔ میں اسے مرنے بھی نہیں دوں گا اور آرام سے جینے بھی نہیں دوں گا۔“

اعلیٰ بی بی نے پوچھا ”پھر آپ کیا کریں گے؟“

”میرے پاس ایک دوا ہے۔ اس کی ایک خوراک سے ہی یہ نیم پاگل ہو جائے گی پھر اسے کوئی متزیادہ نہیں رہے گا۔ یہ خودکشی کرنا بھی بھول جائے گی۔“

پوچھا ”رحم طلب نظروں سے دیکھ کر انکار میں سر ملانے لگی۔ مہاراج نے اپنی جھولی میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی۔ کبریا نے اس کے منہ پر سے ٹیپ کو ہٹایا۔ وہ منہ نہیں کھولنا چاہتی تھی۔ اس کا گلہ دبا گیا تو منہ خود ہی کھل گیا۔ دوا کے چند قطرے نچکا دیے گئے۔ وہ تڑپی اور چند سیکنڈ کے بعد ہی بے ہوش ہو گئی۔

میں سونیا کے سلسلے میں مصروف تھا۔ اس سلسلے کا ذکر ابھی کروں گا۔ میں نے اچانک اپنے اندر کبریا کی آواز سنی تو چونک گیا۔ حیرت سے اور مسرت سے پوچھا ”تم اس ضیث بڑھیا سے نجات حاصل کر چکے ہو؟“

”ہیں بابا! اعلیٰ بی بی نے ایک مہاراج کے ذریعے میری پچھلی زندگی مجھے یاد دلانی ہے۔ آپ ہمارے پاس آکر خیالات پڑھیں۔ تمام رواداد معلوم ہو جائے گی۔“

میں نے کبریا اور اعلیٰ بی بی کے خیالات پڑھ کر ان کے

آجائے گی میرے متزاد حورے رہ گئے ہیں۔“

اس نے بال چھوڑ دیے۔ گردن دبوچ لی۔ وہ بڑی مشکوک سے سانس لے رہی تھی۔ وہ بولا ”ایسی حالت میں تو سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو دماغ سے نہیں نکال سکتے گی۔ میں تیرے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔“

وہ پڑھنے لگا۔ یہ سچ معلوم ہوا کہ وہ ایک سو دس برس کی بڑھیا ہے۔ جب میں اسے زندہ جلا رہا تھا تب اس نے اپنی پوتی پوچھا کہ جسم میں سارے نئی زندگی حاصل کی تھی۔

اب بھی اسے یہ خوف نہیں تھا کہ وہ کبریا کے ہاتھوں ماری جائے گی۔ یہ اطمینان تھا کہ کبریا زیادہ سے زیادہ پوچھا کہ جسم کو مردہ بنائے گا۔ وہ اتنا شگفتی کے ذریعے پھر کسی خوب صورت عورت کے جسم میں داخل ہو کر پھر ایک نئی زندگی حاصل کر لے گی۔ اس اطمینان کے باوجود وہ پوچھا ہی کے جسم میں مستقل رہنا چاہتی تھی۔ کیونکہ اس کے ذریعے وہ جزیرہ کلیائی کی ملکہ بن کر رہ سکتی تھی۔

وہ بولی ”مجھے چھوڑ دو۔ مجھ سے سمجھو نا کرو۔ پوچھا کا یہ جسم مر جائے گا تو پھر جزیرے کی کوئی وارث نہیں رہے گی۔ اس جزیرے پر بھارت سرکار کا قبضہ ہو جائے گا۔ پلیز مجھے چھوڑ دو۔“

اعلیٰ بی بی کا سر تھوڑی دیر کے لیے جکرا ہوا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے سواہی نظروں سے ان دونوں کو دیکھا۔ کبریا نے کہا ”عالی! میں کبریا ہوں۔ اس وقت سہو پ میں ہوں اور یہ ذلیل عورت پوچھا ہے۔“

اعلیٰ بی بی نے فرش سے اٹھتے ہوئے کہا ”ابھی اسے جان سے نہ مارو۔ اس کی اتما کسی دوسرے جسم میں منتقل ہو جائے گی۔ یہ بظاہر ہمارے لیے مر جائے گی مگر کہیں جا کر زندہ رہے گی۔“

”کیا تم اسے زندہ چھوڑ دینا چاہتی ہو؟“

”درا ٹھہرو۔ میں ابھی بتاتی ہوں۔“

اس نے خیال خوانی کے ذریعے مہاراج کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا ”تم کہاں ہو؟“

وہ بولی ”ہم نے پوچھا پر قابو پایا ہے۔ آپ نے کہا تھا۔ اسے جان سے نہیں مارنا چاہیے۔ یہ کہیں دوسری جگہ نئی زندگی حاصل کر لے گی۔“

”ہاں۔ اسے جان سے نہ مارنا۔ میں آرہا ہوں۔ مجھے پتا بتاؤ۔“

اس نے کبریا سے اس بیٹھے کا پتا پوچھ کر مہاراج اور فرمان کو بتایا۔ مہاراج نے کہا ”وہ بہت مکار ہے۔ اسے متز

پھر وہ ایک ایسے ویرانے میں پہنچا جہاں لاؤ روشن تھا۔ پوچھا آگ کے سامنے بیٹھی منتروں کا جاب کر رہی تھی۔

اسے ایک ایک بات یاد آنے لگی کہ وہ کس طرح اس پر کالا عمل کرتی رہی تھی اور وہ حذرزد ہو کر خود کو بھول چکا تھا۔ اب اندر سے تاریکی چھٹ گئی تھی۔ اسے یاد آگیا کہ وہ فراہ علی تیور کا بیٹا ہے۔

ایسے ہی وقت اس نے سر جھکا کر دیکھا۔ اعلیٰ بی بی دوڑتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہ سامنے تھا مگر اس نے بھائی کو نہیں دیکھا۔ اسی رفتار سے دوڑتی ہوئی اس کمرے کی طرف جانے لگی۔ جدھر وہ متزبڑھ رہی تھی۔ کبریا اسے دیکھتے ہی پچان کر خوش ہو گیا تھا۔ اس نے مخاطب کیا ”عالی!“

وہ اسے عالی کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا مگر اس کی آواز بہن کے کانوں تک نہیں پہنچی۔ وہ تیزی سے اس کے پیچھے جانے لگا۔ پوچھا آتش دان کے سامنے فرش پر بیٹھی بلند آواز سے متزبڑھ رہی تھی۔ اعلیٰ بی بی کو دیکھ کر فرش سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کچھ بڑھتے ہوئے اس پر مٹھی بھر سنوف چھڑکنا چاہتی تھی کہ کبریا کو دیکھ کر رک گئی۔ سخت لہجے میں بولی ”میں نے کہا تھا“ یہاں نہیں آؤ گے۔ جاؤ دوسرے کمرے میں جاؤ۔“

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا ”میں نہیں جاؤں گا۔ یہ دیکھوں گا کہ تم نے مجھ پر کس طرح جاو کیا تھا اور میری یادداشت مجھ سے چھین لی تھی۔“

وہ پریشان ہو کر بولی ”یہ۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے تم پر جاو نہیں کیا ہے۔ تم ابھی جاؤ۔ مجھے یہ کام کرنے دو۔ دیر ہوگی تو یہ میرے منتروں کے اثر سے نکل جائے گی۔ فوراً یہاں سے جاؤ۔“

اس نے پوچھا کے قریب پہنچتے ہی ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ اس کی مٹھی سے سنوف نکل کر مرنے لگا۔ اعلیٰ بی بی جکرا کر فرش پر گر پڑی۔ آتش دان کے سامنے ایک بڑا سا چھرا رکھا ہوا تھا۔ پوچھا نے ایک ہاتھ کھاتے ہی سمجھ لیا کہ اس کا ظلم ٹوٹ چکا ہے۔ وہ فوراً ہی چھرے کے پاس آئی۔ اسے وہاں سے اٹھانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی کبریا نے اس کے منہ پر ٹھوک ماری۔ وہ چیختی ہوئی دور جا گری۔ اس نے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹک دیا۔ وہ پھر تکلف کے باعث چیختی لگی۔ وہ بولا ”تو مجھے میرے پایا کا دشمن بتاتی رہی۔ اب میری بہن کو بھی جاو کی جھکنڈوں سے زیر کرنا چاہتی ہے۔ اسے ہوش میں لا۔ ورنہ۔“

وہ چیختی ہوئی بولی ”میرے بال چھوڑو۔ یہ ابھی ہوش میں

پھول کھلے ہوئے ہیں۔ کیا مجھے ایک پھول لا کر دو گے؟ مجھے بہت اچھے لگ رہے ہیں۔“

”تم بھی چلو۔ ٹونگ بھی ہو جائے گی۔ تم کنول کے پھول بھی لے آؤ گی۔“

”میں یہاں درخت کے سائے میں بیٹھنا چاہتی ہوں۔ تم نہ جانا چاہو تو کوئی بات نہیں میرے پاس بیٹھو۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم نے ایک پھول کی فرمائش کی ہے۔ میں ضرور لے کر آؤں گا۔ تم یہاں بیٹھو۔ میں ابھی آ جاؤں گا۔“

ساحل پر کئی کشتیاں تھیں۔ وہ ادھر چلا گیا۔ وہ درخت کے سائے میں بیٹھ کر کبریا کے بارے میں سوچنے لگی۔ دل ہی دل میں دعائیں مانگتے لگی کہ مہاراج کا عمل کامیاب ہو اور بھائی اسے پچان کر دوڑنا ہوا اس کے پاس چلا آئے۔

وہ بے خبر تھی کہ دوسری طرف پوچھا بھی اس کے خلاف عمل کر رہی ہے۔ ادھر مہاراج دونوں ہی اپنے برا سرا علوم کی طاقت کو آزما رہے تھے۔ فرمان ایک بوٹ گرائے پر حاصل کر کے اسے چپوؤں کے ذریعے کھینچا ہوا جھیل کے اس حصے کی طرف جا رہا تھا جہاں کنول کے بے شمار پھول کھلے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہی اعلیٰ بی بی نے محسوس کیا جیسے سر پر کوئی چیز لگ رہی ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تمام لیا۔ باہر سے کوئی چیز گر نہیں لگی تھی۔ اندر بجلی سی چوٹ کا احساس ہوا تھا۔ اس نے دوڑ کر فرمان کو جھیل میں جانے ہوئے دیکھا لیکن اسے آواز نہ دے سکی۔ ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

وہ بھول گئی کہ اپنے اعتبار میں نہیں ہے۔ بے اختیار وہاں سے پلٹ کر جانے لگی۔ پہلے تیزی سے چلتی رہی پھر دوڑنے لگی۔ فرمان کشتی کھیتے ہوئے جھیل میں دور نکل گیا تھا۔ وہاں سے اسے اعلیٰ بی بی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اسے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ اچانک کہیں چلی گئی ہے۔

ادھر مہاراج مسلسل متزبڑھتا ہوا پوچھا کے جاو کا توڑ کر رہا تھا۔ کبریا ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا اپنے موجودہ حالات پر غور کر رہا تھا۔ ایسے ہی وقت اسے ایک لٹکا سا ذہنی جھٹکا لگا۔ دماغ کی اسکرین پر مختلف مناظر ابھرنے لگے۔ پہلا منظر یہ تھا کہ وہ پونا کے ایک بیٹے میں میرا کا انتقال کر رہا تھا۔

میرا ہاتھ روم میں غسل کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اس کا دماغ بے قابو ہو گیا۔ وہ دوڑنا ہوا بیٹے کے باہر جا رہا تھا۔ دوسرا منظر یہ تھا کہ وہ ایک کار ڈرائیو کرنا ہوا اسیں جا رہا تھا

تمام حالات معلوم کیے۔ مداراج کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "آپ آئندہ پوجا سے منستے رہیں ہم اس پر لعنت بھیج چکے ہیں پھر کبھی زندگی کے کسی موڑ پر آپ سے ملاقات ہوگی۔"

میں نے اپنی بیٹی اور بیٹے سے کہا "وہاں سے چلے آؤ۔ تمہاری ماما کا معاملہ پیچیدہ ہو رہا ہے۔"

میں نے یوگا جاننے والے فوج کے تین اعلیٰ افسران کو زخمی کر کے یہ دہشت پیدا کر دی تھی کہ میں ان کی اور دوسرے امریکی اکابرین کی جانیں بھی لے سکتا ہوں اور یہ ان سے کہہ چکا تھا کہ سونیا کو رہا نہ کیا گیا تو ایک ایک گھنٹے کے بعد ایک ایک اعلیٰ افسر موت کا ڈاڈا لہہ چکھتا رہے گا۔

ان کے چور خیالات سے معلوم ہوا تھا کہ ان کا خاص اور اہم ٹیلی پیٹھی جاننے والا ہے ای فری مین آدھے گھنٹے بعد ان سے رابطہ کرنے والا ہے۔ اب وہ سب اپنی جان کی سلامتی کے لیے اسے کہنے والے تھے کہ وہ سونیا کو رہا کر دے اور ہم سے دشمنی کو طول نہ دے۔ ورنہ فوج کے اہم افسران جان سے جائیں گے۔

فری مین آدھے گھنٹے بعد نہ آسکا۔ ذرا دیر سے آیا اور اپنے اہم یوگا جاننے والے افسران کو زخمی دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اسے بتایا گیا کہ میں ان کے دماغوں میں ہوں۔ سونیا کو رہائی نہ ملی تو میں انہیں ہلاک کر دوں گا۔

میں نے ایک افسر کے ذریعے اسے مخاطب کیا "فری مین! اپنے اس افسر کے اندر آؤ اور مجھ سے بات کرو۔" وہ اس افسر کے اندر آکر بولا "مسٹر فریاد! ایک طویل عرصے سے ہمارے اور آپ کے درمیان دشمنی بھی رہی ہے اور سمجھوتے بھی ہوتے رہے ہیں۔ آپ نے آج سمجھوتہ کیے بغیر ہمارے تین سب سے اہم افسران کو نقصان پہنچایا ہے۔ یہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔ آپ کو میرا انتظار کرنا چاہیے تھا۔"

"یہ جھوٹے افسران کہہ رہے تھے کہ تم سونیا کے سلسلے میں ان سے رابطہ نہیں کر رہے ہو۔ کہیں روپوش ہو گئے ہو پھر میں تمہارا انتظار کیوں کرتا؟ اب تم آئے ہو تو باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ سونیا کو فوراً رہا کرو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "میری ایک التجا ہے میں میڈم کے بارے میں جو کہنے جا رہا ہوں اسے آپ تحمل سے سُنیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ ہمارے لیے مصیبت بن جائیں گی تو میں انہیں کبھی ٹیپ نہ کرتا۔"

"تم کتنا چاہتے ہو؟ صاف صاف کہو۔"

"میں میڈم کو آپ سے چھپائے رکھنے کے لیے انہیں

کوما میں رکھنا چاہتا تھا لیکن ڈاکٹر سے غلطی ہو گئی یا پتا نہیں کس طرح انجکشن بدل گیا۔ اس انجکشن کے نتیجے میں میڈم ایب نارمل ہو گئی ہیں۔"

یہ سنتے ہی میں نے سونیا کے دماغ میں پینینا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے وہ چار بار بار کوک ششیں کیں۔ اسے مخاطب کیا "سونیا! میں تمہارا فریاد ہوں۔ سانس نہ روکو۔ مجھ سے باتیں کرو۔"

لیکن وہ مجھے نہیں پہچان رہی تھی۔ شاید اپنے آپ کو بھی نہیں پہچان رہی تھی۔ میں نے غصے سے کہا "کتے کے بچے! تو نے کس ڈاکٹر سے کام لیا تھا؟ اس نے کون سا انجکشن دیا ہے؟ وہ مجھے نہیں پہچان رہی ہے۔ اس نے دماغ کے دروازے بند کر لیے ہیں۔ فوراً ہٹاؤ۔ ابھی وہ کہاں ہے؟"

"دیکھیے آپ نے مجھے کتے کا بچہ کہا ہے۔ یہ اخلاق اور تہذیب کے خلاف۔"

میں نے گرج کر کہا "کتے! حرام کی اولاد! میں تجھے اخلاق اور تہذیب سکھانے کے لیے اوپر پہنچا دوں گا۔ تو نے میری سونیا کو دماغی مریض بنایا ہے میں تیرے تمام اکابرین کو دماغی مریض بنا کر پاگل خانے پہنچا دوں گا۔ اگر اپنے اکابرین کی سلامتی چاہتا ہے تو فوراً ہٹاؤ سونیا ابھی کہاں ہے؟"

"میں کیا بتاؤں؟ آپ بہت غصے میں ہیں۔ میری بات کا یقین نہیں کریں گے میڈم ہماری قید سے فرار ہو گئی ہیں۔ انہوں نے ڈاکٹر اور ایک مسیح گارڈ کو بڑی بے دردی سے ہلاک کیا۔ دوسرا گارڈ زخمی پڑا ہے۔"

"تم کیوں کر رہے ہو۔ جب وہ مجھے نہیں پہچان رہی ہے اور خود کو بھول گئی ہے تو پھر اسے ایک طرف پڑا رہنا چاہیے تھا۔ فرار کیسے ہو گئی؟"

"آپ یقین کریں۔ اس انجکشن کا ری ایکشن عجیب طرح سے ہوا ہے۔ ڈاکٹر انجکشن لگانے کے بعد سمجھ رہا تھا کہ وہ کوما میں پہنچ گئی ہیں۔ کیونکہ وہ بالکل ساکت لیٹی ہوئی تھیں لیکن توقع کے خلاف وہ اچانک ہی اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ دوسرا گارڈ انہیں لٹا کر بستر سے باندھنا چاہتے تھے۔ اس نے دونوں کی پٹائی کدی۔ ان کی ایک گن چھین لی۔ ڈاکٹر اور ایک گارڈ کو گولی مار دی۔ دوسرے پر بھی گولی چلائی ہوئی وہاں سے باہر چلی گئیں۔ میرے لیے شمار ماتحت انہیں تلاش کر رہے ہیں لیکن وہ اب تک نظر نہیں آئی ہیں۔"

میں نے پھر سونیا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے سانس روک لی۔ اس کے اندر جانے اور آنے میں دو سیکنڈ لگے میں نے اتنی دیر میں اس کے ذریعے ٹریفک کا شور سنا۔

وہ کسی چور ہے پر ہوگی۔ مجھے یہ اطمینان تھا کہ وہ زندہ سلامت ہے۔ نہ زخمی ہے، نہ کسی کمزوری میں مبتلا ہے۔ اسی لیے پوری توانائی سے سانس روک لیتی ہے اور وہ کسی قید خانے یا چار دیواری کے اندر نہیں ہے۔ فری مین کا بیان درست ہو سکتا تھا کہ وہ فرار ہو گئی ہے۔

میں نے کہا "میں کیسے یقین کر لوں کہ سونیا کو تمہارے کسی خفیہ اڈے میں چھپا کر نہیں رکھا گیا ہے۔ تم نے تو یہی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی ہوگی کہ وہ ہماری سوچ کی لمبوں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے۔ اس طرح ہمیں معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے اور تم جھوٹ بولتے رہو کہ وہ فرار ہو گئی ہے۔"

"میں جانتا تھا" آپ مجھے جھوٹا اور فریبی سمجھیں گے۔ میں لاکھ قسمیں کھاؤں گا، آپ یقین نہیں کریں گے۔"

"یقین کر سکتا ہوں۔ تم اپنے چور خیالات پڑھتے ہو۔" "تیرے کیسے ہو سکتا ہے ایک ٹیلی پیٹھی جاننے والا دوسرے ٹیلی پیٹھی جاننے والے کو بھی اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دیتا۔ تم میرے دماغ میں آتے ہی زلزلہ پیدا کر گئے۔ کوئی اپنی موت کو بھی دعوت نہیں دیتا۔"

ہم ایک زخمی آلہ کار افسر کے دماغ میں بول رہے تھے۔ اس اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر فریاد! فارڈ گاڈسک آپ فری مین کی بات کا یقین کریں۔ اس کے ماتحت میڈم کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ بھی تلاش کریں گے تو وہ کہیں نہ کہیں ضرور ملیں گی۔ زیادہ وقت نہیں گزرا ہے، وہ ابھی نیوا راک سے باہر نہیں گئی ہوں گی۔ ہمیں بحث و تکرار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اسے تلاش کرنا چاہیے۔"

اس کی اس بات نے قائل کیا کہ وہ ایب نارمل ہو کر ابھی اس شہر سے باہر نہیں گئی ہوگی۔ میں نے کہا "اسے تلاش کرنے کی ذمہ داری تمہاری ہے۔ کیوں اسے اغوا کیا گیا؟ اب میں جو ہیں گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ اسے کسی بھی طرح تلاش کرو اور ہمارے حوالے کرو۔ ورنہ کل اسی وقت انتہائی کارروائی کے لیے آؤں گا۔ کل کوئی سمجھوتا نہیں ہوگا۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ اپنے تمام ٹیلی پیٹھی جاننے والوں کے علاوہ پارس اور پورس سے بھی کہا "تمہاری ماما کو جو انجکشن لگایا گیا تھا۔ اس کا اثر و شاک رد عمل ہوا ہے۔ وہ ہم سب کو بھول گئی ہیں۔ جہاں قید کیا گیا تھا وہاں سے فرار ہو گئی ہیں۔ اسے تلاش کرو۔ وہ ابھی نیوا راک سے باہر نہیں گئی ہوگی۔"

پورس نے پارس سے کہا "میں انرپورٹ جا رہا ہوں۔ تم بندرگاہ کی طرف جاؤ۔ ہمارے درمیان موبائل فون کے ذریعے رابطہ رہے گا۔"

وہ دونوں ہوٹل سے نکل کر اپنی اپنی کار میں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ میں اور میرے بیٹے گردش میں آئے ہوئے تھے۔ پہلے مجھ پر گردش آئی۔ چاروٹی جھکنڈوں کے باعث میری یادداشت گم ہو گئی تھی۔ دوسری بار کیریا کی یادداشت گم ہو گئی اور اب تیسری بار سونیا کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا۔

ہم تینوں کے ساتھ یہ یکسانیت تھی کہ یادداشت گم ہوتی رہی اور ایسا اتفاقاً نہیں ہو رہا تھا۔ دشمن جادو جاننے والے ہوں یا ٹیلی پیٹھی جاننے والے ہوں وہ ابھی طرح جانتے ہیں کہ ہمیں ٹیپ کرنے کے بعد ہماری یادداشت چھین کر ہی اپنوں سے دور پھینک کر رکھا جا سکتا ہے۔

ہمارے تمام مخالفین کے پاس یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا۔ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ سونیا کو وہ کوما میں رکھنا نہیں چاہتے تھے۔ اس کی یادداشت چھین کر اس طرح ہم سے دور کرنا چاہتے تھے کہ ہم ان سے شکایت بھی نہ کر سکیں اور یہ ثابت ہو جائے کہ غلط انجکشن کے باعث سونیا نیم پاگل یا ایب نارمل ہو کر ہم سے دور ہو گئی ہے۔

میں نے پھر ان تین زخمی افسران کے اندر پہنچ کر کہا۔ "میں تمہارے ٹیلی پیٹھی جاننے والے فری مین کی چال بازی سمجھ رہا ہوں۔ اس نے سونیا کی یادداشت چھین لینے کے لیے ضرور سارا انجکشن اسے لگایا پھر اسے فرار ہونے کا موقع دیا ہے۔ یقیناً اس کے ماتحت دور ہی دور سے اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ پتا نہیں وہ آئندہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتا ہے لیکن اس سے کہہ دینا کہ کل صبح تک ہمیں سونیا نہ ملی تو میں کسی بھی طرح اس کی شہ رگ تک پہنچ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

وہ سب میری دھمکیوں سے سستے ہوئے تھے۔ میں بھی پریشان تھا کہ پتا نہیں آئندہ سونیا کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے والا ہے؟ پتا نہیں وہ کہاں بٹک رہی ہوگی اور اسے کہاں بھٹکایا جا رہا ہوگا۔ آئندہ اس کی حفاظت کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ ان کے اہم ٹیلی پیٹھی جاننے والے بے دی فری مین کو جلد سے جلد ختم کر دوں۔

میں نے اپنا اعلیٰ بی بی کیریا اور فریاد کو اپنے اندر بلا کر کہا "ٹیلی پیٹھی جاننے والے آٹھ امریکیوں میں سے صرف بے دی فری مین ایسا وفادار ہے جو انڈر گراؤنڈ سیل سے

رہائی پانے کے باوجود فرار نہیں ہوا تھا۔ آرمی کے تین یوگا جانے والے افسران کے سامنے حاضر ہو گیا تھا۔ اسی طرح یہ خیال قائم کیا جاسکتا ہے کہ فری مین آرمی ہیڈ کوارٹر میں یا واشنگٹن ڈی سی کے کسی علاقے میں رہتا ہے۔

الپا نے پوچھا ”کیا وہ تین ذہنی افسران اس کی خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں نہیں جانتے ہیں؟ جبکہ وہ ان کا ماتحت ہے۔“

”میں ان تینوں کے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ ان کے مشترکہ خیالات یہ ہیں کہ فری مین اور دوسرے ٹیلی پیٹھی جانے والوں سے صرف ایک یوگا جانے والا افسر رابطہ رکھتا ہے۔ اس افسر کو ان نون ماسٹر کہا جاتا ہے۔ وہ ان نون ماسٹر سے وی فری مین کی رہائش اور اس کی سکیورٹی کا ذمہ دار ہے۔“

الپا نے کہا ”ایسی اہم اور خفیہ معاملات سے تعلق رکھنے والی شخصیات واشنگٹن میں رہتی ہیں۔ اگر ہم وہاں کے تمام اہم افراد کے دماغوں میں جاسے رہیں گے تو ضرور اس ان نون ماسٹر تک پہنچ جائیں گے۔“

میں نے کہا ”اور ایک بات ہے۔ ان نون ماسٹر جیسے افراد کی ٹاپ سیکرٹ فائلز آرمی ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم میں رہتی ہیں۔ میں اس کی فائل تک پہنچے جا رہا ہوں۔ تم واشنگٹن کے تمام اہم افراد کے اندر پہنچ کر اسی ان نون ماسٹر کو تلاش کرو۔“

میں ہیڈ کوارٹر کے اہم افسران کے اندر جا کر یہ معلوم کرنے لگا کہ ریکارڈ روم میں کتنے یوگا جانے والے عہدے دار ہیں۔ ایسے لوگ جانے والوں سے نشے کے بعد ہی اس نے سیکرٹ فائل کو پڑھ کر ان نون ماسٹر کا اصلی نام اور پتا معلوم کیا جاسکتا تھا۔ بہر حال ہم سب اس پر اسرار شخص تک پہنچنے کے سلسلے میں مصروف ہو گئے۔

○☆☆○

پورس از پورٹ پہنچ کر ہر جگہ سونپا کو تلاش کرتا رہا۔ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ یہ بے وی فری مین کی کوئی چال ہوگی۔ وہ اسے اس لیے ہینکا رہا ہو گا کہ ہمیں اس کے فرار ہونے اور رہائی پانے کا یقین ہو جائے۔ ہم بھی اسے پورے شرم میں تلاش کرتے پھریں لیکن اسے پہچان نہ پائیں۔ فری مین اس کا چہرہ تبدیل کر سکتا تھا۔

پورس ہر اس عورت کو توجہ سے دیکھ رہا تھا جو سونپا کے قد اور حسامت کے برابر دکھائی دیتی تھی۔ اس نے ایسی کتنی ہی عورتوں کو مخاطب کیا۔ ان سے باتیں بھی کیں لیکن مایوسی

ہوتی رہی۔ پارس بندرگاہ میں بالکل اسی طرح تلاش کر رہا تھا اور مایوس ہو رہا تھا۔ اس نے فون پر پورس سے کہا ”مما نظر نہیں آ رہی ہیں۔ کیا تمہیں کوئی امید ہے؟“

اس نے کہا ”یہاں امید نہیں رہی۔ میں ہائی دے کی طرف جا رہا ہوں۔ تم کہاں جاؤ گے؟“

”میں مجسمہ آزادی کی طرف جا رہا ہوں۔ ماما کو بونگ کا بہت شوق ہے۔ شاید ادھر ہی ہوں۔“

پورس ہائی دے پر دور تک گیا۔ پارس مجسمہ آزادی کے پاس آیا۔ اس وقت رات کے سائے پھیل رہے تھے۔ وہاں تفریح کرنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ چوٹی ممالک سے آنے والے مجسمہ آزادی کے اطراف کتنی کی سیر ضرور کرتے تھے۔ پارس ایک ڈیڑھ گھنٹے تک ماں کو ڈھونڈتا رہا لیکن وہ نہ جانے کہاں گم ہو گئی تھی۔

وہ مایوس ہو کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ایک رہائشی علاقے سے گزرتے وقت کار میں اچانک خرابی پیدا ہوئی۔ وہ اسے روک کر اس کا بونٹ اٹھا کر خرابی دور کرنے لگا۔ وہ خرابی منٹوں میں دور ہو گئی۔ اس نے کار میں آکر بیٹھنے سے پہلے اس بنگلے کے گیٹ کی طرف دیکھا پھر چوک گیا۔ وہاں لگی ٹیم پلیٹ پر ڈاکٹر کو کا کا نام لکھا ہوا تھا۔

اس نے سوچا ”یہ محض ایک اتفاق ہے یا تقدیر کا تماشا ہے کہ گاڑی یہاں آکر رک گئی ہے؟ اگرچہ ماما کے اغوا کا نقل اس ڈاکٹر سے نہیں ہے۔ یہ ڈاکٹر ابھی ہمارے لیے ضروری نہیں ہے لیکن میں یہاں آکر کیوں رک گیا؟ یہ قدرت کی طرف سے کوئی اشارہ ہو سکتا ہے۔ جب میں یہاں پہنچ ہی گیا ہوں تو مجھے ڈاکٹر سے ضرور ملنا چاہیے۔“

گیٹ پر ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ پارس نے موبائل فون پر اپنے ایک ٹیلی پیٹھی جانے والے کو مخاطب کیا پھر کہا ”میں جانتا ہوں“ تم ماما کی تلاش میں مصروف ہو۔ فی الحال میرے پاس رہو پھر چلے جاؤ۔“

وہ موبائل بند کر کے گیٹ کے پاس آیا پھر مسلح گارڈ سے بولا ”میں ڈاکٹر سے ملنا چاہتا ہوں۔ تم انہیں اطلاع دو۔“

وہ بولا ”سوری سر! وہ بالائی مور گئے ہیں۔ پرسوں کسی وقت آئیں گے۔“

وہ واپس کار میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولا ”میں اس بنگلے کے پیچھے جا رہا ہوں۔ تم گارڈ کے اندر جا کر معلوم کرو۔ یہاں بنگلے کے اندر اور باہر کتنے افراد ڈیوٹی پر ہیں۔“

وہ چلا گیا۔ پارس آہستہ آہستہ ڈرائیو کرتے ہوئے

سوچنے لگا ”یہاں ڈاکٹر نہیں ہے تو ڈاکٹر کا کوئی خاص آدمی ضرور ہوگا۔ اس کے بند روم میں جا کر تلاش کی جاسکتی ہے۔ وہاں سے کوئی اہم کام کی چیز برآمد ہو سکتی ہے پھر وہ ڈاکٹر ماما کا دوست نہیں، دشمن ہے۔ ان سے خوف زدہ رہتا ہے۔ ابھی اس نے ماما سے دشمنی نہیں کی ہے پھر بھی کر سکتا ہے۔ اس کی کوئی کمزوری ڈھونڈنا چاہیے۔“

وہ خیال خرابی کے ذریعے پارس کے اندر آکر بولا ”سرا! بنگلے کے اندر اور باہر کوئی نہیں ہے۔ وہ مسلح گارڈ رات دو بجے تک ڈیوٹی پر رہے گا پھر اس کی جگہ دوسرا گارڈ آجائے گا۔ ڈاکٹر کی غیر موجودگی میں وہاں اس کی پرسل سیکرٹری رہتی ہے۔ وہ کہیں گئی ہے۔ ایک آدھ گھنٹے میں واپس آنے والی ہے۔“

پارس نے کار کو بنگلے کے پیچھے پارک کیا پھر کہا ”میں اندر جا رہا ہوں۔ اس گارڈ کو بنگلے کی طرف متوجہ نہ ہونے دو۔ جب میں اندر چلا جاؤں تو تم بھی ماما کی تلاش میں چلے جاؤ لیکن ہر پندرہ یا بیس منٹ کے بعد میرے پاس آتے رہو۔“

وہ احاطے کی دیوار پھانڈ کر اندر آیا۔ بنگلے کے پچھلے دونوں دروازے اندر سے بند تھے وہ گھوم کر سامنے والے دروازے پر آیا۔ وہ باہر سے مقفل تھا اور یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ پیچھے سے پیچھے تالوں کو کھولنا جانتا تھا۔ اس دروازے کو کھول کر اندر آیا۔ اسے بند کر کے دیکھنے لگا۔

ایک کوریدور کے بعد ایک بہت بڑا ڈرائنگ روم ڈاننگ روم اور ٹی وی لاونج دور تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ وہاں سے گزر کر دوسرے کمروں میں جا کر دیکھنے لگا۔ وہاں کی الماریاں کھول کر کوئی کام کی چیز تلاش کرنے لگا۔ دوپٹے سے مایوسی ہو رہی تھی۔ نہ سونپا دکھائی دے رہی تھی اور نہ ہی کوئی کام کی چیز ہاتھ آ رہی تھی۔

وہ ایک اور بند روم میں آیا۔ وہ خواب گاہ دوسرے کمروں سے بڑی آذر۔ عیش و عشرت کے تمام سامان سے آراستہ تھی۔ وہاں ایک بڑا سا آئین سیف تھا۔ یقیناً وہ ڈاکٹر کا خاص کمر تھا۔ اس سیف میں ضرور اہم دستاویزات اور بہت سے راز چھپے ہوں گے۔ پارس اسے کھولنے آیا تو مایوسی ہوئی۔ اس سیف کو مخصوص نمبروں سے کھولا جاسکتا تھا اور وہ نمبر صرف ڈاکٹر ہی جانتا ہوگا۔

خیال خرابی کرنے والا اس کے اندر آیا۔ اس نے کہا ”یہ سیف مخصوص نمبروں سے کھولا جاسکتا ہے۔ کیا ڈاکٹر کے دماغ میں جاسکو گے؟“

”ڈاکٹر نے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے آپ کے

ان لوگوں کے لئے جو ضرورت کمائیوں کے پیش ہیں

ہزاروں دلوں کی مدد کریں

محی الدین نواب

کی خوبصورت کمائیوں کے تین لاکھ مجموعے

کچرا گھر

قیمت - 100/- روپے ڈاکٹر - 25/- روپے

8

بہترین کمائیوں کا مجموعہ

ایمان کا سفر

قیمت - 150/- روپے ڈاکٹر - 25/- روپے

10

خوبصورت کمائیوں کا مجموعہ

Scanned By:

Azam & Ali

پہلا

کتابیات پہلی کیشنز

کتابیات پہلی کیشنز

کتابیات پہلی کیشنز

کتابیات پہلی کیشنز

کتابیات پہلی کیشنز

کتابیات پہلی کیشنز

کتابیات پہلی کیشنز

کتابیات پہلی کیشنز

کتابیات پہلی کیشنز

کتابیات پہلی کیشنز

کتابیات پہلی کیشنز

پایا کو ایک بار دماغ میں آکر جو خیالات بڑھنے کی اجازت دی گئی۔ اب وہ مجھے اندر نہیں آنے دے گا۔ سانس روک لیا کرے گا۔

”ہوں پھر تو مجھے اس پر سٹل سیکرٹری کا انتظار کرنا چاہیے۔ شاید وہ مخصوص نہر جاتی ہو۔“

”میں اس سیکرٹری کے اندر جا کر معلوم کر سکوں گا۔ ابھی جا رہا ہوں۔ چند روز منٹ کے بعد آؤں گا۔“

وہ چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی باہر ایک کار کے آنے اور دروازے کھلنے اور بند ہونے کی آوازیں سنائی دیں۔ پارس ابھی دروازے کے پردے کے پاس آگیا۔ دور سے ایک نسوانی فہمی سنائی دی۔ وہ کچھ بولتی آ رہی تھی۔ جواب میں مردانہ آواز سنائی دی۔ آوازیں قریب آ رہی تھیں۔

وہ پردے کے پیچھے چھپ گیا۔ ایک شخص نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا ”میں نے منہ کیا تھا“ زیادہ نہ بولا مگر تم شروع کرتی ہو تو جی پی جی چلی جاتی ہو۔ تمہیں اپنے آپ پر کنٹرول نہیں ہے۔“

وہ ہنستی ہوئی آکر بستر پر پڑی۔ کہنے لگی ”زیادہ بے سے کیا ہوتا ہے تم تو ابھی ایسے ہتھمٹھوڑو گے کہ نشہ پانی ہو جائے گا۔“

وہ اس کے پلو میں گرتے ہوئے بولا ”تم ہو ایسی چیز“ تم پر جیسے کامزہ آتا ہے۔ ڈاکٹر بوکا بوکا بد نصیب ہے۔ برصا پے میں تمہیں سنبھال نہیں پا رہا ہے۔“

یہ کہہ کر وہ اسے سنبھالنے لگا۔ پارس وہ متاثر دیکھنے نہیں آیا تھا۔ اس نے وہاں داخل ہونے کے بعد ڈرائنگ روم کے ٹیلی فون پر اس کے نمبروں کو پڑھا تھا۔ وہ نمبر اتنے آسان تھے کہ یاد رہ گئے تھے۔ اس نے اپنا موبائل نکال کر وہ نمبر بچ کیے۔ ڈرائنگ روم سے فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں بڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ اس شخص نے بیڑاری سے کہا ”اس وقت کس کا فون آسکتا ہے؟“

وہ پریشان ہو کر بیڈ سے اترتے ہوئے بولی ”ڈاکٹر کا فون ہے۔ مجھے انڈر کرنا ہو گا۔“

وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی تو نشے سے ڈگر گئے لگی۔ اس کے ساتھی نے اسے تھام کر کہا ”سنبھل کر چلو اور اس سے سنبھل کر بات کرو۔ ورنہ اسے شبہ ہو گا کہ کسی کے ساتھ موج مستی میں ہو۔“

وہ اسے سہارا دے کر بیڈ روم سے باہر چلا گیا۔ پارس نے پردے کے پیچھے سے نکل کر دروازے سے باہر کو بیڈ روم میں آکر دیکھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے تھے۔ وہ ریسیور

اٹھا کر اپنے کان سے لگا کر بولی ”ہیلو“ میں سوسانہ بول رہی ہوں۔“

پارس نے سخت لمبے میں کہا ”تنگی کیوں ہو؟ کپڑے پہن کر آؤ۔“

وہ بد خواہی میں بولی ”جی۔ ابھی پہن کر آتی ہوں۔“

وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر اپنے بار سے بولی ”وہ غصہ کر رہا ہے۔ میں لباس پہن کر آتی ہوں۔“

وہ اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولا ”اتنا نشہ کیوں کرتی ہو۔ کیا وہ فون کے ذریعے تمہیں بے لباس دیکھ رہا ہے؟“

وہ ایک ہاتھ سے سر تھام کر بولی ”ہاں۔ تعجب ہے۔ وہ کیسے جانتا ہے کہ میں ایسی حالت میں ہوں؟ میں ابھی پوچھتی ہوں۔“

اس نے ریسیور کو کان سے لگا کر پوچھا ”مائی ڈیر بوکا! کیوں مذاق کرتے ہو۔ میں تو پورے لباس میں ہوں۔“

پارس نے کہا ”جھوٹی! کمینٹی! اپنے لباس کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہے۔ چل کپڑے پہن، ورنہ تیری چھٹی کر دوں گا۔“

”پلیز ناراض نہ ہو۔ میں ابھی پہنچتی ہوں۔“

وہ ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر رونے کے انداز میں بولی ”وہ دیکھ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس فون کے ساتھ مانیٹر لگایا ہے۔ وہاں بیٹھا مجھے دیکھ رہا ہے۔ تم اس کے دماغ میں جا کر معلوم کرو۔“

یہ سنتے ہی پارس چونک گیا۔ اس کے ساتھ جو شخص تھا، وہ ٹیلی فنی جانتا تھا۔ اس نے کہا ”تم جانتی ہو، وہ سانس روک لیتا ہے۔ میں اس کے خیالات نہیں پڑھ سکوں گا پھر کیوں خواہ مخواہ خیال خوانی کروں؟“

وہ ریسیور کو ایک طرف رکھ کر تیزی سے بیڈ روم کی طرف جانے لگی۔ وہ ٹیلی فنی جانتے والا ڈبلیو رائٹ بھی اس کے پیچھے جانے لگا۔ پارس ایک طرف چھپ گیا تھا۔ اس کا خیال خوانی کرنے والا آگیا تھا۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ میاں جو شخص ہے وہ ٹیلی فنی جانتا ہے۔ اسے ٹرپ کرنا ہے۔ ابھی میرے پاس رہو۔

وہ لباس پہن کر ڈرائنگ روم میں واپس آئی۔ ڈبلیو رائٹ کہہ رہا تھا ”سوسانہ! میں تمہیں سے کتا ہوں۔ اس کے کسی بھی ٹیلی فون کے ساتھ مانیٹر نہیں لگا ہوا ہے۔ تم نشے میں الٹی سیدھی باتیں سن رہی ہو۔“

وہ ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولی ”تم میرے دماغ میں آکر

سنو پھر معلوم ہو گا کہ میں نشے میں نہیں ہوں۔ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔“

اس نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا کر کہا ”ہیلو“ اب تو میں لباس میں نظر آ رہی ہوں نا؟ پلیز بتاؤ کہ مجھے کس طرح دیکھ رہے ہو؟“

”یہ راز کی بات ہے۔ میں کسی کی موجودگی میں نہیں بتاؤں گا۔“

”کسی کی موجودگی سے کیا مراد ہے؟ میاں تو میں اکیلی ہوں۔“

”چل جھوٹی! یہ گدھا تحریے اتنے قریب کیوں ہے۔ اسے لات مار کے دور ہٹاؤ۔“

ڈبلیو رائٹ نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ”میں تمہارے اندر آکر سن چکا ہوں۔ یہ ڈاکٹر کی آواز نہیں ہے۔ تم اس سے بھر پو۔ میں اس بار اس کی آواز اور لمبے کو گرفت میں لے کر اس کے اندر جاؤں گا۔“

اس نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹایا۔ وہ بولی ”مسٹر بوکا! آج تمہاری آواز بدلی ہوئی کیوں ہے؟“

پارس نے نسوانی آوازیں کہا ”کیا بتاؤں، میں نے غلطی سے ایک ایسی دوا کھائی ہے، جس کے نتیجے میں بار بار آواز بدل رہی ہے۔ اب دیکھو آواز سربل ہو گئی ہے۔“

ڈبلیو رائٹ ہی آواز اور لمبے کے ذریعے پارس کے اندر نہیں جاسکتا تھا۔ جھنجھلا کر بولا ”یہ ڈاکٹر نہیں ہے۔ کوئی مکار ہے۔ آوازیں بدل بدل کر بول رہا ہے۔“

وہ سوسانہ سے ریسیور چھین کر بولا ”اے! تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟“

پارس کا خیال خوانی کرنے والا سوسانہ کے اندر آیا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق تیزی سے چلتی ہوئی بیڈ روم میں گئی۔ پارس فون پر اسے باتوں میں الجھاتا رہا۔ جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں ایک ریو الور تھا۔

وہ اس کا نشانہ لے کر بولی ”ڈبلیو رائٹ! ریسیور کو پھینکو اور دونوں ہاتھ اور اٹھاؤ۔“

وہ ریسیور رکھتے ہوئے حیرانی سے بولا ”یہ کیا کر رہی ہو؟ دیکھو تم نشے میں ہو۔ گولی چل جائے گی۔ اسے پھینک دو۔“

پارس سامنے آگیا۔ ڈبلیو رائٹ اسے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ پارس نے سوسانہ سے ریو الور لے کر پوچھا ”اپنے دماغ میں آتے دو۔ ورنہ گولی کھانے کے بعد بے بس ہو جاؤ گے۔“

وہ سہم کر بولا ”پلیز گولی نہ چلاؤ۔ میری بات سن لو۔ مجھ



ٹیلی پیٹھی

کی

جدید تحقیقات

Scanned by UrduFanz.com

25 روزے

اپنا پیغام دوسروں کو

تک پہنچانے

کا حال

کتاب کی میز

پیشگی مٹی آرڈر ارسال

مکتبہ کتابیات

74200

kitabat@hotnail.com

کتابیات پبلی کیشنز

سے کوئی سمجھتا کرو۔ میں تمہارا سچا اور وفادار دوست بن کر رہوں گا۔

”میں مگن رہا ہوں اور میں تم سے آگے منتی نہیں جانتا۔ اس سے پہلے دماغ کا دروازہ نہیں کھولو گے تو کوئی چل جائے گی۔“

وہ گھٹنے لگا ”ایک۔ دو۔ اور یہ۔“

تین کہنے سے پہلے ہی وہ چیخ کر بولا ”آجاؤ۔ میرے اندر آجاؤ۔ میرے دماغ کا دروازہ کھلا ہے۔ آجاؤ۔“

پارس کا خیال خرابی کرنے والا اندر پہنچ گیا پھر وہاں پہنچتے ہی اس نے زلزلہ پیدا کر دیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا فرش پر گر کر ترپنے لگا۔ سوسائٹ سم کر اسے دیکھ رہی تھی پھر اس نے رحم طلب نظروں سے پارس کو دیکھا۔ وہ ڈانٹ کر بولا ”نگلی کیوں ہو؟ جاؤ کپڑے پہنو۔“

”جی۔ ابھی پہنتی ہوں۔“ وہ پلٹ کر جانا چاہتی تھی پھر چونک کر بولی ”مہ میں نے لباس پہنا ہوا ہے۔“

”کیوں پہنا ہے؟ کیا پیدا ہوتے وقت پہنا تھا؟“

”نہیں۔“

”نگلی پیدا ہوتے ہوئے شرم نہیں آتی۔“

”مجھے معاف کرو۔ اب ایسا نہیں ہو گا۔“

”یعنی آئندہ کپڑے پہن کر پیدا ہوا کرو گی۔ شاباش۔ ادھر بیڈ روم میں چلو مگر خیروار! اپنے جگہ میں رہنا۔“

وہ اس کے ساتھ بیڈ روم میں آکر بولی ”کیا مجھے بھی دماغی عذاب میں مبتلا کر دے؟ پلیز مجھ سے دوستی کرو۔ میں تمہیں خوش کروں گی۔“

”آہ! گاؤں نے تم عورتوں کو ایسے ایسے ایٹم عطا کیے ہیں کہ ان ایٹموں سے خوش بھی کرتی ہو اور دھماکے بھی کرتی رہتی ہو۔ جانی داؤسے۔ تمہیں ایک شرط پر رہانی لے گی۔“

”میں تمہاری ہر شرط مان لوں گی۔“

”مگر تم یہ سیف کھول سکو گی تو سمجھو مجھ سے نجات مل گئی۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”میں کھول سکتی ہوں۔“

”کیا ڈاکٹر نے تمہیں اس کے مخصوص نمبر بتائے ہیں؟“

”وہ کسی کو اپنا راز نہیں بتاتا۔ ڈبلیو رائٹ کو بھی اپنے اندر نہیں آئے دیتا۔ وہ ایک بار بیمار ہو گیا تھا۔ ایسے وقت رائٹ نے چپ چاپ اس کے اہم چور خیالات پڑھ لیے تھے۔ اس سیف کے نمبر بھی معلوم کیے تھے۔“

اس نے سیف کے پاس جا کر مخصوص نمبروں کی ترتیب سے اس کے پت کھول دیے۔ پارس نے قریب آکر دیکھا۔

اندر کئی فائلیں، اہم تصاویر سے بھرے ہوئے لفافے، ویڈیو اور آڈیو کیسٹیں اور ڈسک رکھے ہوئے تھے۔

وہ غیر قانونی طور پر انسانی آنکھوں، دل اور گردوں کی تجارت کرتا تھا۔ سیف میں رکھی ہوئی تمام چیزیں اسی تجارت سے تعلق رکھتی تھیں۔ پارس نے کہا ”یہ سب کچھ سیٹ کر لے جانا ہو گا۔“

محنت رائیگاں نہیں گئی تھی۔ اتنی بھاگ دوڑ کے بعد صرف ڈاکٹر کے اہم راز ہی نہیں، ایک لٹلی پیچھے جانے والا بھی ہاتھ آیا تھا۔

○☆☆○

پورس ہائی وے پر میلوں دور تک بھٹکتا رہا، لیکن اپنی ماما کی ایک جھلک تک نہ دیکھ سکا۔ وہ کئی گھنٹے تک ہائی وے کی پولیس چوکی میں بیٹھا رہا۔ وہاں سے گزرنے والی گاڑیوں کو پولیس والے روکتے تھے۔ چپک کرتے تھے پھر آگے جانے کی اجازت دیتے تھے۔ ایسے وقت وہ بھی گاڑیوں کے اندر جھانک کر دیکھتا تھا۔ سونا کے تدو قامت کی بہت کم عورتیں نظر آئیں لیکن وہ کسی اور پہلو سے سونا جیسی نہیں تھیں۔

پولیس افسر نے پوچھا ”تمہاں کے لیے بہت پریشان ہو۔ اسے بہت چاہتے ہو۔ کیا وہ تمہیں نہیں چاہتی؟ وہ تمہیں چھوڑ کر کیوں گئی ہے؟“

وہ سرد آواز بھر کر بولا ”یہ بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔ میں ماں کو بہت چاہتا ہوں۔ میں نے گاؤں سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ میں ماں کے بغیر پیدا نہیں ہوؤں گا۔“

افسر نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا پھر چونک کر اسے دیکھتے ہوئے بولا ”تم نے کیا کہا میں کچھ سمجھا نہیں۔“

”کیسی میری ٹریجڈی ہے۔ میری کچھ باتیں کچھ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ میں پیدا ہونے کے بعد ماں سے کبھی الگ نہیں ہوا لیکن میری زندگی میں ایک حسین لڑکی آئی۔ اس نے پیوی بننے سے پہلے کہہ دیا ”ساس کو بدواشت نہیں کرے گی۔“

”یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ حکومت کی طرف سے بوڑھے ماں باپ کی پرورش کی جاتی ہے۔ تم سرکاری فلاحی ادارے میں ماں کو بھیج سکتے تھے۔“

”حکومت میری ماں کو ہر طرح کا آرام دے سکتی تھی۔ میرے جیسا ایک بیٹا نہیں دے سکتی تھی اور گھر میں میری پیوی، میری محبوبہ، میری دلدار اور گل گلزار بن سکتی تھی لیکن میری ماں نہیں بن سکتی تھی۔“

افسر نے تانیہ میں سر ہلایا پھر چونک کر کہا ”کیسی باتیں

کرتے ہو۔ پیوی کیسے ماں بن سکتی ہے؟“

”نہیں بن سکتی ہے۔ یہی بات میں نے اس حینہ کو سمجھائی۔ اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں راتیں اس کے ساتھ گزاروں گا اور دن ماں کے ساتھ۔“

”کیا وہ راضی ہو گئی؟“

”ہاں وہ راضی ہو گئی۔ شادی ہو گئی۔ میں دن کو ماں کے پاس رہا کرتا تھا۔ رات کو پیوی کے پاس آجاتا تھا۔ بڑے آرام سے زندگی گزار رہی تھی۔“

”پھر کیا ہوا؟“

”تین برس بعد پیوی نے شکایت کی، اولاد نہیں ہو رہی ہے۔ میرے اندر کوئی خرابی ہے۔ میں نے اپنا اور اس کا طبی معائنہ کرایا۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق ہم ماں باپ بن سکتے تھے۔“

”تو پھر بن گئے؟“

”نہیں۔ یہی تو ٹریجڈی ہے۔ چار برس گزر گئے اور ہم اولاد سے محروم رہے۔ تب پیوی نے کہا، میں جی جان سے کوشش نہیں کر رہا ہوں۔ میں نے پوچھا مجھے اور کیا کرنا چاہیے؟ اس نے جواب میں وہی کہا جو ہر ہو ساس کے خلاف کہتی ہے۔“

”پیوی نے کیا کہا؟“

پورس جواب دینے سے پہلے شرانے لگا پھر بولا ”وہ کہنے لگی۔ رات کافی نہیں ہے۔ دن کو بھی اور دن رات کرنا ہو گا۔ میں مشکل میں پڑ گیا۔ کیونکہ دن کا وقت پیوی کے لیے نہیں تھا لیکن وہ بڑی سیاست سے کام لے رہی تھی۔ اولاد کا حوالہ دے کر ماں کا وقت چھین رہی تھی۔“

”یہ ماننا پڑے گا کہ تمہاری پیوی بہت چالاک ہے پھر کیا ہوا؟“

”وہی ہوا جو دنیا کی تمام بیویاں چاہتی ہیں۔ بچے اپنی ماؤں کو اس قدر چاہتے ہیں کہ اہم معاملات میں ماں کی قسم کھاتے ہیں لیکن اور دن رات کرتے وقت ماں کو بھول جاتے ہیں۔“

”اسی لیے تمہاری ماں ناراض ہو کر چلی گئی ہے۔“

وہ بلند آواز سے ”ماں“ کہتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ افسر نے پوچھا ”کہاں جا رہے ہو؟“

”آہ! رات ہو چکی ہے میں کہاں جا سکتا ہوں۔“

وہ اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا پھر اسے ڈرائیو کرتا ہوا جانے لگا۔ وہ اپنی ماما کے لیے پریشان نہیں تھا۔ یہ خوب سمجھتا تھا کہ اس کی ماما نے اغوا کرنے والے فری مین کو مصیبتوں میں

ڈال رکھا ہو گا۔ اس کے پایا بھی اس ملک کے اکابرین کے لیے موت کا فرشتہ بن رہے ہیں۔

اپنی ماں کے لیے بس ایک ذرا سی فکر تھی کہ وہ ایب نارمل ہو گئی ہیں۔ اپنے آپ کو بھول چکی ہیں۔ ایسی حالت میں نہ جانے کہاں بھٹک رہی ہوں گی۔

وہ ایک مخصوص رفتار سے کار چلا رہا تھا اور سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ ہارن کی آواز نے اسے چونک دیا۔ اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ ایک لڑکی کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس کی کار کے پیچھے آئی تھی اور ہارن بنا کر ہاتھ کے اشارے سے کہہ رہی تھی کہ وہ اپنی گاڑی راستے سے ہٹا لے۔

پورس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے اور ورنیک کرنے اور آگے نکل جانے کو کہا لیکن وہ بعد تھی۔ شاہراہ کے جس ٹریک پر تھی۔ اس سے دائیں بائیں ہو کر آگے نہیں جانا چاہتی تھی۔ پورس نے اپنی گاڑی روک دی۔ پیچھے اس کی گاڑی بھی رگ گئی۔ وہ اپنی کار سے نکل کر تیزی سے چلا ہوا اس کے پاس آیا اور پڑ کر بولا ”خدا جب حسن دیتا ہے۔ نزاکت آئی جاتی ہے۔ یہ کون سی ادا ہے؟ یہ شاہراہ اپنی چوڑی ہے کہ دس کاریں ایک ساتھ گزر سکتی ہیں۔ کیا تم دائیں یا بائیں سے کراس کر کے آگے نہیں جا سکتیں؟“

وہ کار سے باہر آکر بولی ”میں تو تمہیں پہلے آگے نکل سکتی ہوں۔ مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ میرے ماں باپ نے سمجھایا تھا، بیش سیدھے راستے پر چلو۔ میں میلوں دور سے سیدھی ڈرائیو کرتی آ رہی ہوں اور تم مجھے دائیں بائیں سے گزرنے کا ٹیڑھا راستہ دکھا رہے ہو۔“

اس نے پوچھا ”کیا تم پہلے ہو۔ سیدھے راستے پر چلنے کا مطلب یہ ہے کہ نیک کام کرو۔ دوسروں کے دکھ مصیبت دور کرو۔ بیش بچ بولو۔ ماں باپ نے سمجھایا کچھ ہے اور تم سمجھتی کچھ ہو۔“

”کیا مجھے تا سمجھ اور نادان سمجھتے ہو؟ اپنی گاڑی چھوڑ کر مجھ سے لفٹ لینے آئے ہو؟ تم چاہتے تو اپنی گاڑی ایک طرف ہٹا لیتے۔ مجھے چاب چاب گزر جانے دیتے لیکن تمہاری نیت کھولنی ہے۔ میں ایک بچہ ماروں گی تو ادھر جا کر کرو گے۔ میں مارشل آرٹ جانتی ہوں۔“

پورس نے اس کا بازو پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ لڑکھائی ہوئی دور گئی پھر چانک وہاں سے دوڑ کر پورس کی کار میں جا کر بیٹھ گئی۔ اسے اشارت کرنے آگے بڑھانے لگی۔ وہ چیخ کر بولا۔

”اے میری کار سے باہر آؤ۔“

وہ باہر نہیں آئی۔ رفتار بڑھا کر جانے لگی۔ وہ دوڑتے



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com
aleeraza@hotmail.com



کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ پیشگی ڈرافٹ بمنی آرڈر یا کراسڈ چیک ارسال کریں

پوسٹ بکس 23

کراچی 74200

کتابیات پبلی کیشنز

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لئے: C-63 فیئر III بکس نمیشن ڈی ایچ اے مین کوئری روڈ (آخر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

بھی اسی راستے پر آگیا۔ وہ بڑی خطرناک رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہیں کے قریب پہنچ کر اس سے آگے نکل جانا چاہتا تھا۔ وہ اسے آگے جانے کا راستہ نہیں دے رہے تھے لیکن وہ کسی طرح ڈانچ دے کر ان سے آگے نکل گیا۔ اب انہیں آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے اپنی گاڑی کی رفتار درست کرنے لگا۔ انہیں بھی رفتار کم کرنی پڑی۔

اب تو وہ آگے والے کی مرضی پر تھے۔ نہ رفتار بڑھا سکتے تھے نہ آگے نکل سکتے تھے۔ انہوں نے مجبور ہو کر دین کو روک دیا۔ وہ تین تھے ایک سے بہ آسانی منٹ سکتے تھے۔ پورس بھی اپنی گاڑی سے باہر آیا ان میں سے ایک کے ہاتھ میں شاٹ گن تھی۔ دوسرے نے لوہے کی راڈ پکڑی ہوئی تھی گن والے نے اس کا نشانہ لیتے ہوئے پوچھا ”کیوں ہمارا پیچھا کر رہے ہو؟ لڑکی تمہاری کیا لگتی ہے؟“

پورس نے کہا ”میری تو کوئی نہیں لگتی تمہاری بہن لگتی ہے اور بہن کو ایسی بے شرمی سے اغوا نہیں کرنا چاہیے۔“ تیسرے نے اس لڑکی کو پکڑ رکھا تھا۔ لڑکی بہت ہی خدی اور تیز طرار تھی۔ وہ خود کو اس سے چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایسا کرتے وقت اس نے شاٹ گن والے کو ایک لات ماری۔ وہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ خود کو سنبھال نہ سکا۔ آگے کی طرف لڑکھڑا کر جھکتے ہوئے گرنے والا تھا۔ پورس نے اسے ایک کلک ماری منہ پر لات پڑی تو وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ دوسرے نے لوہے کی راڈ سے حملہ کیا۔ پورس فوراً ہی جھک گیا۔ حملہ کرنے والے کا ہاتھ گھومتا ہوا اپنے سامنے کی طرف آیا۔ وہ راڈ سامنے کے منہ پر پڑی۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخ پڑا۔ شاٹ گن ہاتھ سے پھوٹ کر پورس کی طرف آئی۔ پورس نے اسے پیچ کرتے ہوئے کہا ”کوئی آگے بڑھا تو گولی مار دوں گا۔“

وہ سب سم کر پیچھے ہٹنے لگے۔ لڑکی خود کو چھڑا کر پورس کے پاس آئی اور پورس کے شانے کو تھپکتی ہوئی بولی ”شاباش۔ تم تو فلمی ہیرو کی طرح زبردست ہو۔ میرا نام جولیانہ ہے۔ تم مجھے پیار سے جولی کہہ سکتے ہو۔ ہاتھ ملاؤ۔“ جولی نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پورس نے کہا ”میں تم سے ہاتھ ملاؤں گا تو یہ گن ہاتھ سے نکل جائے گی۔ پہلے ان سے پوچھو یہ تمہیں اغوا کر کے کہاں لے جا رہے تھے؟“

وہ آگے بڑھی اور ان میں سے ایک کو طمانچہ مار کر بولی۔ ”مجھے کہاں لے جا رہے تھے؟ مجھے اپنے باپ کا مال سمجھا ہے۔“

ہوئے بولا ”اے رک جاؤ۔ میں کتا ہوں رک جاؤ۔“ وہ رکنے والی نہیں تھی۔ اس کی آواز سے بھی دور ہوتی چلی گئی۔ وہ واپس دوڑتا ہوا اس کی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے اشارت کرنے لگا۔ وہ اشارت نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے کار سے باہر آکر اس کا پونٹ اٹھا کر چیک کیا۔ اس کی خرابی دور کی پھر اسے اشارت کر کے آگے بڑھا دیا۔ اس وقت تک بہت دور ہو چکی تھی۔ پتا نہیں وہ کتنے کلومیٹر دور جا چکی تھی۔

اس لڑکی کی چالاکائی سمجھ میں آگئی تھی۔ وہ اپنی کار میں پیدا ہونے والی خرابی دور نہیں کر سکتی تھی۔ اسے شاید کہیں جلدی جانا تھا۔ اس لیے اس کی کار لے گئی تھی۔ وہ ایک مخصوص رفتار سے آگے جانے لگا۔

اندھیری رات تھی۔ سڑک کے اطراف جتہ نظر تک اچھی خاصی روشنی تھی۔ وہ تقریباً دس کلومیٹر تک آگے بڑھتا رہا۔ اسے اپنی گاڑی اور وہ لڑکی دکھائی نہیں دی۔ اس لڑکی کی کار میں گاڑی کے اہم کاغذات ہو سکتے تھے۔ ان کاغذات سے اس کا پتا اور فون نمبر معلوم کیا جاسکتا تھا۔

اس نے سوچا پہلے ہوٹل جانا چاہیے وہاں پارس آچکا ہوگا پھر ان گاڑی کے کاغذات کے مطابق وہ اس لڑکی تک پہنچ کر اپنی گاڑی واپس لے آئے گا مگر اس کی نوبت نہیں آئی۔ کچھ دور جانے کے بعد تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر اسے اپنی کار دکھائی دی۔ اس کار کے آگے ایک دین کھڑی ہوئی تھی۔

اس دین نے کار کا راستہ روکا ہوا تھا۔ تین شخص اس لڑکی کے پاس آکر اس سے زبردستی کر رہے تھے۔ اسے جبرا اپنی دین کی طرف لے جا رہے تھے۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ اکیلے ان تینوں سے نجات نہیں پاسکتی تھی۔ وہ اسے دین کے اندر لے گئے تھے۔ پورس نے اپنی کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے مسلسل ہارن بجاتا شروع کر دیا تھا تاکہ وہ تینوں خوف زدہ ہو کر لڑکی کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔

لیکن وہ لڑکی کو لے کر بھاگ رہے تھے۔ جب پورس ان کے قریب پہنچا تو وہ دین تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ وہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے رفتار بڑھانے لگا۔ دین کو ڈرائیو کرنے والا عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو بتا رہا تھا ”کوئی ہمارے پیچھے نہ دیکھا ہے۔ اس سے پیچھا چھڑانا ہوگا۔“

ایک ساتھی نے کہا ”یہ ہائی وے چھوڑ دو۔ دوسرے راستے پر چلو۔“ آگے جا کر وہ دین ایک دوسری سڑک پر مڑ گئی۔ پورس

ہوں کہ تم سے طلاق لینے کے لیے شادی کروں گی۔ مجھے بھانسنے کی کوشش نہیں کرو۔

"میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں طلاق نہیں دوں گا۔"

"ہر مرد شادی سے پہلے ایسے ہی وعدے کرتا ہے۔"

"میں ایسا مرد نہیں ہوں۔"

"جب مرد نہیں ہو تو شادی کسے کرو گے؟ کیا میں پاگل ہوں کہ ایک ناموسے شادی کروں گی؟"

وہ جینپ کر بولا "میں کتنا کچھ ہوں تم سمجھتی کچھ ہو۔ اچھا چلو تم شادی نہ کرو دوستی تو کر سکتی ہو۔"

وہ چند لمحوں تک سوچتی رہی پھر بولی "میں ایسے مرد سے دوستی کروں گی جو مرد نہیں ہوگا۔ اگر تم نہیں ہو تو دوستی ہوگی اگر ہو تو دوستی نہیں ہوگی۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "میں نہیں ہوں مجھ سے دوستی کرو۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم ہو مجھے اُلٹو بنا رہے ہو۔"

"میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟ ایسا کہ میرے ساتھ ایک رات گزار دو۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے میں ایک رات گزاروں گی تم اچانک حملہ تو نہیں کرو گے؟"

وہ ہائی دے پر اپنی گاڑی تک پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا "کیا میرے ساتھ ہو شل چلو گی؟"

"کیا تم مجھے کوئی اسٹریٹ گرل سمجھتے ہو؟ کیا میں لاوارث ہوں کہ جہاں چاہو گے لے جاؤ گے؟ یہ مت بھولو کہ ہم صرف دوست ہیں۔"

"تم رات گزارنے اور مجھے آزمائے کی بات پر راضی ہوئی تھیں اس لیے میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔ ویسے بھی تم تنہا ہو۔ یہاں سے کہاں جاؤ گی؟"

"تو یاد رکھ میں شادی نہیں کر رہی ہوں۔ میں وہاں جاؤں گی۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"یقین نہیں ہے تو میرے ساتھ چلو۔ جاؤ اپنی کار میں بیٹھو۔ ہمیں اپنی اپنی گاڑی میں جانا ہوگا۔ تم میری گاڑی کے پیچھے پیچھے آؤ۔"

"نہ کہ تم آگے جا کر کہیں ڈان دو اور میری نظریں ہچا کر پھر کہیں بٹکنے کے لیے چلی جاؤ۔"

"میں کہیں بھی جاؤں تمہیں میری اتنی فکر کیوں ہے؟"

"صرف اتنی ہی فکر ہے کہ تمہارے دماغ کا کوئی پرزہ ڈھیلہ ہے تم غلط باتوں میں پھنس جاؤ گی تو وہ تمہارے خوب

اپنی کار لے جاؤ گی تو کیا میں پیدل جاؤں گا؟"

وہ اس کے برابر والی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی پھر بولی "ہائی دے پر چلو وہاں سے اپنی کار لو اور میرا پیچھا چھوڑو۔"

اس نے کار اشارت کرتے ہوئے اس کے انکل سے کہا "تم فکر نہ کرو میں اسے گھر پہنچا دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ ڈرائیو کرتا ہوا پانی دے کی طرف جانے لگا۔ وہ اس کے بازو پر گھونسا مارتے ہوئے بولی "میں اپنے گھر نہیں جاؤں گی تم کون ہوئے ہو مجھے لے جانے والے؟"

"میں تمہارا کچھ ہوتا چاہتا ہوں۔ اس لیے لے جا رہا ہوں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم میرے کیا ہونا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارے گھر والوں سے تمہیں مانگنا چاہتا ہوں۔ مجھے تمہارے جیسی پٹاخ لڑکی بہت پسند ہے۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اس کی طرف گھور کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی۔ وہ ایسا کہو جوان تھا کہ کوئی بھی لڑکی اس سے متاثر ہو سکتی تھی۔ وہ بھی اس سے متاثر ہو رہی تھی۔ اس کے باوجود اس نے ناگوارگی سے پوچھا "تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں تم سے شادی کروں گی؟ کیا تم مجھے تانوان سمجھ کر بھانسا چاہتے ہو؟"

میں مردوں کی چال بازیوں کو سمجھتی ہوں۔

"تم یہ کیوں سمجھتی ہو کہ میں تمہیں پھانسا رہا ہوں۔ میں تو شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ اسے گھور کر دیکھتے ہوئے بولی "تو تم مجھ سے شادی کرو گے؟ یہ بتاؤ کتنے دنوں کے لیے یا کتنے ہفتوں کے لیے کرو گے؟"

اس نے تعجب سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ شادی تو ساری زندگی کا پیار بھرا سمجھو آتا ہے۔"

"پیار بھرا نہیں عیاشی بھرا سمجھو آتا ہے۔ مجھے اُلٹو بناؤ میں سب جانتی ہوں مجھے بہت تجربہ ہے۔"

"کیا تم شادی کرنے کا تجربہ کر چکی ہو؟ میں میرا تجربہ کتنا ہے۔ تم ابھی معصوم ہو۔ کیا میں غلط سمجھ رہا ہوں؟"

"مجھے کی بات نہ کرو تمہارے پاس عقل ہی نہیں ہے کیا خاک سمجھو گے؟ میری شادی نہیں ہوئی تو کیا ہوا تجربہ تو ہے۔ میں نے کتنے ہی مردوں کو دیکھا ہے۔ فٹ کرتے ہیں

نایاں کرتے ہیں پھر طلاق دیتے ہیں۔ میرا باپ اب تک چار سوئیاں مانیں مجھ پر لا چکا ہے۔ وہ دو چار ہفتے یا دو چار مہینے گزار کر آتا ہے پھر طلاق دے دیتا ہے۔ میں ایسی نادان نہیں

باتیں کر دو تو ایسے ہی سر ہچکا جاتا ہے۔ کبھی ایسا لگ رہا تھا کہ وہ غلط کہہ رہی ہے اور کبھی اس کی بات درست ہو جاتی تھی۔

وہ بیزار ہو کر بولا "مجھے تم لوگوں کی رشتہ داری سے کچھ نہیں لینا ہے۔ یہ بتاؤ تم گھر سے بھاگ کر کیوں جا رہی ہو؟ اور جا رہی ہو تو کہاں جا رہی ہو؟ تم گھر واپس کیوں نہیں جانا چاہتیں؟ کیا گھر والے تمہیں تکلیف پہنچاتے ہیں؟ اگر تکلیف پہنچاتے ہیں تو کیوں پہنچاتے ہیں؟ اگر نہیں پہنچاتے ہیں تو گھر کیوں چھوڑ رہی ہو؟ اگر ان سوتیلی ہے تو کیا باپ بھی سوتیلے ہے؟ اگر سوتیلے ہے تو تم نے اب تک اس کے ساتھ کیسے گزارا کیا؟ اگر وہ سوتیلے نہیں ہے تو پھر وہ سگا ہے اور اگر وہ سگا ہے تو تمہاری حفاظت کیوں نہیں کر رہا ہے؟ اگر حفاظت کر رہا ہے تو گھر سے کیوں بھاگ رہی ہو؟ اور اگر گھر سے بھاگ رہی ہو تو۔"

وہ حلق پھاڑ کر چیختی ہوئی بولی "کیا تم ایب نارمل ہو۔ ایک ہی سانس میں اتنے سوالات کر رہے ہو جتنے قیامت کے دن بھی نہیں کیے جائیں گے۔ اوہ گاؤ تو نے مجھے اس دنیا میں کیوں پیدا کیا ہے۔ میں جس سے بھی ملتی ہوں۔ وہ ایب نارمل ہوتا ہے مگر مجھے ایب نارمل کتنا ہے۔"

ان دونوں نے جولی کے انکل سے کہا "یہ لڑکی ہمارے ساتھ جانا نہیں چاہے گی اور اس کی مدد کرنے والا اسے لے جانے نہیں دے گا۔ اس لیے ہمیں یہاں سے جانے دو۔"

وہ شاٹ گن کے نشانے پر تھے۔ پورس نے انکل سے پوچھا "تم جولی کو واپس لے جانے کے لیے یہ شاٹ گن لے کر کیوں آئے تھے؟ اس کا مطلب ہے تمہارے ارادے خطرناک تھے۔ اگر یہ واپس نہ جاتی تو تم اسے گولی مار دیتے۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو میں اسے دھمکی دینے کے لیے یہ گن ساتھ لایا تھا۔ یقین نہ ہو تو اسے چیک کرو یہ خالی ہے۔"

پورس نے اسے توجہ سے دیکھا تو واقعی وہ خالی تھی۔ وہ اسے ایک طرف پھینکتے ہوئے بولا "جولی! اپنے انکل کو پریشان نہ کرو ان کے ساتھ گھر چلی جاؤ۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ اب تو مجھے معلوم ہو گیا ہے یہ گن خالی ہے۔ کوئی مجھے کس جانے سے نہیں روک سکتا۔ میں جا رہی ہوں وہ تیزی سے چل کر اپنی کار کی جانب جانے لگی۔ پورس دوڑتا ہوا اس سے پہلے آکر کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

وہ قریب آکر بولی "بہت جاؤ یہاں سے یہ میری کار ہے۔"

"تم میری کار لے کر بھاگ گئی تھیں۔ اب یہاں سے

پورس نے کہا "تم باپ کا مال ہو تم تو ان کا باپ اگر تمہیں لے جاؤ ڈراؤنٹک سے سوال کرو۔"

وہ دوسرے کو ٹھانچہ رسید کر کے بولی "کیا مجھے اپنا مال سمجھ کر لے جا رہے تھے۔"

پورس نے کہا "تم حسن اور شباب سے مالا مال ہو۔ تم پر کسی کے نام کی مہر نہیں لگی ہوئی ہے۔ تمہیں کوئی بھی اپنا مال سمجھ کر لے جاسکتا ہے۔ تمہیں ڈھنگ سے کوئی سوال کرنا بھی نہیں آتا۔ یہی بات کسی دوسری طرح پوچھو۔"

وہ پلٹ کر بولی "میں ان سے سوالات کر رہی ہوں مگر جواب تم دیتے جا رہے ہو۔ کیا تم نہیں پوچھ سکتے کہ یہ مجھے کہاں لے جا رہے تھے۔"

ان میں سے ایک نے پورس کے قریب آکر کہا "یہ لڑکی ایب نارمل ہے۔ گھر سے بھاگتی ہوئی ہے۔ میں اس کا ماموں ہوں۔ ان دو آدمیوں کو ساتھ لایا ہوں تاکہ اسے زبردستی گھر واپس لے جاسکوں۔"

وہ بولی "اے انکل! جھوٹ نہ بولو تم میرے کوئی نہیں لگتے ہو۔ میں تمہارے ساتھ گھر نہیں جاؤں گی۔"

پورس نے پوچھا "جب یہ تمہارے کوئی نہیں لگتے تو تم انہیں انکل کیوں کہہ رہی ہو؟ سچ کو یہ تمہارے کوئی لگتے ہیں یا نہیں؟"

"یہ میرے ماں کے بھائی ہیں میرے کوئی نہیں ہیں۔"

"پھر تو یہ تمہارے انکل ہوئے تم رشتے سے انکار نہیں کر سکتیں۔"

وہ پاؤں پٹ کر بولی "کر سکتی ہوں۔ تم سب ایب نارمل ہو۔ جب میری ماں مر چکی ہے تو پھر ان سے بھی میرا رشتہ مر چکا ہے۔"

"کسی ایک کے مرجانے سے دوسرے تمام رشتے ختم نہیں ہوتے۔ تمہارے انکل کا تمہاری ماں سے خونی رشتہ ہے۔"

وہ بولی "یہی تم سمجھ نہیں سکتے۔ بھلا میری ماں سے میرا خون کا رشتہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"تم واقعی ایب نارمل ہو۔ تمہیں اس بنیادی حقیقت کو یاد رکھنا چاہیے کہ سب سے پہلے ماں باپ سے ہی خون کا رشتہ ہوتا ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ باپ سے خون کا رشتہ ہے۔ ماں سے نہیں ہے۔ بھلا وہ بھی کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ تو میری سوتیلی ماں ہے؟"

پورس کی کھوپڑی گھوم گئی۔ کسی بھی ایب نارمل سے

میں برابر ہوتے ہیں پھر یہ بچے ایک دوسرے سے مختلف کیوں ہیں؟

لیزا نے کہا ”ان کے ڈیڑھی بھی حیران ہوتے ہیں۔ تاہم کی صورت باپ سے ملتی ہے لیکن فابریا بالکل مختلف ہے۔ وہ کیسا عجیب و غریب ہے؟ یہ جولی تمہیں بتا چکی ہے۔“
وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ”مجھے بھی ایسا لگتا ہے“
جیسے فابریا ہمارا بیٹا نہیں ہے لیکن میں نے دونوں کو جنم دیا ہے۔ میں کیسے انکار کر سکتی ہوں کہ وہ میرا بیٹا نہیں ہے۔ میں نے اسے پیدا بھی کیا ہے اور اسے دودھ بھی پلایا ہے۔“

جولی نے کہا ”سسر! تم ان دونوں کو جنم دیتے ہی بے ہوش ہو گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے کسی نے بچہ بدل دیا ہو۔ تمہارا بچہ اٹھا کر فابریا کو تمہارے پاس چھوڑ گئی ہو۔“

پورس اس کی بات سن کر چونک گیا۔ اس نے پوچھا ”کیا یہ جڑواں بچے روم کے لیڈی میا میسٹرنی ہو؟ میں پیدا ہوئے تھے؟“

لیزا نے تائید میں سر ہلایا ”ہاں۔“
”تین برس پہلے کلم جنوری کو؟“

”ہاں۔ تم ان دونوں کی تاریخ پیدائش کیسے جانتے ہو؟“
اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتا۔ فابریا دوڑا ہوا آگراس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس سے نظریں ملنے ہی پورس دم بخود رہ گیا۔ فابریا کی آنکھیں؟ کیا خدا کی قدرت تھی۔ وہ بالکل شیوانی کی آنکھیں تھیں۔

شیوانی۔ جو اپنی آنکھوں سے اسی طرح حمزہ کو دیتی تھی اور آنکھیں ملانے والے کے دماغ کو یوں جکڑتی تھی کہ وہ اپنے اندر کی پچیس ہوئی باتیں بولنے لگتا تھا اور شیوانی جو حکم دیتی تھی۔ بے اختیار اس کی تعمیل کرتا تھا۔

وہ ناقابلِ تسخیر تھی۔ پورس نے اسے تسخیر کیا تھا۔ اس سے شادی کی تھی۔ وہ ایک بچے کو جنم دینے کے لیے روم کے لیڈی میا میسٹرنی ہو کر اس کے ایک کمرے میں تھی۔ زوجگی کے وقت راسپوٹین اس کے دماغ میں آکر اسے کمزور بنا رہا تھا اور اس کے ہونے والے بچے کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔

ایسے وقت سونا نے بڑی چالاکی سے بچے تبدیل کیے تھے۔ لیزا نے دو بچوں کو جنم دیا تھا۔ ان میں سے ایک پیدا ہوتے ہی مر گیا تھا۔ سونا نے اس مردہ بچے کو شیوانی کے پتلو میں رکھ کر اس کے زندہ بچے کو لیزا کے پتلو میں پٹپٹا دیا تھا۔ اس طرح راسپوٹین کو دھوکا دیا تھا کہ وہ جس بچے کو مارنا چاہتا ہے۔ وہ پیدا ہوتے ہی مر گیا ہے۔

شیوانی اس زوجگی کے بعد زندہ نہ رہ سکی۔ اپنے پیار کا

”ضرور۔ میں دعوے سے کہتی ہوں۔ تم اس سے محبت کرنے لگو گے۔ جب بھی میں کوئی اہم کام کرنا چاہتی ہوں تو پہلے اس سے پوچھتی ہوں۔ جب وہ کہتا ہے تو میں وہ کام کرتی ہوں۔ ورنہ نہیں کرتی۔“

”وہ بچہ ہے۔ تم اسے کوئی پٹپٹا ہوا بزرگ بنا رہی ہو۔“
”اسے مذاق نہ سمجھو۔ وہ تین برس کا بچہ صحیح پیش گوئی کرتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تھا، مجھے ڈیڑھی کے ساتھ رہنا چاہیے یا نہیں؟ اس نے کہا، جتنی جلدی ہو سکے باپ سے دور ہو جاؤ۔ اسی لیے میں دور چلی آئی ہوں۔“

”عجب ہے۔ تین برس کے بچے دنیاوی معاملات کو نہیں سمجھتے اور وہ ایسے معاملات میں تمہیں مشورے دیتا ہے۔“

وہ مین ہٹن پہنچ گئے۔ جولی نے کہا ”تم ابھی خود دیکھو گے۔ میں اس سے پوچھوں گی کہ مجھے تم سے دوستی کرنی چاہیے یا نہیں؟ وہ مجھے صحیح مشورہ دے گا۔“

وہ فقہ اسٹریٹ میں آکر ایک بنگلے کے احاطے میں داخل ہوئے۔ اس کی سسر نے دروازہ کھول کر انہیں خوش آمدید کہا۔ پورس اسے دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا۔ یوں لگ رہا تھا ”اسے پہلے کیس دیکھا ہے۔ جولی نے تعارف کرایا“ یہ مسٹر رومیو ہیں۔ ڈیڑھی نے انکل اور دو غنڈوں کو میرے پیچھے لگایا تھا۔ مسٹر رومیو نے مجھے ان سے بچایا ہے اور رومیو! یہ ہیں میری سسر لیزا بنجامن۔“

دونوں نے مصافحہ کیا پھر بنگلے کے اندر آئے۔ جولی نے پوچھا ”فابریا کہاں ہے؟“

لیزا نے کہا ”تم آتے ہی فابریا کو پوچھتی ہو۔ کیا تاہم تمہارا بھانجا نہیں ہے؟“

”دونوں ہی میرے اپنے ہیں لیکن میں نے رومیو کے سامنے فابریا کی اتنی تعریفیں کی ہیں کہ یہ اس سے ملنے کے لیے بے چین ہو گئے ہیں۔“

لیزا کا دوسرا بیٹا فابریا دوڑا ہوا آیا۔ جولی نے اسے جوم کر پوچھا ”کیسے ہو؟ فابریا کہاں ہیں؟“

”آئی! وہ تو ابھی جتنا زخم کلب میں ہو گا۔ وہ تو بس جتنا سانس کے کرب سیکھتا رہتا ہے۔“

پورس نے پوچھا ”تم ایسے کرب نہیں سیکھتے؟“
وہ بولا ”میری ہاسٹ اور باڈی اس کی طرح نہیں ہے۔ وہ مجھ سے مت اور بچا ہے۔ پتا نہیں، میرا قد اس کے برابر کیوں نہیں ہے؟“

پورس نے لیزا سے کہا ”جڑواں بچے تو قد اور جسامت

سے دکھاوے کی محبت کرتا ہے۔ میری ماں میرے لیے اچھی خاصی دولت اور جائیداد چھوڑ کر اس دنیا سے چلی گئی۔ میرا باپ تلاش ہے۔ مجھ سے رقم مانگا رہتا ہے۔ میں بیزار ہو کر گھر سے بھاگ آئی ہوں۔“

”میں سمجھ گیا۔ تم باپ کے لیے بلینک چیک ہو۔ وہ تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اسی لیے اس نے انکل کو تمہارے پیچھے لگایا تھا۔ آئندہ بھی وہ تمہارے پیچھے آئے گا۔“

”آئے۔ دو۔ اب میں اسے گھاس میں ڈالوں گی۔ اپنی بہن اور بہنوئی کے ساتھ رہوں گی۔ آج میں پورے میں برس کی ہو گئی ہوں۔ قانوناً مجھے یہ حق حاصل ہو گیا ہے کہ میں جس کے ساتھ چاہوں، زندگی گزار دوں۔ اب میرا باپ جبراً میرا سر پرست بن کر نہیں رہ سکے گا۔“

”تمہاری بہن اور بہنوئی کا مزاج کیسا ہے؟ کیا ان کے ساتھ گزارہ کر سکو گی؟“

”ہاں وہ بہت اچھے ہیں۔ ان کے دو پیارے پیارے بچے ہیں۔ دونوں ہی بہت کیوت ہیں۔ ان میں سے ایک تو مجھے اتنا چاہتا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی اس طرح آکر لپٹ جاتا ہے جیسے میں ہی اس کی ماں ہوں۔ پتا ہے وہ دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے۔“

پورس نے دلچسپی سے پوچھا ”اچھا دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے؟“

”ہاں تقریباً تین برس پہلے سسر اٹلی گئی تھیں۔ وہاں روم کی سیر کر رہی تھیں۔ تب ہی انہیں میسٹرنی ہو میں داخل کرنا پڑا۔“

”اچھا ماں باپ امریکا میں رہتے ہیں۔ بچے یورپ میں پیدا ہوئے۔ جب وہ جڑواں ہیں تو ان کی عادتیں بھی ایک جیسی ہوں گی؟“

”نہیں۔ عادتیں مختلف ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام فابریا بنجامن اور دوسرے کا نام فابریا بنجامن ہے۔ ان میں سے جو دو سرقا فابریا بنجامن ہے وہ کچھ عجیب و غریب سا ہے۔“

”اچھا۔ عجیب و غریب سے کیا مراد ہے؟“
”اس بچے کی آنکھیں بڑی خوب صورت ہیں۔ ان میں بڑی معصومیت ہے لیکن کبھی غصہ کرتا ہے یا کسی بات کی ضد کرتا ہے۔ تو اس کی آنکھیں بڑی خوفناک سی ہوجاتی ہیں۔ ایسے وقت اس کی آنکھوں میں دیکھو تو بڑی کشش محسوس ہوتی ہے۔ دل بے اختیار اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔“

”پھر تو میں اس کی آنکھوں میں ضرور دیکھوں گا۔ کیا میرا دل بھی کھینچ جائے گا؟“

صورت جسم کے چھتھرے اڑا دیں گے تمہاری بہن تک تمہیں پہچان دینے کے بعد ہی مجھے اطمینان ہو گا۔“

”تو پھر آؤ میرے پیچھے میں نے کب منع کیا ہے۔“
وہ اسٹیننگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا ”میں تمہاری کار میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔“

وہ حیرانی سے بولی ”کیا اپنی کار میں چھوڑ دو گے؟“
پورس نے موبائل فون نکال کر ریڈنگ کارڈ والوں کے نمبر پر پھر رابطہ ہونے پر اپنا نام بول کر اکرا نمبر اور کار کا نمبر بتاتے ہوئے کہا ”یہ کار ہانی وے رفرنٹی ٹھری کلو میٹر کے فاصلے پر کھڑی ہے۔ آپ یہ کار منگوا لیں میں اس سلسلے کی ایکسٹرا آپ منٹ کروں گا۔ کیا میں یہ کار میں چھوڑ کر جاؤں؟“

اس نے دوسری طرف کی بات سنی پھر تھینکس کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ جولی کی کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی پھر اس سے بولا ”ای۔ بی۔ بن کا پتا بتاؤ۔“

وہ بولی ”فقہ اسٹریٹ میں ہٹن بنگلو نمبر ۲۲۔“
وہ بول رہی تھی اور اس کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا ”اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟ کوئی ایسی سیدھی بات تو نہیں سوچ رہی ہو؟“

”ہاں جو سوچنا نہیں چاہتی وہ سوچ رہی ہوں۔ پتا نہیں تم کیوں اچھے لگ رہے ہو؟ تم بہت دلیر ہو۔ تم میری خاطر ان چیزوں کے مقابلے پر آگئے تھے۔ یہ کیوں نہیں سوچا کہ وہ تمہیں گولی مار سکتے تھے؟“

”جب کوئی اچھا لگتا ہے تو اس کے لیے جان پر کھیل جانے کوئی چاہتا ہے۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ مجھے کتنی اچھی لگ رہی ہو۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”تھینک یو۔ تم اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔“

وہ بولا ”میرا نام رومیو ہے۔“

اس نے خوش ہو کر اسے دیکھا پھر کہا ”تمہارا نام رومیو اور میرا نام جولی یعنی جولیت، عشق کی دنیا میں رومیو جولیت لازوال رہیں گے۔ اتفاق سے ہم دونوں کے نام بھی یکساں ہیں۔ آگے بولو کیا کرتے ہو؟“

”کچھ نہیں کرتا۔ خاندانی رہنمائی ہوں۔ ساری دنیا کی سیر کرتا رہتا ہوں۔ تم اپنے بارے میں بتاؤ؟“

”میں اپنے بارے میں کیا بتاؤں میرا باپ زندہ ہے مگر میں یتیم ہوں۔ اس کا جینا مرنا میرے لیے برابر ہے۔ وہ شراب پیتا رہتا ہے یا پھر عورتوں سے دوستی کرتا رہتا ہے۔ مجھ

تغذہ پورس کو دے کر ابھی بیٹھ سوجی۔ لیزا اس بچے کو اپنے دوسرے بچے کے ساتھ لے گئی تھی۔
اب تین برس کے بعد پورس کا وہ بیٹا اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں کھل رہی تھیں ”مجھے پہچانو۔ تم مجھے بھول گئے تھے میں نہیں بھولی۔ میں تمہارے بیٹے کے چہرے سے لگی ہوئی تمہارا انتظار کرتی رہی ہوں۔“
وہ ان لحاظ میں شیوائی کی آنکھوں میں ڈوب کر ساری دنیا کو بھول چکا تھا۔

○●○

ہمارا ایک ایک لکھ سونیا کی تلاش میں گزر رہا تھا۔ اب اس کے علاوہ اسے اغوا کرنے والے بے ای فرمین تک بھی پہنچنا چاہتے تھے۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ واشنگٹن میں کہیں ہے۔ ایک پراسرار افسران لون ماسٹر کھانا تھا وہ ماسٹر اس فری مین کی خفیہ رہائش گاہ تک جاتا تھا اور اس کے لیے بہت سخت سیکورٹی کا انتظام کیا کرتا تھا۔

الپا اکبریا، اعلیٰ بی بی اور فرمان اس بے ای فری مین کو واشنگٹن ڈی سی میں تلاش کر رہے تھے۔ وہاں کے ایک ایک اہم فرد کے دماغ میں پہنچ رہے تھے۔ میں ان نون ماسٹر کی خفیہ فائل پڑھنے کے لیے ریکارڈ روم کے ایک اعلیٰ عہدے دار کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا ایک ساتھی عہدے دار یوگا کا ماہر ہے ریکارڈ روم کی تمام چابیاں اور خفیہ لاک نمبرز اس کے پاس رکھے ہیں۔ وہ آگے بڑھنے بعد ڈیوٹی پر آئے والا ہے۔

اس نے میری مرضی کے مطابق اس کی رہائش گاہ فون کیا۔ رابطہ ہونے پر ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اس اعلیٰ عہدے دار کی بیوی تھی۔ اس نے ریپورر رکھ کر آواز دی ”ڈیوٹی! کہاں ہو تم؟ ڈیوٹی پر جا رہے ہو یا نہیں؟“

دوسرے کمرے سے ڈیوٹی کی آواز سنائی دی ”یہاں آؤ اور مجھے کھانے کے لیے دو ایس دو۔ تم وہاں کیا کر رہی ہو؟ کس کا فون تھا؟“

وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے میں آئی ”پتا نہیں کس کا فون تھا؟ سی“ ایل“ آئی میں ریکارڈ روم کا نمبر نظر آیا تھا۔“

ڈیوٹی بیڑ پر لیٹا ہوا تھا۔ میں نے اس کی وائف کے ذریعے دیکھا وہ کچھ کمزور سا نظر آ رہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا ”مجھے فون پر کہہ دینا چاہیے کہ میں آج ڈیوٹی پر نہیں آسکوں گا۔ پچھلی رات کے بخار نے مجھے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ آج میں آرام کروں گا۔“

یہ سننے ہی میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کمزوری کے باعث میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر سکا۔ اس کی بیماری نے میرے لیے آسانی فراہم کر دی تھی۔ میں سوچ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کے لیے اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنا ہو گا لیکن وہ ترنوالے کی طرح حلق سے اتر رہا تھا۔

وہ میری مرضی کے مطابق اٹھ کر بیٹھ گیا اور جلدی جلدی اپنی یونیفارم پہنے لگا۔ اس کی بیوی نے جراتی سے پوچھا ”یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ ابھی تو تم بیمار اور کمزور تھے؟ بیڑ سے اٹھ نہیں پا رہے تھے؟“

”میرے اندر یہ جذبہ پیدا ہو گیا ہے کہ مجھے بیماری میں بھی اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں۔“

بیوی نے دو انہیں لاکروں۔ وہ انہیں کھانے کے بعد گھر سے نکل پڑا۔ کارڈ اسٹرو کرتا ہوا میڈ کوارٹر کے ریکارڈ روم میں آگیا۔ وہ محکم اور کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ لیکن میں اسے اچھی طرح سنبھال رہا تھا۔ وہ ریکارڈ روم کے ایک خاص حصے میں آکر اس الماری کے پاس گیا جس میں اہم افراد کی فائلیں رکھی ہوئی تھیں۔

وہ اس الماری کو کھول کر ان... نون ماسٹر کے نام کی فائل تلاش کرنے لگا پوری الماری دیکھنے کے بعد بھی فائل نہ ملی۔ میں نے اس کی سوچ میں پوچھا ”ان نون ماسٹر کا اصل نام کیا ہے؟ مجھے تو اس کا اصل نام معلوم ہونا چاہیے۔“

اس کی سوچ نے پریشان ہو کر کہا ”میں خواہتا ہوں ان نون ماسٹر کی فائل تلاش کر رہا ہوں۔ جبکہ میں ہی ان نون ماسٹر کھانا ہوں۔ یہ راز یہاں کوئی نہیں جانتا اور میں بھی تھوڑی دیر کے لیے یہ بھول گیا تھا۔ کیا ایک رات کے بخار نے میرا دماغ اس قدر کمزور کر دیا ہے؟“

اس کے خیالات پڑھ کر مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ مجھے پہلے ہی اس کے چور خیالات پڑھ لینا چاہیے تھے لیکن میں اس بیمار اور کمزور کو سنبھالنے میں مصروف رہا تھا۔ بہر حال میں نے اس کے ذہن کو کھینچنا شروع کیا تو بے ای فری مین کی خفیہ رہائش کا پتا معلوم ہو گیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ زیادہ وقت اپنی رہائش گاہ میں گزارتا ہے۔ رات کو کہیں نہ کہیں تفریح کے لیے جاتا ہے پھر صبح سے پہلے واپس آ جاتا ہے۔ ابھی وہ اپنے بنگلے میں ہو گا۔ شام چوبیس بجے کے بعد باہر جائے گا۔

میں نے الپا اکبریا، اعلیٰ بی بی اور فرمان کو اس کی رہائش گاہ کا پتا بتایا پھر کہا ”اس بنگلے کے اندر اور باہر جتنے سیکورٹی

گارڈز ہیں وہ سب ہوگا کے ماہر ہیں۔ اس کی حفاظت کے لیے الیکٹرونک سیکورٹی کے انتظامات ہیں۔ کوئی اجازت کے بغیر بنگلے کے اندر قدم نہیں رکھ سکے گا۔ اسے باہر کہیں ٹریپ کرنا مناسب رہے گا۔“

میرے تمام لیلی بیٹھی جانے والوں نے واشنگٹن میں اپنے کئی آلہ کار بنائے تھے۔ وہ ان کے ذریعے اس خفیہ رہائش کے چاروں طرف جائزہ لینے لگے۔ اسے ٹریپ کرنا آسان نہیں تھا۔ اس بنگلے کے اندر پہنچنے کی کوشش کی جاتی تو فری مین کو خبر ہو جاتی۔ جب وہ باہر اپنی کار میں جاتا اور اس کا تعاقب کیا جاتا تو تعاقب کرنے والے اس کی نظروں میں آسکتے تھے۔

الپا وغیرہ نے تقریباً تیس گاڑیوں کا انتظام کیا۔ وہ گاڑیاں مختلف چوراہوں پر پہنچائی گئیں۔ اس طرح ہر چوراہے پر گاڑی بدل جاتی اور تعاقب جاری رہتا تو فری مین کو کبھی شبہ نہ ہوتا۔

ان نون ماسٹر پھر بخار میں مبتلا ہو گیا۔ اسے ایک ایسپرنٹس کے ذریعے اسپتال پہنچایا گیا۔ علاج کے دوران میں فری مین نے اس کے دماغ میں آکر کہا ”میں پچھلی رات تمہارے پاس آیا تھا۔ اس وقت تمہیں بخار تھا۔ اب بھی بخار ہے۔ کیا توجہ سے علاج نہیں کر رہے ہو؟“

”علاج تو کر رہا ہوں۔ پتا نہیں یہ بخار بیچھا کیوں نہیں چھوڑ رہا ہے؟“

”تمہاری بیماری میں ڈیوٹی پر نہیں جانا چاہیے تھا۔“
”ہاں۔ بس یومی چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں ان نون ماسٹر کے نام کی فائل تلاش کرنے لگا تھا پھر یاد آیا کہ ان نون میں خود ہوں اور اس نام کی کوئی فائل نہیں ہے۔“

یہ سننے ہی فری مین چونک گیا۔ اس نے پوچھا ”کیا تمہارے اندر کوئی بول رہا ہے؟“

”نہیں۔ میں نے اب تک پرانی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا ہے۔“

”کیسے کرو گے؟ بیمار ہو۔ کوئی تمہارے اندر چھپا ہوا ہے۔ وہ تمہارے ذریعے میرا پتا کھانا معلوم کرنا چاہتا ہے۔“
وہ پریشان ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا پھر اس نے فون کے ذریعے سیکورٹی افسر سے کہا ”میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ بنگلے کے چاروں اپنے گارڈز کو دور دور تک نظر رکھنے کا حکم دو۔ مشکوک افراد دکھائی دیں تو فوراً انہیں گرفتار کریں یا زخمی کریں پھر میں ان کی اصلیت معلوم کروں

گا۔“
وہ حکم دینے کے بعد ایک ریوالور اور ایک شاٹ گن کو لوڈ کرنے لگا لباس تبدیل کرتے وقت خیال خوانی کرتا رہا۔ اس نے اپنے چوڑے آنکھ کا روں کو چھ مختلف چوراہوں پر پہنچنے کا حکم دیا۔ انہیں نائیک کی جب اس کی کار وہاں سے گزرے تو وہ تعاقب کرنے والوں پر دھیان رکھیں۔ اس طرح وہ تعاقب کرنے والوں سے باخبر رہے گا۔

سیکورٹی افسر نے تھوڑی دیر بعد فون پر کہا ”سرا ہمارے گارڈز بنگلے کے چاروں طرف محتاط ہیں۔ دور تک کوئی مشکوک بات نظر نہیں آ رہی ہے۔ سامنے مین روڈ پر اور پیچھے کے راستے پر معمول کے مطابق گاڑیاں گزرتی جا رہی ہیں۔ کوئی گاڑی ان اطراف میں نہیں رک رہی ہے۔ ہم سب مطمئن ہیں۔“

”میں ٹھیک دس منٹ کے بعد یہاں سے نکلوں گا۔ میری کار چیک کرو۔“

اس کا خیال تھا کہ ہم ابھی اس کی رہائش گاہ تک پہنچ نہیں پائے ہیں۔ اس سے پہلے ہی وہ دوسری پناہ گاہ میں چلا جائے گا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک حینہ کو مخاطب کیا ”ہائے ربی! میں آگے بڑھنے میں پہنچ رہا ہوں۔ اس بنگلے میں کوئی آیا تو نہیں تھا؟“

”یہاں کون آئے گا۔ جب سے تم میری زندگی میں آئے ہو، میں نے تمام رشتے داروں اور دوستوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ تم نے میری صورت بھی بدل دی ہے۔ تاکہ کوئی مجھے نہ پہچان سکے۔ آجائو۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔“

وہ بنگلے سے نکل کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے سے باہر آکر مین روڈ پر ایک سمت جانے لگا۔ کار کے اندر بڑی سی اسکرین پر پیچھے آنے والی گاڑیاں دکھائی دیتی رہتی تھیں۔ وہ گاڑیاں یا تو اس سے آگے نکل جاتی تھیں یا پھر راستہ بدل کر دوسری سمت چلی جاتی تھیں۔

وہ اپنے آنکھ کا روں کے ذریعے بھی معلوم کرتا جا رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ دشمنوں کی نظروں میں آئے بغیر جگہ تبدیل کر رہا ہے۔ وہ آگے بڑھنے بعد ایک بنگلے کے احاطے میں پہنچ گیا۔ ربی نے دروازہ کھول کر کہا ”آجائو۔ میں چھت پر سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ آس پاس کوئی مشکوک فرد نہیں ہے۔“

اس نے ربی کے ساتھ بنگلے کے اندر آکر دروازے کو لاک کر دیا۔ ربی نے پوچھا ”کیا تم خطرہ محسوس کر رہے ہو؟“
”ہاں میری سیکورٹی کے انتظامات کرنے والا ان نون

ماستیار ہے۔ اس نے کچھ ایسی حرکتیں کی ہیں جن سے شبہ ہوتا ہے کہ فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ چکا ہے۔ وہ اس کے خیالات پڑھ کر اس خفیہ رہائش گاہ کے بارے میں معلوم کر چکا ہوگا۔ جینکس گاؤ! میں بخیریت یہاں پہنچ گیا ہوں۔

”آرام سے بیٹھو۔ میں چائے اور اسٹینکس لاتی ہوں۔“

وہ کچن میں آکر چائے تیار کرنے لگی۔ سامنے بڑی سی کھڑکی کے پار احاطے کا پھیلا گیت دکھائی دے رہا تھا۔ دودھ سلائی کرنے والی گاڑی آئی تھی۔ ایک شخص دودھ کی بوتلیں لے کر کھڑکی کے پاس آیا۔ رہی اسے اچھی طرح پہچانتی تھی۔ اس نے بوتلوں کو کھڑکی کے پاس رکھتے ہوئے پوچھا ”ہیلو میڈم! کیسی ہیں؟“

وہ مسکراتی ہوئی ”ویری ویل تھینک یو۔“

وہ باہر گاڑی کی طرف چلا گیا۔ میں رہی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک ٹرے میں چائے اور اسٹینکس لے کر کمرے میں آئی۔ فری مین ہاتھ پاؤں پھیلائے صوفے پر نیم دراز خیال خوانی میں مصروف تھا۔ سامنے سینئر ٹیبل پر ریو اور ایک شاٹ مگن رکھی ہوئی تھی۔ رہی نے ان کے قریب ٹرے رکھتے ہوئے کہا ”دماغی طور پر حاضر ہو جاؤ اور اسٹینکس لو۔“

وہ رہی کو دیکھ کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا پھر بولا ”کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا ہے پھر میں دل گھبرا رہا ہے۔“

وہ بولی ”جب موت تعاقب کرتی ہے تو نظر نہیں آتی۔“

پھر وہ ریو اور اٹھا کر بولی ”موت سے بچنے کے لیے اتنا سامان اٹھائے گھوم رہے ہو۔ کیا یہ چیزیں تمہیں موت سے بچا سکیں گی؟“

وہ ایک سینڈویچ اٹھا کر کھاتے ہوئے بولا ”اسے رکھ دو۔ غلطی سے گولی جائے گی۔“

رہی نے دونوں ہاتھوں سے ریو اور کو تھام لیا اور اس کا نشانہ لیتے ہوئے بولی ”یہ غلطی سے بھی نہیں چلے گی۔ اگر تم سونیا کا پتا پتا دو۔“

وہ چونک کر بولا ”یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تمہاری آواز کیوں بدل گئی ہے؟“

میں نے کہا ”ایک عورت کے گلے سے جو آواز نکل رہی ہے اس سے تم مجھے پہچان پاؤ گے۔ ویسے زندگی کی آخری سانسون میں کسی کو پہچان کر کیا کرو گے؟“

اس نے چور نظروں سے مگن کو دیکھا۔ میں نے کہا ”یہ تم سے دور ہے۔ اسے اٹھا سکتے ہو تو اٹھا لو۔“

وہ عاجزی سے بولا ”مسٹر فرہاد! پلیز مجھے ہلاک نہ کریں۔“

اپنا معمول بنالیں۔ میں ساری زندگی آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔“

”تو پھر مجھے اپنے اندر آنے دو۔“

اس نے دماغ کا دروازہ کھولا۔ میں نے اندر پہنچتے ہی زلزلہ پیدا کیا۔ وہ بیٹھیں مارتا ہوا صوفے سے گر کر فرش پر ترے لگا۔ میں نے رہی کے دماغ کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ اس کو ٹپتا ہوا دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

اس کے ہاتھ سے ریو اور چھوٹ گیا۔ وہ اس کے پاس جھک کر اسے تھام کر پوچھنے لگی۔ ”فری مین! یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ تم کسی تکلیف میں مبتلا ہو گئے ہو؟“

اس کا سر پیوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر تکلیف برداشت کرنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ وہ اسے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھ رہی تھی لیکن وہ جواب دینے کے قابل نہیں رہا تھا۔ دیدے پھاڑ پھاڑ کر رہی کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہو یا پھر اپنے سامنے والی کو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

وہ روتے ہوئے بولی ”یہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا ہے؟ ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔“

سر کی تکلیف میں کچھ کمی ہو رہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ”کیا حال ہے؟ تم غیر معمولی قوت حاصل کرنے کے بعد اپنی اوقات سے زیادہ اونچے اڑنے لگے تھے۔“

وہ آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا۔ سوچ کے ذریعے بولا ”میں نے اپنے دماغ میں آنے کے لیے آپ کو خوش آمدید کہا ہے اور آپ نے آتے ہی مجھے اس اذیت میں مبتلا کر دیا۔“

”اگر میں تمہارے دماغ میں زلزلہ پیدا نہ کرتا تو گولی مار کر زخمی کر دیتا۔ تمہارے اندر مستقل آتے جاتے رہنے کے لیے کوئی تورا ست بنا تا ہی تھا۔“

فار گاؤں سیک۔ اب ایسا نہ کریں۔ ورنہ میں مری جاؤں گا۔ ابھی مجھے آرام آجائے گا تو بے شک آپ مجھ پر توحی عمل کر کے مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا غلام بنالیں لیکن یوں زلزلہ پیدا نہ کریں۔“

”میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں یہ تمہیں توڑی دیر بعد معلوم ہوگا۔ تم توڑی دیر خاموش رہو میں تمہارے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔“

بابا صاحب کے اوارے کے چند جاسوس دانشمندان میں بھی تھے۔ ان میں سے ایک کو میں نے ابھی رہی کے ہنگامے میں بلایا تھا۔ وہ آنے ہی والا تھا۔ میں فری مین کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا سونیا اس کی قید میں نہیں ہے۔ جس خفیہ

اڑے میں اسے پہنچایا گیا تھا اور اسے غلط انجکشن لگایا گیا تھا۔ اس اڑے سے وہ فرار ہو گئی تھی۔

فری مین نے ڈاکٹر سے کہا تھا کہ اسے ایسا انجکشن لگایا جائے جس کے نتیجے میں وہ نیم پاگل ہو جائے۔ اپنے آپ کو بھول جائے اس طرح ہم میں سے کوئی بھی اس کے دماغ میں جا کر یہ معلوم نہیں کر سکے گا کہ اسے کہاں قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔

انہوں نے اسے جو انجکشن لگایا تھا۔ اس کا ری ایکشن توقع کے خلاف کچھ زیادہ ہی تھا۔ وہ جتلی ہو گئی تھی۔ اس نے ڈاکٹر اور ایک مسلح گارڈ کو ہلاک کیا تھا اور دوسرے گارڈ کو زخمی کر کے وہاں سے فرار ہو گئی تھی۔

میں نے فری مین سے کہا ”تم نے سونیا کو ٹرپ کرنے کی جرات کیسے کی؟ کیا تمہارے دل میں ایک ذرا سا خوف پیدا نہیں ہوا کہ اس کے نتیجے میں تم اور تمہارے اکابرین کے کی موت مارے جاؤ گے۔“

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا ”میں سچ سچ ٹیلی پیٹھی کے غور میں اندھا ہو گیا تھا۔ مجھے اس کی سزا مل رہی ہے۔ میں سزا کے طور پر ساری زندگی آپ کا غلام بن کر رہوں گا۔“ وہ اٹھ کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں نے اپنے اوارے کے جس جاسوس کو بلایا تھا وہ آیا تھا۔ میں نے رہی کے دماغ میں آکر فری مین سے کہا ”یہاں چپ بیٹھ رہو میں ابھی آتا ہوں۔“

رہی وہاں سے دروازے کی طرف جانے لگی۔ فری مین چور نظروں سے ریو اور اور شاٹ مگن کو دیکھنے لگا۔ سوچ رہا تھا کیا میں ان ہتھیاروں سے فائدہ اٹھا سکتا ہوں؟

پھر اس نے بائیس ہو کے سوچا۔ فرہاد یہاں رہی کے ذریعے آیا ہے۔ میں رہی کو گولی ماروں گا۔ تو کچھ حاصل نہیں ہوگا فی الوقت میں سائنس روکنے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ فرہاد کو اندر آنے سے نہیں روک سکوں گا۔ اب میں اپنے بچاؤ کے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا۔

رہی ایک شخص کے ساتھ آئی۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے بولا ”میرا خیال ہے تمہارے سر کی تکلیف دور ہو چکی ہے۔ اگر خیال خالی کر سکتے ہو تو میرے دماغ میں آؤ۔“

فری مین نے پوچھا ”تم کون ہو؟“

”پوچھتے کیوں ہو؟ میرے اندر آؤ میرے خیالات پڑھو۔ تمہیں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔“

فری مین نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر دماغی توانائی کسی حد تک محسوس کی۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس

کے دماغ میں پہنچ کر خیالات پڑھنے لگا پھر سوچ کے ذریعے بولا۔ ”تم بابا صاحب کے اوارے سے آئے ہو۔ تمہارے پاس ایک بہت ہی خطرناک ہتھیار ہے۔ ٹیلی پیٹھی جاننے والے دنیا کے کسی ہتھیار سے نہیں مرتے لیکن اس ہتھیار سے مر جاتے ہیں جو تمہارے پاس ہے لیکن تمہارے خیالات یہ نہیں بتا رہے ہیں کہ وہ ہتھیار کیا ہے اور کیسا ہے؟“

اس نے ایک پرفیوم کی شیشی نکال کر دکھائی پھر کہا ”یہ ہے ہتھیار۔ زبردست پرفیوم ہے ذرا اسے سوکھ کر دیکھو لیکن میرے دماغ میں بولتے رہو ایسا کرو اپنے اکابرین کے دماغوں میں جا کر ان سے کہو کہ تم بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے ہو۔ وہ یہاں فوراً آکر میری مدد کریں۔“

”کیا تم میرے لیے نئی مصیبتیں پیدا کرنے والے ہو؟ میں فرہاد صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے مصیبتوں سے بچائیں گے۔“

”جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ وقت بہت کم ہے اپنے لوگوں کو فوراً مدد کے لیے بلاؤ۔“

وہ خیال خوانی کے ذریعے فوج کے اعلیٰ افسران سے کہنے لگا کہ اس وقت وہ مصیبت میں مبتلا ہے فوراً آکر اس کی مدد کی جائے۔ اس نے رہی کے ہنگامے کا پتا بھی بتایا اور یہ بھی بتایا کہ میں اس کے دماغ میں گھسا ہوا ہوں اور اب کوئی اسے مجھ سے نجات نہیں دلا سکے گا۔ اس کے سامنے ایک شخص پرفیوم کی شیشی لیے بیٹھا ہے اور مجھ پر پرفیوم اسپرے کر رہا ہے۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ یہ اسٹیل ٹیلی پیٹھی دوا ہے۔ اسے اسپرے کرتے ہی میں ہمیشہ کے لیے ٹیلی پیٹھی سے محروم ہو جاؤں گا۔ پلیز مجھے بچاؤ۔ مجھے کسی بھی طرح۔“

وہ آگے خیال خوانی نہ کر سکا۔ اچانک ہی خیال خوانی کی پرواز نے دم توڑ دیا۔ وہ زخمی پرندے کی طرح ہلندی سے ہستی میں آگرا۔ اس ہستی میں اب وہ ایک عام سا انسان تھا۔ ٹیلی پیٹھی جاننے والا ایک غیر معمولی شخص نہیں رہا تھا۔

وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے پرفیوم کی شیشی جب میں رکھی پھر کچھ کے سنے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ فری مین تم صدمہ بیٹھا رہا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اب وہ بھی خیال خوانی نہیں کر سکے گا۔ اس کے باوجود اس نے پرواز کرنے کی کوششیں کیں۔ ناکامی کے بعد یقین کرنا پڑا کہ پر کے بغیر کوئی پرواز نہیں کر سکتا۔

اس نے رہی کو دیکھ کر تقریباً رونے کے انداز میں کہا ”میں جیتے جی مر چکا ہوں۔ میری ٹیلی پیٹھی کی صلاحیتیں چھن چکی ہیں۔ اب میرا کوئی رعب و دبدبہ نہیں رہے گا۔ اب میں

”خواب“ کے موضوع پر اردو زبان میں اپنی نوعیت

کی منفرد کتاب

خوابوں کے اسرار

قیمت 25 روپے ❖ ڈاک خرچ 23 روپے

خوابوں کی تعبیر، ان کی حقیقت اور ان
کی افادیت کے بارے میں ایک نادر
کتاب!

کتاب کی قیمت ڈاک خرچ بذریعہ
پیشگی منی آرڈر ارسال کریں

مکتبہ تنسیبات
پتہ: 999 رمضان ٹریڈنگ ایریا، سید آئی جی، لاہور۔ 74200
فون: 5802551-5895313-5802551
کلائم کنٹرولڈ اور ڈیجیٹائزڈ نسخہ، ہر وقت تیار رہتا ہے۔ 14-2001
kitablat@hotmail.com
kitablat1970@yahoo.com

لے رہے تھے۔ کچھ ایسی باتیں کر رہے تھے۔ جو سننے کے
رہی سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔“
جولی نے کہا ”ہاں ابھی میں نے بھی یہ نام سنا تھا۔ یہ
بولی کون ہے؟“
پورس نے ان دونوں کو سنجیدگی سے دیکھا پھر کہا ”قابیر
ماں کا نام شیوانی ہے۔“
وہ دونوں ایک دم سے چونک گئیں۔ لیزا نے ناگواری
سے پوچھا ”یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں قابیر کی ماں ہوں۔ میں نے
نہر کو جنم دیا ہے۔“
”بے شک تم نے دو بیٹوں کو جنم دیا لیکن قابیر نے
ماری کو کھسکے جنم نہیں لیا ہے۔ یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔“
”اگر میں نے اسے پیدا نہیں کیا تھا۔ تو پھر میرا دوسرا بیٹا
کس کا ہے؟“
”تمہارا وہ دوسرا بیٹا پیدا ہونے کے بعد مر گیا تھا۔ میری
ماں نے تمہارے اس مرے بچے کی جگہ قابیر کو پہنچا دیا تھا۔
یونکہ قابیر کی زندگی خطرے میں تھی۔ ایک دشمن اسے مار
انا چاہتا تھا۔ تمہارے مرے بچے کو شیوانی کے پیلو میں دیکھ
کر وہ دشمن دھوکا کھایا۔ اس طرح ہم نے قابیر کی جان بچائی
تھی۔“
لیزا غصے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی ”تم کو اس کر رہے ہو۔
یہاں فلمی کہانی سنانے آئے ہو؟ جولی! یہ تم کس آدمی کو
بلا کر لے آئی؟ یہ میرے بچے کو مجھ سے چھین لینا چاہتا
ہے۔“
جولی نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا ”سسر! غصہ نہ
کرو رو میو بہت اچھا ہے۔ اس کی باتیں سننے اور سمجھنے دو۔
قابیر ہمارا ہے ہمارا ہی رہے گا۔“
وہ جولی کا ہاتھ جھٹک کر بولی ”میں اس کی کوئی بات نہیں
سنوں گی۔ اسے ابھی یہاں سے باہر لے جاؤ۔ ورنہ میں ابھی
نجانم کو بلاؤں گی۔“
وہ بولی ”پلیز سسر! میری بات مان لو۔ اتنا تو تم جانتی ہو کہ
ہمارا قابیر مستقبل کی پیش گوئی کرتا ہے۔ اس کی کئی ہی باتیں
سچ ثابت ہوتی ہیں۔ تم اپنے بیٹے سے پوچھو کہ رو میو برا ہے یا
اچھا۔ جھوٹا ہے یا سچ؟“
لیزا قابیر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی پورس سے دور لے گئی
پھر اس سے بولی ”تم میرے پیارے اور لاڈلے بیٹے ہو۔ تم
کبھی کبھی پیش گوئی کرتے ہو۔ آنے والے دنوں کے
بارے میں صحیح باتیں بتاتے ہو۔ کیا گزرے ہوئے دنوں کے
بارے میں کچھ بتا سکتے ہو؟“

پھر کہا ”تم اپنی حفاظت کے لیے یہ ہتھیار لائے ہو۔ چلو اس
ریوالور کو اٹھاؤ اور مجھ پر گولی چلاؤ۔“
اس کے دونوں بازوؤں میں گولیاں پوسٹ ہو گئی
تھیں۔ وہ گولیاں اس کے اندر انگاروں کی طرح دھک رہی
تھیں۔ وہ سامنے پڑے ہوئے ریوالور کو چھو بھی نہیں سکتا
تھا۔ وہ اس فکر میں مبتلا ہو گیا تھا کہ فوراً ہی آپریشن وہ گولیاں
نہ نکالی گئیں تو زخمیں سانسور بن جائیں گے۔ اس کے دونوں ہاتھ
کاٹ دیے جائیں گے۔
وہ بڑے عذابوں سے گزرنے والا تھا۔ میں نے اسے
اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اب ہمیں سونیا کی تلاش تھی۔ یہ
یقین ہو چکا تھا کہ وہ دشمنوں کی قید میں نہیں ہے۔ پتا نہیں وہ
کس جگہ رہی تھی اور ہمیں کہاں کہاں ہنگامے والی تھی؟
○☆☆○
پورس دم بخود تین سالہ قابیر کی آنکھوں میں دیکھ رہا
تھا۔ اگر وہ نہ دیکھنا چاہتا تب بھی ان آنکھوں میں ڈوب جاتے
پر مجبور ہو جاتا کیونکہ ان آنکھوں سے شیوانی اسے پکار رہی
تھی۔
وہ آنکھیں کھد رہی تھیں کہ قابیر اس کا اپنا بیٹا ہے پھر
اس بیٹے کی جائے پیدائش اور تاریخ پیدائش بھی یہی ثابت
کر رہی تھی۔
جب پورس نے پہلی بار شیوانی کی آنکھوں سے آنکھیں
ملائی تھیں تو ایک دم سے سحر زدہ ہو گیا تھا۔ کوشش کرنے کے
باوجود اس سے نظریں نہیں چڑا سکا تھا۔ بیٹے کی آنکھیں بھی
دلیے ہی تھیں باب کو سحر زدہ کر رہی تھیں۔ اسے مجبور کر رہی
تھیں کہ وہ اسے دیکھتا رہے اور شیوانی کے حوالے سے لو
کے رشتے کو بچاتا رہے۔
اس نے بیٹے کے دونوں بازوؤں کو تھام لیا۔ اسے اپنے
قریب کیا پھر اس پر جھک کر پیلے اس کی ایک آنکھ کو چوم پھر
دوسری آنکھ کو چوم لیا۔ اسے سینے سے لگا کر بڑے جذبے سے
بولی ”شیوانی! میری جان! آج معلوم ہوا کہ تم اپنی موت کے
بعد بھی زندہ ہو۔ تم نے اپنے پیار کا بہت ہی خوب صورت
اور انمول تحفہ مجھے دیا ہے۔“
جولی اور لیزا صوفیوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہیں گلے
لگتے دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں۔
جولی نے کہا ”میں نے کہا تھا تاکہ قابیر عجیب و غریب
ہے۔ اپنی آنکھوں کے جاوے غیروں کو بھی اپنا بنالیتا ہے تم
نے تو اسے دیکھتے ہی گلے لگالیا ہے۔“
لیزا نے پورس سے کہا ”سسر رو میو تم ابھی کسی شیوانی کا
یہ کہہ کر اس نے ریوالور کو اس کے سامنے پھینک دیا

ایک غیر معمولی صلاحیت کے بغیر کیڑے کوڑے کی طرح
رینگتا رہوں گا۔ میری تیز رفتاری اور بلند پروازی ختم ہو چکی
ہے۔“
وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا ”رہی! میری جان! میرے پاس
آؤ۔ مجھے اپنے سینے سے لگا کر تسلیاں دو۔ میں ڈوب رہا
ہوں۔“
رہی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آئی پھر قریب
آتے ہی زور کا طمانچہ اس کو رسید کر کے حقارت سے بولی
”تم تو ڈوب چکے ہو۔ کیا تمہیں سینے سے لگا کے میں بھی
تمہارے ساتھ ڈوب جاؤں؟“
وہ غصے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا گلا دبوچ کر بولا
”بے وفا! بھگارا! میں ٹیلی بیجی سے ذریعے مجھے بے انتہا دولت
دیتا رہا۔ دنیا کا کوئی شخص مجھے اتنی دولت نہیں دے سکتا تھا۔
مجھ پر زوال آتے ہی تو مجھے دھکار رہی ہے۔ میں تجھے زندہ
نہیں چھوڑوں گا۔“
وہ اس کا گلا دبوچنے لگا۔ وہ فوکیلی ہیل کی سینڈل پہنے
ہوئے تھی اس نے اس کے پاؤں پر زور سے اپنے پیر کو مارا تو
وہ تکلیف سے چیخ پڑا گردن پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ رہی
نے اسے زور کا دھکا دیا۔ وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر صوفے
سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ اس قدر طاقت
ور تھا کہ دنیا کے بڑے بڑے شہ زوروں کو بچھاؤ دیتا تھا۔ اب
وہ ایسا کمزور ہو گیا تھا کہ ایک عورت سے مار کھا کر اس کے
قدموں کے پاس گرا ہوا تھا۔ بچی وہیں پہ خاک جہاں کا خیر
تھا۔
رہی نے حقارت سے ”آرے۔“ تو ”کہہ کر اس کے منہ
پر تھوک دیا۔ یہ بات برداشت سے باہر تھی۔ ایک عورت
نے اس پر تھوکا تھا۔ وہ غصے سے پھٹ پڑا۔ بڑی پھرتی سے
اٹھ کر وہاں سے چھلانگ لگتا ہوا سینٹر ہیل کے پاس آیا۔ وہ
شاٹ گن اٹھا کر اسے گولیوں سے چھلکی کر دیتا چاہتا تھا لیکن
اس سے پہلے کہ وہ ٹریگر دباتا۔ ایک زوردار ٹھانسی کی آواز
کے ساتھ گولی آکر اس کے ہاتھ میں لگی۔ شاٹ گن اس کے
ہاتھ سے پھوٹ کر گر پڑی۔
رہی نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو تھام رکھا تھا۔
اس نے دوسری گولی چلا کر اس کے دوسرے بازو کو زخمی کیا
پھر کہا ”تمہارے دونوں بازو بیکار ہو چکے ہیں۔ تم ٹیلی بیجی
کے بغیر حیر کیڑے بن گئے تھے۔ اب اپنا بچا بھی بن کر رہا کرو
گے۔“
یہ کہہ کر اس نے ریوالور کو اس کے سامنے پھینک دیا

”مہی! آپ کیا پوچھنا چاہتی ہیں۔“
”بیٹے! یہ آدمی کتنا ہے کہ میں نے تمہیں پیدا نہیں کیا ہے۔ تم اس سے کہہ دو کہ میں پیدا کیا ہے میں تمہاری ماں ہوں۔“

فابیر اسے ایسے دیکھنے لگا جیسے اسے اس کی بات نے الجھا دیا ہو۔ اگرچہ وہ قدرتی طور پر غیر معمولی سادہ۔ عمر کے ساتھ ساتھ غیر معمولی صلاحیتیں مکمل ہو سکتی تھیں۔ فی الحال اس کا ذہن بچا تھا۔

پورس نے کہا ”تم تین برس کے معصوم بچے سے ایسی باتیں پوچھ رہی ہو۔ دنیا کا کوئی بچہ یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ کیسے پیدا ہوا تھا؟ اور اسے کس نے پیدا کیا تھا؟“

جولی نے کہا ”تم نہیں جانتے۔ یہ ہر طرح کی باتیں بتا دیتا ہے۔“

پورس نے کہا ”غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے بچے

بیشہ ہر بات نہیں بتا سکتے۔ کبھی کبھی قدرتی طور پر کوئی بات ان کے اندر پیدا ہوتی ہے تو وہ بول دیتے ہیں۔ اس بنیادی بات کو سمجھو کہ فابیر خود اپنے طور پر کچھ نہیں جانتا جب اسے آگاہی ملتی ہے تب ہی یہ بولتا ہے۔“

جولی فابیر کا ہاتھ پکڑ کر ایک صوفے پر آکر بیٹھ گئی پھر اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا ”میں تمام راستے یہ سوچتی آئی تھی کہ مجھے رومیو سے دوستی کرنی چاہیے یا نہیں؟ یہ مجھے اچھا لگتا ہے۔ فابیر! تم بتاؤ مجھے اس سے دوستی کرنی چاہیے کہ نہیں۔؟“

فابیر نے پورس کی طرف دیکھا۔ پورس نے مسکرا کر اسے آنکھ ماری۔ وہ بڑی سنجیدگی سے بولا ”دوستی کر سکتی ہو لیکن کچھ نہیں سچتی۔“

جولی نے پوچھا ”یہ کیا بات ہوئی؟ کچھ دوستی کیوں نہیں ہو سکتی؟“

اس نے جواب میں ایسی بات کہی جو اس عمر کے بچے کبھی نہیں کر سکتے۔ اس نے پورس کو دیکھتے ہوئے کہا ”یہ بادل ہے سایہ کرے گا۔ مسرتوں کی برسات لائے گا پھر گزر جائے گا۔“

جولی نے کہا ”تم صاف الفاظ میں کیوں نہیں بولتے۔ یہ شخص ہر جہتی ہے۔ تم دوستی کو کی تو پچھتاؤ گی۔ یہ تمہارے جذبات سے ملے گا۔ اس کے بعد منہ پھیر کر چلا جائے گا۔“

جولی نے دل برداشتہ ہو کر پورس کو دیکھا۔ وہ دل ہی دل میں اس کی تشنہ کرتی آ رہی تھی۔ اس نے کہا ”دل نہیں مانتا

کہ تم ہر جہتی ہو۔ تم نے میری خاطر جان کی بازی لگائی تھی۔ تمہارے جیسا جانا مجھے دھوکا نہیں دے گا۔“

پورس نے کہا ”ہاں میں تمہیں صاف صاف کہہ دوں۔ اگرچہ تم بہت خوب صورت ہو۔ بہت پرکشش ہو۔ میرا دل تمہیں مانگتا ہے۔ اگر ہمارے درمیان تعلقات قائم ہوں گے۔ تو وہ عارضی ہوں گے میں صحرا نہیں ہوں۔ میرے پاؤں میں گردش ہے۔ میں کسی ایک ملک یا کسی ایک شہر میں نہیں رہنا فابیر درست کہہ رہا ہے۔ تم پیچھے رہ جاؤ گی میں آگے نکل جاؤں گا۔“

وہ ناراض ہو کر بولی ”اگر تم ایسے ہو تو تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ مجھ سے دوستی کرو گے اور مجھ سے شادی کرو گے۔“

”تم گھر سے فرار ہونے کے بعد بھاگ رہی تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تم اپنی سسر کے پاس واقعی آؤ گی یا بے مقصد کسین چلی جاؤ گی۔ میں تمہیں یہاں تک پہنچانے کے لیے قہر کر رہا تھا۔“

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پاؤں میٹھتے ہوئے بولی ”تم قہر کر رہے تھے مجھے دھوکا دے رہے تھے۔ میں محبت کر رہی تھی اور تم میری انسٹل کر رہے تھے۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔“

وہ غصے سے پلٹ کر جانا چاہتی تھی پھر اپنے ہنسنے بجائے اس کو دیکھ کر رک گئی۔ وہ دروازے پر کھڑا پورس کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اندر آتے ہوئے پوچھا ”یہاں کیا ہو رہا ہے؟“

لیزا آگے بڑھ کر اس کی گردن میں بائیں ڈال کر اسے کس کرتے ہوئے بولی ”اس شخص کا نام رومیو ہے۔ یہ ہماری جولی سے قہر کر رہا تھا۔ اسے دھوکا دے رہا تھا۔“

بجائے پورس نے پورس سے پوچھا ”کیوں مسٹر! یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ تم کون ہو؟ کہاں رہتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟ جولی میری سالی ہے لیکن میں نے اولاد کی طرح اس کی پرورش کی ہے تم اسے دھوکا دے کر بہت بچھتاؤ گے۔ تم مجھے نہیں جانتے میں اپنے کسی بھی مخالف کی زندگی مختصر کر دیتا ہوں۔ اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ اور میرے سوالوں کے جواب دو۔“

پورس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا ”تم خود کو بہت خطرناک ثابت کر رہے ہو۔ میں تمہارے چیلنج کے جواب میں چیلنج نہیں کروں گا۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ تین افراد تمہاری سالی کو اغوا کر کے لے جا رہے تھے۔ میں نے اس کی جان بچائی ہے۔ یہ گھر واپس نہیں جانا چاہتی تھی۔ میں نے اس

نے جھوٹی محبت ظاہر کی اس سے شادی کرنے کا وعدہ کیا اس نے اسے ہلا پھسلا کر یہاں لے آیا۔ ہماری ملاقات صرف دس گھنٹوں کی ہے۔ مجھے دھوکا دیتا ہوتا تو اسے ہلا پھسلا کر ہی ہوٹل میں لے جاتا۔“

بجائے جولی نے جولی سے پوچھا ”کیا تمہاری اس سے چند گھنٹوں کی ملاقات ہے؟“

جولی نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بولا ”چند گھنٹوں کی ملاقات میں یہ تمہیں گھر پہنچانے آیا ہے پھر تم اسے صوفے باز کیوں سمجھ رہی ہو؟“

وہ سر جھکا کر بولی ”یہ میری محبت سے انکار کر رہا ہے۔“
”کیا تم پاگل ہو؟ زبردستی اس سے محبت کو کی؟ اس نے اپر اور ہم پر احسان کیا ہے۔ تمہیں عزت آ رہی ہے یہاں لپٹایا ہے۔ کیا تم نے اسے کوئی ڈرنک پلائی ہے؟ تمہیں خاطر ازارات تو کرنی چاہیے۔“

اس نے پورس سے پوچھا ”مسٹر! وہ کیا چاہتا ہو گا؟ اسے کون سا دھوکا دے رہا ہے اور تمہیں بھی۔“

”سودی میں شراب نہیں پیتا۔ سائٹ ڈرنک پی لوں گا۔“

لیزا نے آگے بڑھ کر کہا ”تمہیں میرے گھر سے زہر بھی پینے کو نہیں ملے گا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ گیٹ آؤٹ!“
بجائے جولی نے حیرانی سے پوچھا ”ڈارلنگ! دہائیس دی بڑ؟ تم اپنے محسن کے ساتھ ایسا رویہ کیوں اختیار کر رہی ہو؟“

”یہ محسن نہیں ہے ہمارا دشمن ہے۔ ہمارے فابیر کو اپنا بنا کر رہا ہے۔“

”تو کیا ہوا؟ یہ محبت سے اسے بنا کر رہا ہے۔ تمہیں تو دش ہونا چاہیے۔“

”یہ محبت سے نہیں دشمنی سے کہہ رہا ہے۔ یہ کتنا ہے ابھرو کہ میں نے نہیں اس کی بیوی نے جنم دیا ہے۔“

بجائے جولی نے چونک کر پورس کو دیکھا پھر ناگواری سے پوچھا ”کیا تم ایسا کہہ رہے ہو؟“

”جو بچ ہے وہی کہہ رہا ہوں۔ تم خود ہی اپنے دونوں بیٹوں کو دیکھتے رہتے ہو۔ کیا تم نے کبھی نہیں سوچا کہ یہ جڑواں بچے ایک دوسرے سے مختلف کیوں ہیں؟ ان میں سے ایک قد آور ہے۔ دوسرا اس کے مقابلے میں بونا لگتا ہے۔ دونوں کی صورتیں مختلف ہیں۔ دونوں کی عادتیں ایک جیسی نہیں ہیں۔“

وہ غصے سے بولا ”تم کو اس کر رہے ہو۔ ہانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ ایک باپ کے تمام بچے بالکل ایک جیسے نہیں ہوتے۔ ان کی صورتیں اور عادتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ کیا تم ان سب کو بھی یہی کہو گے کہ یہ اپنے باپ کی اولاد نہیں ہیں؟“

پورس نے کہا ”تم خواہ مخواہ طیش میں آ رہے ہو۔ تمہارے اندر یہ بات چھپی ہوئی ہے کہ تمہارا ایک بیٹا نابھیر بالکل تمہاری طرح ہے لیکن فابیر کسی پیلو سے بھی تم سے مشابہت نہیں رکھتا ہے۔ یہ ایک مونی عقل میں بھی آنے والی بات ہے کہ جڑواں بچے ایک دوسرے سے اتنے زیادہ مختلف نہیں ہوتے۔ جتنا کہ یہ دونوں ہیں۔“

وہ غصے سے اس کے قریب آکر بولا ”اگر تم زندہ واپس جانا چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔“

پورس نے کہا ”اگر تمہیں پورا یقین ہے کہ فابیر تمہارا ہی کا بیٹا ہے۔ تو پھر تمہیں غصہ کیوں آ رہا ہے؟ جو تمہاری چیز ہے۔ وہ تمہاری ہی رہے گی اور اگر تمہاری نہیں ہے تو پھر جو بھی اس کا حق دار ہے۔ وہ اپنے ضرور لے جائے گا۔“

اس نے کہا ”فابیر کا برتھ سرٹیفکیٹ ہمارے پاس ہے۔ روم کے لینڈ میو میٹر نی ہوم نے یہ برتھ سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے۔ اس میں فابیر کے باپ کا نام بجائے فریک یعنی میرا نام لکھا ہوا ہے۔ تم اپنی کھواس سے اسے اپنا بیٹا ثابت نہیں کر سکو گے۔“

پورس نے کہا ”اسے اپنا بیٹا ثابت کرنے کے لیے میں عدالت میں جاؤں گا اور نہ ہی تم سے بھیک مانگوں گا۔ صرف محبت سے سمجھاؤں گا کہ بچ کو کچھ تسلیم کرو۔ میرا حق مجھے ادا کرو۔ تم انکار کرو گے تو میں جھگڑا نہیں کروں گا۔ چپ چاپ یہاں سے چلا جاؤں گا۔ اس اعتماد کے ساتھ کہ جو چیز میری ہے وہ خود ہی میرے پاس چلی آئے گی۔“

وہ گھور کر بولا ”تمہارے ارادے کیا ہیں؟ صاف صاف بتاؤ! کیا کرنا چاہتے ہو؟“

وہ بولا ”مجھ سے نہ پوچھو۔ فابیر سے پوچھو۔ اگر اسے آگاہی حاصل ہو تو یہ مستقبل کی کچھ باتیں بتا دیتا ہے۔“
بجائے جولی نے سوچتی ہوئی نظروں سے فابیر کو دیکھا پھر اس کے پاس آکر صوفے پر بیٹھ کر بولا ”بیٹے! تمہارے ڈیڈی کون ہیں؟“

فابیر نے کہا ”آپ میرے ڈیڈی ہیں۔“

”میں اپنے بیٹے فابیر کو چھوڑ کر فارم ہاؤس نہیں جاسکوں گی۔ جولی وہاں فابیر کے ساتھ رہا کرے گی۔“
انہوں نے جولی سے کہا کہ وہ اپنا ضروری سامان لے کر فابیر کے ساتھ فارم ہاؤس میں جا کر رہے۔ آدھے گھنٹے بعد ہی بنجامن۔ ان دونوں کو اپنی کار میں بٹھا کر فارم ہاؤس کی طرف لے جانے لگا۔ فابیر نے کوئی سوال نہیں کیا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ وہ زیادہ بولنے کا عادی نہیں تھا۔

جولی بے چین تھی۔ پورس کے چلے جانے سے اسے دکھ ہو رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سمجھا رہی تھی کہ جب پورس دعویٰ کر رہا ہے کہ فابیر اس کا بیٹا ہے تو پھر بیٹا جہاں بھی رہے گا وہ اس سے ملنے ضرور آئے گا۔ اس طرح اس سے دوبارہ ملاقات ہو سکے گی۔

بنجامن تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ فابیر نے کہا ”ڈیڈ اینڈ آؤٹ کریم کھاؤں گا۔ پلیز گاڑی روکیں۔“

اس نے ایک آؤٹ کریم بار کے سامنے گاڑی روک کر کہا ”تم دونوں بیٹھے رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔“

وہ دکان کی طرف چلا گیا۔ جولی کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ اچانک اسے پورس دکھائی دیا۔ وہ شاہراہ کے دوسری طرف ایک فٹ پاتھ پر چل رہا تھا۔ جولی گاڑی سے اتر کر ہاتھ ملا بلا کر اسے اپنی طرف بلانے لگی۔ وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ سر جھکائے چلا جا رہا تھا۔

فابیر اپنی طرف کا دروازہ کھول کر کار سے باہر آیا پھر تیزی سے ایک طرف جانے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کہاں جانا ہے؟ اسے آنکھیں ملی تھی کہ کار سے نکل کر اسے تما جانا چاہیے۔ اس لیے وہ راستے اور منزل کی پہچان کے بغیر تیزی سے چلا جا رہا تھا۔

وہ شال کی سمت جا رہا تھا۔ دوسری طرف کے فٹ پاتھ پر پورس جنوب کی طرف جا رہا تھا۔ دونوں باپ بیٹے مخالف سمتوں میں جاتے ہوئے ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے تھے۔

بنجامن آؤٹ کریم کے میکس اٹھائے ہوئے کار کے پچھلے دروازے پر آیا۔ پچھلی سیٹ خالی تھی۔ وہاں فابیر نہیں تھا۔ پیچھے پیچھے توڑ کر جا چکا تھا۔



جب دو برس گزر گئے تیسرے برس فابیر بونے لگا تو نہیں حیران کرنے لگا۔ کبھی کبھی وہ ایسی باتیں جانتا تھا جو آئندہ درست ثابت ہوتی تھیں پھر اس کی آنکھوں میں مزید کشش پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ وہ ماں باپ ہو کر بھی اس سے غلطی ملا کر بات نہیں کرتے تھے۔ آنکھیں ملنے ہی وہ اس کی طرف کھینچے چلے جاتے تھے۔ ان کے دل بے اختیار دھڑکنے لگتے تھے۔

مذہبی پیشوائے بھی جب فابیر کو دیکھا تو اس سے نظرس ملاتے ہی پریشان ہو گیا۔ اس نے بڑی مشکل سے نظرس چرائیں۔ دوبارہ اس کی کنڈلی بتائی پھر بنجامن سے کہا ”تم بہت خوش نصیب ہو۔ یہ بچہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک بنا رہا ہے۔ تم اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے بے انتہا دولت مند بننے رہو گے۔ اس بچے کی حفاظت کرو اسے کبھی اپنے سے جدا نہ ہونے دو۔“

پھر تو انہوں نے قسم کھائی کہ چاہے جان چلی جائے۔ فابیر کو اپنی جان سے الگ نہیں کریں گے۔

لیزا اور بنجامن بند روم میں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوئے یہ تمام جھجکی باتیں یاد کر رہے تھے۔ انہیں یہ یقین تھا کہ فابیر کے اصل ماں باپ کبھی ان کے دروازے پر مطالبہ کرنے نہیں آئیں گے لیکن آج پورس نے آکر ان کا سکون برباد کر دیا تھا۔ کوئی ڈاکو آکر لوٹ لیتا تو وہ پریشان نہ ہوتے لیکن پورس ان کی خوش قسمتی ان سے چھیننے آیا تھا۔

لیزا نے بنجامن کا بازو تھام کر کہا ”کچھ کرو۔ وہ رومیو بہت مکار ہے۔ فابیر کو کسی چالاکی سے لے جائے گا۔ تم خاموش کیوں ہو؟ کیا سوچ رہے ہو؟“

وہ بولا ”ہم نہیں جانتے“ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟ ہمارے پچھنے سے وہ بھی اپنی اصلیت نہ بتاتا۔ ویسے وہ پھر یہاں آسکتا ہے۔“

”میاں نہیں آئے گا تو باہر کہیں انتظار کرے گا۔ موقع پا کر فابیر کو اغوا کرے گا۔ تم کرائے کے قاتلوں کو اس کے پیچھے لگاؤ۔ اسے مار ڈالو۔ وہ نہیں رہے گا تو پھر کوئی فابیر کو ہم سے چھیننے نہیں آئے گا۔“

”میں ابھی فابیر کو فارم ہاؤس لے جا رہا ہوں۔ وہاں اسے چھپا کر رکھوں گا۔ فارم ہاؤس کے اندر اور باہر ہمارے مسلح افراد رہیں گے۔ کسی بھی اجنبی کو وہاں نہیں آنے دیں گے۔ رومیو کو دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔“

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے بنجامن کو دیکھنے لگی۔ سوچے لگی ”فابیر کے پیدا ہوتے ہی اس کی آنکھوں نے نہیں متاثر کیا تھا۔ وہ آنکھیں پرانی پرانی سی لگتی تھیں۔ ہم نے نئی بار خوابوں میں ان آنکھوں کو بولتے دیکھا تھا۔ ان آنکھوں کے پیچھے سے آواز آتی تھی، تم میری ماں نہیں ہو، تم میرے باپ نہیں ہو۔ مجھے ایک روز تم سے پھرنے ہے۔ مجھے اپنی اصل کی طرف جانا ہے۔“

لیزا اور بنجامن نے اپنے مذہبی پیشوائے ایسے خوابوں کا ذکر کرتے ہوئے پوچھا تھا ”جب ہم اس کی آنکھوں کو دیکھیں ہیں تو یہ ہمیں پریشان کیا کرتا ہے؟“

ان کے پیشوائے نے کہا ”میں اس سلسلے میں معلوماتی عمل کروں گا پھر جو معلوم ہو گا وہ میں تمہیں بتاؤں گا۔“
پھر اس نے ایک ہفتے بعد بتایا ”اس بچے کی پیدائش کے سلسلے میں کوئی گڑبڑ ہے۔ میری معلومات کے مطابق لیزا نے صرف ایک زندہ بچے کو پیدا کیا ہے۔ دوسرا بچہ مردہ تھا۔ تمہارے خواب سچے ہیں۔ وہ بچہ اپنی اصل کی تلاش میں ہے۔“

بنجامن نے کہا ”پتا نہیں وہ کس مذہب اور کس قوم سے ہے؟ اسے ہمارے گھر میں نہیں رہنا چاہیے۔“

مذہبی پیشوائے نے کہا ”تم تین برس پہلے کاروباری نقصانات اٹھا رہے تھے۔ جب یہ بچہ آیا تو اچانک تمہارے کاروبار میں ترقی ہونے لگی۔ پہلے تم ایک ہوٹل نقصان میں چلا رہے تھے۔ آج مختلف شہروں میں تمہارے چار ہوٹل ہیں اور ان چاروں سے تم لاکھوں ڈالر کا منافع حاصل کر رہے ہو۔ جب تک یہ بچہ تمہارے پاس رہے گا تب تک تم خوش نصیب رہو گے۔ آئندہ بھی تمہارے کاروبار میں ترقی ہوتی رہے گی۔“

بنجامن نے کہا ”پھر تو میں فابیر کو اپنے بیٹے سے لگا کر رکھوں گا۔ کبھی اسے جدا نہیں ہونے دوں گا۔“
لیزا نے کہا ”کیا برا اگر یہ میری کوکھ سے پیدا نہیں ہوا؟ میں نے اسے اپنا دودھ تو پلایا ہے۔ میں اسے ساری زندگی ماں کا پیار دیتی رہوں گی۔“

مذہبی پیشوائے نے کہا ”یہ بچہ کسی بھی مذہب سے آیا ہو لیکن تمہارے پاس یہودی بن کر پرورش پائے گا۔ اس بچے سے یہودیوں کی نسل بڑھے گی۔ اس طرح تم اپنے مذہب کے لیے بہترین خدمت انجام دو گے۔“

بنجامن نے فاتحانہ انداز میں پورس سے کہا ”سنا تم نے؟ یہ مجھے ڈیڈی کہہ رہا ہے؟“
پورس نے آگے بڑھ کر پوچھا ”بیٹے! تمہارا باپ کون ہے؟“

فابیر نے بنجامن کو دیکھا پھر فابیر کی آنکھوں سے شیوائی نے پورس کو دیکھا۔ وہ بچہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بنجامن سے دور ہو گیا۔ اس کے اوپر پورس کے درمیان رک گیا۔ کبھی اس کو اور کبھی اس کو دیکھنے لگا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ بھرائی ہوئی آواز میں بولنے لگا ”ہر چیز اپنی اصل کی طرف جاتی ہے۔ مجھے بھی اپنی اصل کی طرف جانا ہے اور جب میں جاؤں گا تو مجھے کوئی روک نہیں پائے گا۔“

یہ کہتے ہی وہ چلا گیا۔ پیچھے صوفے پر گر پڑا۔ لیزا اور جولی دوڑ کر اس کے پاس آئیں۔ لیزا نے اس کے چہرے کو تمام کر اپنے سینے سے لگایا۔ اس نے آنکھیں کھول کر لیزا کو دیکھا پھر اس کے متاثرہ سینے میں منہ چھپا کر آنکھیں بند کر لیں۔

پورس نے بنجامن سے کہا ”عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے۔ تمہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس نے تمہیں ڈیڈی کہا لیکن باپ نہیں کہا۔“
وہ غصے سے بولا ”کیا اس مت کرو۔ اس نے تمہیں بھی باپ نہیں کہا ہے۔“

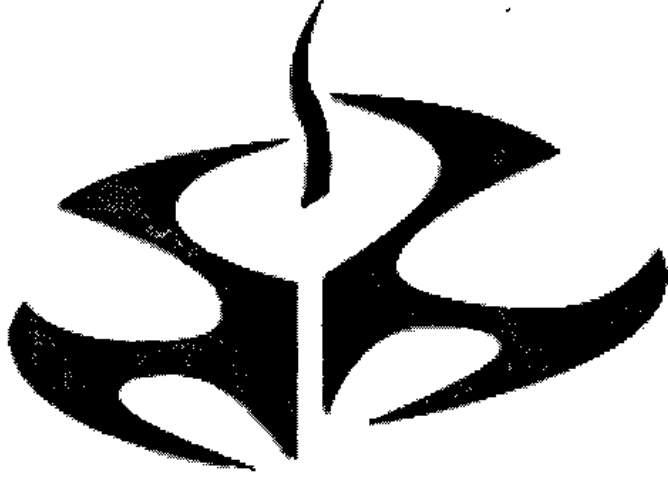
”یہ تو کہا ہے کہ وہ اپنی اصل کی طرف جائے گا“ اور اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ میرا بیٹا مجھے ضرور ملے گا۔ میں جا رہا ہوں۔“

اس نے فابیر کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کیے ماں کے سینے پر سر رکھے جیسے سو رہا تھا۔ اس نے کہا ”بیٹے! میں جا رہا ہوں بہم پھر ملیں گے گڈ بائے۔“

جیسے شیوائی نے آنکھیں کھول کر دیکھا، پھر کہا ”ہائے۔“
اور آنکھیں بند کر لیں۔ پورس مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ بنجامن نے پریشان ہو کر فابیر کے قریب آکر اسے دیکھا پھر لیزا سے کہا ”جولی اسے سنبھالے گی۔ تم میرے ساتھ آؤ۔“

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چلا ہوا اپنے بند روم میں گیا۔ اس کے پیچھے لیزا نے آکر پوچھا ”کیا بات ہے؟“
وہ اس کے قریب آکر دھیمی آواز میں بولا ”تم سمجھ رہی ہو کہ مجھ کو کھلنے والا ہے۔ وہ بڑے یقین سے فابیر کو اپنا بیٹا کہہ رہا ہے۔“

دیکھائی انسانیت کی بے لوث خدمت میں جی ہم مصروف



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

حصہ نمبر 1 اور 2 کتابی شکل میں دستیاب ہیں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551 ای میل: kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لئے: C-63/3 III کسٹمیشن ڈی ایچ اے میں کورنگی روڈ (آخر کارلونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

”تمہ؟ تم کہاں سے آ رہی ہو۔؟ کیوں ہانپ رہی ہو؟ کیا پولیس والے دوڑا رہے ہیں؟“

وہ بدستور باتیں ہوتے ہوئے بولی ”کتنی دیر سے آوازیں دے رہی ہوں۔ میں ادھر دوسرے فٹ پاتھ پر تھی۔ ادھر سے دوڑتے ہوئے آ رہی ہوں۔“

”اچھا۔ تم اتنی بڑی شاہراہ کراس کر کے میرے پاس آئی ہو۔ سوہنی لمبی اسی طرح مینوآل سے ملنے آ رہی تھی لیکن جلدی میں کچھ اٹھا کر لے آئی تھی۔ نہ پانی بھر سکی نہ پاراٹر سکی۔ اپنے ساتھ مینوآل کو بھی لے کر ڈوب مری۔“

”تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ میں تمہیں ایک ضروری بات بتانے آئی ہوں۔“

”کیا بات ہے بتاؤ؟“

”فائبر تمہارا بیٹا ہے نا۔“

”کیا یہی بتانے آئی ہو کہ وہ میرا بیٹا ہے؟ جبکہ میں تو اچھی طرح جانتا ہوں وہ میرا خون ہے۔“

”تمہاری غفلت سے خون پانی ہو جائے گا۔ بنجامن تمہارے بیٹے کو تم سے دور چھپانے کے لیے لے جا رہا ہے۔“

اس نے پریشان ہو کر پوچھا ”وہ اسے کہاں لے جا رہا ہے؟“

”یہاں سے ساتھ کلومیٹر دور اس کا ایک بہت بڑا فارم ہاؤس ہے۔ وہ فائبر اور مجھے وہاں لے جا رہا ہے۔ تاکہ میں اس کی دیکھ بھال کر سکوں۔ فارم ہاؤس کے باہر دن رات اس کے گن مین ڈیوٹی پر رہا کریں گے۔ تمہیں وہاں دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔“

”مجھے وہاں دیکھتے ہی تمہیں کیوں گولی مار دیں گے؟“

”مجھے نہیں تمہیں گولی مار دیں گے۔ بات کو سمجھا کر دو۔“

”اچھا ہوا تم نے سمجھا دیا میں فارم ہاؤس کی طرف نہیں جاؤں گا۔“

اس نے تعجب سے پوچھا ”کیا اپنے بیٹے کو حاصل کرنے نہیں چاہو گے؟“

”کیا تم چاہتی ہو میں گولی کھانے وہاں جاؤں؟“

”پہلے تو تم سسٹر اور بنجامن کے سامنے دعویٰ کر رہے تھے کہ وہ تمہارا بیٹا ہے۔ تم اسے حاصل کر لو گے۔“

”بے شک وہ میرا بیٹا ہے میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم ان کی طرف سے آنے والی موت سے مجھے بچاؤ گی؟“

وہ اس کا بازو تھام کر بولی ”میں جانتی ہوں۔ تم موت سے

گھر کی چار دیواری میں ہوں یا چار دیواری سے باہر ہوں۔ بیشہ اپنے بیٹی مال پر نظر رکھنا چاہیے۔ اس کی کڑی نگرانی کرتے رہنا چاہیے۔ ورنہ چور اچھے نظر بھرا کر مال چرا کر لے جاتے ہیں یا پھر تھکیر آنکھوں میں دھول جھونک کر وہ مال چرا لے جاتی ہے۔ بنجامن کے لیے فائبر سب سے اہم سرمایہ تھا۔ وہ اسے پورس کی رسائی سے دور ایک فارم ہاؤس میں لے جا کر چھپانا چاہتا تھا لیکن اس سے ایک غلطی ہو گئی۔ وہ فائبر کے لیے ایک جگہ گاڑی روک کر آکس کریم لینے گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ فائبر کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی جولی اس کی نگرانی کرے گی۔

یہ بھی غلط ہے کہ اپنے مال کی نگرانی خود نہ کی جائے۔ اس مال کو کسی دوسرے کے جھوٹے پر چھوڑ دیا جائے۔ جب وہ آکس کریم لے کر کار کی طرف واپس آیا تو پچھلی سیٹ خالی تھی فائبر نہیں تھا۔ جولی کار سے باہر نکل کر فٹ پاتھ پر کھڑی اونچی آواز میں پورس کو پکار رہی تھی۔

پورس اس شاہراہ کے دوسرے فٹ پاتھ پر جا رہا تھا۔ جولی ہاتھ ہلا کر اسے مخاطب کر رہی تھی ”پورس۔! رک جاؤ۔ پورس! میں ہوں جولی۔ ادھر دیکھو۔“

وہ اس کی طرف دوڑنے لگی۔ ادھر بنجامن کے ہاتھ سے آکس کریم چھوٹ کر گر پڑی۔ وہ چیخ کر بولا ”فائبر کہاں ہے؟ جولی۔؟ کہاں جا رہی ہو۔؟ فائبر کہاں ہے؟“

جولی کے حواس پر پورس چھایا ہوا تھا۔ اس نے فائبر کو کار سے نکل کر جاتے نہیں دیکھا تھا۔ لہذا وہ اس کے لیے پریشان نہیں تھی۔ وہ تو پورس کو آوازیں دیتے ہوئے دوڑ رہی تھی۔ وہ ایک فٹ پاتھ پر تھی۔ وہ کشادہ سڑک کے دوسرے فٹ پاتھ پر تھا۔ دونوں ندی کے دو کنارے بنے ہوئے تھے اور بنجامن کار کے چاروں طرف گھوم کر دور دور تک دیکھ رہا تھا۔ شاہراہ پر گاڑیاں دوڑ رہی تھیں۔ ادھر وہ بچہ نہیں جاسکتا تھا۔ فٹ پاتھ پر عورتوں اور مردوں کی اچھی خاصی بھیڑ تھی۔ اس بھیڑ میں وہ بچہ نظر نہیں آسکتا تھا۔

پھر اس کی سمجھ میں آیا کہ جولی پورس کو آوازیں دیتے ہوئے کہیں دوڑتی جا رہی ہے۔ یقیناً پورس ہی فائبر کو وہاں سے لے گیا ہے۔

وہ بھی اس طرف دوڑنے لگا۔ جولی زہر اکرا سنگ سے دوڑتے ہوئے دوسرے فٹ پاتھ پر آ گئی۔ وہاں سے بھاگتی دوڑتی پورس کے پیچھے آکر اس کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے بانپتے ہوئے بولی ”رک جاؤ!“

وہ چونک کر پلٹا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا

Scanned by azamm@UrduFanz.com

نہیں ڈرتے۔ مجھے آزما رہے ہو کہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟ میں تمہاری جان بازی دیکھ چکی ہوں۔ تم میری جان بچانے کے لیے میرے تین مخالفین سے ٹکرائے تھے۔ ان کے پاس گن بھی تھی لیکن تم نے اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ تمہاری اس دلیری نے مجھے کس قدر متاثر کیا ہے۔

”اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی سسٹر کے خلاف میرا ساتھ دو گی۔“

بنجامن دوسرے فٹ پاتھ پر سنگٹل کے پاس کھڑا ہوا تھا اس کے سامنے گاڑیاں تیزی سے گزر رہی تھیں۔ وہ سرخ سنگٹل کا انتظار کر رہا تھا۔ گاڑیاں رکنے کے بعد ہی وہ سڑک عبور کر کے دوسرے فٹ پاتھ پر جا سکتا تھا۔

وہ بولی ”تمہارا ساتھ دینے کی دو جوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں تمہیں چاہنے لگی ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سسٹر اور بنجامن فابیر کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔ ہمارے ایک مذہبی پیشوا نے اپنے روحانی علوم سے معلوم کیا ہے کہ تمہارا بیٹا فابیر ان کے لیے بہت کچھ ہے۔ وہ ان کے ساتھ رہے گا تو انہیں بے انتہا دولت ملتی رہے گی۔ وہ صرف زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے کے لیے فابیر کی پرورش کر رہے ہیں۔“

سنگٹل کے سرخ ہوتے ہی بنجامن زہرا کرا سنگ سے گزرنے لگا۔ جولی اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی ”وہ آ رہا ہے۔ مجھے اس کے اور فابیر کے ساتھ جانا ہوگا۔ تم کسی ٹیکسی میں ہمارا پیچھا کرو اور میرا موبائل فون نمبر یاد رکھو۔“

اس نے اپنا موبائل فون نمبر بتایا۔ پورس نے ذہن نشین کر لیا پھر وہ بولی ”میں سوچتی ہوں اگر فابیر ان کے لیے خوش نصیبی نہ لانا تو کیا وہ اسے بیٹا بنا کر رکھتے۔ ہرگز نہیں۔ وہ تو اسے کسی جیم خانے میں لے جا کر چھینک دیتے۔ یہ دنیا بڑی خود غرض ہے لیکن میں خود غرض نہیں ہوں میں تمہارا ساتھ دوں گی۔“

پورس نے اس کا ہاتھ تمام کر کہا ”تھینک یو۔“ وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن بنجامن ہانپتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا۔ پورس کو ایک ہاتھ سے دھکا دیتے ہوئے بولا ”اے! میرا بیٹا کہاں ہے؟ تم نے اسے کہاں چھپایا ہے؟“ اس نے بھی اسے جوابی دھکا دیتے ہوئے کہا ”پاگل کے بچے! وہ بچہ تمہارے پاس تھا اور تم مجھ سے پوچھ رہے ہو؟“ جولی نے جراتی سے پوچھا ”کیا وہ کار میں نہیں ہے؟ وہ تو پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔“

وہ غصے سے بولا ”میں نے اسے تمہارے بھروسے پر

چھوڑا تھا۔ تم اسے چھوڑ کر کہاں کیوں آگئیں؟“ وہ پورس کی طرف اشارہ کر کے بولی ”یہ رومیو مجھے نظر آ گیا تھا۔ میں کار سے اتر کر اسے آوازیں دینے لگی۔ پھر اس کے پیچھے دوڑتی ہوئی یہاں آگئی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ فابیر کار سے نکل کر کہیں چلا جائے گا۔“

وہ پورس کو گھونسا دکھا کر بولا ”وہ خود کہیں نہیں گیا ہے“ اس رومیو نے اسے اغوا کر لیا ہے۔“

پورس نے کہا ”تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میں تو جانتا بھی نہیں تھا کہ تم اسے کہاں لے پھر رہے ہو؟ تم مجھ پر الزام لگانے میں یہاں وقت ضائع کر دو گے“ وہاں میرا بیٹا کہیں بھٹک جائے گا۔“

وہ جولی کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتے ہوئے بولا ”کم آن جولی! مجھے بتاؤ۔ وہ کس کار میں بیٹھا ہوا تھا؟ مجھے اپنے بیٹے تک پہنچنا ہوگا۔“

بنجامن ان کے ساتھ چلتے ہوئے بولا ”اے! خبردار۔ اسے بیٹا مت بولو، وہ میرا بیٹا ہے۔“

”وہ تمہارا ہے تو اسے بھٹکنے کے لیے کیوں چھوڑ دیا؟“ ”میں اس کی فرمائش پر آکس کریم لائے گیا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ جولی اتنی لاپرواہی ہوگی کہ اسے چھوڑ کر تمہارے پیچھے بھاگے گی۔“

وہ تینوں تیزی سے چلتے ہوئے سنگٹل کے پاس آئے وہاں رک کر سنگٹل کا انتظار کرنے لگے۔ بنجامن نے جولی سے پوچھا ”تم فابیر کو چھوڑ کر اس کے پاس کیوں آئی ہو؟ اس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟“

وہ بولی ”آئی تو ہم۔ یہ میرا ہیرو ہے۔ اس نے میرے ڈیڑی کے غمخوں سے میری جان بچائی تھی۔ میں دل سے اسے چاہنے لگی ہوں۔“

”اس کا مطلب ہے، تم اس کا ساتھ دو گی؟ اپنی بہن اور بہنوئی کا ساتھ نہیں دو گی؟“

”میں سچ کا ساتھ دوں گی۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ فابیر تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ یہ رومیو کا ہے اور مجھے رومیو کا ساتھ دینا چاہیے۔“

سنگٹل سرخ ہوتے ہی گاڑیاں رک گئیں۔ وہ زہرا کرا سنگ سے گزر کر دوسرے فٹ پاتھ کی طرف جانے لگے۔ وہ جولی سے کہہ رہا تھا ”تم نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ فابیر کو تلاش کرتے ہی میں اس سے تمہیں نہیں ملواؤں گا اور اسے فارم ہاؤس میں بھی نہیں لے جاؤں گا۔ ورنہ تم اپنے باپ کو وہاں لے جاؤ گی۔“

وہ دوسرے فٹ پاتھ پر آگئی۔ تیزی سے چلتے ہوئے بنجامن کی کار کے قریب پہنچ کر دوسرے فٹ پاتھ پر آگئی۔ پورس نے کہا ”وہ کسی قریب کی دکان میں ہی گیا ہوگا۔“

جولی نے کہا ”آگے کھلونوں کی دکانیں ہیں۔ وہ ادھر بھی جا سکتا ہے۔“ وہ سب ادھر جانے لگے۔ وہ کھلونوں کی تین منزلہ دکان تھی۔ پورس نے اس دکان کے گراؤنڈ فلور پر سرسری سی نگاہ ڈالی پھر زینے چڑھتا ہوا فرسٹ فلور پر جانے لگا جولی بھی اس کے ساتھ تھی۔ بنجامن سیکنڈ فلور پر چلا گیا۔ وہ سب اوپر نیچے اسے تلاش کرتے رہے پھر اس دکان سے باہر آگئے۔ اس پاس کی دکانوں میں بھی جا کر ڈھونڈنے لگے۔ بنجامن نے اپنی کار کے پاس آکر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تمام لیا۔ اس کی تمام دولت لٹ جاتی تو اسے اتنا صدمہ نہ پہنچتا۔ فابیر کے کہیں چلے جانے سے خوش نصیبی روٹھ کر چلی گئی تھی۔

اس کے مذہبی پیشوا نے کہا تھا ”جب تک فابیر تمہارے ساتھ رہے گا۔ خوش نصیبی تمہارے قدم چومتی رہے گی۔ تم دولت مند بننے چلے جاؤ گے۔“ اور واقعی تین برس کے عرصے میں اس کا کاروبار عروج پر پہنچ گیا تھا۔ وہ ہفتے میں بائیس لاکھ ڈالر کا منافع حاصل کرتے لگا تھا۔

وہ کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ جولی نے پوچھا ”کہاں جا رہے ہو؟“

وہ غصے سے بولا ”تم مجھ سے بات نہ کرو۔ وہ تمہاری وجہ سے گم ہو گیا ہے۔ اگر وہ نہ ملتا تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔“ وہ کار اشارت کر کے تیزی سے ڈرائیو کر کے جانے لگا۔ اسے تلاش کرنے کا ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ وہ گھر سے فابیر کی تصویر لے کر آئے اور پولیس اسٹیشن میں اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائے اور اس کی تصویر اخبارات میں شائع کرائے۔

پورس کے لیے مسئلہ تھا کہ وہ اسے کہاں تلاش کرے۔ جولی نے کہا ”فابیر تھائی لینڈ ہے۔ وہ میرے سسٹر اور بنجامن کے پاس بھی زیادہ دیر نہیں بیٹھتا تھا۔ ہمارے پاس سے اٹھ کر کہیں باہر جایا کرتا تھا۔ فن فیئر گراؤنڈ یا کسی تفریح گاہ میں جانے سے گھڑا تھا۔“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہاں لوگوں کی بھیڑ میں نہیں ہوگا۔ ایسی جگہ ہوگا جہاں چل پھل نسبتاً کم ہوگی۔ ہمیں ایسی ہی جگہ جانا چاہیے۔ وہ دونوں ٹیکسی میں بیٹھ کر کئی کوچوں کی طرف جانے لگے۔ پورس کے موبائل سے بزرگی آواز سنائی دی۔ اس نے اسے سن کر کے کان سے لگایا۔

دوسری طرف سے پارس نے پوچھا ”تم کہاں ہو؟ میں ہوٹل میں انتظار کر رہا ہوں۔ تمہیں اب تک یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔“

”تج تم میرا انتظار نہ کرو۔ پتا نہیں میں کب تک مصروف رہوں گا۔“

”کیا تمہاری مصروفیت پریشان کن ہے؟“ ”ہاں اچھی خاصی پریشانی ہے۔ میرا بیٹا یعنی تمہارا بھتیجا گم ہو گیا ہے۔ میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔“

”کیا کیوں اس کر رہے ہو؟ تمہارا بیٹا اور میرا بھتیجا کہاں سے پیدا ہو گیا؟“ ”پارس! اجنب تہریزی جب بھی ہمیں کسی صدمہ پر بھیجتے ہیں تو پہلے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ہمیں بھیجا جا رہا ہے۔ اس بار بھی انہوں نے ہمیں نیو یارک جانے کے لیے کہا۔ تو ہم سمجھ گئے تھے کہ ان کی اس ہدایت کے پیچھے کوئی بہت بڑا مقصد چھپا ہوا ہے۔“

”کیا یہاں آنے کا مقصد تمہاری سمجھ میں آ گیا ہے۔“ ”ہاں۔ تمہاری بھی سمجھ میں آ جانا چاہیے۔ کیا تم میرے اس بیٹے کو بھول گئے ہو۔ جسے شیوانی نے جنم دیا تھا۔“

پارس نے جراتی سے پوچھا ”اوہ گاڈ! کیا تم اسی بیٹے کو تلاش کر رہے ہو؟ کیا کہیں اس کا سراغ مل رہا ہے؟“

”تم سراغ ملنے کی بات کر رہے ہو۔ میں تو اپنے بیٹے سے مل چکا ہوں اور ملنے کے بعد پچھڑ بھی چکا ہوں۔ تقدیر جب اپنا چکر چلاتی ہے تو ہم گھن چکر بن جاتے ہیں۔ اب میں پریشان ہوں کہ اتنے بڑے شہر میں اسے کہاں تلاش کروں؟“

وہ پارس کو فابیر کے متعلق تفصیلات بتانے لگا۔ وہ جگہ بھی بتاتی جہاں سے وہ گم ہو گیا تھا اور اس جگہ کے بارے میں بھی بتاتا جہاں اسے تلاش کیا جا رہا تھا۔ پارس نے کہا ”ٹھیک ہے۔ میں بھی وہیں اس پاس کے علاقوں میں اسے تلاش کرنے آ رہا ہوں۔“

رابطہ ختم ہو گیا۔ پورس اور جولی ایک جگہ ٹیکسی سے اتر کر دوسرے فٹ پاتھ پر پہنچے۔ ایک ڈاکو افراد نظر آ رہے تھے۔ کوئی بچہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ انہوں نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے اسے رخصت کر دیا۔ جولی نے قریب آکر اس کی گردن میں بائیس ڈالے ہوئے کہا ”اب اسے کہاں تلاش کرو گے؟ میرے ساتھ سسٹر کے گھر تک چلو۔ تم ان کے سامنے نہ آنا۔ میں اندر جا کر فابیر کی کچھ تصویریں لے آؤں گی۔“

”میں تم سے یہی کہنے والا تھا۔ اس کی صرف ایک ہی ایسی تصویر لے کر آؤ۔ جس میں اس کی آنکھیں صاف طور پر نظر آتی ہوں۔ اب اس کی آنکھیں ہی مجھے اس کے پاس پہنچا سکیں گی۔“

دونوں لیزا اور بنجامن کے ہنگلے کے قریب پہنچے پورس نے فون کے ذریعے اپنے ایک ٹیلی فون پر جاننے والے سے کہا ”فورا میرے پاس آؤ۔“

وہ دوسرے ہی لمحے اس کے اندر آگیا۔ جولی ہنگلے سے دور کار سے اتر کر جانا چاہتی تھی۔ پورس نے کہا ”کیا تمہاری سسٹر فائبر کی تصویر تمہیں دے دے گی؟ وہ تو اعتراض کرے گی۔“

وہ بولی ”وہ نہیں دیں گی تو میں زبردستی لے آؤں گی۔ تم انتظار کرو میں ابھی آتی ہوں۔“

وہ ہنگلے کی طرف پیدل جانے لگی۔ پورس نے اپنے ٹیلی فون پر جاننے والے سے پوچھا ”تم نے جولی کی آواز سنی؟“

”جی ہاں۔ کیا مجھے اس کے اندر جانا چاہیے؟“

”ہاں۔ اس کے اندر رہو۔ اس کی بہن کو تصویر دینے سے انکار نہ کرنے دو۔ کسی بحث و تکرار کے بغیر اسے تصویر لے آئے دو۔“

وہ جولی کے پاس چلا گیا۔ پورس انتظار کرنے لگا۔ فائبر کی تصویر حاصل کرنے کے بعد وہ ٹیلی فون پر جیتی جانے والے کو اپنے پاس بلانا چاہتا تھا۔ وہ اس کے پاس آکر تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر فائبر کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا اور معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کس علاقے میں بھٹک رہا ہے پھر وہ پورس کو اس کے پاس پہنچا سکتا تھا۔

○☆☆○

وہ تین برس کا تھا لیکن جیسیم اور قد آور ہونے کے باعث پانچ برس کا دکھائی دیتا تھا۔ اگر وہ فٹ پاتھ پر پیدل چلا رہتا تو زیادہ دور نہیں جاسکتا تھا۔ پورس، جولی اور بنجامن اسے دور تک تلاش کرتے ہوئے اس تک پہنچ جاتے لیکن وہ ایک گلی سے دوسری گلی پھر دوسری گلی سے ایک دوسری شاہراہ کے فٹ پاتھ پر پہنچ گیا تھا۔

وہاں ایک سیاہ رنگ کی دین کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی چھت پر سامان رکھنے کا کیرئیر بنا ہوا تھا۔ پیچھے ایک چھوٹی سی سیڑھی تھی۔ جس کے ذریعے چھت پر پہنچا جاتا تھا۔ وہ سیڑھی پر چڑھتا ہوا چھت کے کیرئیر میں آکر بیٹھ گیا۔

کتنی ہی گاڑیاں اس دین کے قریب سے گزر رہی تھیں۔ اسٹیرنگ سیٹ پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ چار افراد

پلاسٹک کے بڑے بڑے تھیلے اٹھا کر لارہے تھے اور اس دین کے اندر رکھتے جا رہے تھے۔ فائبر چھت پر لیٹا کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ ایسا کیوں کر رہا تھا کیوں بنجامن کو چھوڑ کر چلا آیا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ آگے اسے کہاں جانا ہے۔

پس اس کے دماغ میں آپ ہی آپ یہ بات آتی تھی کہ کار کا دروازہ کھول کر باہر جانا ہے اور چلنے ہی رہتا ہے۔ وہ جو رومبو (پورس) نام کا شخص جولی اتنی کے ساتھ آیا تھا۔ وہ بہت اچھا ہے۔ وہ مجھے اپنا بیٹا کہہ رہا تھا۔ میرا دل اس کی طرف کھینچا جا رہا تھا۔ میں اس کی طرف چلتا ہی رہوں گا۔ بعض اوقات وہ بے اختیار ایسی حرکتیں کرتا تھا کہ لیزا اور بنجامن پریشان ہو جاتے تھے پھر حیران بھی ہوتے تھے۔ وہ ایک بار آؤٹنگ کے لیے ساحل سمندر پر ایسی جگہ گئے تھے جہاں اونچی نیچی ناہوار چٹانیں تھیں۔ فائبر نے ایک جگہ پہنچ کر لیزا سے کہا ”مئی! یہاں رک جائیں میں ابھی آتا ہوں۔“

وہ آگے بڑھا اور سر اٹھا کر ایک چٹان کی بلندی کو دیکھنے لگا۔ بنجامن نے پوچھا ”وہاں کیا دیکھ رہے ہو؟“

اس نے کہا ”ڈیڑی! وہاں کچھ ہے میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔“

وہ دوڑتا ہوا اس چٹان پر چڑھنے لگا۔ لیزا نے پریشان ہو کر کہا ”اس چٹان پر کیوں چڑھ رہے ہو! گریز ہو گے واپس آؤ۔ یہ تمہیں کیا ہو جاتا ہے؟ تم ایسی حرکتیں کیوں کرتے ہو؟“

وہ ایسی مہارت سے اوپر کی طرف چڑھتا جا رہا تھا۔ جیسے ماں کے پیٹ سے کوہ پیما کی سیٹھ کر آیا ہو۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس کی ماں بھی کچھ ایسی ہی عجیب و غریب تھی۔

بلندی کے ایک حصے پر چڑھتے چڑھتے اس کا ایک پاؤں ذرا پھسل گیا۔ لیزا نے سسم کر اپنے بیٹے فائبر کو اپنے سے لگایا۔ یہ تو مذہبی بیٹوں نے بتا دی دیا تھا کہ فائبر اپنا بیٹا نہیں ہے اپنا بیٹا صرف فائبر تھا۔

فائبر پاؤں پھسلنے سے پہلے ہی چٹان کے ایک حصے کو پکڑ کر سنبھل گیا تھا۔ لیزا اور بنجامن نے اطمینان کی سانس لی۔ وہ اپنا نہیں تھا لیکن انہوں سے بڑھ کر تھا۔ ان کے لیے خوش نصیبی، کامرانی اور کامیابی لے کر آیا تھا۔ بنجامن نے چیخ کر اسے مخاطب کیا ”فائبر! کیوں اپنی جان کے دشمن بن رہے ہو۔ نیچے آ جاؤ؟“

ہو؟“

جے جے کی آواز سنائی دی ”سسم نہیں ہیں۔ کیا تم صرف چار ہو؟“

”ہم پانچ ہیں۔ پانچواں اسٹیرنگ سیٹ پر ہے۔“

”مال کہاں ہے؟“

”دین کے اندر ہے۔ کیا پوری رقم لائے ہو؟“

”ہاں سسم پہلے مال دیکھیں گے پھر ادائیگی کریں گے۔“

”ٹھیک ہے۔ یہاں تمہارے دو آدمی اگر مال چیک کر سکتے ہیں۔“

”تم سب خالی ہاتھ دکھائی دے رہے ہو۔ ہم کیسے یقین کریں کہ تم سب؟“

”یقین نہ کرو۔ ہم نادان نہیں ہیں کہ خالی ہاتھ چلے آتے۔ ہتھیار ہمارے لباس کے اندر ہیں۔ دو ستانہ ماحول میں لین دین ہو گا تو یہ لباس کے اندر ہی رہیں گے۔“

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر جے جے نے کہا ”ٹھیک ہے۔ میں اپنے پاؤں گاڑ کے ساتھ آ رہا ہوں۔“

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ چاروں دین کے دونوں طرف کے دروازوں کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ سسم دھیمی آواز میں ایک دوسرے سے بول رہے تھے۔ ایک نے کہا ”جے جے بہت محتاط ہے۔ تم میں سے کوئی جلد بازی نہ کرے۔ جو

کہتا ہے ”وہ میں کروں گا۔“

دوسرے نے کہا ”وہ لوگ آس پاس کی عمارتوں میں چھپے ہوں گے۔ انہوں نے ہمیں نشانے پر رکھا ہو گا۔ مسٹر فونی! تم جے جے کو احسن سمجھ رہے ہو۔“

تیسرے نے کہا ”بے شک۔ وہ ترنوالہ نہیں ہے کہ طلق سے اتر جائے۔“

فونی نے کہا ”تم سب مجھ پر بھروسہ کر کے آئے ہو۔ بھروسہ ختم ہو رہا ہے۔ موت نظر آ رہی ہے تو داییں چلے جاؤ۔“

وہ سب خاموش ہو گئے۔ کوئی واپس نہیں گیا۔ فونی نے پھر فون پر مخاطب کیا ”ہیلو سسم جے جے! کیا بات ہے؟ کیا تم مال چیک کرنے نہیں آؤ گے؟“

جے جے نے کہا ”میں خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ تم سب اپنے لباس کے اندر سے ہتھیار نکال کر دور پیچیدگی دو۔ اس کے بعد میں آؤں گا۔“

”تم بہت شکی ہو جے جے! ہم دو ستانہ ماحول چاہتے ہیں۔ تمہارے اطمینان کے لیے ہم اپنے ہتھیار پھینک دیں گے لیکن تمہیں بھی خالی ہاتھ آنا ہو گا۔ صرف تمہارا بازی

کتابیات پبلی کیشنز

گارڈ مسلح ہو گا اور کوئی مسلح شخص یہاں نہیں آئے گا۔
”منظور ہے۔ اپنے ہتھیار چھینکو۔ ہم یہاں سے دیکھ رہے ہیں۔“

فونی نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ ان میں سے ایک نے کہا ”تو مسٹر فونی! ہم ہتھیار نہیں پھینکیں گے۔“
دوسرے نے کہا ”ہم جان بوجھ کر موت کو دعوت نہیں دیں گے۔“

تیسرے نے کہا ”تم سمجھتے کیوں نہیں فونی! یہ ہمارا مال بھی لے جائیں گے۔ رقم بھی نہیں دیں گے اور ہمیں یہیں گولی مار دیں گے۔ جب وہ ہم پر بھروسا نہیں کر رہے ہیں تو ہمیں بھی ان پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔“

فونی نے فون پر کہا ”مسٹر جے ہے! میرے ساتھیوں کی باتیں سن رہے ہو۔ یہ تم پر تو کیا مجھ پر بھی بھروسا نہیں کر رہے ہیں لیکن میں صاف دل کا آدمی ہوں۔ یہ لوگ میرا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ تب بھی میں یہ مال تمہیں دے کر جاؤں گا۔ کیا تم میرے ساتھیوں کو واپس جانے دو گے؟ ان پر گولیاں تو نہیں چلاؤ گے؟“

”مجھے تمہاری صاف دلی متاثر کر رہی ہے۔ جو تمہارا ساتھ نہ دے اسے جانے کے لیے کہہ دو۔ وہ سلامتی سے جائیں گے۔“

فونی نے اپنے ساتھیوں سے کہا ”آخری فیصلہ سناؤ۔ میرا ساتھ دو گیا جاؤ گے؟“

ان تینوں نے چاروں طرف دیکھا پھر وہاں سے پلٹ کر واپسی کے راستے پر جانے لگے۔ ان کے قدموں کی آواز دور دور تک سنائی دیتی رہی پھر وہ تاریکی میں کہیں جا کر گم ہو گئے۔
فونی نے فون پر کہا ”اب یہاں میں رہ گیا ہوں اور میرا ڈرائیور اور یہ دو بھروسہ مند ساتھی بھی یہیں رہے ہیں۔“

ان دونوں نے اپنے اپنے لباس کے اندر سے ہتھیار نکال کر دور پھینک دیے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر قریبی عمارت کے ستون کے پیچھے سے ایک گن مین نکل کر ان کی طرف آئے لگا۔ وہ جے کے باڈی گارڈ تھا۔ قایروین کی چھت پر اوندھالنا ہوا یہ تماشے دیکھ رہا تھا۔

اس باڈی گارڈ نے قریب آکر پسے فونی کی تلاش سر سے پاؤں تک کی پھر ڈرائیور کی تلاش کی۔ دین کے چاروں طرف گھوم کر اس کے اندر دیکھا۔ اس کے بعد فضا میں ہاتھ اٹھا کر لہرایا۔ اس کے ساتھ ہی اس پاس کی عمارتوں کی دیواروں اور ستونوں سے کلا شکوف اور رائفٹوں کی ٹائلس دکھائی دینے لگیں۔ ان سب کا رخ فونی اور اس کے ڈرائیور کی طرف

تھا۔

فونی نے فون پر کہا ”مسٹر جے ہے! تم نے زبان دی تھی کہ یہاں صرف دو آدمی آئیں گے اور صرف تمہارا باڈی گارڈ مسلح ہو گا۔ میں نے تم پر اعتماد کیا ہے جے ہے!“
”تمہارا اعتماد قائم رہے گا۔ میرے یہ تمام مسلح ماتحت تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اسی طرح دور چھپے رہیں گے۔ تمہارے پاس صرف دو آدمی آئیں گے ایک باڈی گارڈ آچکا ہے۔ دوسرا میں آ رہا ہوں۔“

ایک موٹا قد آور بھاری بھر کم شخص دکھائی دیا۔ وہ بڑے اطمینان سے چلتا ہوا فونی کے پاس آیا۔ اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا ”ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے آدمی سے کموال دکھائے۔“

فونی نے کہا ”اندر چلو۔ مال پھیلی سیٹوں کے درمیان رکھا ہوا ہے۔“

وہ دونوں اندر آئے۔ باڈی گارڈ نے فونی کو نشانے پر رکھا تھا۔ اس نے پلاسٹک کے ایک ٹھیلے کو کھولتے ہوئے کہا ”ان ٹھیلوں میں جتنے بھی ہتھیار ہیں، خالی ہیں۔ پلسٹک کے پیکٹ وہاں الگ رکھے ہوئے ہیں۔“

وہاں تین بڑے ٹھیلے رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں کھول کر اٹھا گیا۔ ان کے سامنے کلا شکوف، شاٹ گن، پستول اور ریولوروں کے ڈھیر لگ گئے۔ وہ سب جدید ساخت کے ہتھیار تھے۔ ابھی مارکیت میں اس کو انٹی کا مال نہیں آیا تھا۔

جے کے ایک ایک ہتھیار کو اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔ وہ سب خالی تھے۔ اس نے کہا ”بے شک، تم نے جیسا کہا تھا۔ ویسی ہی بہترین کو انٹی کا مال لائے ہو لیکن قیمت بہت زیادہ مانگ رہے ہو۔“

”قیمت مناسب ہے۔ تم نہیں لاکھ ڈالر زدا کر کے کا وعدہ کر چکے ہو۔“

”میں کبھی کبھی وعدے اور قسمیں بھول جایا کرتا ہوں۔ مال تو تم لے آئے ہو۔ اب یہ میرے قبضے میں ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں تمہیں کتنے لاکھ کیوں خواہتا ہوں؟“

”مسٹر جے ہے! کیا تم مذاق کر رہے ہو یا سنجیدہ ہو؟“
جے نے مسکرا کر باڈی گارڈ کو دیکھا پھر سر ہلایا۔ باڈی گارڈ نے دوسرے ہی لمحے میں ڈرائیور کو گولی مار دی۔ فونی نے ہتھیاروں کے ڈھیر میں سے ایک ریولور اٹھا کر کہا ”جے ہے! تم مار کھا گئے۔ تم نے اس ریولور کو چپک نہیں کیا۔ یہ بھرا ہوا ہے۔“
اس نے ریولور کی نال کو سب سے جے کے چہرے سے

لگاتے ہوئے کہا ”یقین نہ ہو تو اپنے باڈی گارڈ سے کہو۔ مجھے گولی مارے۔ اس کے ساتھ ہی میں بھی ٹریگر دیاؤں گا۔“

باڈی گارڈ اپنے پاس کے حکم کا حکم تھا۔ جے نے پریشان ہو کر کہا ”نہیں۔ گولی نہ چلاتا۔ اپنی گن نیچی کرو۔“
اس نے گن جیسے ہی نیچی کی۔ فونی نے اسے گولی مار دی پھر کہا ”ایک مہو میرا مارا گیا۔ ایک تمہارا بھی گیا۔ تم نے دیکھ لیا کہ یہ ریولور موت کی زبان بولتا ہے۔“

وہ سسم کر بولا ”میں ابھی میں لاکھ ڈالر زدا کروں گا۔“
”اب تو تمہارا باپ بھی ادا کرے گا۔ اپنے ماتحتوں کو فون پر کہو۔ میرے آدمی واپس آ رہے ہیں۔ اگر ایک بھی گولی چلی تو تم چل ہو گے۔ ان میں سے کوئی ایک ماتحت میں لاکھ ڈالر لے آئے۔“

وہ اپنے فون کے ذریعے ماتحتوں کو بتانے لگا کہ وہ فونی کے قلعے میں آ گیا ہے اور جو احکامات وہ دے رہا ہے۔ ان پر سختی سے عمل کیا جائے۔ فونی نے فون پر اپنے ساتھیوں کو واپس بلایا۔ اس کے قیدی ساتھی دوڑتے ہوئے اس کے پاس آ گئے۔ فونی نے جے سے کہا ”میں نے اپنے ساتھیوں کو تمہارے سامنے بزدل اور بے وفا ثابت کر کے تمہیں خوش فہمی میں مبتلا رکھا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس بازی میں میرا ایک ڈرائیور مارا گیا۔ بہر حال بہت کچھ پانے کے لیے کچھ کھانا ہی پڑا ہے۔“

وہ بولتے بولتے چوک گیا۔ ان سب نے سراہہ دیکھا۔ دین کی چھت پر آئیں سنائی دے رہی تھیں۔ فابیر چھت سے اتر رہا تھا۔ ایک شخص نے فوراً ہی دین سے باہر آکر اس کی طرف گن کا رخ کیا پھر ایک بچے کو دیکھ کر حیرانی سے بولا ”فونی! یہ تو ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔ یہ ہماری گاڑی کی چھت پر کیا کر رہا تھا؟“

دوسرے ساتھی بھی دین سے باہر آ گئے۔ ایک نے پوچھا ”اے! لکون ہو تم؟“

فابیر نے سوال کرنے والے کو دیکھا۔ اس سے نظریں ملے ہی وہ شخص ڈھیلا پڑ گیا۔ یوں لگا جیسے جسم میں جان نہیں رہی ہے اور وہ بے اختیار ان آنکھوں کی طرف ٹھنچا جا رہا ہے۔

یہ وہ وقت تھا جب پورس کا ٹیلی بیٹھی جانے والا فابیر کی تصویر دیکھ چکا تھا۔ اس تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر فابیر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ دین کی چھت پر لیٹا ہوا تھا۔ پرانی سوچ کی لہروں کے باعث بے چینی محسوس کر کے اٹھ بیٹھا تھا پھر چھت سے اتر کر نیچے آ گیا تھا۔

بانیبری

لاشعور میں دبے ہوئے خون

احساسات اور محرم کا نقاب

کرنا

Scanned by: azamm

اخراج

کتاب کی قیمت چھ ڈاک خرچ ہو گئی

مکتبہ انجمنیات

کتابیات پبلی کیشنز

پر حملہ کرے گا تو وہ بھی اس حملے کی زد میں آئے گا اور چھپا رہے گا تو محفوظ رہ کر ہمارے دشمنوں سے ٹھٹھا رہے گا۔

”عبداللہ کے پاس ایسا علم ہے کہ وہ تمہیں اپنا غلام بنا سکتا ہے لیکن وہ تمہیں سرکھتا ہے۔ تمہارا فرمان بردار ہے تم نے اسے کس طرح اپنا غلام بنایا ہے؟“

”یہ ایک لمبی داستان ہے۔ میں سمندر کے کنارے نسل رہا تھا۔ ایک بڑی سی بول بولوں میں بستی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں نے اسے اٹھا کر دیکھا۔ اس کے اندر دھواں بھرا ہوا تھا۔ اس دھواں میں ایک جن نظر آ رہا تھا۔ مجھے سے گڑگڑا کر کہہ رہا تھا کہ میں بول بول کھول کر اسے آزاد کروں۔ میں نے بول بول کھولی تو اندر سے دھواں کے ساتھ وہ نکل آیا۔ وہ پہاڑ جیسا قد آور تھا۔ اس نے کہا، آج سے وہ میرے ساتھ رہا کرے گا اور میرے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہے گا۔ میں نے کہا یہ پہاڑ جیسا قد چھوڑ دو۔ میرے جیسا انسان بن جاؤ۔ تب ہی اس دنیا میں میرے ساتھ رہ سکو گے۔ وہ فوراً ہی عبداللہ کے روپ میں آیا۔“

جولی نے بے یقینی سے پوچھا ”کیا یہ عبداللہ حقیقتاً جن ہے! نہیں تم مذاق کر رہے ہو۔“

”اس بار عبداللہ آئے گا تو اس سے پوچھ لینا۔ وہ تمہیں اپنی اصلیت بتائے گا۔“

دوسری طرف فابیر اب اس علاقے میں نہیں تھا۔ جے جے اسے ایک دوسرے علاقے میں لے آیا تھا۔ وہاں اس کا ایک خفیہ اڈا تھا۔ جہاں وہ جدید اسلحہ اور گولا بارود کا ذخیرہ رکھتا تھا اور بڑی رازداری سے وہ اسلحہ و ہتھیاروں کا تک پہنچاتا تھا۔ وہ اڈہ اس کا ایک عیش کدہ بھی تھا اس وقت ایک لڑکی کو وہاں لاکر ایک کمرے میں قید کیا گیا تھا۔ جے جے نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ کامیاب ہو کر لوٹے گا تو یہاں آکر شراب و شباب سے دل بہلائے گا۔

جب وہ فابیر کو ساتھ لے کر وہاں پہنچا تو اس کے ماتحت فوجی سے حاصل کیا ہوا اسلحہ گودام میں رکھ رہے تھے۔ ان میں سے کچھ کھانے پینے اور ہنسنے بولنے میں مصروف تھے۔ ایک بند دروازے کے پیچھے سے لڑکی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ زور زور سے دروازہ پیٹ کر باہر آنے کی ضد کر رہی تھی۔

فابیر نے اس دروازے کی طرف دیکھا۔ جے جے نے ہنسنے ہوئے کہا ”میرے ننھے دوست! یہ خواخوہار چلا رہی ہے۔ میں ابھی کمرے میں جا کر خاموش کروں گا۔ تم میرے دوسرے کمرے میں جا کر اپنے پسند کے کھانوں کا آرڈر دو۔“

میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا پھر تمہیں یہاں لے جا کر خوب سیر کراؤں گا۔“

وہ بند دروازے کی طرف جانے لگا۔ فابیر اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا تو لڑکی باہر نکل کر بھاگنا چاہتی تھی۔ جے جے نے اسے دبوچ لیا۔ فابیر نے کہا۔ ”اے! اس پر ظلم نہ کرو۔ اسے چھوڑ دو۔“

وہ بولا ”میرے ننھے دوست! ایسی بات نہ کہو۔ مجھے ذرا موج مستی کر سنے دو۔“

وہ بولا ”تم بہت گندے ہو۔ یہ میری آخری جولی جیسی ہے۔ آئی! تمہارا نام کیا ہے؟“

وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی ”تم میرا نام لے رہے ہو پھر میرا نام بھی پوچھ رہے ہو۔ میرا نام جولی ہے مگر تم مجھے اپنی آخری جولی سمجھ کر بھی نہیں بچا سکو گے۔ تم تو ایک چھوٹے سے بچے ہو۔“

”میں تمہیں بچاؤں گا ضرور بچاؤں گا۔“

عبداللہ جے جے کے اندر رہ کر خاموش تماشا بنایا ہوا تھا۔ فابیر نے اس دوسری جولی کو بچانے کا عزم کیا تو اس نے جے جے کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے فوراً ہی اس لڑکی کو چھوڑ دیا۔ وہ دوڑتی ہوئی فابیر کے پاس آگئی باہر نہیں جاسکتی تھی۔ باہر جانے والے دروازے پر گن مین کھڑے ہوئے تھے۔ عبداللہ نے جے جے کے دماغ کو ڈھیل دی۔ اس نے تعجب سے سوچا ”یہ لڑکی ابھی میرے چنگل میں تھی۔ یہ اس بچے کے پاس کیسے پہنچ گئی؟“

وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ بچہ بہت پر اسرار ہے۔ اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ پیار و محبت سے اسے سمجھانا چاہیے۔ وہ خوشامد انداز میں بولا ”میرے ننھے دوست! میں چھپے چھ ماہ سے اس لڑکی کو حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن کبھی مجھے فرصت نہیں ملتی تھی اور کبھی یہ ہاتھ نہیں آتی تھی۔ بڑے انتظار کے بعد آج یہ مجھے مل رہی ہے۔ میں اسے نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ صبح دس ہزار ڈالر دے کر اسے رخصت کروں گا یہ خوش ہو جائے گی۔“

وہ بولی ”میں ایسی خوشی پر تھوکتی ہوں۔ میں رقم کی خاطر کسی کو اپنی عزت پر ہاتھ ڈالنے نہیں دوں گی۔ پلیز مجھے یہاں سے جانے دو۔“

فابیر نے کہا ”یہ جانا چاہتی ہے اسے جانے دو۔“

”میں کوئی پر اسرار علم نہیں جانتا۔ میرے اندر کوئی نیکی طاقت نہیں ہے۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ جو سوچتا ہوں جو چاہتا ہوں وہ ہو جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں اپنی جولی آخری کو یہاں سے لے جاؤں اور میں لے جاؤں گا۔“

وہ سوچنے لگا ”اگر کسی طرح اس بچے کو بے بس اور مجبور بنا دوں تو یہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ خواخوہار رنگ میں بھگ ڈال رہا ہے۔“

اس نے اپنے ایک ماتحت کو قریب بلا کر اس کے کان میں کہا ”اس لڑکے کی آنکھیں خطرناک ہیں۔ یہ آنکھیں ہی گڑبڑ کرتی ہیں تم فوراً ہی ایک بڑا سا تھیلہ لے کر اس کے چرے کو گردن تک چھپا دو پھر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر رکھو۔“

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ جے جے فابیر کو دوست بنا کر رکھنا چاہتا تھا لیکن اس کی کمزوریاں بھی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ آئندہ اس سے کام بھی لے سکے اور وقت ضرورت اپنا بچاؤ بھی کر سکے۔ وہ سوچنے سوچنے ایک دم سے چونک گیا۔ زور دار فائرنگ کی آواز سنائی دی تھی۔ اس کا ماتحت دوسرے کمرے میں تھیلہ لینے گیا تھا۔ اس تھیلے میں فابیر کا چہرہ اور آنکھیں چھپانے والا تھا لیکن دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے خود کشی کر لی تھی۔

جے جے نے سہم کر فابیر کو دیکھا۔ اس نے کہا ”ہیں باہر جانے دو۔“

جے جے کو اپنی موت نظر آ رہی تھی۔ اس نے ماتحتوں سے کہا ”دروازہ کھول دو۔ انہیں جانے دو۔“

ایسا کہتے ہی اس نے ایک گن مین کو اشاروں میں سمجھایا کہ وہ فابیر کو گولی مارے۔ ماتحتوں نے دروازہ کھول دیا تھا۔ وہ لڑکی کے ساتھ باہر جا رہا تھا۔ گن مین نے گن سیدھی کی پھر چاٹک ہی اس کا رخ بدل کر اس کا ریڈر دیا۔ فائرنگ کی زوردار آواز کے ساتھ جے جے کی چیخ بلند ہوئی اس کی ایک ٹانگ میں گولی لگی تھی۔ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑا۔ فابیر نے دروازے سے پلٹ کر سہم کر جے جے سے کہا ”تم بہت خود غرض ہو۔ اپنی خود غرضی سے دوست کو دشمن بنالیتے ہو۔ خوش نصیبی تمہارے پاس آئی تھی لیکن تم بہت ہی بد نصیب ہو۔“

وہ پلٹ کر اس لڑکی کے ساتھ چلتا ہوا اس خفیہ اڈے سے باہر آگیا۔ اس کے ساتھ ایک فٹ پاتھر پر چلتا ہوا وہاں سے دور جانے لگا۔ لڑکی حیران تھی۔ وہ بولی ”تم نے جے جے سے کہا تھا کہ تم جو چاہتے ہو وہ ہو جاتا ہے۔ تم مجھے وہاں سے رہائی دلانا چاہتے تھے۔ تم واقعی رہائی دلا چکے ہو۔ پلیز تم

مجھے بتاؤ۔ تم کون ہو اور کہاں رہتے ہو؟“

عبداللہ اس لڑکی کے اندر تھا۔ بار بار فابیر کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر رہا تھا۔ اس کے خیالات اس طرح گڈمڈ تھے۔ وہ کسی ایک خیال کو بھی پڑھ نہیں سکتا تھا اس کے اندر رہ کر یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے اور آئندہ کہاں جانے والا ہے؟ فی الحال وہ لڑکی کے دماغ میں رہ کر فابیر کی نگرانی کر سکتا تھا۔

جب وہ بہت دور چلے گئے تو عبداللہ نے جے جے کے دماغ میں آکر دیکھا۔ وہ اپنے زخم کی مرہم بنی کر رہا تھا۔ وہ اس کے دوسرے ماتحت کے دماغ پر قبضہ جما کر اس بڑے کمرے میں اسے لے آیا۔ جہاں اسلحہ اور گولا بارود کا ذخیرہ تھا۔ اس نے وہاں آکر ایک پیٹرن گریڈ کو اٹھایا پھر اس کی نضحی سی جالی کو اپنے دانتوں میں دبا کر باہر کھینچ لیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک زبردست دھماکا ہوا۔

پھٹو دھماکے کے ساتھ دوسرے تیسرے زوردار دھماکے ہونے لگے گولا بارود کے دھڑک کو آگ لگ گئی تھی۔ اس عمارت کے دروازے گر رہے تھے شعلے باہر کی طرف لپک رہے تھے۔ آس پاس رہنے والے پیچھے چلائے جا رہے تھے۔ عبداللہ وہاں سے پورس کے پاس آگیا۔

پورس جولی کے ساتھ اس کمرشل ایریا میں پہنچ گیا تھا۔ جہاں قوی اور جے جے کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ عبداللہ نے کہا ”سرا! جے جے آپ کے بیٹے کو یہاں سے میں کلومیٹر دور اپنے ایک خفیہ اڈے میں لے گیا تھا۔ میں نے جے جے اور اس کے آدمیوں سمیت اس خفیہ اڈے کو تباہ کر دیا ہے۔ فابیر صحیح سلامت ہے۔“

پورس نے پوچھا ”فابیر کہاں ہے؟“

اس نے جواب دیا ”وہ ایک لڑکی کے ساتھ ہے مسئلہ یہ ہے کہ آپ کے صاحب زادے کا دماغ کچھ عجیب و غریب سا ہے۔ کبھی تو کی خیالات گڈمڈ ہوتے رہتے ہیں اور کبھی ایک ہی سوچ سنائی دیتی ہے۔ جب ایک سوچ کر پڑھنے کا موع ملتا ہے تب صاحب زادے کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ فی الحال ان کے دماغ میں وہ کچھ معلوم نہیں کیا جاسکتا۔“

پورس نے بریشان ہو کر کہا ”پھر تو وہ کیسے گم ہو جائے گا۔ تم اس لڑکی کے دماغ میں جاؤ اور اس کے ذریعے اس کی نگرانی کرتے رہو پھر یہاں آکر میری بھی رہنمائی کرتے رہو۔“

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس لڑکی کے اندر آیا۔

وہاں ہونے والے دھماکے کے نتیجے میں دور دور تک جھگڑا مچی ہوئی تھی۔ دھماکے ایسے دل ہلا دینے والے تھے کہ وہ لڑکی بھی خوف زدہ ہو کر ایک طرف بھاگنے لگی۔ مرد، عورتیں بچے اور بوڑھے سبھی بدحواس تھے۔ جس کا دھڑکنے والا دھماکا دھڑکنے لگا۔ لڑکی ان سے ٹکرا رہی تھی۔ مگر وہ بھی سنبھل رہی تھی اور اندھا دھند بھاگتی جا رہی تھی۔

وہ بہت دور جانے کے بعد ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ وہیں زمین پر پڑی ہوئی بری طرح ہانپنے لگی۔ یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ خطرے سے بہت دور چلی آئی ہے۔ یہ اطمینان ہوتے ہی اسے فائبر کا خیال آیا۔ وہ چونک کر اپنے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ادھر ادھر دوڑتے ہوئے اسے تلاش کرنے لگی۔ اسے آوازیں دینے لگی "میرے دوست! میرے بھائی! تم کہاں ہو؟"

عبداللہ اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ یہ دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا کہ وہ فائبر سے پھڑکنے لگی ہے اسے تلاش کر رہی ہے۔ وہ اسے دور تک دوڑانے لگا۔ اس کی زبان سے پکارنے لگا "فائبر! فائبر! کہاں ہو فائبر؟ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ پلیز آ جاؤ فائبر۔"

وہ بڑی دیر تک اس لڑکی کے ذریعے اسے ڈھونڈتا رہا۔ کبھی کبھی اس کے دماغ میں بھی جاتا رہا لیکن کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے سوچ کے ذریعے اسے آوازیں بھی دیں "فائبر! میں تمہارے دماغ کے اندر تمہیں پکار رہا ہوں۔ ان مختلف سوچ کی لہروں سے نجات حاصل کرو۔ کسی ایک سوچ پر ٹھہر جاؤ۔ میری باتیں سنو۔ تمہارے والد تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ پلیز جہاں ہو وہاں رک جاؤ۔ ایک بار میری باتیں سن لو۔"

وہ اسے مخاطب کرتے کرتے تھک گیا۔ پریشان ہو گیا پھر پارس کے پاس آکر بولا "سرا! مجھے افسوس ہے آپ کے صاحب زادے پھر گرم ہو گئے ہیں۔ میں احتیاطی تدابیر پر عمل کرتا رہا ہوں۔ کسی نہ کسی کے ذریعے صاحب زادے کی نگرانی کرتا رہا ہوں۔ مگر کیا کروں؟ وہ اپنے دماغ میں میری باتیں نہیں سن رہے ہیں۔ میری سوچ کی لہروں انہیں متاثر نہیں کر رہی ہیں۔ سو سو رہی سرا!"

پورس نے ایک جھٹکے سے گاڑی روک دی۔ اسٹیشنرنگ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "کیا مصیبت ہے؟ میرا بیٹا مجھے دوڑا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے میں اس کا بیٹا ہوں۔ اور وہ میرا باپ

ہے۔" جونی نے ہنسنے ہوئے کہا "بیٹے کو اپنا باپ کہہ رہے ہو۔ تھک گئے ہو۔ پریشان ہو گئے ہو۔ واپس چلو۔ یوں بہت سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔ کیا باقی آدھی رات بھی جاگ کر گزارو گے؟" وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھانے لگا۔ آگے کسی ہوٹل میں ہی رات گزارنی تھی۔



میری پریشانیوں بڑھتی جا رہی تھیں۔ پہلے کبریا گم ہوا تھا پھر وہ مل گیا۔ اس کے بعد سونیا نہیں گم ہوئی۔ ہم باپ بیٹے اور بیٹی سب ہی اسے تلاش کر رہے تھے۔ ایسے وقت اطلاع ملی کہ پورس کا گمشدہ بیٹا مل گیا تھا۔ ملنے کے بعد پھر پھونچ گیا ہے۔ اب اس کے لیے بھی دل تڑپ رہا تھا کہ میرا وہ پوتا نہ جانے کہاں بھٹک رہا ہو گا اور کس حال میں ہو گا؟

میں نے پورس سے رابطہ کیا۔ اس نے فائبر سے ملنے اور پھونچنے کی تمام روداد سنائی۔ میں نے کہا "ہم سب اسے تلاش کریں گے۔ انشاء اللہ وہ ہمیں ضرور ملے گا۔" اس نے کہا "پاپا! یہ فائبر عجیب سا نام ہے۔ اسے تبدیل کرنا چاہیے۔"

"بے شک۔ یہ یہودیوں کا دیا ہوا نام ہے۔ اسے عدنان کے نام سے نکالو۔ عدنان علی تیور۔" "آپ کو ممبا کی باتیں یاد ہیں۔ جب شیوائی اسے جنم دینے والی تھی۔ تب ممانے کہا تھا کہ وہ اپنے پوتے کو عدنان کے نام سے پکاریں گی۔ یہ نام مجھے بھی پسند ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے، تمہاری ممبا اب نیو یارک میں نہیں ہیں۔ بھٹکتی ہوئی کسی دوسرے شہر کی طرف چلی گئی ہیں۔ انہی ہوئی دور کا کوئی ایسا سرا نہیں مل رہا ہے جسے ہام کر میں اس کے پاس کہیں پہنچ سکیں۔"

"ممما اتنی خوبیوں اور صلاحیتوں کی حامل ہیں کہ بدنام زمانہ مجرم ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے انہیں قیدی بنا کر رکھ سکتے ہیں۔ آپ بڑے بڑے مجرموں کے خیالات پڑھیں۔ شاید ان کے ذریعے آپ ممما تک پہنچ سکیں۔"

"میں یہی کرنے والا ہوں۔ تم میرے پوتے کو تلاش کرو۔" میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ میں "علی بی بی" فرمان اور کبریا انڈیا کے مختلف شہروں میں تھے۔ ایک دوسرے سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ رکھتے تھے اور دن رات سونیا کی تلاش میں مصروف رہتے تھے۔

علی بی بی اور فرمان نے یہ طے کیا تھا کہ دنیا میں جتنے مشہور و معروف جادوگر ہیں، ان کے نام اور پتے معلوم کرتے رہیں گے۔ اگر ان کے دماغوں میں نہ پہنچ پائے تو ان کے آلہ کاروں کے ذریعے انہیں ٹریپ کریں گے۔ میں اور کبریا بھی کالے جادو کی دلدل میں دھنسنے کے بعد نکل آئے تھے۔ سونیا کے ساتھ بھی ایسا کچھ ہو سکتا تھا۔

کبریا اور الپا نے طے کیا تھا کہ وہ دنیا کے تمام مشہور و معروف جادوگر کو ملنے والوں کے نام اور پتے معلوم کریں گے۔ توہمی عمل کے سلسلے میں غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے اکثر عامل جرائم کے ذریعے دولت کماتے ہیں۔ ایسے عامل بھی سونیا کو ٹریپ کر سکتے تھے۔

میں نے سوچا جب سونیا میری تلاش میں شمالی امریکا پہنچی تو اس سے پہلے دشمنی کرنے والا ڈاکٹر یو کا بوکا تھا۔ وہ انسانی آنکھیں، دل اور گردے غیر قانونی اور غیر انسانی طریقوں سے حاصل کرتا تھا اور ضرورت مندوں کو منہ مانگی قیمت پر فروخت کرتا تھا۔ امریکا کے شمال سے لے کر جنوب تک اس کا یہ کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ سونیا نے اس کے دو خفیہ آپریشن ٹھیکر تباہ کیے تھے۔ اسے کروڑوں ڈالر کا نقصان پہنچایا تھا۔

میں نے ڈاکٹر یو کا بوکا کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ سونیا سے بری طرح خوف زدہ تھا۔ اس سے معافیاں مانگ چکا تھا اور یہ قسم کھاتی تھی کہ کبھی اس سے دشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کرے گا۔

غیر قانونی طور پر انسانی اعضا کو فروخت کرنے کا وعدہ ایسا تھا کہ عالمی سطح کے بدنام ترین مجرموں سے اس کی دوستی رہتی تھی۔ میں اس کے ذریعے غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے مجرموں تک پہنچ سکتا تھا۔

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ برائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا تھا لیکن اس وقت اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ ایک جگہ سوکھی گھاس کے بستر پر تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ میں نے پوچھا یلو ڈاکٹر یو کا بوکا! یہ تم کہاں پڑے ہوئے ہو؟

وہ چونک کر بیٹھنے ہوئے بولا "آپ؟ میں آپ کے لیے سے پہچان رہا ہوں۔ آپ فرما دیں تیور ہیں۔" "ہاں۔ میں فرما رہا ہوں۔ تم اپنا دکھڑا سناؤ۔" "آہ! کیا سناؤں! چند منظم مجرموں نے مجھے اغوا کیا ہے۔ انہوں نے دھمکی دی ہے کہ میرے بیٹے یا بیوی نے تاوان کی

رقم روانہ کی تو پہلے وہ میرا ایک گروہ نکالیں گے۔ اس کے بعد بھی رقم نہ ملی تو میری آنکھیں نکالی جائیں گی۔ آخر میں دل نکال جائے گا۔"

میں نے ہنسنے ہوئے کہا "اسے مکافات عمل کہتے ہیں۔ تمہارے کارندے معصوم اور بے گناہ لوگوں کو ٹریپ کر کے ان کی آنکھیں، دل اور گردے نکال کر فروخت کرتے ہیں۔ اب تمہارے ساتھ یہی ہونے والا ہے۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "فرما صاحب! آپ کو خدا نے میرے پاس بھیجا ہے۔ فار گاڈ سیک مجھے ان ظالموں سے نجات دلائیں۔"

"تم جلدی کیوں گھبرا گئے۔ ذرا یہ تجربہ بھی کرو کہ اپنے جسم کے اہم عضو سے محروم ہونے کے بعد بے چارے بے گناہ افراد پر کیا گزرتی رہی ہوگی۔ تم بہت بڑے قسائی تھے۔ کوئی تم سے بھی بڑا قسائی نکل گیا ہے۔"

"آپ ساری زندگی میرا مذاق اڑاتے رہیں۔ مجھے جوتے مارتے رہیں لیکن ابھی میرے کام آجائیں۔ میں آپ کو میڈم سونیا کی قسم دیتا ہوں۔ مجھے یہاں سے رہائی دلائیں۔"

"تمہیں پتا ہے سونیا کو اغوا کیا گیا تھا۔ اب وہ اغوا کرنے والے کی قید میں بھی نہیں ہے۔ پتا نہیں کہاں چلی گئی ہے۔ اس کی سوچ، اس کا لہجہ بدل گیا ہے۔ یہی جیسی کے ذریعے اس سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔ میں یہ سوچ کر آیا ہوں کہ شاید تمہارے ذریعے اس کا کوئی سراغ مل سکے گا۔"

وہ جلدی سے بولا "آپ مجھے یہاں سے رہائی دلائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں ان کا سراغ ضرور لگاؤں گا۔"

"تم اسے کس طرح تلاش کرو گے؟"

"دنیا کے بدترین مجرموں سے میرے تعلقات ہیں۔ میں آپ کو ان کے دماغوں میں پہنچاؤں گا۔ آپ ان کے اندر جا کر بہت سی اہم معلومات حاصل کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے کام آؤں گا۔ تم خاموش رہو۔ میں تمہارے خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کن لوگوں نے اغوا کیا ہے۔ ان کی باتوں سے پتا چلتا تھا وہ کسی منظم گروہ کے افراد ہیں۔ وہ اسے خوب شراب پلا کر مدہوش کرنے کے بعد کسی نامعلوم علاقے میں لے آئے تھے۔ انہوں نے اس کے جوان بیٹے آرئلڈ بوکا سے فون پر رابطہ کیا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ وہ ایک کروڑ ڈالر زادار کے اپنے باپ کو حاصل کر سکتا ہے۔ رقم کی عدم ادائیگی کی

کتابیات پبلی کیشنز

صورت میں اسے باپ کی لاش ملے گی۔ اس لاش کی آنکھیں، دل اور گردے نہیں ہوں گے۔ مجھے اس کی زندگی اور موت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اب تک جیسے گھٹاؤ نے جرم کرنا آنا تھا، اس کی سزا بھی ہو سکتی تھی کہ اس کے جسم کے سب سے اہم اعضا نکال کر اسے تریا تریا کر مار ڈالا جائے۔ میں اس کے دماغ سے تمام بدترین مجرموں کے نام پتے اور فون نمبرز معلوم کر سکتا تھا۔ اس کا احسان لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے باوجود میں اسے رہائی دلا کر یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ عملی طور پر سونا کو تلاش کرنے کے لیے اور کیسے جھنگڑے آڑا سکتا ہے۔ محض سونیا کی خاطر میں اس کے معاملات سے دلچسپی لینے پر آمادہ ہو گیا۔

نامعلوم افراد نے اسے پچھلی رات اغوا کیا تھا۔ دوسری صبح فون پر اس کے بیٹے آر نڈ بوکا سے رابطہ کیا تھا۔ آر نڈ نے کہا تھا۔ "تو ان کی رقم بہت زیادہ ہے۔ پہلے رقم کم کی جائے پھر بات آگے بڑھے گی۔"

میں نے کہا "بوکا بوکا! تم دنیا کے دولت مند مجرموں میں سے ایک ہو۔ ایک کروڑ ڈالر تمہارے لیے اہمیت نہیں رکھتے پھر تمہارا بیٹا سووے بازی کیوں کر رہا ہے؟"

"وہ نالائق ہے۔ پتا نہیں کیوں ایسا کر رہا ہے۔ آپ اس کے اندر جا کر فوراً معاملات طے کرادیں۔"

میں نے اس کے بیٹے آر نڈ بوکا کی آواز نہیں سنی تھی۔ اس نے چند ٹیلی فون نمبرز بتائے میں نے ایک نمبر پر رابطہ کیا تو اس کی آواز سنائی دی "ہیلو۔ میں آر نڈ بوکا بول رہا ہوں۔"

میں نے کہا "تمہارا باپ نامعلوم افراد کی قید میں ہے۔ تم اسے رہائی دلانے میں دیر کیوں کر رہے ہو؟"

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ اغوا کے معاملے سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

سے شادی کرنے والا ہے۔ شادی سے پہلے ہی ڈاکٹر بوکا بوکا نے اس لڑکی کو اغوا کر لیا پھر اسے آپریشن ٹیبل پر بٹھا کر اس کا ایک گردہ نکلا دیا۔ جب وہ گھرواپس آئی تو آر نڈ کو معلوم ہوا کہ اس کے باپ کے حکم پر اس کی محبوبہ کا ایک گردہ چرا گیا ہے۔ یہ باپ کی طرف سے بیٹے کے لیے ایک چیلنج تھا۔

اس نے بوکا بوکا کے پاس آکر پوچھا "آپ نے ایسی دشمنی کیوں کی؟ آپ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے میں اس کی محبت سے باز آ جاؤں گا۔"

"باز نہیں آؤ گے تو پھر اس لڑکی کا دوسرا گردہ بھی نکال لیا جائے گا۔"

اس نے بے بسی سے کہا "ڈیڈ! میں آپ کا ایک ہی بیٹا ہوں۔ پلیز یہ ظلم نہ کریں۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔"

"میں اسی لیے ایسا کر رہا ہوں کہ تم میرے اکلوتے بیٹے ہو۔ میرے بعد تم ہی اتنا پھیلا ہوا کاروبار سنبھالو گے اور اس کے لیے لازمی ہے کہ تم میرے احکامات کے پابند رہو۔"

وہ باپ کا کاروبار سنبھال رہا تھا لیکن کاروباری معاملات میں اسے عملی اختیارات حاصل نہیں تھے۔ وہ ابھی باپ کا محتاج تھا۔ اس نے اپنی محبوبہ کے پاس آکر کہا "میں فی الحال بہت مجبور ہوں۔ ہمیں کچھ عرصے کے لیے ایک دوسرے سے دور رہنا ہوگا۔ میں اپنے باپ کو رفتہ رفتہ راضی کروں گا یا پھر اس کی موت کا انتظار کروں گا۔"

بیٹا اسے رفتہ رفتہ راضی نہ کر سکا۔ اس کی موت کا انتظار کرتا رہا۔ اسے موت بھی نہیں آ رہی تھی پھر اچانک تیسری بات ہو گئی۔ نامعلوم افراد نے اسے اغوا کر لیا۔ اس کی رہائی کے لیے تاوان طلب کرنے لگے۔ اس کی ماں نے کہا "فورا جینک سے رقم نکالو اور وہ جہاں کہتے ہیں وہاں یہ رقم پہنچا دو۔"

اس نے ماں سے کہا "میں جلد بازی میں ایک کروڑ ادا نہیں کروں گا۔ وہ لوگ مجبور ہو کر پچاس لاکھ ڈالر لے کر ڈیڈی کو رہا کریں گے۔"

جب دوسری بار فون کے ذریعے مطالبہ کیا گیا تو آر نڈ نے کہا "تم لوگ میرے باپ کو رہا کرنا چاہتے ہو لیکن میں ایسا نہیں چاہتا میری مرضی کے مطابق رہائی ہوگی تو میں تمہاری مطلوبہ رقم سے بھی زیادہ تمہیں دوں گا۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں۔ میرے باپ کا ایک گردہ نکالو اور اس

کے عوض پچاس لاکھ ڈالر حاصل کر لو۔ اسے اچھی طرح کھلاتے پلاتے رہو پھر اس کی دونوں آنکھیں نکالو اور مجھ سے ایک کروڑ ڈالر وصول کرو۔"

"ہم ایک کروڑ چاہتے تھے اور تم ڈیڑھ کروڑ ڈالر زور سے رہے ہو۔ ہمیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ تم جیسا چاہو گے ویسا ہی ہوگا لیکن پچاس لاکھ ڈالر پہلے ادا کرو۔"

"میں ابھی ادا کروں گا۔ جہاں کو وہاں رقم پہنچا دوں گا۔"

میں آر نڈ بوکا کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس وقت تک وہ اغوا کرنے والوں کو پچاس لاکھ ڈالر ادا کر چکا تھا۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ دوسری صبح تک ڈاکٹر بوکا بوکا کا ایک گردہ نکال لیا جائے گا۔ میں ڈاکٹر کے دماغ سے۔ تمام بدترین مجرموں کے نام پتے اور فون نمبرز معلوم کر کے ایک ڈاکٹری میں نوٹ کرنے لگا۔ اس کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ باپ بیٹے کے درمیان جنگ ہو رہی تھی بیٹے کا بیڑا بھاری تھا۔ وہ باپ کو ایک گردے اور دونوں آنکھوں سے محروم کر کے اپنا حکومت بنا کر زندہ رکھنا چاہتا تھا۔

میں چاہتا تو بازی پلٹ سکتا تھا۔ ٹیلی بیٹھی کے ذریعے اسے بڑی آسانی سے رہائی دلا سکتا تھا لیکن وہ ہمدردی کا مستحق نہیں تھا۔ اس نے صرف اپنے بیٹے کی محبوبہ پر ظلم نہیں کیا تھا اور پتا نہیں کتنے مردوں اور عورتوں پر تشدد کرنا رہا تھا۔ ان کے اہم اعضاء اسے انہیں محروم کرنا رہا تھا۔ جب اسے آپریشن ٹیبل پر لے جایا جا رہا تھا تو میں اس کے ذریعے ڈاکٹر زور دوسرے افراد کی باتیں سن رہا تھا۔ مجھے ان اہم افراد تک پہنچنا تھا جنہوں نے اسے اغوا کیا تھا۔ وہ یقیناً خطرناک مجرموں کا گروہ تھا۔ میں ان کے ذریعے بھی سونیا تک پہنچ سکتا تھا لیکن وہاں آپریشن ٹیبل پر اس گردہ کا کوئی اہم فرد نہیں تھا۔

دوسری صبح اس گردہ کے ایک فرد نے آر نڈ سے رابطہ کیا۔ میں اس کے اندر موجود تھا اور اس اجنبی کی آواز سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا مسٹر آر نڈ بوکا! تمہارا پہلا کام ہو چکا ہے۔ تمہارا باپ ایک گردے سے محروم ہو چکا ہے۔ ہم اسے خوب کھلاتے پلاتے رہیں گے اس کی صحت کا خیال رکھیں گے جب وہ آپریشن کے قابل ہوگا تو اس کی دونوں آنکھیں نکال لی جائیں گی۔"

میں اس اجنبی کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا اس کا تعلق ایک بین الاقوامی خفیہ تنظیم سے ہے۔ اس تنظیم کا نام تھا۔ دی ٹیرر سٹارٹرز۔ دنیا میں جتنی دہشت گرد

تنظیمیں ہیں۔ انہیں بیشہ جدید ہتھیاروں کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ دی ٹیرر سٹارٹرز دنیا کے تمام دہشت گردوں کو مناسب قیمت پر جدید اسلحہ سپلائی کرتے رہتے ہیں۔

اس خفیہ تنظیم کو اسلحے کی بلیک مارکیٹ سے آنے والے ہتھیار خریدنے پڑتے ہیں انہیں اتنے ہتھیار خریدنے کے لیے گردنوں ڈالر کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اتنی بڑی بڑی رقوم حاصل کرنے کے لیے یہ تنظیم طرح طرح کی وارداتیں کرتی رہتی ہے۔ ان میں اغوا کی واردات ایسی ہے جس کے ذریعے بڑی بڑی رقیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ ان کا طریقہ کار یہی ہوتا ہے کہ یہ دنیا کے بے انتہاد دولت مندوں کو اغوا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر بوکا بوکا بھی بے انتہاد دولت مند تھا۔ اسی لیے اسے اغوا کیا گیا تھا۔

دی ٹیرر سٹارٹرز کے تین بڑے سربراہ تھے۔ ایک سربراہ کا نام سینڈی گرے تھا۔ وہ امریکا کے کسی شہر میں تھا۔ جس کے دماغ سے یہ معلومات حاصل کر رہا تھا۔ وہ سینڈی گرے کا خاص کارندہ تھا۔

دوسرے سربراہ کا تعلق یورپ سے تھا۔ اس کا نام جیک کیلر تھا۔ وہ یورپ کی انڈر گراؤنڈ مارکیٹ سے جدید خطرناک ہتھیار خرید کر مختلف ممالک کی دہشت گرد تنظیموں کو مندا مندی قیمت پر سپلائی کرتا تھا۔

تیسرے سربراہ کا نام مہادیانی تھا۔ وہ دنیا کے تمام ممالک کے دہشت گردوں تک ہتھیار پہنچایا کرتا تھا۔ اسلحہ فروخت کرنے کا یہ دھندا پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا۔ وہ تینوں سربراہ ہر روز لاکھوں ڈالر کا منافع حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اپنے معاملات میں بہت مضبوط تھے۔ بڑے وسیع ذرائع کے مالک تھے۔ ہر ملک میں اپنی ذاتی فوج رکھتے تھے۔ میرے آلہ کار کے خیالات نے بتایا کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ اس لیے کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آتے۔ وہ دور ہی سے دہشتوں کو پہچان لیتے ہیں۔ آنے والی مصیبتوں سے پہلے ہی نجات حاصل کر لیتے ہیں۔

یہ حیرانی اور تشویش کی بات تھی کہ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ میں نے اس کے اندر سوال پیدا کیا۔ وہ تینوں کیسی کیسی صلاحیتوں سے کام لیتے ہیں؟

اس کی سوچ نے جواب دیا "وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ میں ان سے ہزاروں کلومیٹر دور رہتا ہوں۔ تب بھی انہیں پتا چل جاتا ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ کن لوگوں سے مل رہا ہوں۔ اور کس طرح ان سے معاملات طے کر رہا

کتابیات پبلی کیشنز

213

مشہور مصنفہ ضیاء تسنیم بلگرامی کی دوسری شہر کرناٹک



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

دونوں کتابیں ایک ساتھ منڈے پر بچ 325 روپے کا 10 روزہ رسالہ

کتابیات پبلی کیشنز

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551
کراچی 74200
kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لئے: C-63 فیر III ایکسٹنشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (آخر کا لوٹی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

Scanned by azzamm@UrduFanz.com

کوہرا نے اپنی بیٹی کی شہر لکھی اور دیکھ لیا تھا کہ آئندہ ایسی خیال خوانی نہیں کرے گا جس کے نتیجے میں مجھ سے یا کسی سے بھی دشمنی پیدا ہو۔ اس نے پھر سے یوگا کی مشقیں شروع کی تھیں اور ان مشقوں کے دوران میں اپنی آواز اور لہجہ تبدیل کرتا رہا تھا۔ وہ اپنی سے دور رہا کرتا تھا۔ کبھی کبھی اچانک ہی چھپ کر اس سے ملنے آتا تھا۔ اسے یہ سمجھایا تھا کہ وہ دشمنوں سے محفوظ رہے اور آئندہ خیال خوانی نہ کرنے کے لیے اپنی آواز اور لہجہ بدل چکا ہے۔

چور چوری سے جاتا ہے، پیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ وہ محبت کرنے والی بیوی کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس کی لاعلمی میں کچھ نہ کچھ کر رہا ہوگا۔ اس نے بڑی رازداری سے کچھ کرنے کے لیے ہی آواز اور لہجہ کو تبدیل کیا تھا اور یہ سوچا جاسکتا تھا کہ وہ دی ٹیرر سٹارز تنظیم کا ایک سربراہ ہے۔

وہ تینوں سربراہ یوگا میں مہارت رکھتے ہوں گے۔ اپنے خاص کارندوں سے بھی چھپ کر رہتے ہوں گے۔ فی الحال میں ان کے کسی خاص آدمی کو ناکہ کار بنا کر انہیں ٹرپ نہیں کر سکتا تھا۔ کبھی ڈاکٹر بوکا بوکا اور کبھی آر نڈو کا کے آندر رہ کر انتظار کرتا تھا کہ شاید کوئی نیا کارندہ ان سے رابطہ کرے تو مجھے اس کے ذریعے کوئی راستہ مل جائے۔

انہوں نے ڈاکٹر بوکا بوکا کا ایک گروہ نکالنے کے بعد اسے دو ہفتوں تک مہمان بنا کر رکھا تھا۔ اسے خوب کھلاتے پلاتے رہے تھے۔ تاکہ وہ صحت مند رہے اور دوسرے آپریشن کی تکلیف بھی برداشت کر سکے۔ دو ہفتے بعد آر نڈو نے ان کی مطلوبہ رقم ادا کی۔ انہوں نے اس کی آنکھیں نکال لیں۔ اسے اس کے شہر کے ایک علاقے میں پہنچا دیا۔ فون پر اطلاع دے دی کہ اس اندھے کو اٹھا کر لے جائیں۔

ڈاکٹر بوکا بوکا بڑی تکالیف سے گزرنے کے بعد اپنے بچے میں پہنچ گیا۔ اس کی وائف اس سے پٹ کر رونے لگی۔ آر نڈو نے باپ کے تمام کاروبار پر قبضہ جمانے کے بعد کہا ”ڈیڈ! اب میں آپ کی جگہ ہوں اور آپ میرے محتاج ہیں۔ کیا آپ میری محبوبہ سے مجھے شادی کرنے سے روک سکتے ہیں؟ کیا اس کا دوسرا گروہ نکلا سکتے ہیں؟“

اس کی ماں نے کہا ”اپنے باپ کو طعنہ نہ دو۔ دیکھتے نہیں ان پر کتنا ظلم ہوا ہے۔“

”یہ دوسروں کے ساتھ جو کرتے آ رہے تھے، وہی ان کے ساتھ ہوا ہے۔ ان کا اندھا ہونا ضروری تھا۔ ان کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے تمام کاروبار میرے ہاتھوں میں آیا

ہوں؟“ میں نے اس کے اندر خیال پیدا کیا ”پھر تو یہ ٹیلی بیٹھی کا علم ہے۔ وہ دماغ کے اندر آکر تمام دھمکے چھپے خیالات پڑھ لیتے ہوں گے۔“

اس نے سوچا ”ہاں شاید یہی بات ہے۔ ویسے میں ٹیلی بیٹھی کو ایک خیالی علم سمجھتا ہوں۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے پراسرار علم کے ذریعے خفیہ باتیں معلوم کر لیتے ہوں۔“

میں سوچنے لگا۔ اگر وہ ٹیلی بیٹھی جانتے ہیں تو پھر وہ کون ہیں۔ کیا ٹیلی بیٹھی جاننے والے آٹھ امریکیوں میں سے ہیں؟ ان انھوں میں سے فری مین، ڈبلیو رائٹ اور بولی برنن ختم ہو چکے تھے۔ اب پانچ رہ گئے تھے۔ وہ دنیا کے مختلف حصوں میں چلے گئے تھے۔ ان میں سے تین ایسے ہوں گے جو متحدہ کردی ٹیرر سٹارز کے نام سے ساری دنیا کے دہشت گردوں کو ہتھیار سپلائی کر رہے ہوں گے۔

زاؤ کو کوہرا کی طرف بھی دھیان گیا۔ وہ ایک طویل عرصے سے خاموش تھا۔ کسی طرح کی سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کر رہا تھا۔ ہو سکتا ہے، وہ نام اور حلیہ بدل کر دی ٹیرر سٹارز تنظیم کا ایک سربراہ بن گیا ہو۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ اس کی دو جوہات ہو سکتی تھیں یا تو وہ مر چکا تھا یا پھر اپنی آواز اور لہجہ کو تبدیل کر چکا تھا۔ اس کی بیوی کا نام اپنی تھا۔ اس سے حقیقت معلوم کی جاسکتی تھی میں نے الپا کو بلایا۔ وہ بولی ”لیس یا یا؟“

میں نے پوچھا ”تم کوہرا کی وائف اپنی کے اندر جاتی ہو؟“

”لیس یا یا! کیا اپنی سے کوئی کام ہے؟“

”ہاں! کوہرا کی سوچ کی لہریں نہیں مل رہی ہیں۔ معلوم کرو وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے؟“

الپا نے اپنی کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا وہ ایک بیٹے کی ماں بن گئی ہے۔ کوہرا بہت خوش ہے۔ وہ اپنی کو بہت چاہتا تھا۔ اس نے کوہرا کو بیٹے کی قسم دی تھی اور کہا تھا۔ وہ آئندہ فریاد اور اس کے ٹیلی بیٹھی جاننے والوں سے کبھی دشمنی نہیں کرے گا۔

وہ دیکھتی آ رہی تھی کہ میں اپنے تمام دشمنوں کو نیست و نابود کرتا جا رہا ہوں۔ انہیں راسید چین کی موت کی بھی خبر مل چکی تھی۔ وہ سہمی ہوئی رہتی تھی کہ کسی دن کوہرا بھی مارا جائے گا۔

ہے۔
”یہ اندھے نہ ہوتے تب بھی کاروبار ہمارے ہاتھوں میں آتا۔“

”تب تو بڑا لمبا انتظار کرنا پڑتا۔ پتا نہیں ڈیڑی کو کب موت آتی۔ میں نے شارٹ کٹ راستہ اختیار کیا ہے۔ شاہی خاندانوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ بوڑھے بادشاہوں سے تخت و تاج حاصل کرنے کے لیے شزاوے بھی ایسے ہی شارٹ کٹ راستے اختیار کرتے تھے۔“

”ماں نے پوچھا ”تم یہ کتنا چاہتے ہو کہ تم نے باپ کو اندھا بنایا ہے؟“

”اب یہ بتانے کا وقت گزر چکا ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے۔ اب تم دونوں وہ مجبور ساس سسر ہو جو اپنی بہو کے زیر اثر رہا کریں گے۔“

ڈاکٹر بوکا بوکا نے فرعون بن کر بیٹے پر حکمرانی کی تھی۔ اب بیٹے کا حکوم ہو گیا تھا۔ اب ان کے معاملات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ میں ان باپ بیٹے کے ذریعے دی نیر سپلائیڈ تنظیم کے خطرناک سربراہوں کے بارے میں جان چکا تھا کہ وہ تینوں چھپے رہے ہیں۔ ٹیلی ویژن جیسے جانتے ہیں لیکن کسی پر ظاہر نہیں ہو رہے ہیں۔

میری توجہ اب ان تینوں کی طرف تھی۔ ڈاکٹر بوکا بوکا میرے لیے کسی کام کا نہیں رہا تھا۔ لہذا میں نے اس کے حال پر اسے چھوڑ دیا۔ تقدیر کے تماشوں کو سمجھنا ممکن نہیں ہوتا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ ڈاکٹر بوکا بوکا کو نظر انداز کروں گا تو سونیا کے قریب پہنچتے پہنچتے دور ہو جاؤں گا۔

سمندر کے ساحل پر ایک چھوٹا سا خوب صورت بنگلا تھا۔ آر نڈلڈ نے اپنے ماں باپ کو وہاں پہنچا دیا تھا۔ تاکہ وہ اپنا بوجھاپا وہیں گزارتے رہیں۔ وہاں ساحل پر شام تک اچھی چھل پھل رہتی تھی پھر رات کو خاموشی اور دیرانی رہتی تھی۔ ساحل شہر سے بہت دور تھا۔ وہاں کوئی بیس یا بیس بیٹلے دور دور بنے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر بوکا بوکا کی بیوی اس ویرانے میں ایک رات رہ کر گھبرا گئی۔ اندھے شوہر کو چھوڑ کر بیٹے کے پاس شہر میں آگئی۔ وہ اندھا وہاں تنہا رہ گیا۔

اسے بھوک لگی، یا پیار ہوتا، ملے کپڑے دھلوانے یا سنے سلوانے ہوتے تو وہ فون کے ذریعے ریٹھوڈنٹ ”اسپتال“ لائڈری یا ٹیلرنگ شاپ والوں سے رابطہ کر کے اپنی ضروریات پوری کرتا تھا۔ ایک رات کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے پوچھا ”کون ہے؟“

باہر سے آواز آئی ”میں ایک مسافر ہوں۔ مجھے رات

گزارنے دو۔ صبح چلا جاؤں گا۔“

اس نے کہا ”سوری“ میں اندھا ہوں۔ کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ شام ہوتے ہی دروازوں اور کھڑکیوں کو اندر سے بند کر لیتا ہوں۔ تم کسی دوسرے بنگلے میں چلے جاؤ۔“

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھائی پھر کچھ ہلکی ہلکی سی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس نے پوچھا ”کیا تم ابھی تک بیس ہو؟ چلے جاؤ یہاں سے۔“

وہ ایک تار سے دروازہ کھول رہا تھا۔ دروازہ کھل گیا۔ وہ سہم کریوں ویدے پھاڑنے لگا جسے دیکھنے کی نہ سہی سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ آنے والے شخص کے ساتھ سونیا کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بولی ”جیری! تم تیار رک سے یہاں تک بھوٹ بولتے آرہے ہو۔ تم نے کہا تھا یہاں تمہارا ایک بنگلا ہے“

میں اس بنگلے میں آرام سے رہوں گی۔“

جیری نے کہا ”تم کچھ دیر ہی ہو کہ یہاں سے پچاس گز کے فاصلے پر جو بنگلا ہے وہاں میرے ساتھیوں نے گاڑی رोकی ہے۔ وہی ہمارا بنگلا ہے لیکن ہم اپنا مال یہاں چھپائیں گے۔“

جیری اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ایک بڑی سی دین ڈرائیو کرتا ہوا نیویارک سے میامی کی طرف آرہا تھا۔ دین کے پیچھے حصے میں جدید ترین اسٹے گاڑیوں تھا۔ اس کے پاس سینڈی گرے نے فون کے ذریعے کہا تھا کہ وہاں ساحل پر ان کے ساحلی بنگلے کے قریب والے بنگلے میں ڈاکٹر بوکا بوکا رہتا ہے۔ وہ اندھا ہو چکا ہے۔ اگر اس کے بنگلے میں ہتھیاروں کو چھپا کر رکھا جائے گا تو وہاں کی پیڑونگ پولیس کو شبہ نہیں ہوگا۔

ایک تو ڈاکٹر بوکا بوکا پورے امریکا میں ایک معزز ڈاکٹر کی حیثیت سے مشہور تھا۔ اعلیٰ سرکاری عہدے داروں تک اس کی رسائی تھی پھر وہ اندھا ہو چکا تھا۔ اس لیے قانون کے محافظ اس پر شبہ نہیں کر سکتے تھے۔

جیری تو اسے دیکھتے ہی اس پر مرنا تھا۔ اس نے گاڑی آگے بڑھا کر ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا ”تم کہاں جانا چاہتی ہو؟“

وہ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے بولی ”جہاں یہ راستہ جاتا ہے وہاں جاؤں گی۔“

وہ مسکراتے ہوئے بولا ”یہ تو مختلف شہروں تک جانا ہے۔ میں میامی جا رہا ہوں۔“

”میں بھی وہیں جاؤں گی۔“

”یعنی تمہاری کوئی منزل نہیں ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟“

”تم کسی بھی نام سے پکار سکتے ہو۔“

”تم اپنا نام نہیں بتانا چاہتیں؟“

”میرا کوئی نام ہوگا تو بتاؤں گی۔ تم سے پہلے دو شخص ملے۔ وہ بھی پوچھ رہے تھے میں کون ہوں؟ کہاں رہتی ہوں؟ میں نے بہت سوچنے کی کوششیں کیں لیکن مجھے اپنا نام اور پتا یاد نہیں آ رہا ہے۔ پہلے میں کہاں زندگی گزارتی رہی۔ میرے عزیز و اقارب کون ہیں، مجھے یاد نہیں آ رہا ہے۔“

”کیا تم رفاہی مریض ہو یا تمہارا دماغ اس قدر کمزور ہے کہ اپنے بارے میں سب کچھ بھول چکی ہو؟“

”میرے ساتھ ایسی ہی کوئی بات ہے۔ میں جب اپنے بارے میں جانتا نہیں پاتی تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ میں کوئی کال گرل ہوں اور اپنی اصلیت چھپا رہی ہوں۔ کیا تم بھی مجھے کال گرل سمجھ رہے ہو؟“

”بالکل نہیں۔ تمہیں کوئی بھی دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ شریف لڑکی ہو۔“

”میں یہ بھی نہیں جانتی کہ لڑکی ہوں یا عورت۔ ویسے میں تمہیں سمجھا دیتی ہوں، مجھ پر نیت خراب نہ کرنا۔ ورنہ تمہارے اندر اتنی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی کہ گڑبڑ ہوئی مشین بن جاؤ گے پھر کوئی تمہیں کار آمد نہیں بنا سکے گا۔“

وہ جھپٹے ہوئے بولا ”تم بولتی خوب ہو۔ میامی بیچ سے دور ویران ساحل پر کئی بنگلے ہیں۔ ان میں سے ایک میرا ہے۔ کیا وہاں رہنا چاہو گی؟“

”وہاں پہنچتے پہنچتے رات ہو جائے گی۔ صبح تک رہنا ہی ہوگا۔ جب تک کہیں مستقل ٹھکانا نہیں ہوگا۔ بھگتی ہی رہوں گی۔“

وہ رات کے گیارہ بجے اس ویران ساحل کے ایک بنگلے میں پہنچے۔ سونیا نے پوچھا ”یہ تمہارا بنگلا ہے؟“

”ہاں۔ پہلے ہم اس سامنے والے بنگلے میں جائیں گے۔“

Scanned by azamm@UrduFanz.com

اپنا مال چھپانے کے لیے وہ بنگلا مناسب رہے گا۔“

اس کے دوسرے ساتھی وین کے پاس کھڑے رہے۔ وہ جیری کے ساتھ اندھے ڈاکٹر کے بنگلے میں آئی۔ ڈاکٹر بوکا بوکا بری طرح سہا ہوا تھا۔ جیری نے کہا ”تمہیں روتا نہیں چاہیے۔ ہم تمہارے بیوی ہیں۔ دوستی رکھو گے تو زندہ رہو گے ورنہ مارے جاؤ گے۔ ہم جو حکم دیں گے، تمہیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔“

”میں اندھا ہوں، تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟“

”تم اندھے ہو۔ اس لیے اسلحہ فروخت کرنے کا غیر قانونی دھندا نہیں کرتے ہو۔ قانون کے محافظ تم پر شبہ نہیں کریں گے۔ ہم اپنا تمام اسلحہ یہاں چھپا کر رکھیں گے۔“

وہ ریٹان ہو کر بولا ”ایسا نہ کرو۔ میں نیک نام بھی ہوں اور بدنام بھی ہوں۔ پولیس کے کئی اعلیٰ عہدے دار میرے خفیہ دھندے کو سمجھتے ہیں اور میرے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل کرنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ اپنے ہتھیار یہاں لاکر رکھو گے تو انہیں میری گرفتاری کا بہانہ مل جائے گا۔“

”تم فکر نہ کرو۔ ہم سامنے والے کالج میں رہ کر تمہاری گھرائی کرتے رہیں گے۔ تم پر مصیبت بننے والوں کو یہاں سے زندہ نہیں جانے دیں گے۔“

”پلیز میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ میرے اندھے پن اور میری مجبوریوں سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔“

”زیادہ بکواس نہ کرو۔ ہمارے پاس کا ایک پیغام تمہارے لیے ہے۔“

”کون ہے تمہارا پاس کیا پیغام ہے؟“

”باس کے حکم سے کچھ دنوں پہلے تمہیں اغوا کیا گیا تھا۔ پہلے تمہارا ایک گردہ نکالا گیا پھر دونوں آنکھیں نکال لی گئیں۔ اب پاس کا پیغام یہ ہے کہ تم نے ہم سے تعاون نہ کیا تو تمہارے سینے سے دل نکال لیا جائے گا۔ جیسے تم دوسروں کو مارتے آئے ہو، کیا ویسے ہی مرنا چاہتے ہو؟“

وہ قہقہہ نکل کر بولا ”نہیں۔ نہیں۔ تم جیسا چاہو کرو۔ میرے بنگلے کو اسلحہ کا گودام بنالو۔ میں انکار نہیں کروں گا۔“

جیری بنگلے سے باہر آیا۔ سونیا نے کہا ”تم تو بڑا خطرناک دھندا کرتے ہو۔ تمہارا پاس کون ہے؟“

وہ اپنے بنگلے اور وین کی طرف چلے ہوئے بولا ”ہمارا پاس بہت برا سرا رہے۔ قانون کے محافظ بھی اسے صورت شکل سے نہیں پہچانتے، ہم نے بھی اسے نہیں دیکھا ہے۔“

وہ وین کے پاس آگے اس کے دونوں ساتھی بنگلے کے

کتابیات پبلی کیشنز

217

دیوتا

کتابیات پبلی کیشنز

218

دیوتا

کتابیات پبلی کیشنز

آیا۔ اس اڑے میں کروڑوں ڈالرز کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے وہ پچھلے مسٹر جے کی حرکتوں سے ناراض ہو گیا اس اڑے سے چلا گیا۔ کوئی اسے روک نہ سکا۔ اس کے جاتے ہی اس خفیہ اڑے میں زیر دست دھماکے ہوئے مسٹر جے کے ساتھ اس کے تمام ماحلت مارے گئے ایک ماحلت کسی طرح بچ گیا تھا۔ وہ اس تباہی کی رپورٹ اپنے بگ باس سینڈی گرے کو سنا رہا تھا۔

یہ رپورٹ پورس کے بیٹے کے بارے میں تھی۔ بیٹے کا نام پہلے فائبر تھا۔ اب اس کا نام عدنان علی تیمور رکھ دیا گیا تھا۔ اس کی وجہ سے دہشت گرد فوجی اور اسلحہ کاسٹرا مسٹر جے کے بارے میں گئے تھے سینڈی گرے کو کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا تھا۔ یہ تمام واقعات پچھلے باب میں پیش کیے جا چکے ہیں۔

سینڈی گرے یہ رپورٹ سننے کے بعد حیران اور پریشان ہو گیا۔ ریوالنگ چیز سے اٹھ کر ٹھنکے لگا۔ سوچنے لگا "یہ پچھلے کون ہے؟ کس کا ہے اچانک کہاں سے آیا تھا اور مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا کر کہاں غائب ہو گیا ہے؟"

ان تمام سوالوں میں سے کسی کا بھی جواب آسانی سے ملنے والا نہیں تھا۔ اس نے اپنے خاص ماحلت سے فون پر کہا "اپنے تمام ماحلتوں کو فوراً حکم دو کہ نیو یارک کے ہر ایک چھوٹے بڑے علاقے میں پانچ برس کے ایک ایسے بچے کو تلاش کریں جس کی آنکھوں میں غیر معمولی کشش ہو۔ پچھلے ہینڈ سم سے اور خاموش رہنے کا عادی ہے۔"

رپورٹ دینے والے ماحلت نے اس بچے کے بارے میں اتنا ہی بتایا تھا۔ دوسری صبح کے اخبار نے سینڈی کو یو ٹا کا۔ کسی بنیادین نامی شخص نے اپنا نام اور فون نمبر لکھا تھا۔ اس بچے کی تصویر شائع کرائی تھی۔ بچے کا نام فائبر لکھا ہوا تھا۔ اس بچے کو تلاش کر کے لانے والے کو ایک لاکھ ڈالرز انعام دینے کا وعدہ کیا تھا۔

سینڈی نے پھر اپنے خاص ماحلت سے کہا "اس بچے کی تصویر کی فوٹو اسٹیٹ کا پانچ تیار کرو اور تمام ماحلتوں تک پہنچا دو۔ اب اس بچے کو آسانی سے تلاش کیا جاسکے گا۔" پھر اس نے آرام سے بیٹھ کر اخبار میں شائع ہونے والی تصویر کو غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ ان آنکھوں میں واقعی غیر معمولی کشش تھی۔ وہ ذرا سی کشش کے بعد اس کے اندر پہنچ گیا لیکن حیرانی سے سوچ کی لمبوں کو سننے لگا۔ کتنی ہی سوچ کی لمبیں ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ اس کا ذہن کسی ایک سوچ کی لمب پر ٹھہر نہیں پا رہا تھا۔

اس کو سیں جانتا۔ وہ میرے موبائل فون پر مجھے مخاطب کرتا ہے۔

"فون کے سی ایل آئی پر اس کا نمبر آتا ہوگا۔" "ہاں آتا ہے لیکن وہ نمبر کسی نہ کسی لی سی او کا ہوتا ہے۔ میں نے دو بار اپنے دماغ کے اندر اس کی آوازیں سنی تھیں۔ وہ ٹیلی ویژن جانتا ہے۔ کبھی کسی خاص موقع پر دماغ میں آکر بولتا ہے۔"

"اس کے خاص کارندوں کے نام اور پتے بتاؤ۔" اس نے پچھلی جب سے ایک موبائل فون نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اس میں تمام اہم افراد کے نام اور فون نمبر محفوظ ہیں۔ میا می نائٹ کلب کے فورتھ فلور میں اس کا ایک خاص کارندہ ہے۔ اس کا نام فرینک بلو ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ کراہتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سونیا نے موبائل فون لے کر تمام نام اور نمبر چیک کیے پھر کہا "چھا میں تو جانتی ہوں۔ تم فرار ہو جاؤ یا پولیس والوں کے ہتھے پڑو۔ یہ تمہاری قسمت ہے۔ اوکے گڈ نائٹ!"

اس نے گھوم کر اس کے منہ پر کھ مارا۔ وہ کراہتا ہوا پھر گر پڑا۔ وہ دوڑتی ہوئی دور جاتی ہوئی رات کی تاریکی میں گم ہو گئی۔ اس کی کوئی منزل نہیں تھی۔ پتا نہیں وہ آگے جا کر کہاں بھٹکنے والی تھی اور بھٹکانے والوں کو کس طرح تماشا بنانے والی تھی۔



سینڈی گرے ریوالنگ چیز پر بیٹھا فون پر باتیں سن رہا تھا اور بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا پھر اس نے غصے سے پوچھا "کیا چار پانچ برس کے ایک بچے نے یہ جانی چائی ہے؟ کیا تمہاری اس بات کا کوئی یقین کرے گا؟"

دوسری طرف سے کچھ کہا گیا۔ سینڈی نے فون بند کر دیا۔ وہ بولنے والے کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ درست کہہ رہا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق سینڈی گرے کا ایک ایجنٹ فوجی نامی دہشت گرد کو بیس لاکھ ڈالرز کے ہتھیار فروخت کرنے گیا تھا۔ سینڈی نے اپنے بیٹھ مسٹر جے سے کہا تھا کہ فوجی کو ہتھیار فروخت نہ کرو۔ اسے دھوکا دے کر بیس لاکھ ڈالرز چھین لو پھر اسے گولی مار دو۔ مسٹر جے نے حکم کے مطابق ہی کیا تھا۔ ایک بار وہ فوجی پر غالب آیا۔ دوسری بار فوجی اس پر غالب آ گیا پھر بتا نہیں ایک چھوٹا سا بچہ کہاں سے آ گیا۔ اس کے آتے ہی اڑی پلٹ گئی۔ فوجی اور اس کے ساتھی مارے گئے۔ مسٹر جے بے خوش ہو کر اس بچے کو اپنے ایک خفیہ اڑے میں لے

دھماکا ہو گیا۔ ہو گیا۔"

وہ غصے سے چیخ چنگھاڑتا ہوا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے حملہ کرنے کے انداز میں بڑھتے ہوئے بولا "پاگل کی بی بی! تم نے اتنی لاکھ ڈالرز کا اسلحہ تباہ کر دیا ہے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس نے حملہ کیا۔ وہ اچھل کر پیچھے جاتے ہوئے بولی۔ "مجھے الزام نہ دو۔ ریموٹ کنٹرول کا ٹیٹن تم نے دیا تھا۔"

"تم نے مجھے بن دیا ہے کو کیوں کہا تھا؟" "میں تمہیں سمندر میں ڈوبنے کو کہوں گی تو کیا ڈوب مو گے؟"

اس نے اس پر چھلانگ لگائی۔ وہ الٹی قلابازی کھا کر دوسری طرف چلی گئی۔ وہ ریت پر اونڈھے منہ گر پڑا تھا۔ سر اٹھا کر لڑوہاڑ دیکھ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ پیچھے سے آواز آئی "میں یہاں ہوں۔"

وہ آواز کی طرف گھوما تو منہ پر ایک زوردار لٹ پڑی۔ اس سے پہلے کہ سمجھتا "دوسری لٹ بھی پڑی۔ ایسی زبردست ٹھوکریں تھیں کہ سر جھکنا نہ لگا۔ وہ اٹھنا چاہتا تھا۔ منہ پر ایک ہاتھ ایسے پڑا جیسے تھوڑا پڑتا ہے۔ وہ چیخا ہوا الٹ کر پھر ریت پر گر پڑا۔ سونیا نے اس کے چاروں طرف گھومتے ہوئے پوچھا "پتے پاس کا نام اور پتہ بتاؤ۔"

وہ گالیاں دیتا ہوا بولا "میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں۔" بات پوری ہونے سے پہلے منہ پر لٹ پڑی۔ وہ بولی "اب گالی نہ لگانا۔ ورنہ بولنے کے قابل نہیں رہے گا۔ یہاں زبردست دھماکے ہوئے ہیں۔ پولیس آنے والی ہے۔ چل اٹھ میرے ساتھ چلا رہا اور بولتا رہا۔"

وہ گرفتاری کے خوف سے اٹھ کر ایک طرف بھاگنے لگا۔ سونیا نے فٹائی کرتے ہوئے ایک کھ مارا۔ وہ پھر گر پڑا۔ وہ بولی "تیری سے نہ دوڑو۔ آرام سے چلو۔ اپنے پاس کا نام اور پتہ بتاؤ۔ تم لوگ کہاں کہاں اسلحے کا ذخیرہ رکھتے ہو؟"

اس نے چلتے چلتے سونیا کو بے خبر سمجھ کر حملہ کیا لیکن مار کھا گیا۔ وہ متواتر اس کی بنائی کرتی چلی گئی۔ دن میں تارے دکھائی دیتے ہیں۔ اسے رات میں سورج دکھائی دیتے لگا۔ وہ بری طرح لولہلہا ہو کر ساحلی سڑک پر آگرا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی پھر بیٹھ گیا۔ اس کے بدن کا جوڑو جڑو دکھ رہا تھا۔

اس نے کہا "میرے سوالوں کے جواب نہیں دو گے تو پھر کبھی اٹھنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔"

اندر جا کر لی رہے تھے۔ وہ انہیں ڈانٹنے کے لیے ادھر گیا۔ سونیا نے پچھلے حصے کی طرف آکر دیکھا۔ جدید ترین ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ ان میں ریموٹ کنٹرول سے بلاست ہونے والے کئی طاقت ور بم بھی تھے۔ اس نے ایک ریموٹ کنٹرول کو اٹھا کر ان میں سے ایک بم کو کنٹرول سے ایڈجسٹ کیا پھر اس بم کو دوپہں رکھ کر کنٹرول کو ہاتھ میں لے کر وہاں سے دوڑتی ہوئی دور جانے لگی۔

جبری اپنے ساتھیوں کو غصے سے کتا آ رہا تھا کہ پہلے انہیں کام کرنا چاہیے پھر شراب کباب کا مزہ لینا چاہیے۔ اس نے چونک کر سونیا کو دیکھا پھر آوازیں دیتا ہوا اس کے پیچھے دوڑنے لگا "اے کہاں بھاگ رہی ہو؟ کیا میرے ساتھ رات نہیں گزارو گی؟ تم اچانک اس طرح کیوں بھاگ رہی ہو؟"

وہ تقریباً سو گز کے فاصلے تک دوڑنے کے بعد رک گئی۔ دور سے ریموٹ کنٹرول کو دکھاتے ہوئے بولی "میں تمہارے اس کنٹرول کو آزما رہی ہوں۔ دیکھنا چاہتی ہوں کہ یہاں سے دھماکا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟"

وہ دوڑتا ہوا قریب آ گیا پھر ہانپتے ہوئے بولا "تم پاگل ہو۔ جب تک کسی بم کو اس سے ایڈجسٹ نہیں کیا جائے گا ادھر کوئی دھماکا نہیں ہوگا۔" اس کے ہاتھ سے ریموٹ کنٹرول لے کر بولا "ابھی یہ کام نہیں کرے گا۔"

"اگر یہ کام کے قابل ہو تو اس کا کون سا بن دیا جاتا ہے؟"

ان دونوں کا رخ وین کی طرف تھا۔ جبری نے کہا "اس رخ بن دیا جاتا ہے۔"

سونیا نے مصحوبیت سے پوچھا "کیا اسے دبانے سے دھماکا نہیں ہوگا؟"

"کبھی نہیں ہوگا۔ یہ دیکھو۔" جبری نے یہ کہہ کر رخ بن کو دیا۔ یکبارگی وین میں دھماکا ہوا۔ وہ ایسے دھماکے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ایک دم سے اچھل کر ریت پر گر پڑا۔ وین تو دھماکے سے کتنی ہی فٹ اوپر اچھل کر بجنگ کی پھٹ پر آئی۔ وہ بجنگ بھی آگ کے شعلوں اور دھوئیں کی لپیٹ میں آ گیا۔ اس کے ساتھیوں کے پیچھے اڑ گئے تھے۔

کئی منٹ تک جبری کے اوسان بحال نہیں ہوئے۔ وہ ریت پر پڑا دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ آگ کے شعلے آسمان کی طرف لپک رہے تھے۔ سونیا نے سختی بنی کی طرح اچھل اچھل کر نائیاں بجاتے ہوئے کہا "دھماکا ہو گیا۔ ہو گیا۔ تم کہتے تھے یہ ناکارہ ہے۔ تم ہار گئے۔ میں جیت گئی۔"

الفاظ واضح نہیں تھے وہ دماغ نہیں تھا کوئی عجوبہ تھا۔ وہ پریشان ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔

اس نے بھی سوچا تک نہیں تھا کہ انسانی دماغ ایسے جعلی ہوتے ہیں اور اگر نہیں ہوتے تو وہ بچہ انوکھا اور عجوبہ تھا۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر نام ہو رہا تھا۔ اس لیے بے چینی اور بڑھ گئی۔ یہ تجسس تھا کہ آخر وہ کون ہے اچانک کہاں سے آگیا ہے؟

بنجامن نے اخبار میں اپنا فون نمبر شائع کرایا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ اس وقت وہ شراب پی رہا تھا۔ سینڈی نے اس کی آواز سن کر فون بند کر دیا۔ اس کے اندر آخر خیالات بڑھنے لگا۔

اس کے چور خیالات نے بتایا کہ فابریکس کا اپنا بیٹا نہیں ہے لیکن وہ گئے بیٹے سے زیادہ اسے عزیز رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک غیر معمولی لڑکا ہے۔ جب سے گھر میں آیا ہے بنجامن دولت مند بننا چاہا ہے۔ وہ اس لڑکے کو ہر قیمت پر تلاش کر کے گھر لانا چاہتا ہے۔

سینڈی گرے کو معلوم ہوا کہ وہ لڑکا راز کی باتیں جان لیتا ہے۔ ایک بار وہ سمندر کی ساحلی چٹانوں پر چڑھ کر نوٹوں سے بھرا ہوا تھمیلے لے آیا تھا۔ بنجامن کے خیالات نے عدنان علی تیمور یعنی فابریکس کے بارے ایسے کئی واقعات بتائے۔ سینڈی گرے کو یقین ہو گیا کہ وہ عدنان واقعی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہے۔ اس اہم لڑکے کو کسی طرح ڈھونڈ نکالنا چاہیے۔

اس نے بنجامن کے دماغ میں سوال پیدا کیا ”وہ گھر چھوڑ کر کیوں چلا گیا ہے؟“

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کی سالی جولی ایک جوان مرد کے ساتھ اس کے گھر آئی تھی۔ اس کا نام رومیو (پورس) تھا۔ رومیو نے دعویٰ کیا کہ عدنان (فابریکس) اس کا بیٹا ہے اور وہ بیٹا جلد ہی اپنے باپ کے پاس چلا آئے گا۔

بنجامن اس بیٹے کو چھپانے کے لیے اس کے فارم ہاؤس لے جا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت راستے میں عدنان کہیں گم ہو گیا۔ اس کا رومیو بھی اسے تلاش کر رہا ہے۔ جولی بھی رومیو کے ساتھ اسے ڈھونڈ رہی ہے۔

سینڈی نے پوچھا ”کیا جولی اور رومیو کی تصویریں ہیں؟“ اس کے خیالات نے بتایا ”صرف جولی کی تصویر ہے۔“ سینڈی نے بنجامن کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ غائب دماغ ہو کر جولی کی ایک تصویر لے کر گھر سے نکل گیا۔ اپنی کار ڈرائیو کرنا ہوا جانے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جا رہا ہے۔

اس نے ایک جگہ فٹ پاتھ کے کنارے گاڑی روکی۔ وہاں کوئی اجنبی کھڑا ہوا تھا۔ وہ اس اجنبی کو جولی کی تصویر دے کر گاڑی ڈرائیو کرنا ہوا اپنے بنگلے میں واپس آیا پھر ایک دم سے دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا ”میں کار میں کیوں بیٹھا ہوں کہیں جا رہا ہوں! یوں لگتا ہے جیسے خند میں تھا میرے دماغ نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ میں کہیں گم ہو گیا تھا۔“ وہ سوچ رہا تھا مگر سمجھ نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا تھا۔

سینڈی نے اپنے کمرے میں آکر آرام سے صوفے پر بیٹھ کر جولی کی تصویر کو غور سے دیکھا پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت دن کے دس بجے تھے وہ پچھلی تمام رات رومیو کے ساتھ جاگتی رہی تھی۔ اس کے خوابیدہ خیالات بتانے لگے کہ وہ پچھلی رات فابریکس کو تلاش کرتے رہے۔ رومیو نے اس کا نام تبدیل کیا ہے۔ اب اس کا نام عدنان علی تیمور رکھا گیا ہے۔

سینڈی یہ نام سنتے ہی چونک گیا۔ اس نے جولی کے خوابیدہ دماغ میں کہا ”یہ تو اسلامی نام ہے۔ کیا رومیو مسلمان ہے؟“

”میں نہیں جانتی اس کا مذہب کیا ہے اور جان کر بھی کیا کروں گی۔ اپنا تن من پھجھو کر کچلی ہوں۔ اب یہ کوئی بھی ہو۔“

سینڈی سوچنے لگا ”عدنان علی تیمور کا نام سنتے ہی فریاد علی تیمور کی طرف دھیان جاتا ہے۔ کیا اس وقت جولی فریاد کے ساتھ بیڈ پر سو رہی ہے؟ لیکن فریاد کے متعلق تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ وہ انڈیا کے کسی علاقے میں ہے۔“

وہ اٹھ کر ٹیبلٹے ہوئے سوچنے لگا ”جولی کے ساتھ فریاد کا کوئی بیٹا ہوگا۔ پارس پورس یا گبریا لیکن نہیں کہہ رہا بھی انڈیا میں ہے۔ مجھے معلوم کرنا چاہیے کہ اس وقت جولی کے ساتھ کون ہے۔“

اس نے اپنے خاص ماتحت سے فون پر کہا ”ہوٹل لابی کے روم نمبر سات سو سات میں جولی نام کی ایک لڑکی ہے۔ اس کے ساتھ ایک مرد ہے۔ یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ کون ہے۔ اس نے ہوٹل کے کاؤنٹر پر اپنا نام رومیو بتایا ہوگا۔ وہ غصہ خطرناک ہو سکتا ہے۔ اس کا تعلق فریاد علی تیمور کے خاندان سے ہو سکتا ہے۔“

ماتحت نے پوچھا ”کیا اس شخص کی اصلیت معلوم کی جائے۔“

”تم اپنے ماتحتوں کے ساتھ ہوٹل پہنچو۔ اعصابی

ری کی دوا ساتھ لے جاؤ۔ میں وہاں تم سے رابطہ کروں۔“ وہ ماتحت سے رابطہ ختم کر کے جولی کے پاس آیا۔ اسے سے جاننے پر مجبور کیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر اسے ہوتے پورس کو دیکھا پھر اس سے لپٹ کر بولی ہو۔ چائے پیو گے؟“

وہ سینڈی کے زیر اثر تھی۔ پورس کا جواب نے بغیر اس ریلیٹر اٹھا کر بیڈ کی آڑ ڈر دیا۔ پورس نے اسے کھینچ کر ”اتنی جلدی کیا ہے؟ ابھی ہمیں سونا چاہیے۔“

”سونا نہیں جانا چاہیے۔ چائے پیو اور بتا کرو۔ تمہارا ماں بھگ رہا ہے۔ تمہارے اس ٹیلی پیٹھی جاننے والے اس کا پتا کھانا معلوم کیا ہے یا نہیں؟“

وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا ”اے! میرا بیٹا تو میرا باپ بن گیا۔ کل رات سے دوڑا رہا ہے۔ میں ابھی معلوم کروں۔“

وہ بیڈ سے اتر کر ہاتھ دھو کر چلا گیا۔ سینڈی کا خاص تکرار نمبر سات سو سات کے قریب آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ ملازم چائے کی ٹرے لے کر ادھر آیا تو اس نے پوچھا ”ن کمرے میں چائے لے جا رہے ہو؟“

وہ بولا ”روم نمبر سات سو سات۔“

ملازم کی آواز سنتے ہی سینڈی نے اس کے دماغ پر قبضہ کر اس کی زبان سے کہا ”دو ملا دو۔“

ماتحت نے کیمٹی کا ڈسکن اٹھا کر دو کے چند قطرے بچھڑواہاں سے چلا گیا۔ سینڈی نے ملازم کے دماغ کو دھچک دیا۔ اس نے کمرے میں آکر جولی کے سامنے لے کر ٹرے رکھی پھر چلا گیا۔ پورس ہاتھ دھو کر نکل کر ”ابا! چائے آگئی۔ کیا بات ہے؟ چائے تمہارے لبوں کی ج“ جس میں گرمی بھی ہے، مٹھاس بھی ہے۔“

وہ قریب آکر بیٹھ گیا۔ جولی نے مسکرا کر پیالی بڑھاتے لے کہا ”کچھ کھلتے ہی رومناک ہو گئے۔ میں تو تمہارے ہوں۔ جو دور ہے اس کی فکر کرو۔“

”ابھی میرے ماتحت نے رابطہ کیا تھا۔ عدنان کا دماغ بے و غریب ہے۔ وہ خیال خوانی کرنے والا پریشان ہو جاتا۔ اس کی کوئی ایک سوچ کی لہر گرفت میں نہیں آتی۔ پتا ہی نہ چلا، وہ کہاں ہے اور کیا کرنا پھر رہا ہے؟“

سینڈی جولی کے اندر رہ کر پورس کی باتیں سن رہا تھا۔ کی باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ اس کا تعلق ٹیلی پیٹھی نے والوں میں سے ہے اور وہ ضرور فریاد علی تیمور کے

خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ دونوں اپنی اپنی پالی اٹھا کر چائے پینے لگے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے نہیں دیکھ رہا تھا۔ ابھی پانچ دس منٹ کے بعد جولی کا ساتھی اعصابی کمزوری میں مبتلا ہونے والا تھا۔ وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کی اصلیت معلوم کر سکتا تھا۔ جولی نے دو گھنٹہ پینے کے بعد کہا ”چائے کا مزہ کچھ عجیب سا ہے۔“

وہ بولا ”میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ چائے کا مزہ تمہارے لبوں کی طرح ہے۔ اس میں گرمی بھی ہے، مٹھاس بھی ہے۔“

”تم تو ہر بات مذاق میں اڑا دیتے ہو۔ کیا مزہ کچھ عجیب سا نہیں لگ رہا؟“

اس نے جولی کے ہاتھ سے پیالی لے کر اسے سینئر ٹیبل پر رکھ دیا ”چائے پسند نہیں ہے تو نہ پیو۔ ہو سکتا ہے اس میں کسی نے کچھ ملا دیا ہو؟“

”ہماری چائے میں کوئی کیا ملائے گا اور کیوں ملائے گا؟“

”تم نہیں جانتیں، میرے بہت سے جانے انجانے دشمن ہیں۔ وہ میرے کھانے پینے کی چیزوں میں زہر ملا سکتے ہیں یا کوئی ٹیلی پیٹھی جاننے والا دشمن میرے دماغ میں آنے کے لیے مجھے اعصابی کمزوری کی دوا کھلا سکتا ہے۔“

وہ بولتا جا رہا تھا اور چائے پیتا جا رہا تھا۔ جولی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ”یہ سمجھتے بھی ہو کہ تم سے دشمنی کی جاسکتی ہے پھر بھی ایسی بدمزہ چائے پی رہے ہو؟ اسے چھوڑو۔ مت پیو۔“

سینڈی نے فوراً ہی جولی کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ تاکہ وہ اسے چائے پینے سے نہ روکے۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں بولی ”اچھا کوئی بات نہیں۔ چائے تمہیں اچھی لگ رہی ہے تو پی لو۔“

پورس ہنسنے لگا ”تم ابھی چائے پینے سے روک رہی تھیں، پھر فوراً پینے کے لیے کہہ رہی ہو؟ تم کچھ نہیں سمجھ رہی ہو، لیکن میں سمجھ رہا ہوں اور وہ سمجھ رہا ہے۔“

جولی نے حیرانی سے پوچھا ”وہ کون ہے؟“

”وہی جو تمہارے دماغ میں چھپا ہوا ہے۔ تم اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی ہو۔“

”تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تمہارا وہ ٹیلی پیٹھی جاننے والا میرے اندر ہے؟“

”اس وقت تمہارے اندر میرا کوئی آدمی نہیں ہے۔ وہ کتابیات پبلی کیشنز

جو بھی ہے اس انتظار میں ہے کہ چائے میں ملی ہوئی دوا مجھے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے گی پھر وہ میرے دماغ میں آئے گا تو میں اس کی سوچ کی لہروں کو روک نہیں پاؤں گا۔“

سینڈی گرے حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ یہ سمجھ رہا ہے چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی گئی ہے پھر بھی اسے پیتا جا رہا ہے۔ یہ جان بوجھ کر ایسا کیوں کر رہا ہے؟

پورس نے مسکراتے ہوئے جولی کی طرف دیکھ کر کہا ”تم کس سوچ میں پڑ گئے ہو؟ دوا تو بہت ہی زود اثر ہے۔ دیکھو! تم جس کے دماغ میں ہو وہ کمزوری محسوس کر رہی ہے۔ جبکہ اس نے صرف دو ہی گھونٹ پیچے ہیں اور میں تو پیالی خالی کر چکا ہوں۔“

جولی اپنی جگہ سے اٹھ کر بیڈ پر جاتے ہوئے بولی ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔ ذرا لیٹنا چاہتی ہوں۔“

پورس نے کہا ”وہ تمہیں آنکھ بند کر کے سونے نہیں دے گا۔ وہ تمہارے ذریعے مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرے کمزور ہونے کا انتظار کر رہا ہے۔“

آخر وہ بولنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے جولی کی زبان سے کہا ”میں حیران ہوں کہ یہ دوا تم پر اثر کیوں نہیں کر رہی ہے؟“

وہ ایک ذرا توقف سے بولا ”او گاؤ! مجھے یاد آ رہا ہے۔ فرماؤ اور اس کے دونوں بیٹے پاس اور پورس نہریلے ہیں۔ ان پر زہر اثر کرتا ہے اور نہ ہی کوئی کمزور کرنے اور نقصان پہنچانے والی دوا انہیں متاثر کرتی ہے۔“

”ہاں۔ میں پورس ہوں لیکن تم نہیں بتاؤ گے کہ تم کون ہو؟“

وہ بولا ”ہماری دنیا میں جو چند ٹیلی پیٹھی جاننے والے رہ گئے ہیں ان میں سے ایک ہوں۔“

ایسے وقت اس کا ٹیلی پیٹھی جاننے والا ماتحت جولی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا پھر وہ پورس کے پاس آکر بولا ”اس ٹیلی پیٹھی جاننے والے دشمن کے آدمی اس کمرے کے باہر ضرور ہوں گے۔ آپ آدھے گھنٹے سے پہلے کمرے سے باہر نہ نکلیں۔ میں اپنے مسلح افراد کو یہاں بلا رہا ہوں۔“

وہ ماتحت چلا گیا۔ پورس نے کہا ”تم اپنے بارے میں ابھی نہ بتاؤ لیکن میں جلد ہی تمہارا جغرافیہ معلوم کر لوں گا۔ تم شاید میری اصلیت معلوم کرنے آئے تھے۔“

”میں یہ بھی معلوم کرنے آیا ہوں کیا وہ بچہ واقعی تمہارا بیٹا ہے؟ میں نے جولی کے ذریعے معلوم کیا ہے کہ تم اس کے

باب ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو اور تم نے اس کا نام عدنان علی تیمور رکھا ہے۔“

”کیا تم نام پر اعتراض کرنے آئے ہو؟“

”میں یہ بتانے آیا ہوں کہ پچھلی رات تمہارے بیٹے نے مجھے دو کروڑ ڈالر کا نقصان پہنچایا ہے۔“

پچھلی رات پورس کے ماتحت نے عدنان علی تیمور کے دماغ میں رہ کر پہلے مسٹر جے کے آدمیوں کو ہلاک کیا تھا پھر جس عمارت میں اسلئے کا گودام تھا اسے تباہ کر دیا تھا۔ گولے بارود کے دھماکوں سے وہ پوری عمارت ٹھنڈ رہن گئی تھی۔

پورس نے کہا ”اچھا۔ تو تم غیر قانونی طور پر اسلحہ فروخت کرتے ہو؟ چلو تمہارا نام معلوم نہیں ہوا۔ وعدہ تو معلوم ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اور بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔“

پورس کے ماتحت نے اس ہوٹل کے اندر اور باہر اپنے مسلح آدمیوں کو بلایا تھا پھر اس ہوٹل کے اندر ایک ایک شخص کے دماغ میں جا کر ان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پورس نے کمرے کے اندر سینڈی گرے کو باتوں میں الجھا رکھا تھا۔ ادھر وہ ماتحت سینڈی گرے کے خاص کارندے کے دماغ تک پہنچ گیا۔ چپ چاپ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرتا رہا کہ اس کے کتنے مسلح ماتحت اس ہوٹل میں کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں اور وہ سب پورس کو گھیرنے اور نقصان پہنچانے کے لیے انتظار میں ہیں۔

سینڈی گرے نے اپنے خاص کارندے کے پاس آکر کہا ”روم نمبر سات سو سات میں فرماؤ علی تیمور کا بیٹا پورس ہے۔ وہ بہت چالاک ہے۔ وہ یہاں سے بچ نکلنے کے انتظامات کر چکا ہوگا۔ یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اس نے کیسے انتظامات کیے ہوں گے۔ وہ کمرے میں بند ہے۔ اگر اچانک کمرے میں گھس کر حملہ کیا جائے تو وہ اپنی جان نہیں بچا سکے گا۔ اپنے آدمیوں سے کہو۔ وہ اس کمرے میں گھس جائیں اور اسے کمرے سے باہر زندہ نہ جانے دیں۔“

پورس کے ماتحت نے اس وقت تک الپا، علی بی بی اور کبریا کو بلایا تھا۔ کیونکہ وہ تھما اتنے زیادہ دشمنوں سے نمٹ نہیں سکتا تھا۔ وہ تینوں تیزی سے کئی مسلح دشمنوں کے اندر پہنچ گئے تھے پھر ان کے دماغوں پر قبضہ بنایا تھا۔ وہ مسلح دشمن ہوٹل کے اندر ہوائی فائر کرتے ہوئے کاؤنٹر کے پاس آگئے۔ ان میں سے ایک نے کاؤنٹر گرل سے کہا ”چٹھی رقم ہے نکالو۔ جلدی کرو۔ ہم پیشہ ور ڈاکو ہیں۔ رقم نہ ملے تو گوگی مار دیتے ہیں۔“

اسے آگئی مل سکتی ہے کہ ہمارے اسلئے کے خفیہ گودام کہاں کہاں ہیں؟ وہ دشمنوں کا بیٹا اور پوتا ہے۔ مجھے آئندہ بھی نقصان پہنچائے گا۔“

جب شام ہو گئی تو اس نے اپنے کارندے سے جھنجھلا کر کہا ”تم کیسے تلافی ماتحتوں سے کام لے رہے ہو۔ وہ ایک بچے کو تلاش نہیں کر سکتے۔ تم ان سے بڑے بڑے کام کیسے لیتے ہو؟“

”پاس! وہ بچہ پتا نہیں کہاں جا کر چھپ گیا ہے۔ وہ ضرور کسی چار دیواری کے اندر ہے۔ باہر گھومتا پھرتا رہتا تو نظروں میں آ جاتا۔ شام کا وقت ہے۔ ہم اسے تمام تفریق گاہوں میں تلاش کر رہے ہیں۔“

وہ بار بار خیال خوانی کے ذریعے عدنان کے اندر جا رہا تھا اور مایوس ہو رہا تھا۔ کتنی ہی سوچ کی لہریں ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ ایک بار وہ اس کے اندر پہنچا تو اس کا دماغ پر سکون تھا۔ صرف ایک ہی سوچ کی لہر تھی اور وہ سوچ کی لہریں بتا رہی تھیں کہ وہ ایک کشتی پر بیٹھا ہے اور وہ کشتی بحمد آزادی کے قریب سے گزرتی جا رہی ہے۔

اس نے فوراً ہی اپنے خاص کارندے سے رابطہ کر کے کہا ”اپنے آدمیوں کے ساتھ فوراً اسٹیجو آف لبرٹی کے پاس جاؤ۔ وہاں عدنان علی تیمور ایک کشتی میں سیر کر رہا ہے۔ فوراً اسٹیجو ایسٹن ہو کہ وہ وہاں سے کسی دوسری جگہ چلا جائے۔“

وہ خود اپنی خفیہ رہائش گاہ سے باہر آیا پھر کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا ادھر جانے لگا۔

پورس کے ماتحت کو اس کارندے کے خیالات سے پتا چلا کہ عدنان کشتی میں سیر کر رہا ہے۔ اس نے عدنان کے اندر آکر تصدیق کی۔ پتا چلا وہ بحمد آزادی کے پاس ہے۔ اس نے پورس سے کہا ”سرا! عدنان بابا بحمد آزادی کے پاس ہیں۔ دشمنوں کو بھی معلوم ہو چکا ہے۔ وہ سب اسے اپنے قابو میں کرنے گئے ہیں۔“

پورس نے کہا ”میں ابھی وہاں جا رہا ہوں۔ تم دشمنوں پر نظر رکھو۔“

ایک ہاتھ بھر کا بچہ تھا۔ انہوں اور دشمنوں کو پچھلی رات سے دوڑا تھا۔ وہ اپنے پرانے اس کی ایک عادت سے واقف نہیں تھے۔ وہ کسی سے کمالی ستا تھا یا کوئی قلم دیکھتا تھا تو زمین کی پوری یکسوئی سے قلم کے اس منظر اور ماحول میں پہنچ جاتا تھا۔ اسی ماحول کا ایک کردار بن جاتا تھا۔

اس وقت وہ آرام سے بیٹھائی دی پر بحمد آزادی کی ایک دستاویزی قلم دیکھ رہا تھا۔ وہاں چلنے والی کشتیاں اتنی

دوسرے مسلح شخص نے کہا ”اے خیروار! میں ڈاکو۔ تجھے مال لے جانے میں دوں گا۔“

یہ کتنے ہی اس نے اپنے ساتھی کو گولی مار دی۔ سینڈی کا وہ دیکھ کر پریشان ہو گیا کہ جنہیں پورس کو ٹرپ کرنے لیے بلایا تھا وہ ڈاکو بن رہے تھے۔ ایک نے دوسرے کو ماری تھی۔ تیسرے نے دوسرے کو اور پھر چوتھے نے بے کو گولی مار دی۔ اس نے فون کے ذریعے کہا ”پاس! گز بڑ ہو رہی ہے۔ میرے ماتحت میری بات نہیں مان ہیں۔ وہ ہوٹل میں خود کو ڈاکو کہہ رہے ہیں اور ایک بے کو گولی مار کر ہلاک کر رہے ہیں۔“

وہ بولا ”مجھے اندازہ تھا کہ پورس نے خائناتی انتظامات کئے ہیں۔ یہ اس کی طرف سے ہمارے خلاف کارروائی ہے۔ تمہیں وہاں نہیں رہنا چاہیے۔ فوراً چلے آؤ۔“

پورس کے ماتحت نے اس خاص کارندے کو ہلاک نہیں رہنے ہی اسے آک کار بنایا۔ اسے چھوٹ دے دی تاکہ کے ذریعے اس کے پاس تک پہنچنے کا راستہ بنا سکے۔۔۔۔۔

اس کے خیالات نے بتایا تھا کہ اس کا پاس بہت محتاط اس کے سامنے بھی نہیں آتا ہے۔ اسے دور ہی دور اس سے اہم کام لیتا رہتا ہے۔ اس کارندے سے یہ تو ہو سکتا تھا کہ وہ اس کے ذریعے کیسے اہم معاملات رہتا ہے اور ان کے اسلحہ سپلائرز اور خفیہ ڈاؤں کہاں ہیں؟

سینڈی گرے نے یہ نہیں سوچا تھا کہ جولی کے دماغ میں کے بعد پورس سے نمٹنا ہوگا۔ وہ تو عدنان علی تیمور کے میں معلومات حاصل کرنے گیا تھا۔ اس طرح یہ بھی ہو گیا کہ وہ بچہ پورس کا بیٹا ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا اس بچے میں کیسی کیسی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔

بنجامن کے خیالات پڑھنے سے معلوم ہوا تھا کہ اس کی اس میں عجیب طرح کی کشش ہے۔ اس سے آنکھیں والا گم صاف ہو جاتا ہے۔ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔ اس میں بچہ جو کتا ہے اس کی بات مانتا ہے۔ یعنی اس انہیں سامنے والوں کو چٹاناز کر لیتی تھیں۔ ایسا پیشہ ہوتا تھا۔ وہ آنکھیں عام حالات میں داخل رہتی تھیں۔ اس میں دوسری غیر معمولی بات یہ تھی کہ کبھی بھی اسے اس میں معلوم ہو جاتی تھیں۔ جیسے اسے یہ معلوم ہو گیا تھا ایک چٹان کے پیچھے نوٹوں سے بھرا ہوا ہتھیار رکھا ہے۔

زرتی طور پر اسے آگئی حاصل ہوئی تھی۔

سینڈی گرے سوچنے لگا ”یہ لڑکا بہت خطرناک ہے۔“

ہوئی تھی۔ جب پیچیدہ معاملات پیش آتے تھے اور کوئی ایک معاملہ بہت زیادہ الجھ جاتا تھا تو ایسے وقت ایک آدھ پینک پینے کا جی چاہتا تھا۔ پینے سے مسائل تو حل نہیں ہوتے لیکن دماغ سے عارضی طور پر بوجھ اتر جاتا ہے۔ فکر اور پریشانی سے نجات مل جاتی ہے۔ عدنان ایک چھپا چھپا سا خوف بن گیا تھا۔ وہ مدہوش رہ کر صبح تک اس خوف سے نجات حاصل کر سکتا تھا۔

لیکن یہ بات اس نے گرہ میں باندھ لی تھی کہ نشر نیلی بیٹھی جانے والوں کی موت بن جانا ہے۔ تمام نیلی بیٹھی جانے والے ایک دوسرے کی ناک میں لگے رہتے ہیں۔ اگر کسی کا دماغ بیماری کی وجہ سے کمزور پڑے یا نشے کے باعث وہ سانس روکنے کے قابل نہ رہے تو وہ اپنے اندر آنے اور قبضہ بنانے والوں کو روک نہیں پاتا۔ ان کا معمول اور محکوم بن کر رہ جاتا ہے۔

اس نے شراب پینے کی خواہش کو اپنے اندر کچل دیا۔ رات کے دس بجے اس نے پھر خیال خوانی کی پروا نہ کی۔ اس وقت عدنان کا دماغ پھر سکون تھا۔ سوچ کی نیکی لہریں ایک دوسرے سے الجھی ہوئی نہیں تھیں۔ اس کا ذہن ایک ہی سوچ پر مرکوز تھا۔

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کے اندر پہنچ کر حیرانی سے دیکھنے لگا۔ وہ ایک قبرستان میں پہنچا ہوا تھا۔ وہاں نیم تاریکی تھی۔ کہیں دور دور بلب کی روشنی تھی۔ حد نظر تک شیخی دھند چھائی ہوئی تھی۔ ماحول بہت ہی پراسرار اور ڈراؤنا سا تھا۔

سینڈی گرے حیرانی سے سوچ رہا تھا کہ وہ رات کو قبرستان میں کیوں پہنچا ہوا ہے؟ وہ بڑی توجہ سے اس قبرستان کو دیکھ رہا تھا اور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ قبرستان نیویارک میں کہیں ہے یا شہر کے باہر کسی مضافاتی علاقے میں ہے؟

عدنان آہستہ آہستہ چلتا ہوا قبروں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ دور سے گیدڑوں کی ہیبت ناک آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے ایک قبر کے پاس رک کر اس کے کتبے کو پڑھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا کیپٹن پیٹر نیل نام کے نیچے اس کی پیدائش اور موت کی تاریخ لکھی ہوئی تھی۔

اس نے فوراً ہی اپنے خاص کارندے سے رابطہ کرتے ہوئے کہا "کیپٹن پیٹر نیل ایک بہت ہی معروف اور جاننا ز فوجی افسر تھا۔ فوراً معلوم کرو کہ یہاں کے کس قبرستان میں اس کی تدفین ہوئی تھی؟ معلوم ہوتے ہی فوراً وہاں پہنچو۔ عدنان

وہ اسے اپنے بیڈ روم میں لے آئی۔ وہاں اسے سینے سے لگا کر سوگئی۔ وہ بھی تھا ہوا تھا۔ دوسری صبح دس بجے تک رات رہا۔ اس بیمار کا نام ڈی سوزا تھا اور وہ خاتون میڈم مورٹا ملائی تھی۔ ڈی سوزا نے بھی عدنان کو اپنا پیٹا تسلیم کر لیا اس نے پوچھا "ہم تمہیں کس نام سے پکاریں؟"

اس کے ذہن میں یہی نام آیا۔ وہ بولا "میرا نام عدنان ہے۔"

وہ بولا "تم کہہ رہے ہو۔ مورٹا بھی کہہ رہی ہے تو میں نہیں کرتا ہوں کہ تم میرے ہی بیٹے ہو لیکن جیسے تین برس سے کہاں تھے؟ کس کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے؟"

"مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ ماں باپ کی تلاش میں تھا۔ ہم دونوں مل گئے۔ میری تلاش ختم ہو گئی ہے۔"

"تم نے مجھے ہاتھ لگایا۔ میرے گردے کی تکلیف ختم ہو گئی۔ میں جوانوں کی طرح چلنے پھرنے لگا ہوں۔ تم بچ چکے مسیحا ہو لیکن یہ جادو بھی ہو سکتا ہے۔"

"آپ جو بھی رائے قائم کریں۔ کوئی کسی کو اپنی رائے قائم کرنے سے نہیں روک سکتا۔"

وہ شام کو ڈرائنگ روم میں آگئی دی دیکھنے لگا۔ یہ وہی وقت تھا۔ جب وہ اسکرین پر مجسمہ آزادی کی دستاویزی فلم دیکھتا ہوا خود کو کشتی کی سرگرتے دیکھ رہا تھا۔ ایک طرف سینڈی گرے اور اس کے ماتحت وہاں اگر کشتیاں گرائے پر لے کر دور دور تک اسے تلاش کر رہے تھے۔ دوسری طرف پورس اور اس کا نیلی بیٹھی جانے والا ماتحت اس کی تلاش میں ہلک رہے تھے۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں بھی جا رہے تھے۔ توڑی دیر بعد پتا چلا۔ پھر اس کے اندر سوچ کی لہریں گڈگڈ ہو گئیں ہیں۔ وہ پریشان ہو گئے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اچانک اس کا ذہن کیسے تبدیل ہو جاتا ہے۔ دراصل اب وہ فی دی کے مناظر کو ذہنی کیسٹیو سے نہیں دیکھ رہا تھا۔ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

سینڈی گرے فکر مند تھا۔ عدنان ہاتھ آتے آتے گم ہو گیا تھا۔ اس کی غیر معمولی صلاحیتیں اسے تشویش میں مبتلا کر رہی تھیں۔ یہ اندیشہ تھا کہ رات کی باتیں جاننے والا اس کی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ سکتا ہے۔

وہ اسے تلاش کرنے کا ہر ممکن راستہ اختیار کر چکا تھا۔ اب صرف یہی راستہ رہ گیا تھا کہ وہ وقفے وقفے سے اس کے دماغ میں جاتا رہے۔ اس مجبوعے نے اس کا سکون برباد کر دیا تھا۔ اسے تلاش کرتے کرتے صبح سے شام اور شام سے رات

وہ کہتے کہتے چپ ہو گئی۔ حیرانی سے دیکھنے لگی۔ اس کے شوہر کی کراہیں نہیں نکھ رہی تھیں۔ وہ بچے کی آنکھوں میں مسلسل دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسی آسودگی اور اطمینان تھا جیسے وہ بیمار نہ ہو، اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں پھر وہ سکون سے سو گیا۔ خاتون عدنان کو بڑی حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے سامنے آکر کھٹنے نیک کر بولی "تمہے فرشتے! تم کون ہو؟ جس کی تکلیف دوائیں دور نہ کر سکیں، تم نے کروں۔ تم نے ہاتھ لگایا اور یہ آرام سے سو گیا۔ تم مسیحا ہو! ابن مریم ہو۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے، خداوند یسوع تمہارے روپ میں یہاں آیا ہے۔ کیا تم میرے گھر میں رہو گے؟"

وہ بولا "مجھے ہلک لگ رہی ہے۔"

خاتون نے اٹھ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا "آؤ بیٹے! میں تمہیں کھانا کھلاؤں گی۔ یہ گھر تمہارا ہے۔ تم میرے ساتھ رہو گے نا؟"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کچن میں آگئی اور اس کی پسند معلوم کر کے کھانا گرم کرنے لگی۔ اس سے پوچھنے لگی۔

"بیٹے! مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ آج رات کو کہاں سے آئے ہو؟"

وہ چپ رہا۔ کھانا سامنے آیا۔ اسے کھانے لگا۔ وہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ کر بولی "پلیز! مجھے اپنی ماں سمجھ کر بولو۔"

کیا تم اپنی حقیقت بتانا نہیں چاہتے؟"

وہ خاتون کو سنجیدگی سے دیکھنے لگا پھر اس کے دماغ میں باتیں آنے لگیں "وہی کہنے لگا "ہاں۔ تم میری مٹی ہو۔ تم نے تین برس پہلے مجھے پیدا کیا تھا۔"

وہ تعجب سے بولی "ہاں۔ چالیس برس گزرنے کے بعد بھی اولاد نہیں ہوتی تھی۔ تین برس پہلے میں ماں بن گئی لیکن بد قسمت تھی۔ بیٹا پیدا ہوتے ہی مر گیا۔"

"میں وہی ہوں۔ تمہاری میسجس دیکھ کر واپس آیا ہوں۔"

وہ بے چینی مگر خوشی سے اٹھ کر اس کے پاس آگئی۔ اچھی! اچھی! کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر بولی "تمہے؟ تم میرے بیٹے ہو؟ میں نے تمہیں پیدا کیا تھا؟ میں؟ میں؟ میں؟ نہیں پوچھوں گی کہ تم مر رہے تھے زندہ کیسے ہو گئے۔ خدا کی قدرت کو ہم نہیں سمجھ پاتے۔ میں یقین سے سمجھ رہی ہوں۔ تم میرے ہی بیٹے ہو۔ میں نے تمہیں جنم دیا ہے۔"

وہ اسے سینے سے لگانے لگی۔ اسے چومنے لگی۔ اس نے کھانے کے بعد کہا "مجھے نیند آرہی ہے۔"

اچھی لگ رہی تھیں کہ وہ بھی اسی منظر کی ایک کشتی میں پہنچ کر خود کو وہاں سیر کرتے دیکھ رہا تھا۔ اب ایسے وقت کوئی بھی اس کے خیالات پر دھڑکا تو اسے یہی معلوم ہوتا کہ وہ کشتی کی سیر کر رہا ہے۔ وہ ان لمحات میں بھول گیا تھا کہ ایک ڈرائنگ روم میں بیٹھا دی دیکھ رہا تھا۔

وہ بچپنی رات بھٹکتا ہوا ایک جنگلے میں داخل ہو گیا تھا۔ اس وقت رات کے تین بجے تھے۔ اس جنگلے کے سامنے پہنچ کر اسے آگئی ملی تھی کہ اسے اندر جانا چاہیے۔ اس نے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ اندر خاموشی رہی۔ اس نے دوسری بار دستک دی۔ کسی خاتون نے پوچھا "کون ہے؟"

اس نے پھر دستک دی۔ دروازہ ڈرا سا کھلا۔ ایک عمر رسیدہ خاتون نے اسے دیکھا پھر پوچھا "بچے! تمہارے ساتھ کون ہے؟"

اس نے کہا "میں اکیلا ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

وہ ڈرا سا کھلا ہوا دروازہ ایک ذخیرے سے بندھا ہوا تھا۔ پوری طرح کھل نہیں سکتا تھا۔ وہ خاتون کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہی سحر زدہ ہو گئی تھی۔ اس نے اندرونی ذخیرے کو ہٹا کر دروازہ کھولنے ہوئے کہا "میں سوچ رہی تھی، کوئی آنے والا کال ہیل کیوں نہیں بج رہا ہے مگر تم تو مجھے سے ہو۔ تمہارا ہاتھ ہٹن تک نہیں پہنچ سکتا۔ آؤ۔ اندر آ جاؤ۔"

وہ اندر آ کر ایک سمت جانے لگا۔ خاتون نے پوچھا "پہلے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔ کہاں جا رہے ہو؟"

وہ بولتا ہوا جا رہا تھا۔ رک نہیں رہا تھا "وہ تکلیف میں ہے۔ بہت تکلیف میں ہے۔"

خاتون اس کے پیچھے آ رہی تھی۔ وہ ایک بیڈ روم میں آیا۔ ایک عمر رسیدہ شخص بیڈ پر لیٹا ہوا تکلیف سے کرا رہا تھا۔ عدنان نے قریب پہنچ کر بیمار کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ بیمار نے سر سمجھا کر اسے دیکھا پھر ان کی آنکھوں میں دیکھتا ہی رہ گیا۔

خاتون کہہ رہی تھی "یہ میرے شوہر ہیں۔ گردے کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے دونوں گردے ٹھیک ہیں۔ کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ دواؤں سے دور ہو جائے گی۔ گردہ تبدیل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

وہ ایک گرمی سانس لے کر بولی "مگر یہ تکلیف سے بے حال ہو رہے ہیں۔ نیند کی دوا دی گئی ہے لیکن تکلیف کی شدت سے نیند نہیں آرہی ہے۔ ذرا سی دیر کے لیے بھی تکلیف میں کمی نہیں ہو رہی ہے۔"

علی تیمور وہاں پہنچا ہوا ہے۔
وہ حیرانی سے بولا "باس! اس فوجی افسر کی قبر یہاں کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ تو انڈین عیسائی تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں برما کے محاذ پر مارا گیا تھا۔ اس کی قبر ہندوستان کے کسی جنوبی علاقے میں ہے۔"

وہ تعجب سے بولا "وہ شام کو مجسمہ آزادی کے پاس تھا۔ شام کو اندھا جانے والی کوئی فلائٹ نہیں ہے۔ اگر وہ رات کی کسی فلائٹ سے اندھا جانے کا تو صبح تک وہاں پہنچے گا پھر اتنی جلدی وہاں کے قبرستان میں کیسے پہنچ گیا ہے؟"

وہ پھر توجہ سے عدنان کے خیالات بڑھنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک شکستہ قبر کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اچانک ہی وہ شکستہ قبر ایک دم سے لرز گئی۔ وہاں کوئی بڑے دل گردے والا ہوتا تو وہ بھی وہشت زدہ ہو کر مر جاتا لیکن عدنان آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ اس قبر سے اچانک ہی ایک ہاتھ باہر آیا تھا۔ پہلے تو وہ ہاتھ استخوانی تھا پھر آہستہ آہستہ وہ ہاتھ گوشت و پوست میں بدلنے لگا۔ بہت ہی خوب صورت دو تیرہ کا ہاتھ دکھائی دینے لگا۔

سینڈی گرے حیران اور پریشان تھا کہ وہ پراسرار لڑکا اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ یہ ناممکن تھا کہ وہ دو چار گھنٹوں میں امریکا سے انڈیا پہنچ جاتا پھر یہ کہ وہ ایسے قبرستان میں کیوں گیا ہے؟ جہاں وہشت زدہ کرنے والا واقعہ پیش آیا ہے۔ اس ہاتھ کے آس پاس شکستہ قبر کی مٹی ہنتی جا رہی تھی۔ اس قبر میں خلا پیدا ہو رہا تھا۔ وہ ہاتھ اشارے سے اسے اپنے پاس بلا رہا تھا۔

عدنان ایک ایک قدم آگے بڑھتا ہوا قبر کے کنارے پہنچا۔ قبر کے اندر تنہا تاریکی میں ایک نہ خاند دکھائی دے رہا تھا۔ ایک زینہ نیچے تک چلا گیا تھا۔ زینے کے نچلے حصے میں ایک دو تیرہ کھڑی ہوئی ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلا رہی تھی۔ عدنان نے قبر کی تہ میں جانے کے لیے زینے کے پہلے پائیدار قدم رکھا۔

اس کے ساتھ ہی ایک تحریر ابھری لکھا ہوا تھا "نو۔ بی۔ سنٹی نیوز" یعنی وہ ڈراما سیریل جاری ہے۔ کہانی کا بقیہ حصہ اگلی قسط میں پیش کیا جائے گا۔

سینڈی گرے ایک دم سے چپتا ہوا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ غصے سے گالیاں دینے لگا۔ اب اس کی سمجھ میں آیا تھا کہ عدنان کوئی وہشت ناک ڈراما سیریل دیکھ رہا تھا اور ڈرامے کے اس منظر میں اس قدر ڈوب گیا تھا کہ بیرونی جگہ خود کو اس قبرستان میں دیکھ رہا تھا۔

بھریہ بھی سمجھ میں آیا کہ وہ شام کو بھی مجسمہ آزادی کی طرف نہیں گیا ہوگا۔ کسی ڈراما سیریل یا کسی دستاویزی فلم میں اس مجسمے کو دیکھ کر وہاں کے ماحول میں پہنچ گیا ہوگا اور خود کو کتنی کی سیر کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوگا۔

بات سمجھ میں آگئی تو اپنے آپ پر بھی غصہ آنے لگا۔ غصہ اس بات کا تھا کہ ایک بچہ اسے اب تک بے وقوف بناتا آرہا تھا۔ وہ غلامیں گھونٹاں کر کہہ رہا تھا "میں اس کا منہ توڑ دوں گا۔ اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بس ایک بار وہ مل جائے۔"

اور وہ نہیں مل رہا تھا۔



دو ہفتے گزر گئے۔ اس دوران میں ڈاکٹر بوباکو کا اغوا کیا گیا تھا اور اس کے بیٹے آرٹھرو کا کی خواہش کے مطابق ڈاکٹر بوباکو کا ایک گردہ نکال لیا گیا تھا پھر دو ہفتے تک اسے اچھی طرح کھانے پانے کے بعد اس کی آنکھیں نکال لی گئی تھیں۔ اس کے بعد اسے رہائی نصیب ہوئی تھی۔

بیٹے نے اسے ایک ویران ساحل کے جنگلے میں پہنچا دیا تھا۔ ڈاکٹر کی بیوی نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا "اپنے بیٹے کے ساتھ رہنے لگی تھی۔ ان ہی دنوں سونیا ایک شخص جیری اور اس کے دو ساتھیوں کے ساتھ وہاں آئی تھی پھر وہاں پہنچ کر اس نے جو ہنگامہ کیا تھا۔ اس کا ذکر ابھی کر چکا ہوں۔ لاکھوں ڈالر کا اسلحہ اور ان کا ایک ہنگامہ کرنے کے بعد اس نے جیری کی اچھی طرح پٹائی کی تھی پھر اس سے موبائل فون لے کر اسے لوہان چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

اس نے جیری سے پوچھا تھا کہ وہ کس کے لیے کام کر رہا ہے؟ جیری اپنے پراسرار پاس کا نام اور پتا نہیں جانتا تھا۔ فون کے ذریعے اس سے رابطہ رکھتا تھا۔ اس کے موبائل فون میں ان اہم افراد کے فون نمبرز بھی محفوظ تھے جن سے ہتھیاروں کے سلسلے میں لین دین رہا کرتا تھا۔

اس نے سونیا کو بتایا تھا کہ اس کے پاس کے نمبر کے ساتھ ایس جی لکھا رہتا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ پاس کا نام سینڈی گرے ہے اور اس کا خفیف ایس۔ جی ہے۔

وہ ویران ساحل میانی سچ سے کتنی گلوبل کے فاصلے پر تھا۔ سونیا ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر میانی کی طرف جانے لگی۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی چلائے ہوئے عقب نما آئینے میں اسے دیکھا پھر کہا "تم خوب صورت ہو، جوان ہو کیا ویران جنگلوں میں کسی نے تمہیں کال کیا تھا؟"

اس نے مختصر سا جواب دیا "میں کال گرل نہیں ہوں۔"

وہ ہنسنے ہوئے بولا "پھر اس ویرانے میں اکیلی کیا کر رہی تھیں؟"

"تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے۔ خاموشی سے ڈرائیو کرو اور سامنے دیکھتے رہو۔"

وہ عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے بولا "اوہ۔ میں تمہارے جیسی عورتوں کو خوب پہچانتا ہوں۔ برسوں سے ٹیکسی چلا رہا ہوں۔ میانی کی ایک ایک دھندل کرنے والی کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔"

سونیا نے کوئی جواب نہیں دیا خاموش رہی وہ بولا "اگر تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں پولیس اسٹیشن نہ لے جاؤں تو مجھے پچاس ڈالر دے دو۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ڈرائیور کو دیکھا۔ وہ اسے ایک ہاتھ جھاتی تو ڈرائیورنگ کے قائل نہ رہتا۔ وہ دہلا پڑا سا تھا، نئے کا عادی تھا۔ وہ اس پر ہاتھ اٹھانا نہیں چاہتی تھی پولیس کے جھیلوں میں بھی نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ وہ کسی کے ان سوالوں کے جواب نہیں دے سکتی تھی کہ وہ کون ہے؟ اس کا کیا نام ہے؟ وہ کہاں سے آئی ہے اور کہاں جھلکتی پھر رہی ہے؟

اس نے پچاس ڈالر نکال کر اسے دے دیے۔ وہ رقم لے کر ہنسنے ہوئے بولا "میں نے کہا تھا ناں، تمہاری جیسی عورتوں کو خوب پہچانتا ہوں۔ اب ٹیکسی کا کرایہ بھی دے دو۔ شہر تک پیکیس ڈالر نہیں گئے۔ تم تیس ڈالر دے دو۔ اس کے بعد میں تمہیں پریشان نہیں کروں گا۔"

اس نے گھور کر ڈرائیور کو دیکھا پھر تیس ڈالر بھی نکال کر دے دیے۔ اس نے رقم لے کر رکھ لی پھر گاڑی کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ اس نے پوچھا "تم نے گاڑی کیوں روک دی؟"

اس نے اچانک ہی کھانک کی آواز کے ساتھ چاقو نکالا پھر ہنسنے ہوئے کہا "میں دیکھنا چاہتا تھا، تم کنگال ہو یا کالا مال ہو؟ تمہارے پاس تو بہت مال ہے، نوٹ پر نوٹ نکالتی جا رہی ہو۔ چلو۔ جتنا مال ہے، میرے سامنے رکھ دو۔"

وہ اسے ہمدردی سے دیکھتے ہوئے بولی "میری شرافت تمہیں اس نہیں آ رہی ہے۔ میں آرام سے شہر پہنچنا چاہتی تھی اور تم حرام کھا کر بھی خوش نہیں ہو رہے ہو۔"

اس نے یکبارگی اس کی کلائی پکڑ کر موڑ دی۔ وہ جھانڈو کے نیچے کی طرح تھا، جیسے نوٹ کر رہ گیا۔ اس کے حلق سے

چنچ لنگی، ہاتھ سے چاقو چھوٹ گیا۔ سونیا نے اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا تو اس کے دیدے پھیل گئے۔ ایسا ہتھوڑا نما ہاتھ تھا کہ اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ وہ پیچھے کی طرف الٹ کر کھڑکی کے شیشے سے نکلایا۔ اس نے اس کی تینوں بیویوں میں ہاتھ ڈال کر پانچ سو ڈالر نکالے پھر کہا "شاید تمہارا دھندلایا ہے۔ تم ٹیکسی چلا کر نہیں، کمزور عورتوں کو لوٹ کر مال کھاتے ہو۔ آئندہ تم کسی کو لوٹنے کے قائل نہیں رہو گے۔"

اس نے ٹیکسی سے باہر آکر اس کی طرف کا دروازہ کھول کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا پھر اسے باہر کھینچ کر ایک ہاتھ مارا، وہ دور جا کر گرا۔ اس نے فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر کھائے میں دیر نہیں کی۔

وہ اسٹینڈنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ اسے اشارت کر کے آگے بڑھانے لگی۔ وہ تیزی سے سڑک پر بھاگتا جا رہا تھا۔ آگے جا کر وہاں گھوم کر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اچھل کر کہنے لگا "تم میری گاڑی نہیں لے جا سکتیں۔ میں شہر پہنچتی ہی پولیس والوں کو تمہارے پیچھے لگا دوں گا۔ پولیس والے حالات میں تمہاری ایسی کی سیس کرتے رہیں گے۔"

سونیا نے گاڑی کی رفتار ایک دم سے بڑھا دی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ شخص کینہ ہے آئندہ اس کے لیے مصیبتیں پیدا کرتا رہے گا۔ اس نے پوری رفتار سے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے زور کی ٹکر ماری۔ وہ اچھل کر دور ایک طرف جا کر گرا۔ سونیا کے لیے یہ دیکھنا ضروری نہیں تھا کہ اس کا انجام کیا ہوا ہو گا وہ آرام سے ڈرائیو کرتی ہوئی ایک گھنٹے کے اندر میانی پہنچ گئی۔

وہاں کوئی پولیس والا اسے ٹیکسی ڈرائیو کرتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ وہ کسی جھیلے میں پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ایک جگہ ٹیکسی کو چھوڑ کر فٹ ہاتھ پر چلنے لگی۔ وہ میانی شہر کے اس علاقے میں تھی جہاں دن سے زیادہ رات میں رونق رہا کرتی تھی۔ منگے ناٹ، کلبس، کیرے، کیسیٹو اور مساج ایڈ ہاتھ صبح تک کھلے رہتے تھے۔ رات سے صبح تک دولت لٹائی جاتی تھی اور لوٹی جاتی تھی۔ وہ ایک ہوٹل کی لابی میں آکر بیٹھ گئی۔ اس نے کھانے کا آرڈر دیا پھر موبائل فون کو آن کر کے سینڈی گرے سے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے اس کی آواز سن کر پوچھا گیا "تم کون ہو؟ یہ تو جیری کا فون ہے۔"

"جیری بات کرنے کے قائل نہیں ہے۔ میں نے اس کی بری طرح پٹائی کی ہے۔ تمہاری ہتھیاروں سے بھری ہوئی دین

بٹن کو دبایا پھر اسے کان سے لگا کر کہا ”میں جانتی تھی تم مجھ سے رابطہ کرو گے“

”کون ہو تم؟ تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟“
”میں تمہیں نہیں جانتی پھر تم سے دشمنی کیوں کروں گی۔ جبری ایک اندھے بوڑھے کو پریشان کر رہا تھا۔ وہ تمام اسلحہ اس کے ہنگلے میں چھپاتا چاہتا تھا۔ میں نے اسلحہ سمیت اس کے دو ساتھیوں کو ختم کر دیا۔ جبری کی پٹائی کر کے اس کی جان بخش دی ہے۔“

”تم نے تنہا ایسا نہیں کیا ہو گا۔ تمہارے ساتھ اور بھی لوگ ہوں گے۔“

”یقین کر دیا نہ کرو۔ میں بالکل تنہا ہوں۔“
”پھر تو تم زبردست ہو۔ میرے لیے کام کرو گی؟“
”میں انسانیت کے خلاف کوئی کام نہیں کرتی۔ اگر لمبی عمر گزارنا چاہتے ہو تو مجھ سے دور رہو۔“

”اگر میں لمبی عمر بیٹا نہ چاہوں تو کیا مجھ سے ملو گی؟“
”کوئی نیکی جیتتی جانے والا ابھی کسی کے رویہ نہیں آتا۔ مجھے نادان نہ سمجھو۔ کوئی دوسرا حربہ آزماؤ۔“
”سونیا نے ویٹر کو بلا کر پوچھا ”کتنا ملے گا؟“
”وہ بولا ”تائمنی ڈالرز۔“

اس نے سو ڈالرز دیے۔ وہ شکریہ ادا کر کے چلا گیا پھر وہ فون پر بولی ”تم بھی کیا یاد کرو گے۔ میں نے ایک ویٹر کی آواز سنائی ہے۔ اب تم اس کے دماغ سے معلوم کرو گے کہ یہ کون سا ہوٹل ہے اور میں میاں کے کس حصے میں ہوں۔ روہو آگے ہو تو آؤ مگر نہیں آؤ گے۔ اپنے کتوں کو بھیج دو گے۔“

اس نے ہتھے ہوئے فون کو بند کر دیا۔ سینڈی نے ویٹر کے مختصر سے خیالات پڑھے پھر فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر فریک بلو کے اندر پہنچا۔ اس سے بولا ”وہ عورت سی سائڈ ہوٹل کی بالکونی میں ہے۔ فوراً اسے جا کر پکڑو۔ وہ بہت چالاک ہے۔ اسے نکل بھاگنے کا موقع نہ دینا۔ کوشش کرو کہ اسے زندہ گرفتار کرو۔ میں اس سے بہت کچھ اگلا نا چاہتا ہوں۔“

وہ پھر ویٹر کے دماغ میں آیا۔ وہ بچن میں مصروف تھا۔ اس نے اسے پھر بالکونی کی طرف جانے پر مائل کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ فریک بلو کے وہاں پہنچے تک سونیا کی نگرانی کرتا رہے۔ وہ ویٹر کے اندر رہ کر بالکونی میں آیا تو سونیا وہاں نہیں تھی۔ ویٹر تیزی سے چلا ہوا میز صوفوں سے اترتا ہوا ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ باہر جانے لگا۔ ہوٹل کے مالک نے اسے روک کر پوچھا ”ڈیوٹی چھوڑ کر کہاں

... اور ساحلی کالج کو ہم کے دھماکوں سے تباہ کر دیا ہے۔ بہتر ہے پہلے میری ان باتوں کی تصدیق کرو پھر مجھ سے رابطہ کرو۔“

اس نے فون بند کر دیا۔ کھانا کھانے لگی۔ سوچنے لگی ”میرے ذہن کو کیا ہو گیا ہے؟ مجھے یاد کیوں نہیں آ رہا ہے کہ میرا نام کیا ہے؟ میں کون ہوں؟ میرے اپنے کسے ضرور ہوں گے۔ وہ سب کہاں کم ہو گئے ہیں؟“

سینڈی گرے نے پہلے سونیا کے دماغ میں انکر خیالات پڑھے۔ اس نے سانس روک لی۔ اس کا ایک خاص کارندہ فریک بلو میاں ٹائٹ کلب کا انچارج تھا۔ اس نے فون پر اس سے کہا ”جبری لاکھوں ڈالرز کے ہتھیار لے کر ویران ساحل کے ہنگلے میں گیا تھا۔ پتا چلا ہے کہ وہ تمام اسلحہ اور میرا وہ بنگلا تباہ ہو گیا ہے۔ تم فوراً اپنے آدمیوں کو بھیج کر معلوم کرو یہ کہاں تک درست ہے؟“

فریک بلو نے کہا ”باس! ایک گھنٹا پہلے معلوم ہوا تھا کہ ویران ساحل کی طرف نہیں زبردست دھماکے ہوئے ہیں۔ میرے دو بندے وہاں گئے ہیں۔ میں ابھی ان سے رابطہ کرنے کے بعد آپ کو کال بیک کروں گا۔“

اس نے فون بند کر دیا پھر اپنے بندوں سے رابطہ کر کے معلومات حاصل کیں۔ اس کے بعد سینڈی گرے کو فون پر مخاطب کیا ”ہیلو باس! بری خبر ہے۔ آپ کا بنگلا نمبرائے فورٹین تباہ ہو گیا ہے۔ ہتھیاروں والی وین کے پرچے اڑ گئے ہیں۔ وین اور ہتھیاروں کے ساتھ انسانی جسموں کے ٹکڑے بھی دور تک بکھر گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے جبری بھی مارا گیا ہے۔“

وہ پریشان ہو کر بولا ”او گاڈ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ دو ہفتے پہلے یہاں نیویارک میں ایک عجیب و غریب سچے نے میرے اسلحے سے بھرے ہوئے گودام کو تباہ کر کے مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا تھا۔ آج ایک عورت نے لاکھوں ڈالرز کے اسلحے اور میرے ہنگلے کو تباہ کیا ہے۔“

فریک بلو نے جبرانی سے پوچھا ”کیا ابھی یہ نقصان ایک عورت نے پہنچایا ہے؟“

”ہاں۔ اس نے فون پر یہی کہا تھا۔ ہو سکتا ہے اس عورت کے پیچھے میرے دشمن چھپے ہوئے ہوں۔ میرے اندازے کے مطابق وہ عورت میاں شہر میں کہیں ہوگی۔ اسے تلاش کرو۔“

اس نے جبری کے موبائل فون کے نمبر پر کال کی۔ سونیا کھانے کے بعد کافی پی رہی تھی۔ فون کا بزرگ اس نے

کر رہے ہیں۔ وہ اس ویٹر کو دھوکا دے کر جا چکی ہے۔ اسے پورے شہر میں تلاش کرنا ہو گا۔“

وہ سب پھر ہوٹل کے باہر آگئے۔ فریک بلو نے اپنے آدمیوں سے کہا ”تم سب اپنی گاڑیوں میں جاؤ اور اسے مختلف علاقوں میں تلاش کرو۔“

وہ سب چلے گئے۔ اس نے فون کے ذریعے اپنے مزید ماتحتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنا کام دھندلا چھوڑ کر اس عورت کو تلاش کریں۔ اس نے بلو جینز پر اور نیچر کی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ گلے میں سیاہ رنگ کا اسکارف ہے۔ اس کی زلفیں سنہری ہیں اور شاتوں تک لمباتی ہیں۔ ایسی کوئی عورت نظر آئے تو فوراً پاس سے فون پر رابطہ کرو۔

اس کے درجنوں ماتحت پورے میاں شہر میں پھیل گئے۔ صبح چار بجے تک انہوں نے میں ایسی عورتوں کو پکڑا جو تنہا تھیں اور وہ سونیا کے لباس اور چھپے سے ملتی جلتی تھیں۔ سینڈی گرے نے ایک ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اچھی طرح ان کے خیالات پڑھے۔ ان میں سے بعض سیدھی سادی گھریلو عورتیں تھیں اور بعض مین ہنر تھیں۔ کئی کو بچوں میں مردوں کو شکار کرتی تھیں۔

سینڈی گرے نے جھنجھلا کر کہا ”ان میں وہ نہیں ہے جس کی تلاش ہے۔ انہیں جانے دو۔ تم لوگ کسی کام کے نہیں ہو۔ پوری رات گزر چکی ہے اور تم لوگ اس ایک عورت کو تلاش نہیں کیا ہے؟“

فریک بلو نے کہا ”باس! آپ دیکھ رہے ہیں ہم اسے تلاش کرنے کے لیے اپنے تمام ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔ پولیس والوں کو بھی اچھی خاصی رقم دے کر اس کے پیچھے لگا دیا ہے۔ امید ہے وہ جلد ہی پکڑی جائے گی۔“

وہ کیسے ملتی؟ جو چیز بھل میں نہیں ہو۔ اسے سارے شہر میں ڈھونڈنا وہ وہ کبھی نہیں ملے گی۔ وہ فریک بلو کی کار میں پھیلی سیٹ پر لیٹی ہوئی تھی۔ کار کے شیشے ٹڑختے۔ وہ باہر سے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ فریک بلو کار کی اسٹینڈنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ سینڈی اس کے اندر تھا۔ اس نے پوچھا ”اب کہاں جا رہے ہو؟“

وہ بولا ”ہم نے اب تک میڈم بوزا کال گرلز ہاسٹل چیک نہیں کیا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ عورت وہاں چھپی ہوئی ہو۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ کروں گا۔“

وہ چلا گیا۔ فریک دھیمی رفتار سے کار ڈرائیور کر رہا تھا

رہے ہو؟ بچن میں جاؤ۔“
وہ بولا ”سرا! میں دس منٹ کے لیے جاؤں گا پھر واپس باؤں گا۔ پلیز مجھے جانے دیں۔“

وہ جانے کی اجازت نہیں دیتا چاہتا تھا۔ سینڈی نے اس نے دماغ میں آکر اس کا منہ بند کیا۔ اسے کاؤنٹر کی طرف لے کر مائل کیا۔ ادھر ویٹر کا دماغ آزاد ہو گیا تھا۔ اس نے اس سے کہا ”اے! رائٹ سرا! میں بچن میں جا رہا ہوں۔“

وہ پلٹ کر بچن کی طرف جانے لگا۔ سینڈی نے پھر اس نے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے دوڑاتا ہوا ہوٹل کے باہر لے آیا۔ دیر ہو گئی تھی۔ اس نے باہر آکر دوڑتے ادھر ادھر جا کر لکھا۔ وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ فریک بلو ماتحتوں کے ساتھ آیا۔ سینڈی نے ویٹر کی زبان سے کہا ”فریک! میں ایس جی رہا ہوں۔ وہ عورت ابھی باہر نکل کر کہیں گئی ہے۔ ٹیکسی لینڈ کی طرف جاؤ۔ یہ ویٹر اسے پہچانتا ہے۔“

وہ سب ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جانے لگے۔ ویٹر نے سونیا لباس اس کا پھر اسٹائل اور تمام طبعیت تفصیل سے معلوم کرنے لگے۔ وہ ٹیکسی اسٹینڈ کے آس پاس نظر نہیں آئی۔ بیک بلو نے اپنے آدمیوں سے کہا ”تم لوگوں کو اس کا طبعی لوم ہو چکا ہے۔ ایسی کوئی عورت تنہا نظر آئے تو اسے جانے دو۔ فوراً پاس کو فون پر مطلع کرو۔“

وہ سب مختلف سمتوں میں چلے گئے۔ سونیا نے فون کے لیے سینڈی کو مخاطب کیا ”ہیلو۔ تم لوگ عجیب احق ہو؟ یا ہوٹل کے اندر ہوں اور تم سب ہوٹل کے باہر تلاش کر رہے ہو؟“

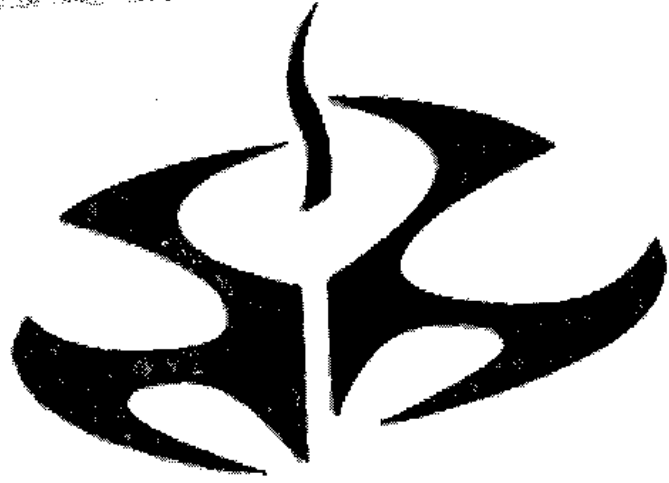
اس نے فوراً ہی فریک بلو کے دماغ میں آکر کہا ”وہ نل کے اندر ہے۔ ویٹر کے ساتھ اندر جاؤ۔ اپنے آدمیوں ہوٹل کے دروازے پر کھڑا کرو۔ انہیں کہہ دو کہ کسی بھی عورت کو باہر نہ جانے دیں۔“

وہ سب دوڑتے ہوئے ہوٹل کے اندر چلے گئے۔ اسے پڑے نیچے تک ہر منزل پر تلاش کرنے لگے۔ وہ فون کے لیے بولی ”کیا تمہاری نیکی جیتتی کسی کام آ رہی ہے؟ ایک زلے کا کہ میں باہر گئی ہوں تم سب اس کے ساتھ باہر ڈرتے چلے گئے۔ میں نے کہا کہ میں ہوٹل کے اندر ہوں تو سب مجھے اندر تلاش کر رہے ہو۔ اب ایک گھنٹا گزر چکا ہے اور تمہارا خیال ہے کہ میں اب تک اسی ہوٹل میں بیٹھی مارا انتظار کر رہی ہوں۔“

واقعی ایک گھنٹا گزر چکا تھا اور وہ مایوس ہو چکا تھا۔ اس نے فریک سے کہا ”ہم ہوٹل تک محدود ہو کر اسے تلاش

Scanned by azamm@UrduFanz.com

مسورہ لایئے اور کتاب لے جائئے



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

کتابیات پبلیشرز

C-63، فیزا، ایکسٹینشن، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی

فون: 5802551-5804300-5802552 فیکس: 5802551

ای میل: kitabiat1970@yahoo.com

وہ ہنس کر بولی ”وہ تمہارے اندر ہے اور تم اس کے خلاف بول رہے ہو۔“
”اچھی وہ میرے دماغ میں نہیں ہے۔“
”پھر کسی وقت اگر تمہارے خیالات پر دمے گا کہ میری طرح تم بھی اسے بے نقاب کرنا چاہتے ہو۔“
”میں اس سے باتیں بناؤں گا کہ تمہیں ٹرپ کرنے کے لیے اس کے خلاف بول رہا ہوں۔“

”ویری اسارٹ میں تم سے دوستی کروں گی۔“
سونیا نے ریو الوور کو ایک طرف بھیج کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ فرینک نے تیزی سے کوٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک پستول نکالا۔ اسی لمحے میں اس کے ہاتھ پر ایک لات پڑی۔ پستول ہاتھ سے نکل کر فضا میں اڑتا ہوا دور گیا۔ سونیا نے اس طرف چھلانگ لگائی۔ پستول کے پاس آکر اسے اٹھاتے ہوئے پلٹ کر دیکھا۔ فرینک نے اس کا پھینکا ہوا ریو الوور اٹھایا۔ دونوں ایک دوسرے کے نشانے پر آ گئے۔
اسی وقت سینڈی کی آواز سنائی دی۔ وہ فرینک کی زبان سے بولا ”میں فرینک کا پاس ایس جی بول رہا ہوں۔ کوئی گولی نہ چلائے۔ دونوں مریں گے۔ خواہ مخواہ جان سے جائیں گے۔“

وہ بولی ”تمہیں میری نہیں اپنے دست راست کی فکر ہے۔ تم نے اپنے حواریوں کو یہاں چھپنے کے لیے کہا ہے۔ جنہیں ان کا بھی انتظار ہے۔ ان کے آنے تک تم مجھے باتوں میں لگائے رکھو گے۔“

سینڈی نے سوچ کے ذریعے فرینک سے کہا ”یہ بہت چالاک ہے۔ ہمارے آدمیوں کے آنے تک فرار ہو جائے گی۔ تم خطرہ مول لو۔ فوراً گولی چلا کر اسے زخمی کرو۔“
فرینک نے سونیا سے کہا ”تم خواہ مخواہ دشمنی مول لے رہی ہو۔ جبکہ دوستی کر سکتی ہو۔“

”تمہاری دوستی کا نمونہ ابھی دیکھ چکی ہوں۔ اب میری دوستی دیکھو۔ میں پہلے تمہیں فائر کرنے کا موقع دیتی ہوں۔ گولی چلاؤ۔“

وہ قویٰ کرنے والا تھا۔ اس نے فوراً ہی نشانہ لے کر ٹریگر کو دبایا۔ ایک بار پھر دبایا۔ کھٹ کھٹ کی آواز ہوئی۔ گولی نہیں چلی۔ وہ خالی ریو الوور کے ذریعے اسے آلو بنا کر اس ویرانے میں لائی تھی۔

اس کے ہاتھ سے ریو الوور چھوٹ گیا۔ وہ فوراً ہی دونوں ہاتھ جوڑ کر زمین پر گھٹنے ٹیک کر بولا ”مجھے معاف کر دو۔ ایک موقع دو۔ تم سچ سچ گریٹ ہو۔ دوستی کے قائل ہو لیکن میں

اور فٹ پاتھ پر چلنے والی عورتوں کو دیکھتا جا رہا تھا۔ اسے پیچھے سے آواز سنائی دی ”کب تک مجھے تلاش کرتے رہو گے؟“
اس نے ایک دم سے بوکھلا کر گاڑی روکی۔ پلٹ کر دیکھا۔ بچھلی سیٹ پر وہ مسکرا رہی تھی اس کے ہاتھ میں ریو الوور تھا۔ وہ ”سم کروولا“ ”سک۔“ ”کون ہو تم؟“
”میں وہی ہوں۔ بلو جینز اور نیچ کلر کی شرٹ، گلے میں سیاہ اسکارف اور دیکھو سنہری زلفیں شانوں تک لہرا رہی ہیں۔ کیا ریو الوور کے سامنے زلفوں پر شاعری فرماؤ گے؟“
وہ تھوک نکل کر بولا ”ہماری کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ ہم تو ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں۔ یقین کرو۔ میں تمہارے جیسی اسارٹ عورت سے دوستی کرنے کے لیے تمہیں تلاش کر رہا تھا۔“

”میں ابھی تمہیں آزماؤں گی کہ دوستی کے قائل ہو یا نہیں؟ کار آگے بڑھاؤ۔ کہیں ویرانے کی طرف چلو۔ آرام سے دوستی ہوگی۔“

اس نے گاڑی دوبارہ اشارت کر کے آگے بڑھائی۔ وہ بولی ”پچھنے پاس اور اپنے دھندے کے بارے میں سچ سچ بتاؤ گے تو دوستی ہوگی۔“

”میں پاس کا دست راست ہوں۔ اس کے باوجود اس کا نام اور پتا نہیں جانتا۔ ہم سب اسے ایس جی کہتے ہیں اور فون پر اس سے رابطہ کرتے ہیں۔“
وہ کہتے کہتے رک گیا۔ وہ بولی ”کچھ چھپاؤ گے تو بچھتاؤ گے۔“

”میں کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ وہ ٹیلی بیٹھی جانتا ہے۔ بہت خطرناک ہے لیکن تم سے متاثر ہو گیا ہے اسے تمہارے جیسی اسارٹ عورت کی ضرورت ہے۔ کیا تم اس کی دست راست بننا چاہو گی؟“

”منہ چھپانے والے چھپ کر دار کرتے ہیں۔ وہ کبھی میرے سامنے نہیں آئے گا۔ اس لیے اس کی باتیں نہ کرو۔“
اس نے ایک ویران علاقے میں گاڑی روک دی۔ سونیا کار سے باہر آکر بولی ”ہا ہر کھلی فضا میں آؤ۔“ وہ دروازہ کھول کر باہر آیا پھر بولا۔

”ٹھیک ہے۔ پاس کی باتیں نہیں کروں گا۔ ہم دوست بن کر رہیں گے۔“

”میں تمہارے پاس کو بے نقاب کرنا چاہوں گی تو تم دشمن بن جاؤ گے۔“

”نہیں۔ تم سے اور گہری دوستی ہو جائے گی۔ میں خود اسے بے نقاب دیکھنا چاہتا ہوں۔“

تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔
 ”اپنے پاس کے غلام رہو اور اس سے کوئی ٹیلی فنی
 کے ذریعے اپنی جان بچاؤ۔“
 سینڈی نے کہا ”میں تم سے الحاح کرتا ہوں۔ اسے گولی نہ
 مارو۔ میں تمہیں بہت بڑی آفر دے چاہتا ہوں۔“
 رات کی خاموشی ٹھاس کی زوردار آواز دور تک گونجتی
 چلی گئی۔ سینڈی کی سوچ کی لہریں فرینک کے مردہ دماغ سے
 نکل نکلیں۔ اب وہ دیکھ نہیں سکتا تھا کہ سونیا کیا کر رہی ہے
 اور کہاں جا رہی ہے؟
 اس کے کئی مسلح حواری ادھر آ رہے تھے۔ وہ ایک کے
 دماغ میں رہ کر وہاں پہنچا تو میدان صاف ہو چکا تھا۔ وہاں
 فرینک کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ سونیا اس کی کارے کر چلی گئی
 تھی۔ وہ سب اپنی گاڑیوں میں دور دور تک جا کر اسے
 ڈھونڈتے رہے لیکن اس کے سائے تک بھی نہ پہنچ سکے۔
 وہ کئی کلومیٹر کا فاصلہ طے کر چکی تھی۔ ایک مڈوبے ٹاؤن
 میں آکر فرینک کی کار کو ایک جگہ چھوڑ دیا۔ ایک ہوٹل میں
 آکر سوئے گئی ”مجھے کہاں جانا چاہیے“ میرے اپنے مجھے
 کہاں ملیں گے؟ یہ عجیب بات ہے کہ جہاں جا رہی ہوں
 مجرموں سے ٹکرا رہی ہوں۔ کیا اس دنیا میں شریف لوگ
 نہیں ہیں؟“
 اب وہ کسی شریف مرد یا عورت سے دوستی کر کے آگے
 بڑھنا چاہتی تھی۔ ہوٹل کے باہر ایک چھ برس کی بچی کھیل
 رہی تھی۔ ایک گیند کو دیوار پر مار کر وہاں ہی میں اسے بچ کرنا
 چاہتی تھی لیکن بچہ نہیں کھیل رہی تھی۔ سونیا نے اس کے
 پیچھے آکر گیند کو بچہ کھیلنے کی مختلف طریقوں سے گیند کو دیوار پر مار
 کر بچہ کرنے لگی۔ سونیا بھی اچھل رہی تھی ”بھی قلا بازی کھا
 رہی تھی اور کبھی گیند کی طرف پیچہ کر کے اسے دیکھے بغیر بچ
 کر رہی تھی۔
 بچی خوش ہو کر تالیاں بجانے لگی۔ سونیا نے اس سے
 مصافحہ کرتے ہوئے کہا ”میرا نام وہ ہے جو تمہیں سب سے
 زیادہ پسند ہے۔ بولو دنیا میں سب سے پکارا نام کیا ہے؟“
 وہ بولی ”میرا۔ یہ میری ماما کا نام تھا۔“
 ”تھا؟ یعنی اب نہیں ہے؟“
 ”وہ گاڈ کے پاس چلی گئی ہیں۔ گرینڈباکس ہیں وہ جلدی
 واپس آئیں گی۔“
 ”تو سمجھو کہ ماما واپس آئیں گی۔ میرا نام بھی میرا
 ہے۔“
 ایک بوڑھے نے قریب آکر کہا ”میں دور سے دیکھ رہا

تھا۔ تم میری پوتی کو ہمارا ہی ہو۔ ورنہ یہ دونوں سے ہنسنا
 بھول گئی تھی۔“
 ”یہ ہنسنا کیوں بھول گئی ہے کوئی ٹریجڈی ہوئی ہے۔“
 ”اس کی ماما ایک حادثے میں ہلاک ہو گئی ہے اس بچی
 کے ذہن پر ماں کی موت کا بڑا اثر پڑا ہے۔“
 سونیا نے کہا ”میں اس کی ماما کی ہم نام ہوں۔ میرا نام
 بھی میرا ہے۔ میں اسے اتنا پیار دوں گی کہ یہ ماں کا غم بھول
 جائے گی۔ آپ کی فیملی میں اور کتنے افراد ہیں۔“
 ”صرف ایک بیٹا ہے۔ ہماری اس سے نہیں بنتی بے بی
 بھی اپنے باپ سے ڈرتی ہے اور نفرت کرتی ہے۔ میں اسے
 لے کر واشنگٹن جا رہا ہوں۔“
 وہ بولی ”میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ کیا میں بے بی
 کی دیکھ بھال کے لیے آپ کے ساتھ رہ سکتی ہوں؟“
 بے بی نے سونیا کا ہاتھ پکڑ کر کہا ”تم بہت اچھی ہو۔
 میرے ساتھ رہو گی۔ گیند بچ کرنا سکھاؤ گی۔“
 سونیا کے ساتھ وہ بوڑھا بھی ہنسنے لگا۔ اس نے سونیا سے
 مصافحہ کرتے ہوئے کہا ”میرا نام جان ریڈی ہے۔ میں نہیں
 جانتا تم کون ہو کہاں سے آئی ہو اور میں بھی نہیں جانتا کہ
 مجھے نقصان پہنچاؤ گی یا میرے زخموں پر مرہم رکھو گی۔ میں اپنی
 پوتی بچکی کی ہنسی کی خاطر تم پر بھروسہ کر رہا ہوں۔“
 سونیا کو ایک سہارا مل گیا۔ رشتے داری مل گئی۔ وہ دادا
 اور پوتی کے ساتھ واشنگٹن چلی گئی۔
 سینڈی گرے تھک ہار کر سو گیا۔ دوسری صبح آنکھ کھلی تو
 ضروری کاموں سے نشتے کے دوران بھی سونیا کے بارے میں
 اور بھی عدنان کے بارے میں سوچتا رہا۔ ان دونوں نے اسے
 لاکھوں کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا تھا اور اب تک اس
 کی گرفت میں نہیں آئے تھے۔
 پچھلی رات سونیا کہیں گم ہو گئی تھی اور عدنان پچھلے دو
 ہفتوں سے اسے دوڑا رہا تھا۔ کبھی کبھی یوں لگتا تھا ”وہ گرفت
 میں آنے والا ہے مگر آتے آتے ہاتھوں سے نکل جاتا تھا۔“
 سینڈی گرے تو دشمن تھا۔ میں دادا ہو کر اسے پکڑ نہیں
 پا رہا تھا۔ پورے باپ ہو کر اس کے پیچھے دوڑتا رہتا تھا۔ الپا
 کہہ کر ”اعلیٰ بی بی اور فرمان سب ہی اس انتظار میں تھے کہ
 کبھی وہ ایک سوچ پر مرکوز رہ کر ہمیں یہ معلوم کرنے کا موقع
 دے گا کہ وہ کہاں ہے اور کس طرح سے ہم اسے گھیر پائیں
 گے؟“

عدنان اپنے حال میں مست تھا۔ وہ میڈم مورینا اور
 اس کے شوہر ڈی سوزا کو ماما اور ڈیڈی بنا کر آرام سے دن

رات گزار رہا تھا۔ اسے اب تک آنکھیں نہیں ملی تھیں کہ اسے
 اپنے بچے بچھڑے ہوئے باپ کے پاس جانا ہے یا نہیں۔ اس کے
 دماغ میں کوئی مشورہ الہام کی طرح اترتا تھا تب وہ اس پر
 عمل کرتا تھا۔ ڈی سوزا ضروری کام سے واشنگٹن جا رہا تھا۔
 عدنان سے اس قدر متاثر تھا کہ اسے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا
 تھا۔ مورینا نے کہا ”کوئی بات نہیں“ میں اپنے بیٹے کو لے کر
 تمہارے ساتھ چلوں گی۔“
 ادھر سینڈی گرے نے دن کے گیارہ بجے خیال خوانی
 کی۔ عدنان کے دماغ میں پہنچا تو وہ ایک ہی سوچ پر ٹھہرا ہوا
 تھا۔ مختلف خیالات گزرتے نہیں ہو رہے تھے۔ وہ ایک طیارے
 میں سفر کر رہا تھا۔

سینڈی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اب وہ دھوکا کھانا نہیں
 چاہتا تھا۔ ہو سکتا تھا ”وہ پھر کی وی اسکرین پر طیارے میں سفر
 کرنے کا منظر دیکھ رہا ہو۔ یہ تصدیق کرنی تھی کہ وہ واقعی
 طیارے میں بیٹھا ہوا ہے۔“
 اس کے دماغ میں ایک عمر رسیدہ خاتون اور ایک
 مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ خاموش تھے۔ ان میں سے کوئی بولتا تو
 وہ اس کے دماغ میں پہنچ جاتا۔ اس طرح یقین ہو جاتا کہ وہ بی
 بی کا کوئی منظر نہیں ہے۔

وہ انتظار کرنے لگا۔ توڑی در بعد عدنان نے قریب
 سے گزرنے والی ہوٹل کو مخاطب کیا اور اس سے کولڈ
 ڈرنک کی فرمائش کی۔ وہ مسکرا کر بولی ”ابھی لاتی ہوں۔“
 سینڈی اس از ہوٹل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا وہ
 اندرون ملک ایک شہر سے دوسرے شہر روانہ کرنے والا طیارہ
 ہے اور وہ طیارہ واشنگٹن جا رہا ہے۔ یہ تصدیق ہو گئی کہ
 عدنان واقعی اس طیارے میں سفر کر رہا ہے۔ ہوٹل کے
 خیالات سے پتا چلا۔ وہ ڈیڑھ گھنٹے بعد واشنگٹن پہنچنے والا ہے۔
 اس نے فوراً ہی واشنگٹن کے خاص ماتحت سے رابطہ
 کیا۔ پتا چلا ”فرینک بلیو کی ہلاکت کے باعث وہ میامی ٹائٹ
 کلب کا چارج سنبھالنے گیا ہوا ہے۔ اگر اسے واپس بلایا جاتا
 تو وہ ڈیڑھ گھنٹے میں واپس نہیں آسکتا تھا پھر بھی اس نے اس
 ماتحت کو فوراً واشنگٹن واپس آنے کا حکم دیا۔“

اس کی ایک گرل فرینڈ تھی۔ اس کا نام فلورا تھا۔ اس
 نے سینڈی سے ہزاروں کہہ کر کہا تھا ”تم مجھ سے کبھی شادی نہیں
 کرو گے۔ جھوٹے وعدے کرتے رہو گے۔ بہتر ہے ہم الگ
 ہو جائیں۔ میں کوئی دوسرا لائف پارٹنر ڈھونڈ لوں گی۔“
 سینڈی نے بھی فلورا کو چھوڑ دیا تھا۔ اب وہ بی بی آر بی
 تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے اسے مخاطب کیا ہائے

فلورا! میں ایس بی بول رہا ہوں۔ کیسی ہو؟“
 ”آج میری یاد کیسے آگئی؟“
 ”تم سے ایک کام ہے۔ ایک ڈیویسنگ فلائٹ
 نیویارک سے واشنگٹن آرہی ہے۔ وہ ساڑھے بارہ بجے وہاں
 پہنچے گی۔ وقت کم ہے۔ فوراً ایئر پورٹ کے لیے روانہ
 ہو جاؤ۔“
 ”میں ایئر پورٹ کیوں جاؤں؟ کیوں تمہارا کام کروں؟ تم
 بے مروت اور بھاری ہو۔“
 ”یہ ایسی باتوں کا وقت نہیں ہے۔ مجھے مجبور نہ کرو۔
 ورنہ میں تمہیں لباس اتار کر ایئر پورٹ جانے پر مجبور کر دوں
 گا۔“

فلورا جانتی تھی کہ وہ ٹیلی فنی کے ذریعے اسے تماشاً
 بنا سکتا ہے۔ وہ سیم کر بولی ”میں ابھی جا رہی ہوں۔“
 اس نے کہا ”اس فلائٹ سے پانچ برس کا ایک بچہ آ رہا
 ہے۔ تم دور ہی دور سے اس پر نظر رکھو گی۔ میں ابھی تمہیں
 بتاؤں گا کہ وہ تمہارے پاس اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔“
 اس نے دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچا ”فلائیٹنگ کہنی
 والے پانچ برس کے بچے کو خناسفر کرنے کی اجازت نہیں دیں
 گے۔ وہ طیارے میں ضرور کسی کے ساتھ ہے۔“

وہ پھر ایئر ہوٹل کے اندر پہنچ گیا۔ ہوٹل نے اس کی
 مرضی کے مطابق عدنان کے پاس بیٹھے ہوئے ڈی سوزا سے
 پوچھا ”کیا آپ کچھ بتا سکتے ہیں؟“
 اس نے کہا ”نہیں۔“
 وہ ڈی سوزا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات نے بتایا
 کہ وہ ایک ضروری کام سے واشنگٹن جا رہا ہے۔ اس کے
 ساتھ اس کی بیوی مورینا اور بیٹا عدنان ہے۔ سینڈی نے اس
 کی سوچ میں کہا ”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ عدنان ایک مسلمان
 ہے اور میں عیسائی ہوں۔“
 اس نے کہا ”تین برس پہلے میری بیوی نے ایک بیٹے کو
 جنم دیا تھا۔ وہ مر گیا تھا۔ اب تین برس بعد زندہ ہو کر واپس
 آیا ہے۔“

سینڈی نے جھنجھلا کر کہا ”یہ کیا بکواس ہے۔ جو بچہ پیدا
 ہونے کے بعد مر گیا وہ تین برس بعد کیسے واپس آ گیا۔ ابھی
 مردے بھی زندہ ہوتے ہیں؟“
 ”یہ میں نہیں جانتا۔ ہمیں عدنان سے عقیدت ہے۔ یہ
 بچہ جو کہتا ہے ہم اسے سچ سمجھتے ہیں۔“
 اس کے خیالات نے بتایا کہ اس بچے نے جب کرشمہ
 دکھایا تھا۔ اس نے اچانک تین بجے رات گھر میں آکر اس

وہاں پہنچنے والا ہوں۔ تم میرا انتظار نہ کرو۔ گھر چلی جاؤ۔ میں وہاں آ جاؤں گا۔“

”پلیز سینڈی! تمہیں میرے اپارٹمنٹ میں نہیں آنا چاہیے۔ ہمارے تعلقات ختم ہو چکے ہیں۔ مجھے ایک نیا چاہنے والا مل گیا ہے۔ میں اس کے ساتھ ایک اچھی زندگی گزار رہی ہوں۔ تم میرے گھر نہیں آؤ گے۔“

وہ ہنسنے لگا اور بولا ”میں جہاں چاہتا ہوں وہاں پہنچ جاتا ہوں۔ اپنے محبوب سے کہہ دو‘ آج وہ تمہارے اپارٹمنٹ میں نہ آئے۔ کوئی بدوسی بھی نہ آئے۔ تم جانتی ہو۔ میں تمہاری میں کسی تیسرے کا وجود برداشت نہیں کرتا۔“

وہ ہنستا ہوا اس کے دماغ سے گم ہو گیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی ”کس طرح ایک اچھی اور پیار بھری زندگی گزارے۔ سیویل اسے دل و جان سے چاہتا تھا۔ اس سے شادی کر کے ازدواجی سرقتیں دینا چاہتا تھا لیکن سینڈی ایک عرصے کے بعد پھر اس کی زندگی برباد کرنے آ رہا تھا۔ وہ مجبور تھی اس کی ٹیلی فون پر آگے دم نہیں مار سکتی تھی۔“

وہ کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ اسے اشارت کر کے ڈرائیو کرتی ہوئی پارکنگ ایریا سے باہر آئی پھر ایک شاہراہ سے گزرنے لگی۔ ایسے ہی وقت اس نے عقب نما آئینے میں دیکھا تو ایک دم سے پریشان ہو گئی۔ فوراً ہی سڑک

Scanned By: **Azam & Ali**

کتبیات پبلی کیشنز

فون: 5802551-5802552-5895313

Email: kitabiate@usa.net

74200

رہا تھا کہ وہ پچھلی رات والی برائے سر اور خطرناک عورت ہے۔ اس نے انہوں والرز کا اسلحہ تیار کیا تھا۔ فرینک بلو کو موت کے گھاٹ اتار رہا تھا پھر وہاں سے فرار ہو گئی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یوں اچانک اسے پھر نقصان پہنچانے کے لیے واشنگٹن کے انٹرپورٹ کی لابی میں چلی آئے گی۔

وہ فوراً ہی فلورا کے پاس آکر بولا ”یہاں سے واپس جاؤ۔ اپنی کار کے پاس رہو۔ میں ابھی پھر تم سے رابطہ کروں گا۔ عدنان کہیں گم ہو گیا ہے۔“

”مجھے واپس جانے کو کیوں کہہ رہے ہو؟ میں بھی اسے یہاں تلاش کروں گی۔“

”یہاں ایک بہت ہی خطرناک عورت ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہیں دیکھے اور تمہارے پیچھے پڑ جائے۔“

فلورا وہاں سے چلی گئی۔ سینڈی کا حیان دو طرف بٹ گیا۔ سوچا اس کے حواس پر چھانٹے گی اور عدنان کو قابو میں کرنا بھی لازمی تھا۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ لڑکا اچانک جگہ کیوں بدل دیتا ہے؟ وہ کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ مورینا اور ڈی سوزا کو ماں باپ بنانے کے بعد انہیں بھی چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اگر اسے ذرا سا بھی شبہ ہوتا تو وہ سفر کے دوران میں اس کی نگرانی کرتا رہتا۔ جہاز سے اترتے وقت بھی اس کے ماں باپ کے ذریعے اسے نظروں میں رکھتا۔

اب اس کے ملنے کی توقع نہیں تھی۔ مورینا اور ڈی سوزا نے اسے تلاش کرنے کے دوران میں سوچا وغیرہ کو بتایا تھا کہ وہ ایک غیر معمولی لڑکا ہے۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کشش ہے۔ وہ دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ ایسا کہتے وقت مورینا رونے لگی۔ وہ اسے اپنا ہی بیٹا سمجھ رہی تھی۔ اس سے جدا ہونا نہیں چاہتی تھی۔ سوچا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا ”ڈرا مبر کرو۔ ہم اسے پورے شہر میں تلاش کریں گے۔ وہ ضرور تمہیں ملے گا۔“

سینڈی گریے بھی مایوس ہو گیا۔ انٹرپورٹ کے اندر اور باہر اسے تلاش کرتے کرتے تھک گیا۔ فلورا اپنی کار کے پاس کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے دماغ میں آکر کہا ”وہ کم بخت شیطان ہے۔ اچانک غائب ہو جاتا ہے۔ آج تک کسی بڑے سے بڑے شہ زور نے مجھے اتنا پریشان نہیں کیا“ جتنا کہ یہ بچہ کر رہا ہے۔

فلورا نے پوچھا ”میں کب تک یہاں کھڑی رہوں گی؟ اب مجھے جانے دو۔“

”بے شک تم پریشان ہو گئی ہو۔ میں آدھے گھنٹے بعد

جس نے اسے ڈس لیا تھا‘ وہی ناگن واشنگٹن میں ہوگی۔ وہ اسی سات برس کی بچی تھی اور اس کے دادا جان ریڈی کے ساتھ انٹرپورٹ آئی تھی۔ جان ریڈی اپنے ایک دوست ڈی سوزا اور اس کی پوری مورینا کا استقبال کرنے آیا تھا۔ ڈی سوزا جب بھی واشنگٹن آتا تھا تو جان ریڈی کے بنگلے میں قیام کیا کرتا تھا۔

میڈم مورینا اور ڈی سوزا جہاز سے اتر کر عدنان کے ساتھ ڈیپارٹ لابی میں آئے۔ دونوں دوستوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ ڈی سوزا نے کہا ”یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ تمہاری بہو حادثے میں ہلاک ہو گئی ہے۔ ہماری بچی مٹی ماں سے محروم ہو گئی ہے۔“

مورینا نے جھجک کر بچی کی پیشانی کو بوسہ لیا۔ وہ بولی ”میری مٹی پھر واپس آگئی ہیں۔ یہ وہیں مٹی۔“

وہ سوچا سے لپٹ گئی۔ جان ریڈی نے ان سے سوچا کا تعارف کرایا ”اس کا نام بھی میرا ہے۔ اس سے بچی کو اتنی متاثر رہی ہے کہ یہ اپنی مٹی کو بھول گئی ہے۔“

سوچا نے ان دونوں سے مصافحہ کیا۔ مورینا نے کہا ”تمہیں بھوکے جگہ یہ دوسری میٹا مل گئی ہے۔ ہمیں تو جھج جھج ہمارا بیٹا مل گیا ہے یہ دیکھو۔“

مورینا نے پیچھے پلٹ کر آواز دی ”عدنان۔!“

وہ نہیں تھا۔ مورینا اور ڈی سوزا نے دور تک دیکھتے ہوئے کہا ”ابھی تو ہمیں تھا۔ عدنان! بیٹے عدنان!“

وہ اسے آوازیں دیتے ہوئے ادھر ادھر تلاش کرنے لگے۔ دوسری طرف فلورا سوچ کے ذریعے سینڈی سے کہہ رہی تھی ”کہاں ہے وہ لڑکا؟ مجھے کسی بوڑھے میاں بیوی کے ساتھ نظر نہیں آ رہا ہے۔“

سینڈی خیال خوانی کے ذریعے ڈی سوزا کے اندر پہنچا تو پتا چلا عدنان کہیں گم ہو گیا ہے۔ اسے تلاش کیا جا رہا ہے۔ اس وقت سوچا ان سے پوچھ رہی تھی ”کیا وہ آپ لوگوں کے ساتھ جہاز سے اتر کر آیا تھا؟“

مورینا نے کہا ”ہاں۔ وہ ہمارے پیچھے آ رہا تھا۔“

سوچا نے کہا ”پھر وہ کہاں جا سکتا ہے؟ اسے یہیں کہیں ہونا چاہیے۔“

وہ بھی عدنان کو آوازیں دینے لگی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ عدنان اس کا پوتا ہے اور وہ پوتا اپنی وادی کے قریب آتے آتے دور ہو گیا ہے۔

ادھر سینڈی بوکھلا گیا تھا۔ وہ ڈی سوزا اور مورینا کے اندر رہ کر سوچا کی باتیں سن رہا تھا اور اسے آواز سے پہچان

کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں تو گردے کی تکلیف کم ہو گئی۔ اب نہ کوئی بیماری ہے نہ پریشانی ہے۔

عدنان کے متعلق ایسی باتیں سن سن کر سینڈی پریشان ہو جاتا تھا۔ سوچا تھا ”آخراں میں کیسی کیسی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں“ یہ لڑکا ایک جگہ اپنے ماں باپ کے پاس کیوں نہیں رہتا؟ ان سے بھی دور رہ کر کیوں بھٹکتا رہتا ہے؟ آخر یہ چاہتا کیا ہے؟ مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر یہ مجھے نقصان کیوں پہنچاتا ہے؟“

اس نے فلورا کو عدنان کی غیر معمولی صلاحیتوں کے بارے میں بتایا۔ وہ تمام باتیں سن کر بولی ”پھر تو یہ تمہارے لیے خطرناک ہے۔ تمہیں اس سے دور رہنا چاہیے۔“

”میں دور رہ کر اس کی نگرانی کرنا چاہتا ہوں۔ فی الحال اس کا سامنا نہیں کروں گا۔ پہلے اس کی کمزوریاں معلوم کروں گا پھر اسے کمزور بنا کر قابو میں کروں گا۔ یہ ابھی جتنا خطرناک ہے بعد میں میرے لیے اتنا ہی فائدہ مند ہوگا۔“

”مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں وہ مجھے دشمن سمجھ کر نقصان نہ پہنچائے۔“

”تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ میں ابھی کسی فلاسٹ سے وہاں پہنچنے والا ہوں۔ میرے آنے تک تم اس پر نظر رکھو گی اور اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دو گی۔“

وہ انٹرپورٹ پہنچ گئی۔ سینڈی نے کہا ”تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ میں پرائیویٹ کمپنی کے ایک طیارے میں آ رہا ہوں۔ تمہارے اندر رہ کر تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔“

اس کے دوسرے ماحول بھی دیر سویر وہاں پہنچنے والے تھے۔ وہ اس بات کو یقینی بنا رہا تھا کہ اس بار عدنان اسے ڈاج دے کر کہیں چھپ نہ سکے گا۔ یہ ایک اندیشہ تھا کہ پورس اور اس کے ٹیلی فون سے جاننے والی بھی عدنان کے خیالات پڑھ رہے ہوں گے اور وہ بھی واشنگٹن پہنچ رہے ہوں گے۔ وہ لوگ اس کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔

ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ عدنان کا ذہن تو ڈی ویر کے لیے صاف ہوا تھا پھر اس کے اندر مختلف خیالات گڈنڈ ہونے لگے تھے۔ سینڈی خود کو تسلیاں دے رہا تھا کہ پورس وغیرہ اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے اور اگر بنیں گے تو ان سے بھی نمٹ لیا جائے گا۔

بعض اوقات جن رکاوٹوں کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاتا، وہی رکاوٹیں اچانک پیش آ جاتی ہیں۔ سوچا بھی انٹرپورٹ پہنچ گئی۔ سینڈی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پچھلی رات

کے کنارے گاڑی روک دی۔

عقب نما آئینے میں ایک بچے کی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ آنکھیں بڑی بڑی خوب صورت سی تھیں۔ ان میں ایسی انجانائی سی کشش تھی کہ وہ اپنی نظریں نہیں ہٹا پاری تھی۔ عقب نما آئینے سے ہٹ کر وہاں سے پلٹ کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھنا چاہتی تھی لیکن وہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ اپنی جگہ سے ہلنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ پھر ان معصوم پرکشش آنکھوں نے کہا ”گاڑی چلاؤ۔ گھر چلو۔ مجھے بھوک لگی ہے۔“

وہ بے اختیار کار اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرنے لگی۔ سوچنے لگی ”یہ وہی ہے سینڈی نے جیسا کہا تھا، ویسی ہی اس کی آنکھیں ہیں۔ کیا میں سحر زدہ ہو رہی ہوں؟“ وہ کسی حد تک سحر زدہ تھی۔ اس کی بات مان کر گھر کی طرف جاری تھی۔ اس سے کسی طرح کا سوال نہیں کر رہی تھی۔ یہ سمجھ رہی تھی کہ سینڈی کی طرح یہ بچہ بھی اسے اپنے زیر اثر لے آیا ہے۔ اب سینڈی ہی اگر اس بچے سے اسے نجات دلا سکتا ہے۔

اس نے اپارٹمنٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہ گاڑی سے اتر کر اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا اپارٹمنٹ کے اندر آیا۔ ڈاننگ روم میں اگر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ فلور نے جھٹکتے ہوئے اسے دیکھا۔ اب اس کی آنکھیں عام حالات میں تھیں۔ پہلے جیسی غیر معمولی کشش نہیں تھی۔ اسے حوصلہ ہوا۔ اس نے پوچھا ”تم کون ہو؟ میرے ساتھ یہاں کیوں آئے ہو؟“

”پہلے کھانا لاؤ۔ بھوک لگی ہے۔“

”پہلے میرے سوال کا جواب دو۔“

اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو آنکھوں میں پھر وہی کشش تھی۔ وہ فوراً ہی فرماں برداری سے چلتی ہوئی کچن میں آگئی۔ اس کے لیے کھانا گرم کرنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ سینڈی برا ہیوٹ فلائنگ کبھی کے انٹرویوٹ پر پہنچ گیا ہوگا۔ یہاں آنے سے پہلے میرے دماغ میں آئے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ جس لڑکے کو وہ فریپ کرنا چاہتا ہے وہ یہاں گھر میں بیٹھا ہوا ہے پھر وہ اسے یہاں سے لے جائے گا۔

اسے یاد آیا کہ سینڈی اس بچے سے خوف زدہ بھی ہے۔ شاید وہ اسے اپنے ساتھ نہ لے جائے اسے اسی اپارٹمنٹ میں قید کر کے اس کے سر پر مسلط رکھے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ عدنان کے مقابلے میں سینڈی سے زیادہ خوف زدہ ہے۔ ایک تو وہ جب چاہتا تھا اس کے اندر اگر اس کی کچھ

ایسی باتیں بھی معلوم کر لیتا تھا جنہیں عورت سب سے چھپا کر رکھتی ہے پھر یہ کہ وہ یہاں اگر اس کے محبوب سیوئل کا راستہ روکنے والا تھا۔ سیوئل اگر اس کا مقابلہ کرنا چاہتا تو وہ ٹیلی ویژن کے ذریعے اسے ذہنی مریض بنا دیتا یا پھر اسے مار ڈالتا۔

یہ خوف سمجھا رہا تھا کہ اسے بچے سے نہیں سینڈی سے کسی طرح نجات حاصل کرنی چاہیے۔ وہ کھانا گرم کر کے اس کے پاس لے آئی۔ وہ سر جھکا کر کھانے لگا۔ اس نے پوچھا ”کیا تم غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہو؟ میں نے سنا ہے، تم عجیب و غریب ہو۔ میں بڑے پیار سے ایک بہتر زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ کیا تم میری کوئی مدد کر سکتے ہو؟“

اس نے سر اٹھا کر فلور کو دیکھا۔ فلور کی نظریں اس کی آنکھوں سے چپک کر رہ گئیں۔ وہ گم سم سی اس کے سامنے بیٹھی رہی۔ ایسے وقت اس نے اپنے اندر سینڈی کی آوازیں سنیں۔ وہ کہہ رہا تھا ”ہائے فلور! میں یہاں پہنچ گیا ہوں اور ایک ٹیکسی میں تمہاری طرف آ رہا ہوں۔ فلور! فلور! مجھے محسوس ہو رہا ہے جیسے میں تمہارے دماغ میں نہیں ہوں۔ کسی بند کمرے میں بول رہا ہوں۔ مجھے اپنی سوچ کی لہروں کی بازگشت سنائی دے رہی ہے۔ فلور! تم کہاں ہو؟ فلور! مجھے تمہارا دماغ کیوں نہیں مل رہا ہے؟ کیا تم مر چکی ہو؟ نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں ابھی آ رہا ہوں۔“

فلور یہ تمام باتیں سن رہی تھی اور گم سم عدنان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی پھر اس کے اندر خاموشی چھا گئی۔ اس کے دل کو بڑا اطمینان حاصل ہو رہا تھا۔ پہلی بار سینڈی اس کے اندر اگر کام ہوا تھا۔ اس ٹیلی ویژن جاننے والے کو اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی پھر اسے کھولا۔ سینڈی نے اندر آتے ہوئے پوچھا ”کیا تم مر گئی تھیں۔ مجھے پتا نہیں چل رہا تھا کہ میں تمہارے دماغ میں ہوں یا نہیں؟ تمہیں جواب تو دینا چاہیے تھا۔“

وہ بولی ”تمہارے لیے یہ بہتر ہوگا کہ میرے دماغ میں تو کیا، میرے گھر میں بھی نہ آؤ۔ ابھی واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ اب اس گھر میں تمہارا باپ آ گیا ہے۔“

اس نے غصے سے طمانچہ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔

آواز سنائی دی ”اسے خبردار!“

اس نے پلٹ کر دیکھا تو عدنان کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ طمانچہ مارنے والا ہاتھ اٹھا تھا اٹھا ہی رہ گیا۔

وہ دم بخود رہ گیا۔ اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے ہی رہ گئی۔ وہ جس ننھے دشمن کو پکڑ کر اپنے قابو میں کرنا چاہتا تھا اور جس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے خوف زدہ بھی تھا وہ کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔

یہ بات ابتدا سے ہی اس کے ذہن میں تھی کہ عدنان کے رویوں نہ آنے اور اس سے دور رہنے میں ہی اس کی عافیت تھی۔ یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ اس کی خیال خالی کی لہریں اس کے ننھے سے دماغ میں پہنچ کر کام ہو جاتی ہیں۔

پہلے تو اسے یقین نہیں آیا کہ وہ لڑکا چانک اس کے سامنے آ گیا ہے۔ وہ انٹرویوٹ میں گم ہو گیا تھا۔ تلاش بسیار کے باوجود کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔ سینڈی کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ وہ گم ہو کر فلور کے اپارٹمنٹ میں پہنچ جائے گا۔ اس لیے وہ بے دھڑک وہاں آ گیا تھا۔ فلور پر پیشہ کی طرح رعب جما کر اس کی پٹائی کرنا چاہتا تھا لیکن پٹائی کرنے والا ہاتھ اٹھا کا اٹھا ہی رہ گیا۔

وہ سم کر پیچھے ہٹا اور فلور سے بولا ”یہ کون ہے؟“ وہ بولی ”تم پہچان رہے ہو۔ اسی لیے سسے ہوئے ہو۔ تمہیں یقین نہیں آ رہا ہے۔“

عدنان نے فلور سے پوچھا ”یہ کون ہے؟“ وہ حیرانی سے بولی ”عجب ہے۔ تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھے اس کی ٹیلی ویژن سے بچایا تھا اور تم اسے جانتے تک نہیں ہو۔ اب تم سے دشمنی کرنا آ رہا ہے۔ نیویارک سے تم پر قابو پانے کا معمول بنانے آیا ہے۔ تم غیب کی باتیں جان لیتے ہو اور اپنے اس دشمن کو نہیں پہچان رہے ہو۔“

”میں نہیں جانتا کون میرا دوست ہے۔ کون میرا دشمن ہے۔ یہ جان گیا ہوں کہ تمہارا دشمن ہے۔ ابھی تم پر ہاتھ اٹھا رہا تھا۔ اے دشمن! یہاں سے جاؤ۔“

وہ خود ہی وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ ایک بچے کے رویوں خطرہ محسوس کر رہا تھا۔ وہ جانے لگا۔ فلور نے اس کا راستہ روک کر کہا ”میرے ننھے محافظ! اسے جانے نہ دو۔ مار ڈالو۔ یہ زندہ رہے گا تو میرے دماغ میں اگر میرا بیوتا حرام کرتا رہے گا۔“

وہ غصے سے بولا ”میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔“ عدنان نے فلور سے کہا ”ہٹ جاؤ۔ اسے جانے دو۔“ وہ بولی ”یہ تمہارا جانی دشمن ہے۔ اسے زندہ نہ جانے دو۔“

اس کے ننھے سے دماغ میں یہ غائبانہ مشورہ سلایا ہوا تھا کہ اسے جانے دیا جائے۔ وہ بولا ”سسر! اسے جانے دو۔“

فلور ایک طرف ہٹ گئی۔ سینڈی بھاگنے کے انداز میں وہاں سے باہر چلا گیا۔ وہ عدنان کے قریب آ کر بولی ”وہ تم سے

ڈاکٹر جی ایم نازکی
شہرہ آفاق کتاب

ازدواجی نفسیات

23 روپے

Scanned By:
Azam & Ali



کتاب کی قیمت بذریعہ پیشگی ڈرافٹ
منی آرڈر یا کراڈ چیک ارسال و لٹہ کریں

مکتبہ کتابیات
پتہ: 944 دھان پور، لاہور، پاکستان
74200
5802552-5895313
5802551
kitabiat@hotmail.com
kitabiat1970@yahoo.com

سگرت نشی چھوڑیے

جینا شروع کیجئے

23 روپے

25 روپے



تمہارا

Scanned By: Ali

اعادات



کتب و رسائل کی دنیا

مکتبہ خفیات

74200

5802551

5802552

5895313

کتب و رسائل کی دنیا

1-4-2001

kitabiat@hotmail.com

kitabiat1979@yahoo.com

اس کے دروازے کو بند کر لیا۔ وہاں سے آہستہ آہستہ چلا ہوا فلورا کے بیڈ روم کے سامنے آیا۔ دروازہ بند تھا لیکن اسے کمرے کے اندر ایک سیاہ بیک دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اس نے ایک الماری کی طرف دیکھا۔ وہ سیاہ بیک الماری کے اندر نظر آ رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس الماری کو کھولا۔ اس کے نیچے حصے میں وہ بیک رکھا ہوا تھا۔ اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک کر بیک کو اپنی طرف کھینچا۔ وہ غصوں کے ذریعے لاکھڑا کیا گیا تھا۔ وہ گھور کر لاک کو دیکھنے لگا۔ خفیہ نمبر ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے آنے لگے۔ وہ ایک ایک نمبر سمجھا آ گیا۔ کھٹ کی آواز کے ساتھ لاک کھل گیا۔ اس نے بیک کو کھول کر اندر دیکھا۔ اس میں ایک جوڑا سروان لباس، شیڈنگ کا سامان، ایک فائل اور تین کمپیوٹر ڈسک رکھی ہوئی تھیں۔

اس نے فائل پر ایک نظر ڈالی۔ ذہن میں بات آئی کہ فائل چھوڑ دی جائے۔ تینوں ڈسک نکال لی جائیں۔ اس نے یہی کیا۔ تینوں ڈسک کو نکال کر اپنے لباس کے اندر رکھ لیا۔ بیک کو بند کر کے اس کے مخصوص غصوں کے ذریعے اسے لاک کیا۔ اسے پہلے کی طرح اس کی جگہ رکھا۔ الماری کو بند کر کے کمرے کے باہر آیا پھر اس اپارٹمنٹ سے باہر نکل کر ایک طرف روانہ ہو گیا۔ کہیں گھبراؤ نہیں تھا۔ وہ کسی جگہ گھر نہیں رہا تھا۔

فلورا آئیں کریم لینے کے لیے کار میں آئی تھی۔ تاکہ جلدی اپارٹمنٹ میں واپس پہنچ سکے لیکن راستے میں اس کا محبوب سیوئل مل گیا۔ وہ بولی "میں تمہیں کال کرنے والی تھی۔ آج میں بہت خوش ہوں۔"

"بہت خوش ہو تو فوراً کال کرنا چاہیے تھا۔ ویسے بات کیا ہے؟"

"آؤ۔ آؤں کریم پارلر میں بیٹھیں۔ وہاں بتاؤں گی۔"

وہ دونوں پارلر میں آکر میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ وہ آؤں کریم کا آرڈر دے کر بولی "مجھے اس ٹیلی ویژن جاننے والے ایس جی سے نجات مل گئی ہے۔ وہ بھی میرے دماغ میں نہیں آسکے گا۔"

"وہ تمہیں پریشان کرنے آتا ہے۔ شیطان اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا۔ وہ پھر آئے گا۔"

"وہ شیطان ایک ننھے فرشتے سے شکست کھا کر اس سے خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا ہے۔"

وہ اسے عدنان کے بارے میں بتانے لگی۔ وہ قحب سے سنتا رہا اور اب کچھ سوچتا رہا پھر اس نے پوچھا "کیا وہ خفیہ اور راز کی باتیں جانتا ہے؟"

"ہاں۔ سینڈی اسی بات سے خوف زدہ رہتا ہے۔ وہ تو اس کے دروازے کو بند کر لیا۔ وہاں سے آہستہ آہستہ چلا ہوا فلورا کے بیڈ روم کے سامنے آیا۔ دروازہ بند تھا لیکن اسے کمرے کے اندر ایک سیاہ بیک دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اس نے ایک الماری کی طرف دیکھا۔ وہ سیاہ بیک الماری کے اندر نظر آ رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس الماری کو کھولا۔ اس کے نیچے حصے میں وہ بیک رکھا ہوا تھا۔ اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک کر بیک کو اپنی طرف کھینچا۔ وہ غصوں کے ذریعے لاکھڑا کیا گیا تھا۔ وہ گھور کر لاک کو دیکھنے لگا۔ خفیہ نمبر ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے آنے لگے۔ وہ ایک ایک نمبر سمجھا آ گیا۔ کھٹ کی آواز کے ساتھ لاک کھل گیا۔ اس نے بیک کو کھول کر اندر دیکھا۔ اس میں ایک جوڑا سروان لباس، شیڈنگ کا سامان، ایک فائل اور تین کمپیوٹر ڈسک رکھی ہوئی تھیں۔

Scanned by azzamm@urdufanz.com

برمی طرح خوف زدہ تھا۔ کیا تم اسے کوئی سزا نہیں دے سکتے تھے؟"

وہ انکار میں سر ہلا کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں تم پر کیوں بھروسہ کر رہی ہوں۔ وہ ٹیلی ویژن کے ذریعے مجھے نقصان پہنچائے گا۔ غصوں بد معاشوں کو یہاں بھیجے گا تو تم بیٹے ہو۔ ان سے کیسے مقابلہ کرو؟ تم نہ تو کوئی انتقامی کارروائی کرتے ہو نہ منہ سے زیادہ بولتے ہو۔ او گاؤ! پتا نہیں وہ یہاں سے جانے کے بعد کیا کرنے والا ہے؟"

فون کی کھنٹی بجنے لگی۔ وہ ریسپونڈ کر بولی "ہیلو۔ کون؟"

سینڈی کے دہانے کی آواز سنائی دی۔ وہ گالیاں بکتے ہوئے کہہ رہا تھا "میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اس لڑکے نے تم پر خوبی عمل کر کے تمہارے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ میری سوچ کی لہر اس طرف نہیں چلا رہی ہیں۔ میں تم سے نمٹ لوں گا۔ تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ بولی "کیا بکواس کر رہے ہو؟ اس بچے نے مجھ پر خوبی عمل نہیں کیا ہے لیکن یہ سن کر خوش ہو رہی ہے کہ اب تم ٹیلی ویژن کے ذریعے مجھے مجبور اور بے بس نہیں بنا سکو گے۔ اب تم کہنے کی طرح درواری سے جھوٹکتے رہو گے۔"

اس نے ریسپونڈ کر دیا پھر خوش ہو کر بولی "تم واقعی عجیب و غریب ہو۔ کچھ کرتے نہیں ہو مگر کمرے کچھ ہو جاتا ہے۔ وہ سینڈی کرے اب مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

وہ اس کے قریب آکر بیٹھ گئی اور اس کا ہاتھ تھام کر بولی "تم زبردست ہو۔ آئندہ بھی میرے کام آسکتے ہو۔ بولو میں تمہارے لیے کیا کروں؟ اپنی کوئی خواہش بیان کرو۔"

اس نے فلورا کو دیکھا پھر کہا "میں آؤں کریم کھاؤں گا۔"

وہ بیٹھ کر بولی "صرف آؤں کریم؟ میں تمہارے لیے یہاں آؤں کریم کی دکان لگا دوں گی۔ تمہیں دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ آؤں کریم کھانے والا چڑیوں سے بھی زیادہ بڑے کارنامے انجام دے رہا ہے۔"

"تم بہت بولتی ہو۔ کام نہیں کرتی ہو۔ مجھے آؤں کریم لا کرو۔"

"آؤں کریم لانے کے لیے یہاں سے تین کلومیٹر دور جانا ہو گا۔ کیا تم یہاں تمہارے ہو گے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ اپنا پرس اٹھا کر بولی۔ "آؤ۔ دروازے کو اندر سے بند کرو۔ میں جلد ہی آؤں گی۔ جب تک آواز نہ دوں۔ دروازہ نہ کھولنا۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ اس نے اندر سے

دروازے کو بند کر لیا۔ وہاں سے آہستہ آہستہ چلا ہوا فلورا کے بیڈ روم کے سامنے آیا۔ دروازہ بند تھا لیکن اسے کمرے کے اندر ایک سیاہ بیک دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اس نے ایک الماری کی طرف دیکھا۔ وہ سیاہ بیک الماری کے اندر نظر آ رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس الماری کو کھولا۔ اس کے نیچے حصے میں وہ بیک رکھا ہوا تھا۔ اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک کر بیک کو اپنی طرف کھینچا۔ وہ غصوں کے ذریعے لاکھڑا کیا گیا تھا۔ وہ گھور کر لاک کو دیکھنے لگا۔ خفیہ نمبر ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے آنے لگے۔ وہ ایک ایک نمبر سمجھا آ گیا۔ کھٹ کی آواز کے ساتھ لاک کھل گیا۔ اس نے بیک کو کھول کر اندر دیکھا۔ اس میں ایک جوڑا سروان لباس، شیڈنگ کا سامان، ایک فائل اور تین کمپیوٹر ڈسک رکھی ہوئی تھیں۔

پر بیٹھ گئی۔ وہ اسے کھانا نہیں چاہتی تھی۔ وہاں سے اٹھ کر باہر آئی اور اپنا رشتہ کے چاروں طرف اسے تلاش کرنے لگی پھر اسے تعین کرنا پڑا کہ وہ جیسے اچانک آیا تھا ویسے ہی اچانک جا چکا ہے۔

وہ اپنا منٹ میں واپس آئی۔ سیمول نے فون پر پوچھا۔ ”تم کہاں ہو؟“ اتنی دیر کیوں کر رہی ہو؟“

وہ رونے کے انداز میں بولی ”ہائے سیمول! وہ پتہ یہاں نہیں ہے۔ کہیں چلا گیا ہے۔“

”اس میں افسوس کرنے کی کیا بات ہے؟ کیسے کھیلنے کودنے گیا ہو گا۔ واپس آجائے گا۔ تم فوراً ایک لے کر آؤ۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔“

”سوری۔ میں ابھی بیگ لے کر آ رہی ہوں۔“

اس نے بیٹھ رہا تھا۔ اٹھ کر الماری کھولی۔ وہاں سے سیاہ بیگ کو نکالا پھر اسے اٹھا کر اپنا منٹ کے باہر آئی۔ دل نے کہا ”عدنان واپس آسکتا ہے۔ اس نے دروازے کو کھلا چھوڑ دیا۔“

کار میں بیٹھ کر آکس کریم پارک تک پہنچی۔ سیمول انتظار کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ وہاں سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ پچھل سیٹ پر رکے ہوئے بیگ کو دیکھا۔ وہ ایسے نمبروں سے مشغول تھا کہ اسے کوئی کھول نہیں سکتا تھا۔ ایک بچے سے توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی۔

وہ کار ڈرامو کرتے ہوئے بولی ”تم واپس کب آؤ گے؟“

”شاید ایک ہفتے بعد آسکوں گا۔“

”سیمول! میں بہت اداس ہوں۔ ایک تو وہ محافظ بھی کہیں چلا گیا ہے۔ اور سے تم چھوڑ کر جا رہے ہو۔ آخر تم کرتے کیا رہتے ہو؟ کب تک مجھ سے بچھڑتے اور ملتے رہو گے۔“

”فلورا! تمہیں میرے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنی ہے تو تمہیں میرا راز دار رہنا ہو گا۔“

”میں دل و جان سے تمہاری ہوں۔ تمہارا کوئی راز بھی کسی کے سامنے زبان پر نہیں لاؤں گی۔“

”یہ تمہاری دانش مندی ہوگی۔ میرے ساتھ زندگی گزارنے کی شرط یہی ہے کہ میری ہم راز دار بن کر رہو۔“

”آخر کسی راز دار کی حاجت ہے؟ مجھ سے کھل کر بولو۔“

”میں وائٹ ہاؤس کے اہم سیاسی راز دار اگر دوسرے ممالک کی ایجنسیوں کو فروخت کر رہا ہوں۔“

وہ ریکریشن گراؤنڈ میں آگئے تھے وہ گاڑی روک کر بولی ”یہ کیا کوا اس کر رہے ہو؟ اپنے وطن سے غداری کرتے ہو؟“

وہ پچھل سیٹ سے بیگ اٹھاتے ہوئے بولا ”اب تم مجھے حُب الوطنی نہ سکھانا۔ دولت کمانے کے لیے بہت کچھ کرنا

پڑتا ہے۔“

وہ بیگ اٹھا کر کار سے باہر آگیا۔ موبائل کے ذریعے کہنے لگا ”میں آگیا ہوں۔ فوراً بیلی کا پڑ لے آؤ۔“

اس نے تعجب پر پوچھا ”تمہارے پاس بیلی کا پڑ بھی ہے؟ تم کہاں جا رہے ہو؟“

”میں باؤر کی طرف جا رہا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے تم میرے ساتھ گزارا نہیں کر سکو گی۔“

”میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ تم میرے ملک کا راز چرا کر نہیں لے جاسکتے۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔“

وہ اس کا گریبان پکڑ کر جھنڈوڑے لگی۔ اس نے گریبان چھڑا کر ایک انا بٹھہ رسید کیا۔ وہ مار کھا کر پیچھے زمین پر گر پڑی۔ اسی وقت بیلی کا پڑ کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ بہت دور سے چلا آ رہا تھا۔

وہ زمین سے اٹھ کر اس سے بیگ چھیننے کی کوشش لگی۔ وہ اس کی پٹائی کرنے لگا۔ بیلی کا پڑ کچھ فاصلے پر آکر اتر رہا تھا۔ وہ مار کھاتے کھاتے نڈھال ہو گئی تھی۔ پکڑا کر گر پڑی۔ سیمول دوڑتا ہوا بیلی کا پڑ میں سوار ہو گیا۔ اس کا سلائیڈنگ دروازہ بند ہو گیا۔ وہ پھر دروازے کے لیے بلندی کی طرف اٹھنے لگا۔

بیلی کا پڑ کے اندر ایک موٹا اور بھرا سا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ پیچھے دو ٹکڑے مین تھے۔ موٹے بے پاس سے کہا ”ڈسکس اور فائل کہاں ہیں۔ نکالو۔ میں اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔“

اس نے مخصوص نمبروں کی ترتیب سے بیگ کو کھول کر دیکھا تو اندر فائل تھیں۔ وہ تینوں ڈسکس نہیں تھیں۔ موٹے نے غرا کر اسے دیکھا۔ اسے ایک انا بٹھہ رسید کیا پھر پروالور نکال کر پوچھا ”وہ تمام ڈسکس حاصل کرنے کے لیے ہم نے بڑی محنت کی تھی۔ تم نے ان کا سودا کسی دوسرے سے کر لیا۔“

”نہن۔ نہیں۔ آپ مجھے غلط نہ سمجھیں۔ وہ وہاں ایک بچہ آیا تھا۔ وہ اسی نے۔“

پھر ایک انا بٹھہ منہ پر پڑا ”ہمیں اتنا بتاتے ہو۔ ایک بچہ کیا کمپیوٹر سیکرٹ ڈسک چرائے گا؟“

یہ کہتے ہی اس نے ٹریگر کو دبا دیا۔ ٹھانسی کی آواز ابھری۔ نیچے زمین پر بڑی فلورا آہستہ آہستہ اٹھتی ہوئی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بیلی کا پڑ ایک لمبے دائرے میں پرواز کر رہا تھا۔ اب تک کہیں دور نہیں گیا تھا پھر اس کا سلائیڈنگ دروازہ کھل گیا۔ وہاں بلندی سے کوئی گرنا ہوا دکھائی دیا۔ وہ تیزی سے پستی کی طرف آتا ہوا فلورا کے قریب زمین پر ہوس ہو گیا۔ وہ سم کر پیچھے ہٹ گئی۔ پہلا محبوب

سینڈی گرے ہرجائی تھا۔ دوسرا محبوب سیمول بھی ہرجائی نکلا۔ اسے بیٹھ کے لیے تما چھوڑ کر لاش میں تبدیل ہو گیا تھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

○●○

وہ پاکستان میں ایک مشہور و معروف ماڈل گرل تھی۔ اشتہاری فلمیں بنانے والے کہتے تھے کہ وہ مشہور زمانہ ہونا ایذا کی طرح مسکراتی ہے۔ نام تو اس کا کچھ اور تھا مگر وہ بینا کے نام سے مشہور تھی۔ وہ ٹی وی ڈراموں میں بھی اپنی اداکارانہ صلاحیتیں منواتی رہتی تھی۔ لاکھوں روپے کماتی تھی لیکن مطمئن نہیں تھی۔

وہ کسی طرح پڑوسی ملک میں جا کر لاکھوں نہیں کروڑوں کمانا چاہتی تھی۔ ہندوستانی ماڈل اور اداکاروں کے بارے میں پڑھتی بھی تھی اور انہیں انڈین اسکرین پر دیکھتی بھی تھی۔ دل چل جاتا تھا کہ ہندوستان میں پیدا کیوں نہ ہوئی؟ انڈین ماڈل کو ساری دنیا میں شہرت حاصل ہوتی ہے اور وہ پاکستان میں کنوینس کا مینڈک بنی ہوئی تھی۔ اسے ابھرنے شہرت کی بلند یوں پر بچھنے اور خوب دولت کمانے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ ملتی قوانین کے مطابق وہ نہ تو انڈین فلموں میں کام کر سکتی تھی اور نہ ہی ماڈلنگ کر سکتی تھی۔

اس کے بڑے بڑے بھروسے تھے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ کسی طرح یو کے یا امریکا کی شہرت حاصل کر لے۔ وہاں کسی سے شادی کر لے۔ تب وہ پاکستانی قوانین کی زنجیروں سے آزاد ہو جائے گی۔

وہ ایک بار ماڈلنگ کے لیے لندن گئی تو ایک پاکستانی دلال نے کنور میٹش ورما سے اس کی ملاقات کرائی۔ کسی کو پاکستانی دلال کہا جائے تو اپنے حب الوطنی کے جذبے کو نہیں پہنچتی ہے لیکن کیا کیا جائے۔ طوائف اور دلال ہر ملک میں ہوتے ہیں۔ کنور میٹش ورما نے اسے دیکھا تو کہا ”واہ! ایسا آئیڈل یونی ہے۔ اپنی نئی فلم کی ہیروئن کے لیے ایسا ہی چہرہ اور ایسا ہی فیکر چاہیے۔ تم ماڈلنگ کرتی ہو۔ کیا ایکٹنگ کا تجربہ ہے؟“

وہ یہ سن کر خوش ہو گئی کہ کنور میٹش ورما کو اس کا چہرہ اور اس کا فیکر پسند آیا ہے۔ وہ بولی ”میں ٹی وی ڈرامے اور سیریل کرچکی ہوں۔“

”ٹی وی اور فلموں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ تم نے انڈین ہیروئنوں کو دیکھا ہو گا۔ وہ بجلی کی طرح رقص کرتی ہیں اور تم سے کم لباس میں بچلیاں گرائی ہیں۔“

”میں نے باقاعدہ ڈانس سیکھا ہے۔ آپ ایک گانا مجھ پر

بکھراؤ کریں۔ آپ میرا ڈانس دیکھ کر ماحوری ڈسٹ کو بھول جائیں گے۔“

”میں اپنے ڈانس کٹر سے تمہیں ملاؤں گا لیکن تمہیں لندن کی شہرت حاصل کرنے کے لیے کسی انگریز سے شادی کرنی ہوگی۔ کیا کام کرو گی؟“

”میں انڈین اسکرین پر آنا چاہتی ہوں۔ جو کوئے وہ کروں گی لیکن کون انگریز مجھ سے شادی کرے گا؟ میں یہاں کسی کو نہیں جانتی۔“

”اس کی فکر نہ کرو۔ یہاں ایسے بے روزگار اور تلاش انگریز بھی ہیں جو چند پونڈ میں بک جاتے ہیں۔ میں تمہارے لیے کسی کو خریدوں گا۔ تمہاری اس سے گورٹ میج ہوگی لیکن وہ تمہیں ہاتھ نہیں لگائے گا۔ تم صرف میری راتیں رٹھیں کیا کرو گی۔“

وہ راضی ہو گئی۔ دو دنوں کے اندر ایک انگریز سے شادی بھی ہو گئی اور اسے وہاں کی شہرت بھی حاصل ہو گئی۔ وہ کنور میٹش ورما کا دل خوش کرنے لگی۔ یہ طعنا یا کہ وہ پہلے پاکستان جائے گی۔ پھر یو کے پاسپورٹ اور دیگر سرکاری کاغذات کے ذریعے پاکستان سے ہندوستان جائے گی۔ اسے وہاں کا قانون نہیں روک سکے گا۔

ورما نے کہا ”جب تم اسلام آباد سے ممبئی کے لیے روانہ ہوگی تو انٹرویو پر ایک شخص تمہیں ملے گا۔ وہ تمہیں کمپیوٹر ڈسکس کا ایک پیکٹ دے گا۔ تم اپنے میک اپ باکس میں اسے چھپا کر لے آؤ گی۔“

”وہ کس کی ڈسکس ہوں گی؟“

”ان ڈسکس کا تعلق سیاسی معاملات سے ہے۔ تم نہیں سمجھو گی۔“

”میں ایسی بھی نادان نہیں ہوں۔ یہ اندازہ کر سکتی ہوں کہ سرکاری راز چرا کر میرے ذریعے اسے ہندوستان پہنچایا جائے گا۔“

”یہ سمجھ رہی ہو تو اچھی بات ہے۔ بولو کیا راز دار بن کر رہو گی؟“

”میں کہہ چکی ہوں۔ انڈین اسکرین پر آنے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔“

بزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے لوگ وطن فروشی کے ذریعے بھی اپنی خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں۔ وطن سے غداری کی سزا بھی تو راول مل جاتی ہے۔ کبھی ایک مدت کے بعد ملتی ہے مگر ملتی ضرور ہے۔

یہ اس کی یہ قسم تھی کہ الپا بھی اس وقت انٹرویو کی ویزیز لابی میں تھی۔ گبریا انڈیا سے پاکستان آ رہا تھا۔ وہ اسے رہنمائی کرنے آئی تھی۔ اس کے قریب سے گزرتے وقت اس

سے کھر ہو گئی۔ اس نے کہا ”سوری۔“

وہ بولی ”اُس کل رات۔“

انہی لمحات میں ایک شخص نے قریب آکر کہا ”ہائے نینا!“

نینا نے پوچھا ”تم کون ہو؟ مجھے کیسے پہچانتے ہو؟“

وہ الپا کو دیکھ کر ہنسیا پھر بولا ”تم سے یہ بات ہو چکی ہے کہ میں یہاں ملوں گا۔ پلیز ادھر چلو، میں کچھ کتنا چاہتا ہوں۔“

وہ الپا سے کمرانے کے باعث بھول گئی تھی کہ وہاں ایک شخص آکر اسے ایک پیکٹ دینے والا ہے۔ وہ جلدی سے بولی ”او گاڈ! میں تو بھول ہی گئی تھی۔ دراصل میرے اتنے فین ہیں کہ سب ہی کو یاد نہیں رکھ سکتی۔“

وہ بولتی ہوئی اس کے ساتھ دور جانے لگی۔ الپا نے محسوس کیا کہ وہ باتیں بنا رہی ہے۔ وہ اسے غور سے دیکھتی رہی۔ نینا اس شخص کے ساتھ ایک جگہ جا کر رک گئی۔ وہ کچھ بول رہا تھا اور ایک چھوٹا سا پیکٹ اسے دے رہا تھا پھر وہ پیکٹ اسے دیتے ہی پلٹ کر جانے لگا۔ اگر وہ اس کا فین ہوتا تو اتنی جلدی نہ جاتا۔ پیکٹ کی صورت میں کوئی تحفہ دینے کے بعد کچھ لگاؤ کی باتیں کرتا لیکن وہ بڑی سبے نیازی سے چلا گیا تھا۔

الپا نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے اندر پہنچی۔ مختصر سے خیالات پڑھے۔ پتا چلا ”اس کا نام راج لمہوترا ہے اور وہ ”را“ کا ایک اہم کارندہ ہے۔ اس نے دو ڈسکس نینا کے حوالے کی ہیں۔ وہ دونوں ڈسکس پاکستان اور کشمیر کے اہم سیاسی معاملات سے تعلق رکھتی ہیں۔“

وہ راج لمہوترا کے دماغ سے نکل آئی۔ اس سے بعد میں نمٹ سکتی تھی۔ اس نے نینا کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ ہاتھ روم میں جا کر اس پیکٹ کو اپنے میک اپ بس میں چھپا رہی تھی۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا وہ ایک فلم میں ہیروئن بننے کے لیے ممبئی جا رہی ہے۔ اسے اسی شریٹر پر ہیروئن بننے کا چانس دیا جا رہا تھا کہ وہ پاکستان میں رہ کر ”را“ والوں کے کام آتی رہے گی اور وہ کام آ رہی تھی۔

الپا دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کس طرح اس پیکٹ کو چھپا کر لے جائے گی۔ اس نے اپنی ایک اپنی ”پنڈ بیگ“ اور میک اپ بس کو ایکسٹری مشین کے سامنے سے گزرنے کے لیے ایک قطار میں رکھ دیا تھا۔ اس کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا۔ ایکسٹری کے ذریعے اس پیکٹ کے اندر رکھی ہوئی ڈسکس کو صاف طور سے دیکھا جاسکتا تھا۔

ایکسرے مانیٹر کے سامنے ایک افسرانے اپنے ایک ماتحت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ماتحت ایک مسافر کا بیگ کھول کر

اس میں سے ٹرانسپیرینٹ ریو سیل نکال کر کمرہ رہا تھا کہ ٹیارے میں سیل جیسی دھماکا کرنے والی چیزیں نہیں لے جاتی جاسکتیں۔

وہ مسافر اعلیٰ میں ایسے سیل لے جا رہا تھا۔ اس لیے اسے گرفتار نہیں کیا گیا۔ وہ تمام سیل ضبط کر کے اسے جانے کی اجازت دے دی گئی لیکن نینا جو ڈسکس لے جا رہی تھی۔ ان میں سرکاری راز پوشیدہ تھے۔ وہ ایک بی بی مدت کے لیے نیل کی سلاخوں کے پیچھے جاسکتی تھی۔

شوق انسان کو سولی پر بھی چڑھا دیتا ہے۔ آدمی شوق پورا کرنے کی خاطر بڑے بڑے خطرات سے بھی گزر جاتا ہے۔ وہ بھی حوصلہ کر رہی تھی۔ ایکسرے مشین کے سامنے سے سامان گزار رہی تھی۔ الپا اس افسر کے دماغ میں آگئی۔ وہ ایک بہت ہی فرض شناس افسر تھا۔ ایک ایک سامان کو بغور دیکھتا تھا۔ نینا کا سامان ایک قطار میں سے وہ گزر رہا تھا۔ ایکسرے مانیٹر پر دکھائی دینے لگا۔ اس کے میک اپ باکس میں رکھی ہوئی ڈسکس صاف طور سے دکھائی دے رہی تھی۔ ایسے ہی وقت الپا نے محسوس کیا کہ وہ افسر اچانک غائب دماغ ہو گیا ہے۔

مانیٹر اسکرین سے سامان کو گزرنے میں تین یا چار سیکنڈ لگتے ہیں۔ ان چار سیکنڈ میں افسرانے سرگھما کر اپنے ماتحت کو مخاطب کیا۔ ماتحت کی توجہ بھی مانیٹر سے ہٹ گئی۔ نینا کا میک اپ باکس اسکرین سے گزر گیا۔

ماتحت نے پوچھا ”کیس سر!“ افسرانے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا ”میں کچھ کہنے والا تھا۔ اتنی جلدی بھول گیا۔“ تعجب ہے۔“

ادھر نینا اپنا سامان ٹرائی میں رکھ کر لے گئی۔ اس کا دل خوشی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ ایک بہت بڑے خطرے سے نکل آئی تھی۔ الپا کی یہ دانش مندی تھی کہ اس نے نینا کے اندر اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی تھی۔ اس طرح یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس کی پشت پر کوئی ٹیلی ویژن چلتی جانے والا ہے اور وہ اس کی موجودگی سے بے خبر ہے۔

الپا نے خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ اسے نینا کے بارے میں بتایا پھر کہا ”کبریا کی فلائٹ یہاں پہنچ گئی ہے۔ میں اس کے ساتھ مصروف رہوں گی۔ یہاں ”را“ کا ایک کارندہ راج لمہوترا میری نظروں میں آیا ہے۔ میں اس کے ذریعے معلوم کروں گی کہ ”را“ والوں نے یہاں سے اسلام آباد تک کس طرح اپنا جال بچھا رکھا ہے۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”ڈویل سسٹر! میں نینا کے ذریعے اس ٹیلی ویژن چلتی جانے والے تک پہنچنے کی کوشش کروں گی۔ مجھے اس کے اندر پہنچا دو۔“

وہ الپا کے اندر آئی۔ الپا نے اسے نینا کے اندر پہنچا دیا۔ فرمان نے پوچھا ”تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ ٹیلی ویژن چلتی جانے والا کون ہو سکتا ہے؟“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”وہ بھارتی حکومت کے لیے کام کر رہا ہے۔ یقیناً وہ ٹیلی ویژن چلتی جانے والوں میں سے ہی ہے۔ جو ہمارے خلاف محاذ آرائی کے لیے بھارت بھیجے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک بولی برٹن پر اسٹی ٹیلی ویژن دوا اسپرے کی جا چکی ہے۔ وہ ناکارہ ہو چکا ہے۔ دوسرے کا نام وینو مارکس ہے۔ وہ اب تک روپوش ہے۔ ہم سے پتہ چلا ہے۔“

فرمان نے کہا ”وہ بہت محتاط ہے۔ اپنی آواز بھی نہیں سنا رہا تھا۔ اب ہم اس غدار مائل اور اس سے تعلق رکھنے والوں کے ذریعے اس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکیں گے۔“

”اس محتاط شخص تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم خود کو ظاہر نہ کریں۔ خاموشی سے اس کی مصروفیات پر نظر رکھیں۔“

وہ سفر کے دوران میں اپنی سیٹ پر خاموش بیٹھی اپنے خیالوں میں گم رہی۔ وہ انڈین فلم انڈسٹری میں پہنچ کر خود شہرت کی بلندیوں پر پہنچاؤ کچھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ ایسے وقت کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر نہیں تھا۔ کبھی اعلیٰ بی بی اور کبھی فرمان اس کے خیالات پڑھتے رہے تھے۔

ممبئی انٹرویو پورٹ پہنچ کر اسے کسم پیننگ سے گزرنا تھا۔ وہاں اس کے میک اپ باکس کو کھول کر دیکھا گیا۔ ایک افسر نے وہ پیکٹ نکال کر اپنے پاس رکھ لیا۔ وہ کچھ کتنا چاہتی تھی۔ اس وقت اعلیٰ بی بی نے محسوس کیا کہ اس کے اندر کوئی ہے اور وہ اسے بولنے سے اور اعتراض کرنے سے روک رہا ہے۔

وہ خاموشی سے اپنا سامان سمیٹ کر جانے لگی۔ فرمان نے کہا ”میں اس کے دماغ میں رہوں گا۔ تم اس افسر کا خاصہ کرو۔ دیکھو وہ پیکٹ کہاں پہنچانے والا ہے؟“

نینا ٹرائی میں سامان لے کر وزیر زلانی میں آئی۔ وہاں کنور میٹھ ورنے مسکرا کر اس کا استقبال کیا۔ وہ پریشان ہو کر بولی ”میں وہ پیکٹ کسی طرح پاکستان سے لے آئی تھی لیکن یہاں کسم والوں نے چھین لیا ہے۔“

وہ ہنستے ہوئے بولا ”میں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ تم اپنے جیسے کام کر چکی ہو۔ تمہیں وہ پیکٹ اسی افسر تک پہنچانا تھا۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ میرے بچے میں چلو، تمہیں بھی خوش کروں گا۔“

وہ مسکرائی اور اس کا بازو تھام کر اس کے ساتھ جانے لگی۔

اُعلیٰ بی بی کسم افسر کے اندر تھی۔ اس نے انٹر کام کے ذریعے کسی سے کہا ”آپ کا مال آگیا ہے۔ اسے لے جائیں۔“

وہ ساتھ والے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر افسر کے پاس آیا پھر اس سے پیکٹ لیتے ہوئے بولا ”میں وہاں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نینا ہی تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مال صحیح پہنچا ہے یا نہیں؟“

وہ دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں اس نے پیکٹ کو کھول کر دونوں ڈسکس کو دیکھا پھر ایک کمپیوٹر کے ذریعے چیک کرنے لگا۔ مانیٹر پر خبریں ابھرنے لگیں۔ وہ پاکستان اور چین کے درمیان ایک خفیہ معاہدے کی تفصیلی رپورٹ تھی۔ یہ معاہدہ صرف بھارتی حکمرانوں کی ہی نہیں، امریکی حکمرانوں کی خارجہ پالیسی کے خلاف بھی تھا۔

امریکی ٹیلی ویژن چلتی جانے والے وینو مارکس نے اس بھارتی اعلیٰ جس کے افسر کے دماغ میں کہا ”اس۔۔۔ ڈسک کی ایک کاپی تیار کر کے مجھے دی جائے۔ میں اسے اپنے اکابرین تک پہنچاؤں گا۔“

دوسری ڈسک کو بھی مانیٹر پر دیکھا گیا۔ وہ کشمیر کے معاملات میں پاکستان اور چین کے درمیان ایک بہت ہی اہم خفیہ معاہدہ تھا۔ اعلیٰ جس کے افسر پال نے سوچ کے ذریعے کہا ”سٹر مارکس! میں یہ دونوں ڈسکس اپنے ہیڈ کوارٹر لے جا رہا ہوں۔ وہاں ان کی کاپیاں تیار کر کے تمہارے ملک کے حکمرانوں کے پاس بھیج دی جائیں گی۔“

وینو مارکس نے کہا ”ٹھیک ہے۔ جب تم ہیڈ کوارٹر پہنچو گے تو میں تمہارے اعلیٰ افسرانے سے باتیں کروں گا۔“

پال دونوں ڈسکس کو اپنے بریف کیس میں رکھ کر رائے بورڈ کی عمارت سے باہر آیا۔ اعلیٰ بی بی ان دونوں ڈسکس کو اس عمارت کا کارہ بنانا چاہتی تھی کہ انہیں کسی ٹیلی ویژن چلتی جانے والے کی مداخلت کا شہ نہ ہو۔ وینو مارکس ابھی اس خوش فہمی میں تھا کہ میں اور میرے خیال خوانی کرنے والے انڈیا میں اس کی موجودگی سے بے خبر ہیں۔ وہ ہمیں بے خبر سمجھ رہا تھا۔ ہم اس کی بے خبری میں اسے دو بچ لیتا چاہتے تھے۔

وہ ہیڈ کوارٹر کی طرف جا رہا تھا۔ اس وقت وینو مارکس اس کے اندر نہیں تھا۔ اعلیٰ بی بی نے اس کے اندر بھوک اور پیاس کے احساس میں شدت پیدا کی۔ وہ ایک فاسٹ فوڈ کی دکان کے سامنے گاڑی روک کر اتر گیا۔ ایک بھکاری نے اس کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ”بھگوان کے لیے ایک روٹی کھلا دو۔ کل سے کچھ نہیں کھایا ہے۔“

وہ بھکاری کو دھتکار کر دکان کے کاؤنٹر پر گیا۔ اعلیٰ بی بی نے بھکاری کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے کاری فرسٹ

سیٹ پر رکھے ہوئے بریف کیس کو دیکھا پھر کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر بریف کیس اٹھا کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ گلی کے موڑ پر ہی ایک شخص نے اسے روک کر کہا "ابے چوٹی کے اسے چرا کر کہاں لے جا رہا ہے۔ مجھے دے۔ اس میں میرا بھی حصہ ہے۔"

بھکاری نے تن کر کہا "تو رے سو روپے لوں گا نہیں تو جان بھی لے لے تو نہیں دوں گا۔"

اس نے فوراً ہی سو روپے نکال کر دیے۔ وہ روپے لے کر اسے بریف کیس دے کر چلا گیا۔ وہ بریف کیس لے کر تیزی سے چلتا ہوا کئی گلیوں سے گزرتا ہوا ایک بڑے سے ٹالے کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ جب سے چاقو نکال کر بریف کیس کے لاک کو توڑنے لگا۔ وہ تھوڑی سی محنت کے بعد کھل گیا۔ اوپر ہی دو ڈسکس رکھی ہوئی تھیں۔ اعلیٰ لی بی نے اس کے ذریعے انہیں اٹھا کر ٹالے کے بستے ہوئے گندے پانی میں پھینک دیا۔ اس میں چند کاغذات ایک ریو اور ایک مٹی کیسرا رکھا ہوا تھا۔ اس شخص نے ماپوس ہو کر کہا "نقدی نہیں ہے لیکن ریو اور ایک کیرے کوچ کرچہ رقم حاصل کی جاسکتی ہے۔"

اعلیٰ لی بی اسے چھوڑ کر تین چال کے دماغ میں آئی۔ وہ اپنی کار میں بریف کیس کو نہ پا کر ادھر ادھر پوچھتا پھر رہا تھا "کیا کسی نے یہاں کسی کو بریف کیس لے جانے دیکھا ہے؟" کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ دور تک دوڑا گیا تھا لیکن بریف کیس لے جانے والا کہیں نظر نہیں آیا۔ اس نے پریشان ہو کر ہیڈ کوارٹر میں اطلاع دی۔ آدھے گھنٹے کے اندر ہی پولیس فورس وہاں پہنچ گئی۔ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اس کی لاپرواہی کے سبب دو اہم ڈسکس ہاتھ سے نکل گئی تھیں۔ یہ غیر ذمے داری بہت بڑا جرم تھی۔ اسے سخت سزا ملنے والی تھی۔

اسے اعلیٰ افسران کے سامنے پیش کیا گیا۔ اعلیٰ لی بی اس کے ذریعے اعلیٰ افسران کے دماغوں میں چبھنے لگی۔ فرمان بھی آگیا تھا۔ ویٹو مارکس ایک افسر کے دماغ میں کمر رہا تھا "تین چال نے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ یہ کھانے پینے کے لیے کار سے اتر کر گیا تھا۔ وہ بریف کیس بھی ساتھ لے جاسکتا تھا۔ اس نے کار کی کھڑکی بھی کھلی رکھی تھی۔ گویا کسی کو بھی بریف کیس چرا کر لے جانے کا کھلا موقع دیا تھا۔"

اعلیٰ افسر نے غصے سے تین چال کو دیکھ کر کہا "اسے تو گولی مار دینی چاہیے۔"

"آپ آسے جو بھی سزا دیں لیکن وہ اہم راز ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ ہمارے چھپے دو ہفتوں کی محنتوں پر پانی پھر گیا ہے۔ ہم ان دو ڈسکس کی موجودگی میں پاکستانی

ہتھیاروں کو اپنے دباؤ میں رکھ کر ان کی خارجہ پالیسی تبدیل کر سکتے تھے لیکن اب ایسا کچھ نہیں ہو سکے گا۔ ہم جیتی ہوئی بازی ہار چکے ہیں۔"

اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر مارکس! ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے ایک افسر کی غلطی سے ہم بہت بڑا نقصان اٹھا رہے ہیں۔ آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دیا جائے گا۔"

"آئندہ آپ کا جو بھی قابل افسر میرے لیے کام کرے گا، میں اس کی اپنی کوئی غلطی برداشت نہیں کروں گا۔ جس سے مجھے اور میرے ملک کو نقصان پہنچے گا۔ میں ایسی غلطی کرنے والے کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

"پلیز مسٹر مارکس! آپ ناراض نہ ہوں۔ میں چاہتا ہوں آپ مجھ سے ختمی میں باتیں کریں۔"

وہ افسر کانفرنس ہال سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہ اب تک زبان سے گفتگو کر رہا تھا۔ کمرے میں آکر سوچ کے ذریعے بولا "آپ میرے چور خیالات بڑھ چکے ہیں۔ میری پریشانیوں کو سمجھ رہے ہیں۔ پلیز میرے لیے کچھ کریں۔"

ویٹو مارکس نے اس اعلیٰ افسر سے کہا "مسٹر بے راج! تم اپنی بیٹی کے لیے پریشان ہو۔ تم نہیں چاہتے کہ تمہاری بیٹی کلپنا تمہارے اعلیٰ خاندان سے باہر کسی سے پیار کرے اور اس سے شادی کرے۔ یہ کلپنا کا ذاتی معاملہ ہے، میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"آپ آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ کس شخص سے ملتی ہے؟ میں نے اپنے جاسوس لگائے تھے لیکن پتا نہیں وہ انہیں کس طرح دھوکا دے کر اس کے پاس چلی جاتی ہے۔ وہ آپ جیسے ٹیلی ویشن پر دکھائی جانے والے کو دھوکا نہیں دے سکے گی۔"

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ میں کسی کے ذاتی معاملات میں دلچسپی لے سکوں لیکن آپ آری اعلیٰ جنس کے چیف ہیں۔ آپ کے ساتھ میرا دن رات رابطہ رہتا ہے۔ میں آپ کی پریشانی دور کروں گا۔ مجھے اپنی بیٹی کی آواز سنائیں۔"

اس نے اسی وقت فون کے ذریعے بیٹی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "ہیلو بابا! کیسے یاد کیا؟"

"تم میری ایک بی بی ہو۔ مجھے محبتوں سے زیادہ پریشانیوں دے رہی ہو پھر کیسے یاد نہیں کروں گا؟ تم اپنے باپ کو کس جرم کی سزا دے رہی ہو؟"

"وہ بابا! آپ پھر وہی بحث شروع کر رہے ہیں۔ پلیز فون پر توجہ سے باز آجائیں۔"

کلپنا نے فون بند کر دیا۔ آری اعلیٰ جنس کے چیف نے

کہا "مسٹر مارکس! آپ نے دیکھا وہ کتنی خود سر اور گستاخ ہو گئی ہے۔ میری پوری بات بھی نہیں سنی اور فون بند کر دیا۔"

"مسٹر بے راج! آپ نے تو دنیا دیکھی ہے۔ یہ جانتے ہیں کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ آپ اطمینان رکھیں میں کلپنا کے اندر جا کر اس کی دیوانگی ختم کروں گا۔"

اعلیٰ لی بی اور فرمان فون پر ہونے والی گفتگو سنتے ہی کلپنا کے دماغ میں پہنچ کر اس کے چور خیالات بڑھ رہے تھے۔ پتا چلا کہ وہ اب کلپنا کے حسن و شباب میں اس کی گفتگو میں کلپنا کو دیکھا تھا۔ اس کے حسن و شباب میں اس کی گفتگو میں اور اس کی اداؤں میں اتنی دلکشی تھی کہ وہ اس پر مر رہا تھا۔

کلپنا کو خیال خوانی کے ذریعے تذبذب کرنا پتہ مشکل نہ تھا لیکن اس نے خیال خوانی کے بغیر آزمایا کہ وہ اس سے متاثر ہوتی ہے یا نہیں؟ آری اعلیٰ جنس کے ایک افسر نے کلپنا سے تعارف کرایا "یہ ہمارے چیف مسٹر بے راج کی صاحبزادی ہیں اور یہ ہیں مسٹر ویٹو مارکس ہمارے امریکی صہمان۔"

دونوں نے مسکرا کر ایک دوسرے سے مصافحہ کیا پھر آرکسٹرا کی ایک دھن پر ایک دوسرے سے لگ کر رقص کرتے ہوئے باتیں کرنے لگے۔ کلپنا پہلی ہی ملاقات میں اس سے متاثر ہو گئی۔ ویٹو مارکس کے لیے یہ فخر کی بات تھی کہ وہ اس کی مردانہ وجاہت سے متاثر ہوئی ہے۔ اس کے چور خیالات نے بتایا کہ وہ جیسا آئیڈل چاہتی تھی ویٹو مارکس ویسا ہی ہے۔ ان خیالات نے مارکس کو اس کا دیوانہ بنا دیا۔

اس نے یہ طے کر لیا کہ انڈیا میں مصروفیات کے دوران میں کسی دن اس سے شادی کر لے گا۔

کلپنا نے کہا "یہ ممکن نہیں ہے۔ میں راجپوت خاندان کی لڑکی ہوں۔ مجھے کوئی راجپوت ہی بیاہ کر لے جائے گا۔ تم غیر ملکی ہو۔ تمہیں قبول نہیں کیا جائے گا۔"

ویٹو مارکس نے اس کے باپ سے راج کے خیالات پڑھنے کی معلوم ہوا کہ وہ اور اس کا پورا خاندان کبھی کسی غیر ملکی کو بطور داماد قبول نہیں کرے گا۔ اس کے باوجود کلپنا باقی ہو رہی تھی۔ اس نے یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ ایک امریکی کو اپنا تن من دے چکی ہے۔ اس کا باپ اپنے سرخ رساؤں کے ذریعے اس کے عاشق کا سرخ لگانے کی کوشش کرتا رہا۔ ویٹو مارکس ان سرخ رساؤں کو خیال خوانی کے ذریعے بھنکاتا رہتا تھا۔ کلپنا کا عشق باپ اور تمام خاندان والوں کے لیے بہت ہی پر اسرار ہو گیا تھا۔ یہ رائے قائم کی جانے لگی تھی کہ کلپنا کسی بھنگی ہوئی آتما سے عشق کرنے لگی ہے۔

دیوتا 44

اس پر اسرار عشق کے سلسلے میں عجیب و غریب واقعات پیش آئے تھے۔ بے راج نے ایک بار بیٹی پر باندی عائد کی تھی کہ وہ رات کو کہیں نہیں جائے گی۔ اسے روکنے کے لیے دو مسخ گارڈز کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ جب وہ رات کو جانے لگی اور گارڈز اسے روکنے کے لیے آئے تو ویٹو مارکس نے ایک کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے سانس لینے سے روک دیا دم گھٹنے کے باعث وہ زمین پر گر کر ترپنے لگا۔ دوسرے گارڈ نے ایک جانب اندھیرے میں دیکھ کر چی ماری پھر خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ گیا۔

دوسری بار بے راج نے ایک جاسوس کو بیٹی کے پیچھے لگایا۔ وہ جاسوس جس کار میں اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ اچانک حادثے کا شکار ہو گئی۔ دوسرے تیسرے جاسوسوں کے ساتھ ایسے ہی واقعات پیش آئے کوئی حادثے میں ہلاک ہو گیا۔ کوئی زخمی ہو گیا۔ زندہ بچنے والوں نے یہی کہا کہ کوئی بھنگی ہوئی آتما کلپنا سے پریم کر رہی ہے۔

بیٹی کے پریم روگ نے باپ کو پریشان کر دیا تھا۔ وہ یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ کلپنا کسی آتما کے چکر میں پھنسی ہوئی ہے۔ اس کے ایک سرخ رساں نے بتایا تھا کہ لندن سوزر لینڈ اور امریکن ایکسپریس بیگوں میں کلپنا کے اکاؤنٹس میں گزروں ڈالر جمع ہو چکے ہیں۔ ہندوستان کرنسی کے حساب سے وہ ارب پتی بن گئی تھی۔ باپ نے پوچھا "تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی؟"

اس نے جواب دیا "مجھے آتما شہتی سے بے انتہا دولت حاصل ہو رہی ہے۔ آپ جس طرح چاہیں انکوائری کرائیں۔ آپ آتما کے بھید بھی معلوم نہیں کر سکیں گے۔"

ان حالات میں بے راج نے ویٹو مارکس سے کہا کہ وہ یہ بھید معلوم کرے اور اس پر اسرار عاشق کو بے نقاب کرے۔ گویا وہ چور کو کوٹوالی کے فرائض سونپ رہا تھا۔

اعلیٰ لی بی نے مجھے مخاطب کیا اور کہا "اس دہس میں ایک اور امریکی ٹیلی ویشن جاننے والا ہے اور وہ ہماری معلومات کے دائرے میں آگیا ہے۔ حالات بتا رہے ہیں کہ وہ جلد ہی ہماری گرفت میں آجائے گا۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "شباباش! تم نے آخر اس دوسرے کو بھی ڈھونڈ نکالا ہے۔"

"اسے میں نے نہیں ہسٹلر لیا نے دریافت کیا ہے۔ میں آپ کو انڈین آرمی اعلیٰ جنس کے چیف کی بیٹی کلپنا کے اندر پہنچا رہی ہوں۔ وہ دہلی میں ہے اور آپ بھی وہیں ہیں۔ اس کے خیالات بڑھ کر بہت کچھ معلوم کر سکیں گے۔"

میں اپنی بیٹی کے پاس آیا۔ اس نے مجھے کلپنا کے دماغ میں پہنچا دیا۔ اس وقت ویٹو مارکس اس سے باتیں کر رہا تھا

کتابیات پبلی کیشنز

248

کتابیات پبلی کیشنز

244

دیوتا 44

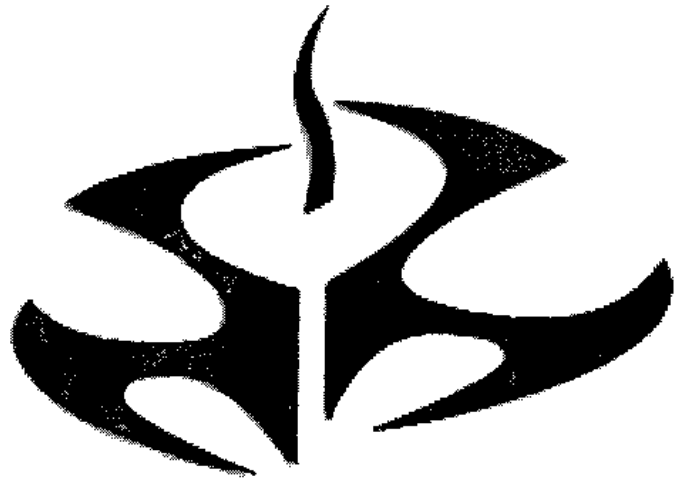
جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول سلسلے کتابی شکل میں دستیاب ہیں

قیمت فی حصہ 60 روپے

ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے

شکاری

20 حصے (مکمل)



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

کسی بھی قسم کی حمایت حاصل کرنے کے لئے رقم پیشگی بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں

پوسٹ بکس 23

کراچی 74200

کتابیات پبلی کیشنز

فون: 5802551-5802552-5895313 فیکس: 5802551

Kitabiat1970@yahoo.com

Scanned by azzamm@yahoo.com UrduFanz.com

وہ مارکس کی رہائش گاہ میں آئی۔ اس کے باپ کو اطلاع ملی کہ وہ ایک بچکے کے اندر گئی ہے۔ باپ آری کے مسلح جوانوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ وہ مارکس بھی کسی کے دروازے پر نہیں آتا تھا۔ اس کی تنہائی کی رازدار صرف کلینا تھی۔ وہ اس کے ساتھ ایک بیڈ روم میں بھی اور پریشان ہو کر پوچھ رہی تھی ”تم کسی کے سامنے نہیں جاتے۔ اب میرے پیپا اور دوسرے آری والوں سے سامنا کرنا پڑے گا۔“

”تم فکر نہ کرو۔ میں یہاں بیڈ روم میں چھپا رہوں گا۔ اور آئے والوں کو خیال خوانی کے ذریعے بھٹکا دیا کروں گا۔ تم اپنے پیپا سے ملنے جاؤ۔ مجھے ان سے باتیں کرنی ہیں۔“ وہ ڈرائنگ روم میں آئی۔ اس کا باپ بے راج آری افسر اور کے مسلح جوانوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ بیٹی کو دیکھ کر بولا ”آج معلوم ہوا کہ تم یہاں آیا کرتی ہو۔ وہ بزدل کہاں چھپا ہوا ہے؟“

وہ مارکس نے ایک فوجی جوان کی زبان سے کہا ”میں وہ مارکس بول رہا ہوں۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ ٹیلی پیٹھی جانے والوں کو چھپ کر رہنا ہی پڑتا ہے۔“

بے راج نے حیرانی سے پوچھا ”مشر مارکس! کیا یہ تمہاری رہائش گاہ ہے؟“

”ہاں اور تمہاری بیٹی مجھ سے ہی ملنے آیا کرتی ہے۔ یہ میری محبت ہے۔ میری زندگی ہے۔ کل ہماری شادی ہونے والی ہے۔“

بے راج نے غصے سے کہا ”تم نے ہمارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ اپنی ٹیلی پیٹھی سے ہم ہندوستانیوں کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ تم فریاد اور اس کے ٹیلی پیٹھی جانے والوں کو یہاں سے بھاگنے آئے ہو۔“

میں نے کلینا کے ذریعے بیڈ روم کا فون نمبر معلوم کر کے رابطہ کیا۔ فون کی گھنٹی بجتے ہی وہ مارکس چونک کر سوئے گا۔ ابھی کون یہاں فون کر سکتا ہے؟ اس نے ریپورڈ اٹھا کر کان سے لگایا۔ میں نے کہا ”فون بند نہ کرنا۔ میں تمہارے بیڈ روم کے قریب ہوں۔ تمہیں فرار ہونے کا موقع نہیں دوں گا۔“ اس نے میرے دماغ میں جھلنگ لگائی۔ میں نے مسکرا کر کہا ”تمہارا باپ بھی میرے خیالات نہیں پڑھ سکے گا۔“

دیوتا

یہ کہہ کر فون رہا تھا کہ اس کے باپ نے اس چور کا چاٹنے کے لیے اسے بھیجا ہے، جو اس کی بیٹی کو اس سے چرا ہے۔ کلینا اس کی بات پر ہنس کر بولی ”تم کب تک چھپنے رہیں گے۔“

”میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ ابھی اعلانیہ تمہیں حاصل رکھا ہوں۔ تمہارا باپ بہت مغرور ہے۔ وہ مجھے داماد تسلیم کرنے سے انکار کرے گا۔ میری انسٹلٹ ہوگی۔ اس لیے مارچوری چھپے تم سے مل کر اشتہار اسے اُتوینا رہا ہوں۔“

”اب یہ ہیل ختم کرو۔ ہماری چوری چھپے کی ملاقات نکل رہی ہے۔ میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔“ وہ خوش ہو کر بولا ”کیا سچ کہہ رہی ہو؟“

”ہاں۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ تمہارے پاس اگر مارے گلے کر یہ خوشی شیر کرنا چاہتی ہوں۔“

”میری جان! ابھی چلی آؤ۔ میں اتنی بڑی خوش خبری سن کر تمہارے بغیر نہیں رہ سکوں گا۔ میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔ کل صبح رجزار آفس جا کر تم سے شادی کروں گا۔“

”س چلی آؤ۔ میں تمہارے اندر ہوں۔ کسی کو رکاوٹ بننے نہیں دوں گا۔“

وہ فوراً ہی ایک ایٹھی میں اپنا ضروری سامان رکھ کر باہر جانے لگی۔ ماں نے اور پھلوان نما چاچا نے پوچھا ”وہ کہاں جا رہی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ میں اپنے پی دیو کے پاس جا رہی ہوں۔ اب مانگ میں سندور بھر کر بی واپس آؤں گی۔“

چاچا نے گرج کر کہا ”بے شرمی کی باتیں نہ کرو۔ اپنے کمرے میں واپس جاؤ۔“

وہ باہر جانے لگی۔ چاچا اسے روکنے کے لیے آگے بڑھا تو زکھڑا کر اوندھے منہ گر رہا پھر غلدی سے اٹھ کر جانا چاہا تو ایک دم سے کئی فٹ اوپر اچھل کر پھر اوندھے منہ فرش پر آگیا۔ کلینا اس کی طرف دیکھے بغیر باہر آکر کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔ ماں نے فون کے ذریعے اس کے باپ کو اطلاع دی پھر کہا ”آپ کی بیٹی ہمارے قابو سے باہر ہے۔ ابھی آپ کے بھائی کو کسی بھوت نے اٹھا کر چٹا ہے لیکن آپ تو بھوت پریت کو مانتے نہیں ہیں۔ کلینا یہاں سے جا چکی ہے۔“

باپ نے کہا ”فکر نہ کرو۔ میرے آدمی اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔ آج معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس سے ملنے کے لیے کہاں جایا کرتی ہے۔“

وہ مارکس یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کلینا کا تعاقب کرنے والوں کو نہیں روکا۔ وہ چاہتا تھا کہ آج یہ بھید کھل جائے۔ وہ کلینا کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ یہ ملے کر کچکا تھا کہ دوسرے دن اسے اپنی شریک حیات بنا لے گا۔

ان کے ہی خلاف استعمال کر سکتا تھا۔

○☆☆○

سونیا بچکے کے میسر پر بیٹھی سوچ میں گم تھی۔ سوچ یہی تھی کہ وہ کب تک اپنی ہی تلاش میں جھکتی رہے گی؟ اسے اپنی جھپکی زندگی یاد کیوں نہیں آ رہی ہے؟ کم از کم اپنا نام تو یاد آنا چاہیے۔

اس وقت وہ سات برس کی ایک بچی چٹکی اور اس کے بوڑھے دادا جان ریڈی کے بچکے میں تھی۔ چٹکی کی ماں ایک حادثے میں مر گئی تھی۔ ماں کا نام میرا تھا۔ سونیا نے بھی اپنا نام میرا بتایا۔ چٹکی اس سے مکمل مل گئی؟ اسے اپنی مٹی کھینے لگی۔ سونیا کو کہیں اپنا ٹھکانا بتانا تھا۔ وہ چٹکی کی ماں بن کر وہاں رہ گئی۔ اسے اپنی تلاش تھی۔ اسے اپنے نہیں ملے تو اس نے دو سروں کو اپنا بنالیا تھا۔

وہ اپنے بارے میں سوچتے سوچتے اچانک عدنان کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس نے عدنان کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ مورنا اور ڈی سوزا اسے اپنا بیٹا مانتے تھے۔ وہ دونوں دانشمنان میں چٹکی کے دادا جان ریڈی کے بچکے میں رہتے آئے تھے۔ اتر پورٹ میں سونیا، چٹکی اور جان ریڈی انہیں ریسو کرنے گئے تھے۔ وہاں پتا چلا کہ عدنان کہیں گم ہو گیا ہے۔

وہ مورنا اور ڈی سوزا کے ہمراہ ڈو میسک فلائٹ میں سفر کرتا ہوا دانشمنان آیا تھا لیکن اتر پورٹ پر ان سے چھڑ گیا تھا۔ سونیا میسر سے اتر کر ڈرائنگ روم میں آئی تو وہاں مورنا، ڈی سوزا، چٹکی اور جان ریڈی بیٹھے ہوئے تھے۔ چٹکی کمپیوٹر گیم کھیلنے میں مگن تھی۔ مورنا، عدنان کو یاد کر کے رو رہی تھی۔ روتے روتے کہہ رہی تھی "تین برس پہلے بیٹا پیدا ہوا تھا۔ چند گھنٹوں کے بعد مر گیا۔ اس کی موت کے بعد میرا کرنا چکا کہ ہمارے نصیب میں اولاد نہیں ہے لیکن تین برس کے بعد اچانک عدنان آگیا۔ اسے دیکھ کر دل نے کہا ہمارا بیٹا واپس آگیا ہے۔"

ڈی سوزا نے کہا "عدنان بھی یہی کہتا تھا کہ ہم اس کے ماں باپ ہیں اور وہ مرنے کے بعد پھر واپس آیا ہے۔"

سونیا نے کہا "کیا آپ کی عقل تسلیم کرتی ہے کہ کوئی مرنے کے بعد واپس دنیا میں آ سکتا ہے؟"

کتا بیات پبلی کیشنز

کمرے میں رہو گے تو تمہاری ٹیلی ویجنی کا علم محفوظ رہے یہاں سے باہر نکلنے کی ایک شرط ہے۔"

"آپ نے مجھے بری طرح جکڑ لیا ہے۔ آپ کی شرط کیا ہے؟"

"مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"نہیں۔ آپ مجھے اپنا معمول اور محکوم بنالیں گے۔"

"تمہارے پاس دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنی بیٹی کو قبول کر لیا میرے معمول بن جاؤ۔"

"لی زندگی میں گزار دوں گا۔"

"کیا میں اس کمرے کے باہر ساری زندگی تمہاری نگرانی رہوں گا؟ کوئی ایک فیصلہ کرو۔ ٹیلی ویجنی سے محروم ہونا چاہتا ہوں۔"

وہ بے بسی بولا "آپ میرے اندر آ سکتے ہیں۔"

میں نے اس کے اندر چھنچ کر کہا "تم نے جب سے ٹیلی ویجنی سے تب سے سکندر اعظم کی طرح جیسے دنیا کو فتح کرتے آئے ہو۔ لوگوں کو غلام بناتے رہے ہو۔ کسی پر جبر کرتے رہے، کسی کو بے موت مارتے رہے۔ اپنے اور ملک مفادات کے سامنے یہ بھولتے رہے کہ فرعون کو بھی مارتا تھا۔ آخر کار تم پر بھی یہ وقت آئی گا۔"

میں نے لگا سا زلزلہ پیدا کیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ پکرا کر فرش پر تر پڑنے لگا۔ کھانا دوڑتی ہوئی آکر سے پلٹ گئی۔ اسے بھونچوڑ کر پوچھنے لگی "یہ تمہیں کیا ہے؟ ایسا تو ابھی میرے باپا کے ساتھ ہوا تھا۔"

وہ میری گرفت میں آگیا تھا۔ اس نے تکلیف سے جھجھکتے ہوئے کہا "موصلاً کرو کھانا! میری تکلیف دور نہ کی۔ یوں سمجھو کہ مجھ پر ایک طرح کا دورہ پڑا ہے۔ میں چار گھنٹے تک سوتا رہوں گا پھر بیدار ہونے کے بعد کی طرح تازہ دم ہو جاؤں گا۔ تمہیں یہ چار گھنٹے یہاں تنہا رہنے ہوں گے۔"

وہ فرش سے اٹھ کر بیڈ پر آگیا۔ میں نے فرمان کو بلا کر کہا "پر تنہی عمل کرو۔ ہم ایک مخصوص لب دلچے کے چہ اس کے اندر جا سکیں گے اور یہ ہماری سوچ کی لمبوں کو اس نہیں کر سکتے گا۔"

میں اسے فرمان کے حوالے کر کے دماغی طور پر حاضر کیا۔ اب سے پہلے ہم نے تین امریکی ٹیلی ویجنی جاننے کا کوئی ٹیلی ویجنی دوا کے ذریعے ناکارہ بنا دیا تھا۔ ویڈیو کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جا سکتا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ ان کا حیران کن ہی پر آزمائوں۔ انہوں نے ویڈیو مارکس کو خلاف محاذ آرائی کے لیے بلایا تھا۔ آئندہ میں اسے

"میں یہاں بہت بڑی خدمات انجام دیتے آیا ہوں اور اس کے بدلے صرف کھانا کا پیار چاہتا ہوں۔ میں یہ معاملہ اپنے اور تمہارے اکابرین کے سامنے پیش کروں گا۔ وہ تمام بڑے جو فیصلہ کریں گے۔ میں اس فیصلے کے مطابق عمل کروں گا۔ ابھی یہاں سے جاؤ۔ آئندہ یہاں نہ آنا۔"

سچے راج نے کہا "ٹھیک ہے۔ ہم چارے ہیں۔ کل تک تمہارا کوئی فیصلہ ہو جائے گا۔ چلو کھانا!"

"میں نہیں جاؤں گی۔ میں بالغ ہوں اور ویڈیو مارکس کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔ کل ہماری شادی ہے۔"

باپ نے اسے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو ویڈیو مارکس نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتے ہوئے فرش پر گر کر تر پڑنے لگا۔ سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ مارکس نے کہا "کھانا میرے حق میں فیصلہ سنا چکی ہے۔ اس پر ہاتھ اٹھنا تو دور کی بات ہے، کوئی انگلی بھی نہیں اٹھا سکے گا۔ میں سولت سے سمجھا رہا ہوں۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ تم سب دماغی مریض بن جاؤ گے۔"

سچے راج تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ جب تکلیف میں ذرا سی کمی ہوئی تو وہ فرش پر اٹھ بیٹھا۔ آری افسر نے اسے سارا دیا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر کوئی بات کیے بغیر ان سب کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔ کھانا نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا۔

"میرے باپا بہت ضدی ہیں۔ وہ تمہارے خلاف ایکشن لیں گے۔"

"تمہارے باپا تو کیا؟ اس دیس کے حکمرانوں کی بھی مجال نہیں ہے کہ وہ سپر پاور امریکا کے خلاف کوئی ایکشن لے سکیں۔ ہم ٹیلی ویجنی جاننے والے اپنی ذات میں سپر پاور امریکا ہیں۔"

کھانا نے میری مرضی کے مطابق کہا "اب اس موت کے فرشتے سے بات کرو۔ جو تمہارے آس پاس ہے۔"

وہ مارکس سے الگ ہو کر ڈرا اور جاکر کرسی پر بیٹھ گئی۔ ویڈیو مارکس اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ مسکرا کر بولی "تھوڑی دیر کے لیے کھانا کو بھول جاؤ۔ فریاد تم سے مخاطب ہے۔ کیا چند لمحوں کے بعد تم سپر پاور بن کر رہ سکو گے؟"

اس نے بڑی تشویش سے کھانا کو دیکھا پھر کہا "آپ کھانا کے خیالات پڑھ کر یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے کہ آپ اس بچکے کے اندر دیا باہر کہیں آس پاس ہیں اور کسی لمحے میں بھی میرا دوا اسپرے کر سکتے ہیں۔"

"یقین تو کرنا ہی ہو گا۔ جب تک بیڈ روم کی چار دیواری میں رہو گے، میں دوا اسپرے نہیں کروں گا۔ ساری زندگی

میں نے بڑی تشویش سے کھانا کو دیکھا پھر کہا "آپ کھانا کے خیالات پڑھ کر یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے کہ آپ اس بچکے کے اندر دیا باہر کہیں آس پاس ہیں اور کسی لمحے میں بھی میرا دوا اسپرے کر سکتے ہیں۔"

"یقین تو کرنا ہی ہو گا۔ جب تک بیڈ روم کی چار دیواری میں رہو گے، میں دوا اسپرے نہیں کروں گا۔ ساری زندگی

میں نے بڑی تشویش سے کھانا کو دیکھا پھر کہا "آپ کھانا کے خیالات پڑھ کر یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے کہ آپ اس بچکے کے اندر دیا باہر کہیں آس پاس ہیں اور کسی لمحے میں بھی میرا دوا اسپرے کر سکتے ہیں۔"

میں نے بڑی تشویش سے کھانا کو دیکھا پھر کہا "آپ کھانا کے خیالات پڑھ کر یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے کہ آپ اس بچکے کے اندر دیا باہر کہیں آس پاس ہیں اور کسی لمحے میں بھی میرا دوا اسپرے کر سکتے ہیں۔"

یہی میں فریاد علی تیور ہوں۔ جاؤ اور اپنے انجام کا انتظار کرو۔"

میں نے سانس روک دی۔ وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر فون پر بولا "کیا واقعی آپ فریاد علی تیور ہیں؟"

"میرے فریاد ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جیسے ہی تم بیڈ روم سے باہر نکلو گے، میں اپنی ٹیلی ویجنی دوا اسپرے کروں گا۔ تم پلک جھپکتے ہی شیر سے چوہ بن جاؤ گے۔"

وہ پریشان ہو کر گڑ گڑانے لگا "نہیں۔ پلیز آپ دوا اسپرے نہ کریں۔ ٹیلی ویجنی میرا پہلا اور آخری سرمایہ ہے۔ اس کے بغیر میں صفر ہو جاؤں گا۔"

"اور یہ رہا تو تم میرے خلاف محاذ آرائی کرتے رہو گے۔"

"نہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ قسمیں کھاتا ہوں۔ میں نے کھانا سے زیادہ دنیا میں کسی کو نہیں چاہا۔ میں کھانا کی قسم کھا کر کھتا ہوں۔ آپ کے خلاف کبھی خیال خالی نہیں کروں گا۔"

وہ مجھ سے باتوں میں الجھا ہوا تھا۔ آری والے اسے تلاش کرتے ہوئے بیڈ روم میں آگئے۔ ویڈیو مارکس ان سے منہ نہ پھیرا۔ چٹکی بار ان سب کے درمیان ہو گیا۔ کھانا آکر اس کے گلے لگ گئی۔ پریشان ہو کر بولی "تم نے کہا تھا، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن یہ تمہیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "اس وقت میں کسی اور ہی مسئلے میں الجھ گیا ہوں۔ میں ان سب سے نمٹ سکتا ہوں۔ مجھے ان کی پروا نہیں ہے لیکن میرے پیچھے موت کھڑی ہے۔ وہ موت کا فرشتہ صرف مجھے دکھائی دے رہا ہے۔"

میں نے فون کے ذریعے کہا "پہلے ان لوگوں سے نمٹ لو پھر تم سے باتیں ہوں گی۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ وہ آری انٹیلی جنس کے چیف سے راج سے بولا "مجھے کس جرم میں گرفتار کرنے آئے ہو؟"

"تم نے میری بیٹی کو ٹیلی ویجنی کے ذریعے ہرکا کر۔۔۔"

میرے خاندان کی عزت کو خاک میں ملایا ہے۔ میں تمام امریکی اکابرین سے تمہاری شکایت کروں گا۔"

"شکایت نہیں کرو گے۔ بکواس کرو گے۔ کوئی تمہاری نہیں سنے گا۔ ہم ٹیلی ویجنی جاننے والے اپنے ملک کا سرمایہ ہیں۔ میں تمہاری بیٹی کو بیوی بنا کر یہاں سے لے جاؤں گا۔ تم اور تمہارے بھارتی حکمران میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

ایک آری افسر نے کہا "تم ہمارے دیس کے لیے کام کرنے آئے ہو اور ہمارے ہی منہ پر کال ٹپ کر رہے ہو۔"

میں نے بڑی تشویش سے کھانا کو دیکھا پھر کہا "آپ کھانا کے خیالات پڑھ کر یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے کہ آپ اس بچکے کے اندر دیا باہر کہیں آس پاس ہیں اور کسی لمحے میں بھی میرا دوا اسپرے کر سکتے ہیں۔"

میں نے بڑی تشویش سے کھانا کو دیکھا پھر کہا "آپ کھانا کے خیالات پڑھ کر یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے کہ آپ اس بچکے کے اندر دیا باہر کہیں آس پاس ہیں اور کسی لمحے میں بھی میرا دوا اسپرے کر سکتے ہیں۔"

Scanned by azzamm@UrduFanz.com

آنکھوں سے آنکھیں ملائیں تو رفتہ رفتہ ایسا آرام آیا کہ پھر کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

مورینا نے کہا "ڈاکٹر نے انہیں چیک کیا تھا۔ جیرانی سے پوچھ رہا تھا ان کا ناکارہ مگر وہ کیسے ٹھیک ہو گیا ہے؟ ان کا کس علاج کرایا ہے؟ ہم سب سے یہ نہیں کہتے کہ ہمارے گھر ایک نصابیسا گیا ہے اور وہ ہمارا چھڑا ہوا بیٹا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگی۔ جان ریڈی نے کہا "تمہیں قسمت سے ایک مسیحا مل گیا تھا۔ شاید وہ ڈی سوزا کا علاج کرنے آیا تھا۔ علاج کرنے کے بعد چلا گیا۔ یہ دیکھو کہ میں کتنا بد قسمت ہوں۔ میرا جوان بیٹا میرے کسی کام کا نہیں ہے۔ غنڈا مولیٰ بن گیا ہے۔ گھر سے دور رہتا ہے۔ میری ہوس میرا کو مارنا پیتا رہتا تھا۔"

جان ریڈی نے ایسا کہتے ہوئے سونیا کو دیکھا۔ کیونکہ اس نے بھی اپنا نام میرا بتایا تھا اور وہ وہاں چنگی کی ماں بن کر رہ رہی تھی۔ گویا کہ اس کی ہوس کی جگہ تھی۔ سونیا نے کہا "انکل! آپ نے میرے سامنے بیٹے کی برائی نہیں کی لیکن میں چنگی سے معلوم کر چکی ہوں۔ وہ اس کی ماں میرا بہت ظلم کرتا تھا۔ چنگی بچی ہے، وہ کسی بات کی گمراہی کو نہیں سمجھتی۔ اس نے سنا تھا کہ آپ کا بیٹا جان میں اس کی ماں کو فروخت کرنا چاہتا تھا۔ چنگی نہیں سمجھ سکتی تھی کہ عورت کو فروخت کرنے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ ہم آپ کو تو سمجھ سکتے ہیں۔"

جان ریڈی نے سر جھکا لیا۔ ڈی سوزا نے کہا "میرے دوست! تم نے ہمیں نہیں بتایا کہ جان میں اس حد تک آوارہ اور بد چلن ہو گیا ہے۔ اپنی بیوی کو بیٹنا چاہتا تھا؟"

وہ ایک سرواٹھ بھر کر بولا "وہ جرائم کی دلدل میں اس قدر دھنس گیا ہے کہ اسے بیٹا کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ میں نے اس کا جرم چھپایا ہے لیکن میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہتا ہے کہ بیٹا شیطان بن گیا ہے، پھر بھی میں ایک باپ کی طرح اسے کیوں چاہتا ہوں۔ اسے قانون کے حوالے کیوں نہیں کرتا؟"

ڈی سوزا نے پوچھا "تمہارا ضمیر تمہیں سکون سے نہیں رہنے دے گا۔ بہتر ہے، قانون کے محاذوں کے ذریعے اس کا محاسبہ کرو۔ ایسا نہیں کرنا چاہتے تو کم از کم ہمیں بتاؤ اس نے کیا کیا ہے۔ اس طرح تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہو گا۔"

جان ریڈی نے سر اٹھا کر ان سب کو دیکھا پھر دور بٹھی ہوئی چنگی کو دیکھا۔ وہ کہیں نہ کہیں میں مصروف تھی۔ اس نے ہنسیا کرتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا "میری ہوس میرا حوالے میں ہلاک نہیں ہوئی تھی۔ اسے۔ اسے میرے بیٹے نے قتل کیا تھا۔"

مورینا اور ڈی سوزا نے جیرانی سے یہ بات سنی۔ سونیا کے لیے یہ کوئی حیران ہونے والی بات نہیں تھی۔ ظالم شوہر ظلم کی انتہا کو پہنچ کر ایسی ہی واردات کرتے ہیں۔ وہ بولی "وہ جرائم کی دلدل میں ہے۔ ایک دن ضرور سزا پائے گا۔ آپ کے ضمیر کو مطمئن ہونا چاہیے۔ آپ مقتول ہوس کی بیٹی کو قاتل باپ سے دور رکھتے ہیں اور اسے بھرپور پناہ اور توجہ دیتے رہتے ہیں۔"

"وہ مجھے سکون سے نہیں رہنے دے گا۔ کل اس نے فون کیا تھا کہ وہ آج کسی وقت یہاں آئے گا اور اپنی بیٹی چنگی کو لے جائے گا۔ ایک تو یہ مایوسی ہے کہ میں پونی سے محروم ہو جاؤں گا۔ دوسری یہ پریشانی ہے کہ پتا نہیں وہ اس معصوم بیٹی کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ وہ باپ ہے، میں اسے بیٹی کو لے جانے سے نہیں روک سکوں گا۔"

مورینا نے کہا "تم فکر نہ کرو۔ وہ یہاں آئے گا تو ہم اسے سمجھائیں گے۔ چنگی کی تعلیم و تربیت تم اچھی طرح کر سکو گے۔ یہ حقیقت اسے تسلیم کرنا چاہیے۔"

"اچھی باتیں اس کی کچھ میں آئیں تو وہ غلط راستوں پر نہ چلے۔ وہ باپ کی نصیحتوں پر عمل نہیں کرتا پھر تمہاری بات کیا مانے گا۔ وہ اتنا مغرور ہو گیا ہے جیسے دنیا کا سب سے طاقتور آدمی بن گیا ہو۔"

سونیا نے کہا "آپ پریشان نہ ہوں۔ جب ماں موجود ہو تو باپ اولاد کو اس سے چھین کر نہیں لے جاسکتا اور میں چنگی کی ماں ہوں۔ وہ میری بیٹی کو مجھ سے نہیں لے جاسکے گا۔"

ڈی سوزا نے کہا "یہ اچھا پوائنٹ ہے۔ جان ریڈی! تم دعویٰ کرو کہ تمہاری ہوس میرا زندہ ہے۔ چنگی اپنی ماں کے پاس رہے گی۔ مجرم باپ کے ساتھ نہیں جائے گی۔"

جان ریڈی نے کہا "وہ تو یہی کہے گا کہ اس کی بیوی میرا مر چکی ہے۔ وہ اس میرا کو چنگی کی ماں تسلیم نہیں کرے گا۔ بڑے ہنگامے کرے گا۔ تم اسے نہیں جانتے ہو۔"

سونیا نے کہا "وہ مجھے نہیں جانتا ہے۔ آپ ایک ہی بات پر اڑے رہیں کہ میں آپ کی ہوس میرا اور چنگی کی ماں ہوں۔ آپ کے بیٹے نے بیوی کا مڑا نہیں کیا ہے۔ میں زندہ ہوں۔ آپ ان باتوں پر قائم رہیں۔ باقی میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

تقریباً دو گھنٹے بعد وہ آیا۔ اسے دیکھ کر سب ہی دوبارہ ڈرائنگ روم میں آگئے۔ وہ مورینا اپڈ ڈی سوزا کو دیکھ کر بولا "ہائے! ہائے! انکل! اچھا ہوا آپ دونوں آگئے۔ میرے ڈیڈی یہاں تھا جو جانیں گے۔ میں چنگی کو لے جاؤں گا تو ڈیڈی آپ لوگوں کی صحبت میں بدل جائیں گے۔"

جان ریڈی نے کہا "میری پونی تمہارے ساتھ نہیں

گی۔ تم آوارہ بد معاش ہو۔ اس کی زندگی برباد کرو۔ وہ ہشتے ہوئے بولا "میں باپ ہوں۔ اپنی بیٹی کو کہیں بھی سکتا ہوں۔"

ڈی سوزا نے کہا "بے شک تم باپ ہو لیکن بیٹی کو دادا اور رہنے دو۔ یہاں اس کی تعلیم و تربیت اچھی ہوگی۔"

جان میں نے کہا "میں اپنی بیٹی کو تربیت کے لیے ہی لے ہوں۔ یہ ایک ادارے میں رہے گی۔ وہاں کیسرے اور دل ربا دادا نہیں سیکھے گی۔ جو ان ہونے تک باپ کی سے ڈانسر بن جائے گی۔ لاکھوں ڈالر لڑکھائی کرے گی۔"

"یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ تم اپنی بیٹی کو چنگی بچا کر ڈالر لڑکھائی چاہتے ہو۔ تمہیں باپ دادا کی عزت اور رتبہ کا خیال نہیں ہے۔"

وہ بولا "دادا مر گئے۔ باپ بھی کچھ دنوں کے مسمان مجھے دولت کمانا ہے۔ باپ دادا نے میرے لیے دولت باندھ دی ہیں چھوڑی ہے۔ مجھے ہی اپنی عقل سے دولت ہوگی۔"

"تم بے غیرت ہو۔ سمجھانے سے نہیں سمجھو گے۔ سی معصوم بچی کو عیاشوں کے ٹریننگ سینٹر میں داخل کرنا ہے۔ چنگی کی ماں بھی اس بات کی اجازت نہیں دے گی۔"

وہ ہشتے ہوئے بولا "ڈیڈی! ماں تو مر چکی ہے۔ کیا اب وہ تہ دینے یہاں آئے گی؟"

"میری ہوس میرا مر رہی نہیں زندہ ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ تم اسے قتل کیا تھا۔ تم نے اسے قتل نہیں کیا تھا۔ میں با قتل کے الزام سے بچا رہا ہوں۔ وہ زندہ ہے۔ میرا! آجائو۔"

سونیا ایک اور اے ناز سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں پھر جان میں کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی "ہائے جان! دیکھ کر یہ نہ کہنا کہ میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔"

وہ اسے سر سے پاؤں تک لٹری نظروں سے دیکھتا ہوا غضب کا حسن ہے۔ غضب کی جوانی ہے۔ آج چلا تھا کہ تہ مرنے کے بعد پہلے سے زیادہ دھماکا خیز ہو جاتی ہے۔"

"یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ پہلے سے دھماکے محسوس نہ۔ چنگی میری بیٹی ہے۔ یہ میرے پاس رہے گی۔ میں اس پر راسخ بھی نہیں بڑنے دوں گی۔"

"کیوں خود کو متاثر بنانا چاہتی ہو؟ دنیا جانتی ہے کہ چنگی نا بیٹی ہے۔"

"دنیا نہیں جانتی۔ ہم اس بیٹے میں دو ماہ پہلے آئے۔ یہاں تمہیں چنگی کے باپ کی حیثیت سے کسی نے نہیں

دیکھا۔ میں کہہ سکتی ہوں کہ تم میرے شوہر ہو لیکن چنگی کے باپ نہیں ہو۔ یہ ایک عورت ہی بتا سکتی ہے کہ اس کی اولاد کس مرد سے ہوئی ہے۔"

چنگی دوڑتی ہوئی آکر سونیا سے بولی "مئی! میرا کیم اسٹاپ ہو گیا۔ اس میں کوئی فالٹ پیدا ہو گیا ہے۔"

جان میں نے چنگی سے پوچھا "تم اس عورت کو می کیوں کہہ رہی ہو۔ تمہاری می مر چکی ہے۔"

وہ بولی "میری می زندہ ہے۔ یہ میری می ہیں۔ تم بہت گندے پاپا ہو۔ میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

وہ ناگوار سی بولی "تم نے میری بیٹی کو اچھی طرح سکھایا بڑھاپا ہے۔ میں ثابت کروں گا کہ تم میری فراڈ بیوی اور چنگی کی فراڈ بیوی ہو۔ بہتر ہے میرے گھر میں آکر یہ تماشے نہ کرو۔ تمہیں اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا ہو گا۔"

جان ریڈی نے کہا "ایک بیوی کو قتل کرنے کے بعد دوسری کو قتل کرنے کی دھمکی دے رہے ہو۔ میرے پاس تمہارے خلاف کوئی ثبوت ہوتا تو ابھی تمہیں پولیس کے حوالے کر دیتا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم میرے شوہر ہو۔ میرے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہو۔"

وہ سونیا کو کھور کر دیکھتے ہوئے بولا "کیا تم باقی ہو کہ میری بیوی ہو؟"

"ہاں۔ جب چنگی کی ماں ہوں تو تمہاری بیوی بھی ہوگی۔"

"تو پھر آؤ۔ بند روم میں چلو۔"

اس نے آگے بڑھ کر سونیا کے بازو کو پکڑا پھر اسے کھینچتا ہوا ایک بند روم میں لے آیا۔ اسے حکم دیا "لباس اتارو۔"

وہ مسکرا کر بولی "پہلے دروازہ اندر سے بند کرو۔"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ وہ بولی "آؤ۔ میرا لباس اتارو۔ تم نہیں جانتے میری یادداشت کم ہو گئی ہے۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ بھی کسی مرد نے میرا لباس اتارا ہو۔"

"آج کے بعد تم کبھی نہیں بھولو گی کہ مرد کس طرح لباس اتارتے ہیں۔"

اس نے قریب آکر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی لمحے منہ پر ایک الٹا ہاتھ پڑا۔ وہ لڑکھا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا پھر غصے سے آگے بڑھا تو منہ سے چیخ نکلی۔ دونوں ٹانگوں کے بیچ میں لات بڑی تھیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے جھنجھکتے لگا تو منہ پر ایک گھونسا بڑا پھر دوسرا گھونسا پڑا۔ وہ مار کھاتا ہوا پیچھے گیا۔ سونیا نے گھوم کر ایک نگ ماری۔ وہ پیچھے دیوار سے ٹکرا کر

فرش پر گر پڑا۔
اس کا سر جکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے رنگ برنگے
قلمی جل بچھ رہے تھے۔ وہ تکلیف کے باعث کراہ رہا تھا۔
اس کے منہ اور ناک سے لمبو بہہ رہا تھا۔ سونیا نے کہا "چلو
اٹھو۔ میرے پاس آؤ۔ یہ لباس تمہارے جیسے مرد کا انتظار
کر رہا ہے۔"

اس نے بڑی پھرتی سے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر
پستول نکالا لیکن وہ سونیا سے زیادہ پھرتلا نہیں تھا۔ پستول پر
ایک ٹھوکر بڑی۔ وہ ہاتھ سے نکل کر دور چلا گیا۔ وہ کراہتے
ہوئے بولا "تم بہت پچھتاؤ گی۔"

"ابھی تو تم پچھتا رہے ہو۔ کیا اپنے غمزدے اور مسلح
ساتھیوں کو بلاؤ گے؟"

"میرے پاس ایسی طاقت ہے کہ تم دماغی مریض بن جاؤ
گی۔ میرے قدموں میں گر کر معافی مانگو گی۔"

"تمہارے پاس ایسی طاقت ہے تو کتنی کی طرح ماریوں
کھا رہے ہو؟"

وہ اپنی جیب سے موبائل فون نکال کر نمبر بیچ کرنے لگا۔
سونیا نے اس سے فون چھین کر نمبر دے دی۔ انہیں پڑھتے ہی
سمجھ گئی کہ وہ ٹیلی ویژن جاننے والے ایس جی یعنی سینڈی
گرے کا فون نمبر ہے۔ اس نے جیڑی سے جو موبائل فون
چھینا تھا۔ اس میں بھی یہی نمبر تھا۔ میا بیج نیچ فریٹک بلبو بھی
اسی نمبر ایس جی سے رابطہ کرتا تھا۔

اس نے فون بند کر کے پوچھا "یہ تمہارا ایس جی کہاں
رہتا ہے؟ میں اس کے پیچھے دم ہلانے والے کئی کتوں کو مار
چکی ہوں۔ تم بھی مرنے کے لیے میرے پاس چلے آئے ہو۔"

اس نے فرش پر سے پستول اٹھا کر اس کا نشانہ لیا۔ وہ
خوف سے لرزتے ہوئے بولا "نہیں۔ مجھے نہ مارو۔ میں
پنگی کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔ چپ چاپ یہاں سے چلا
جاؤں گا۔"

وہ بولی "جیڑی سمندر کے دیران ساحل پر لاکھوں ڈالر
کا اسلحہ لے کر آیا تھا" میں نے وہ سب تہہ کر دیا۔ تم نے سنا
ہوگا۔ میں نے میا بیج میں ایس جی کے دست راست فریٹک
بلبو کو جہنم میں پہنچا دیا۔ تم نے یہ بھی سنا ہوگا۔"

وہ خوف سے دیدے پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا پھر اس
نے پوچھا "تمہ تم وہی عورت ہو جس نے ایس جی کے کئی
اہم آدمیوں کو ہلاک کیا ہے۔ ایس جی کتنے کی طرح تمہاری بو
سوتا پھر رہا ہے۔"

"اور تم اسے فون کرو گے تو وہ تمہارے خیالات پڑھتے
ہی معلوم کر لے گا کہ میں اس بیٹھے میں ہوں۔"

"میں۔ میں اسے فون نہیں کروں گا۔ مجھے گولی نہ
مارو۔"

"تم فون نہیں کرو گے تب بھی وہ تمہارے دماغ میں
آجائے گا۔"

"وہ زبردستی دماغ میں آجاتا ہے۔ میں اسے کیسے روک
سکتا ہوں؟"

"ایک ہی راستہ ہے کہ میں یہ بھلا چھوڑ کر کہیں چلی
جاؤں۔ میں کہاں جاؤں گی۔ تمہیں معلوم نہیں ہوگا تو اسے
بھی معلوم نہیں ہوگا۔ چلو اٹھو۔ چرے سے خون پونچھو۔ میں
تمہارے ساتھ یہاں سے جاؤں گی۔"

اس نے فرش پر سے اٹھ کر آئینے میں دیکھ کر چرے سے
خون صاف کیا۔ اپنا حلیہ درست کیا پھر اس کے ساتھ
ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہ جان ریڈی وغیرہ سے بولی "میں
تمہارے بیٹے کے ساتھ اس شرط پر جاری ہوں کہ یہ بھی
یہاں آکر پنگی پر اپنا حق نہیں جتائے گا۔ آپ کی پوتی بیشہ
آپ کے پاس رہے گی۔"

پنگی اٹھ کر اس سے لپٹ گئی "مئی! میں آپ کو نہیں جانے
دوں گی۔ میں آپ کے بغیر نہیں رہوں گی۔"

وہ اسے چومتے ہوئے بولی "میں تمہاری بہتری کے لیے
تم سے دور جا رہی ہوں۔ تمہیں دادا جان سے بہت سی سختیں
ملتی رہیں گی۔ تم اچھی بیٹی کی طرح خوش رہا کرو گی۔"

اس نے اسے سمجھا مگر مورچا ڈی سوزا اور جان
ریڈی سے مصافحہ کیا پھر اپنا سفری بیگ اٹھا کر جان مین کے
ساتھ باہر آئی۔ اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جانے لگی۔ وہ
ڈرائیو کرتے ہوئے بولا "تم کہاں جاؤ گی۔"

"تم کہیں بھی چلتے رہو۔ میں جہاں مناسب سمجھوں گی۔
تمہاری گاڑی سے اتر جاؤں گی۔"

وہ بالائی مور جانے والے راستے پر چلنے لگا۔ تھوڑی دیر
بعد جان مین کے موبائل سے بزرگی آواز سنائی دی۔ سونیا نے
سی ایل آئی پر دیکھ کر کہا "تمہارا پاس ایس جی تمہیں کال
کر رہا ہے۔"

"تم یہ فون انیڈ نہیں کرو گے تو وہ تمہارے دماغ میں
آکر انیڈ نہ کرنے کی وجہ معلوم کرے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں کیا کروں۔ میری سمجھ میں نہیں
آ رہا ہے۔"

وہ اس کی طرف فون بڑھا کر بولی "لو۔ اس سے بات
کرو۔"

اس نے جیرانی سے سونیا کو دیکھتے ہوئے سڑک کے
کنارے کار روک کر پھر فون لے کر اس کا ایک مٹن دبا کر کان
سے لگاتے ہوئے بولا "تیس باس! میں جان مین بول رہا
ہوں۔"

کوئی جواب نہیں ملا۔ دوسری طرف سے فون بند ہو گیا
۔ اس نے فون انیڈ کرنے میں دیر کی تھی۔ سینڈی گرے
بند کر کے اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اس کے
ات پڑھ رہا تھا۔ اسے معلوم ہو رہا تھا کہ وہی پر اسرار
بت اس وقت جان مین کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے جو اس
کئی اہم آدمیوں کو ہلاک کر چکی ہے اور اس کے لاکھوں
رز کا اسلحہ بھی تہہ کر چکی ہے۔

جان مین کے خیالات نے بتایا کہ وہ اب تک اس کے
ہ میں بھی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ جان مین کا رابطہ ایس
سے رہتا ہے تو وہ بھلا چھوڑ کر کہیں جا رہی ہے۔ سینڈی
نے کہا "تم اس عورت کا نام میرا بتا رہے ہو۔ یہ
رناک فائزر بھی ہے اور مکار بھی ہے۔ ابھی یہ سمجھ رہی ہے
۔ میں تمہارے دماغ میں آکر بول رہا ہوں۔ یہ پھر قرار ہو کر
میں جا چکی۔ میں پھر اسے تلاش کرتا رہوں گا۔ اسے
ی بھی طرح قابو میں کرنا ہوگا۔"

"یہ بہت زبردست ہے۔ اس کے دو چار ہاتھ کھانے
لے بعد ہی مجھے موت نظر آنے لگی تھی پھر یہ کہ میرا پستول
ن کے پاس ہے۔ یہ ذرا بھی ترس نہیں کھائے گی۔ مجھے گولی
روئے گی۔ آپ اسے ٹیلی ویژن کے ذریعے قابو میں کیوں
میں کر رہے ہیں؟"

"یہ پونگ کی ماہر ہے۔ میری خیال خوانی کی لمبوں کو اپنے
اغ سے ہکا دیتی ہے۔ تم اسے باتوں میں لگاؤ۔ اس کا ساتھ
بچھوڑو۔ اسے کسی جگہ لے جاؤ۔ وہاں جلد ہی میرے آدمی
بیج جائیں گے۔ میں بھی آجاؤں گا۔ خبردار! یہ بھاگنے نہ
دے۔"

وہ بولا "ابھی نہ جاؤ۔ یہ تو سوچو" میں اسے کہیں جانے
سے کیسے روک سکوں گا۔ یہ مجھے گولی مار دے گی۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تمہاری باتیں ختم نہیں ہوئیں۔
س منہ چھپانے والے بزدل سے کہو۔ وہ مجھے کہیں جانے
سے روک نہیں سکے گا۔ بہتر ہے میرے سامنے آجائے۔
رہنے میں کسی نہ کسی دن اس کی شہ رگ تک پیچھے والی ہوں۔
لیا وہ میری باتیں سن رہا ہے؟"

سینڈی گرے نے کہا "سن رہا ہوں اور تم سے بہت کچھ
کنا جانتا ہوں۔ یہ راستہ بالائی مور کی طرف جاتا ہے۔ کیا
وہاں ملو گی؟"

"کیا تم وہاں میرے رویرو آؤ گے؟ یا اپنے کتوں کو
بھونکنے کے لیے بھیجو گے؟ جواب دو۔ ابھی آؤں گی۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ تمہارے رویرو آؤں گا اور بالکل
تھا آؤں گا۔ بولو بالائی مور میں کہاں ملو گی؟"

سونیا نے تعلقہ لگا لگا پھر کہا "تم مر جانا پسند کرو گے لیکن
دیوتا 44

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و
تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پراسرار شخص
کی آپ بیتی، ہوا جس کی دوست
تھی، سمندر جس کے لیے آغوش مادر
تھا، آگ اس کے بدن کو نمودیت تھی۔
~~~~~  
وہ کمانی جس نے اپنے وقت میں قبولیت کے  
کے ریکارڈ توڑ دیے

طیبات

Scanned By: Ali

Azam

تحریر

اور

شخصیت

تحریر کی مدد سے دوسروں کی شخصیت  
کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں۔

اس کتاب جو اپنی

اور

Scanned By:

Azam & Ali



مکتبہ انیسیت

پست بکس 944 رضوان پور، لاہور۔ فون: 5802552-5895313

74200 لاہور۔ فون: 5802551

14-2007

kitabiat@hotmail.com

kitabiat1970@yahoo.com

نامات میں مداخلت نہیں کرتے اور یہ ویڈیو مارکس کا ذاتی نام ہے۔ ہمارے پاس چند ہی ٹیلی ویژن چھانے والے رہے ہیں۔ ہم ان میں سے کسی کی بھی ناراضگی مول لیتا نہیں ہیں گے پھر بھی ہم کو شش کریں گے۔ شاید مارکس ہماری تان کر کلپنا سے دور ہو جائے۔

امریکی اکابرین نے ویڈیو مارکس کے ایک خفیہ فون نمبر پر رابطہ کیا۔ اس فون سے ایک ٹیپ منسلک تھا۔ اس میں سے راز آتی "میں چار گھنٹے کے بعد رابطہ کروں گا۔ فی الحال مجھے شرب نہ کیا جائے۔"

وہ نہیں جانتے تھے کہ ویڈیو مارکس وہ چار گھنٹے کہاں گزار رکھے گا۔ رہا ہے۔ جب انہوں نے رابطہ کیا تھا۔ تب چار گھنٹے پورے ہونے والے تھے۔ وہ تو یہی خند میں ڈوبا ہوا تھا۔ رات نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا تھا کہ وہ فریڈرک ایڈورس سے ہونے والی گفتگو بھول جائے گا۔ اسے یاد نہیں رہے گا کہ اس پر تو یہی عمل کیا گیا ہے اور وہ کلپنا کو پہلے سے زیادہ روانہ رہا ہے گا۔ اس کی خاطر اپنے امریکی اکابرین کی مخالفتیں بل لے گا اور بھارتی حکمرانوں کی خفیہ سروسز سے رابطہ کرے گا۔

چار گھنٹے بعد تو یہی خند پوری ہو گئی۔ اس نے آنکھیں مولا دھرم۔ بستر چاروں شانے چت پڑا رہا۔ چھت کو ٹکٹا ا سوچنے لگا "میں بے وقت کیوں سو گیا تھا؟ شاید تھک گیا۔ ہاں میری طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی۔ کلپنا مجھ سے مل کر رونے لگی تھی۔ میں نے اسے تسلیاں دی تھیں مگر بری جان کہاں ہے؟"

اس نے اٹھنا چاہا تو پتا چلا "اس کی جان اس کے پہلو میں رہی ہے۔ وہ کھڑے کر اس پر جھانپا۔ اس نے خند میں پنے جانے پہچانے تو جھ کو محسوس کیا تو آنکھ کھل گئی۔ اپنے رے پاس کا چہرہ دیکھ کر بولی "یہ کیا حرکت ہے؟"

وہ مسکرا کر بولا "تمہارا خوابیدہ حسن بگڑتا ہے۔ میں لے جاتا ہوں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے اسے ہاتھوں کا ہار پنا دیا۔ وہ دڑی دیر تک ایک دوسرے کی محبتوں میں ڈوبتے رہے۔ مرتے رہے پھر وہ بولی "تم نے پایا کو دماغی تکلیف پہنچائی۔ یہ وہ ناراض ہو کر گئے ہیں۔ تم صرف پایا کی نہیں پوری اچھوت ہمالیہ کی مخالفتیں مول لے رہے ہو۔ وہ تمہارے آف سخت کا دروائی کریں گے۔ ہمارے درمیان بڑی مضبوط باہرین کھڑی کی جائیں گی۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں تمہاری خاطر ساری دنیا کی مخالفتیں لے لوں گا۔ ابھی ہمیں یہ بگھا چھوڑ دینا چاہیے۔ وہ یہاں پھر سکتے ہیں۔ ہم کسی دوسری خفیہ رہائش گاہ میں رہیں گے۔"

وہ دونوں کچھ ضروری سامان ایک بیگ میں رکھ کر اس

کے چار گھنٹے کی خند کے دوران میں کلپنا وہاں تھا۔ جی۔ اس لیے میں نے اسے بھی اتنے عرصے کے لیے اس کے پاس ہی بیڈ پر سلا دیا۔

ہم نے ویڈیو مارکس سے پہلے تین امریکی ٹیلی ویژن چھانے والے بے دی فری مین ڈیپو رائٹ اور بولی برٹن کو اپنی ٹیلی ویژن دوا کے ذریعہ ناکارہ بنا کر پیشہ کے لیے ٹیلی ویژن سے محروم کر دیا تھا۔ میں اس بار ویڈیو مارکس کو ڈھیل دے رہا تھا۔ امریکی اور بھارتی حکمران میرے خلاف محاذ آرائی کے لیے مارکس کو ہندوستان لائے تھے۔ میں اسی مارکس کو آئندہ ان کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا۔

وہ بے بھی کئی اعزیز آرمی اٹلی جنس کے افسران ویڈیو مارکس کے خلاف ہو گئے تھے۔ کلپنا ان کے ایک آرمی افسر بے راج کی بیٹی تھی۔ وہ خاندانی راجپوت تھے۔ اپنی بیٹی کا ہاتھ کسی راجپوت کے ہاتھ میں ہی دے سکتے تھے پھر ویڈیو مارکس ہندو بھی نہیں تھا۔ عیسائی تھا۔ یہ بات دونوں ملکوں کے اکابرین تک پہنچ رہی تھی۔ یہ شکایت امریکا تک پہنچائی گئی تھی کہ ویڈیو مارکس ایک ہندو شریف زادی کی عزت سے مکمل رہا ہے اور دوسرے دن اس سے کورٹ میج کرنے والا ہے۔

یہ بہت اہم معاملہ تھا۔ اکابرین کے درمیان بحث ہو رہی تھی۔ وہ اپنے ٹیلی ویژن چھانے والے کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے اور بھارتی اعلیٰ عہدے داروں کے خاندانی اور مذہبی معاملات میں مداخلت کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

امریکی فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے بھارتی حکمرانوں سے کہا "مارکس اور کلپنا ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور شادی کرنا چاہتے ہیں تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اس طرح دونوں ملکوں کے درمیان جو تعلقات ہیں، وہ اور مضبوط ہوں گے۔ ویڈیو مارکس آپ لوگوں کا داماد بن کر آپ کے ملک کی اور زیادہ خدمت کرے گا۔"

ایک بھارتی عہدے دار نے کہا "ہماری ہندو قوم اپنے مذہبی معاملات میں بہت جذباتی ہے۔ راجپوت اپنے خاندان اور برادری سے باہر اپنی لڑکیاں نہیں دیتے۔ دوسری برادری والے جیسا ان کی لڑکی لینا چاہیں تو وسیع پیمانے پر خاندانی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ خون کی ندیاں بننے لگتی ہیں۔ اگر مارکس جیسا کلپنا کو یہاں سے لے جانا چاہے گا تو تمام راجپوت ہم حکمرانوں کے خلاف ہو جائیں گے۔ ان کی بغاوت ہمیں نقصان پہنچائے گی۔ بہتر ہے کہ مارکس کو کلپنا سے دور رکھا جائے۔"

امریکی حاکم نے کہا "ہمارے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ ہم اپنے ٹیلی ویژن چھانے والوں کے ذاتی

میرے سامنے کبھی نہیں آؤ گے۔ یہ باتیں صرف وقت گزارنے کے لیے کر رہے ہو۔ تمہارے آدمی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ لہذا مجھے یہاں سے جانا چاہیے۔"

وہ پستول سے جان میں کا نشانہ بنی ہوئی بولی "باہر جاؤ۔ میں یہ گاڑی لے رہی ہوں۔"

سینڈی کہنے لگا "میرا! نہ جاؤ۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں تمہارے رویہ کو آخر تم سے ملوں گا۔"

سونیا نے دوواڑہ کھول کر جان میں کودھا دیا۔ وہ کار سے باہر جا کر گر پڑا۔ جلدی سے اٹھ کر بولا "میں اپنے آپ میں نہیں ہوں۔ میرے اندر ایس جی بول رہا ہے۔ دیکھو مجھے گولی نہ مارنا۔"

"تمہیں زندہ چھوڑوں گی تو تم پھر پٹکی کے پاس جاؤ گے۔ اس معصوم بچی کو عیاشوں کے جنم میں پہنچاؤ گے۔ تمہارے جیسے بے غیرت باپ کو مرنے چاہیے۔ آخری بار اپنے پاس ایس جی کو لپکاؤ۔ کیا اس کی ٹیلی ویژن تمہیں بچا سکتی ہے؟" اس نے آواز دی "پاس! ناکارہ گاڑی۔ مجھے کسی طرح بچالو۔ ٹیلی ویژن دنیا کا سب سے خطرناک ہتھیار ہے۔ کیا اس ہتھیار سے ایک عورت کو زیر نہیں کر سکتے؟" پاس! پاس! استعا کیوں نہیں ہے؟ اے او ٹیلی ویژن چھانے والے کئے! تو کیا تمہارے؟ ایک عورت کو نہیں کاٹ سکتا؟"

وہ جھجھک کر اسے آوازیں بھی دے رہا تھا اور مایوس ہو کر گالیاں بھی بک رہا تھا۔ سونیا نے اسے گولی مار دی۔

○●○

میں نے ویڈیو مارکس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ وہ تکلیف میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ مجھے اپنے دماغ میں آئے دیتا۔ اگر انکار کرتا تو میں اپنی ٹیلی ویژن دوا اس پرے کر دیتا۔ وہ ٹیلی ویژن کے علم سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس نے مجبور ہو کر مجھے اپنے اندر آئے دیا۔ میں نے زلزلے کے ذریعے اس کے دماغ کو ذرا کمزور بنا دیا۔ تاکہ اس پر تو یہی عمل کیا جاسکے۔

وہ تکلیف کے باعث فرش پر گر کر تڑپ رہا تھا۔ کلپنا اگر اس سے لپٹ گئی۔ اس کی حالت دیکھ کر رونے لگی۔ اس نے کلپنا کو حقیقت نہیں بتائی کہ میں اسے دماغی طور پر کمزور بنا رہا ہوں۔ اس نے اسے سمجھایا کہ اسے پریشان نہیں ہونا چاہیے اس پر ایک طرح کا دورہ پڑا ہے۔ وہ چار گھنٹے تک سوئے رہنے کے بعد نارمل ہو جائے گا۔

تو یہی عمل کے بعد وہ چار گھنٹے کی خند لازمی ہوتی ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ کبھی ہونے والا ہے۔ وہ فرش سے اٹھ کر بنیہرہ آکر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ فرمان میری ہدایات کے مطابق اس پر تو یہی عمل کرنے لگا۔ اس



وارنگ دی کہ اسے اور کلپنا کو تلاش نہ کیا جائے۔  
اخبارات اور ٹی وی چینلز سے اشتہار بازی بند کی جائے۔  
ورنہ وہ افسران ایک ایک کر کے مارے جائیں گے۔

کلپنا نے کہا "مارس! تمہیں فوراً اس ملک سے چلے جانا چاہیے۔ تم اپنی زبان کی وجہ سے پکڑے جاؤ گے۔"  
وہ بولا "میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ تم میرے ساتھ چلو گی یا پھر ہم بیس بیس گئے۔ بیس برس گئے۔"  
وہ ایک اعلیٰ افسر کے اندر آ گیا۔ وہ کئی اعلیٰ افسران کے درمیان بیٹھا ہوا مارکس کے خلاف بول رہا تھا پھر اچانک ہی اس کا لہجہ بدلی گیا۔ اس نے کہا "میں اب تمہارا ساتھی نہیں ہوں۔ ویٹو مارکس ہوں۔"

سب نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ اپنا ریوالور نکال کر بولا "سیدھی انگلی سے کبھی نہیں نکلتا۔ تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔ مجھے تلاش کرتے رہو گے۔ میری کلپنا کے لیے مصیبت بنتے رہو گے۔ لہذا میں ابھی یہ مصیبتیں ختم کر رہا ہوں۔"

اس نے ایک افسر کو گولی ماری پھر دوسرے کو نشانہ بنایا۔ وہ سب چیختے ہوئے زادھر آدھر بھاگنے لگے۔ جب اس نے تیسرے کو گولی ماری تو ایک افسر نے اسے گولی ماری۔ اس کے مرتے ہی باقی تمام افسران کو اطمینان ہوا۔ یہ اطمینان دوسرے ہی لمحے میں ختم ہو گیا۔ ایک اور افسر نے ریوالور نکال کر کہا "میں ویٹو مارکس ہوں۔ تم نے اپنے ساتھی افسر کو گولی ماری ہے۔ تمہاری کوئی گولی میری طرف نہیں آسکتی۔"

ایک افسر نے گڑگڑا کر کہا "پلیز گولی نہ چلاتا۔ پہلے ہماری بات سن لو۔ ہم ابھی تمہیں تلاش کرنے والی مہم کو بند کر رہے ہیں۔ تم اور جو کو گئے، ہم وہی کریں گے۔ تم دیکھ سکتے ہو۔ ہم ابھی احکامات جاری کر رہے ہیں۔"

وہ مختلف میڈیا ذکونوں کے حکم دینے لگا کہ ویٹو مارکس اور کلپنا کے خلاف چلنے والی مہم کو فوراً بند کیا جائے۔ مارکس ان میڈیا والوں کے دماغوں میں بیج کر دیکھ رہا تھا۔ وہ احکامات کی تعمیل کر رہے تھے۔

مارکس کو اطمینان حاصل ہوا۔ اس نے اطمینان سے ایک دن گزارنے کے بعد اپنے اکابرین سے رابطہ کیا۔ انہوں نے پوچھا "تم کہاں روپوش رہتے ہو؟ ہم سے رابطہ نہیں کرتے۔ ہم سے ناراض ہو گئے ہو۔ بلکہ ہم بھارتی حکمرانوں سے تمہارے لیے فائٹ کر رہے ہیں۔"

"معاف کیجئے گا۔ آپ لوگ کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں موت کا منظر دکھایا ہے۔ تب سے وہ سہم کر خاموش بیٹھے ہیں۔"

لوں کو دشمن سمجھنے لگا تھا۔ خواہ وہ اپنے ہی اکابرین کیوں نہ لیں۔

وہ خیال خوانی کے ذریعے اکابرین کے دماغوں میں جا کر علوم کر رہا تھا۔ وہ اس سے مخصوص فون پر رابطہ نہیں کر رہا تھا۔ رابطہ نہ ہونے پر جھنجھلا رہے تھے۔ انہوں نے اپنے دو ٹیلی بیٹھی جاننے والوں سے کہا کہ وہ مارکس سے رابطہ کریں۔ انہوں نے اس کے دماغ میں آنے کی کوشش لیں۔ وہ سانس روک رہا۔ وہ دونوں ناکام ہو کر چلے گئے۔

بھارتی اکابرین سے کہا گیا کہ ویٹو مارکس کہیں گم ہو گیا ہے یا روپوش ہو گیا ہے۔ اسے وہاں تلاش کیا جائے۔ بھارتی سرکار سے نہ کہا جاتا تھا کہ وہ اسے تلاش کرتے۔ وہ ہر حال میں پوجا کی واپسی چاہتے تھے۔ تمام سول اور ملٹری کے باسوس پورے دہلی شہر میں پھیل کر انہیں گھر گھر تلاش کر رہے تھے۔ دو چار جاسوسوں نے کلپنا کی سہیلی سگیتا کے گھر کی طرف آنا چاہا۔ مارکس نے خیال خوانی کے ذریعے انہیں بھٹکا دیا۔

سے راج اور دوسرے اعلیٰ جنس کے افسران نے ایرانی سے کہا "وہ ٹیلی بیٹھی جانے والا امریکی ہے۔ میک اپ کے ذریعے چھپنے کے باوجود پہچانا جائے گا۔ وہ ہندی صاف طور سے بول نہیں پاتا ہے۔ اپنی زبان سے پکڑا جاسکتا ہے پھر پکڑا کیوں نہیں جا رہا ہے؟"

دوسرے اعلیٰ افسر نے کہا "وہ ٹیلی بیٹھی کے ذریعے باسوسوں کو بھٹکا رہا ہے۔ انہیں اپنے رویہ کیجئے کا سوچ نہیں دے رہا ہے۔ اسے تو کوئی ٹیلی بیٹھی جاننے والا ہی پکڑ سکتا ہے۔"

ایک اور اعلیٰ افسر نے کہا "دوسرے امریکی ٹیلی بیٹھی جاننے والے ناکام ہو چکے ہیں۔ وہ انہیں اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دے رہا ہے۔"

ڈائریکٹر جنرل نے کہا "وہ ایک ٹیلی بیٹھی جاننے والا سو کڑھندوستانیوں کو بے وقوف نہیں بنا سکے گا۔ ٹی وی چینلز اور اخبارات کے ذریعے اعلان کراؤ کہ جو بھی شخص کسی ایسے انگریز کی نشان دہی کرے گا۔ جو ہندو ٹیلی کے ساتھ رہتا ہو اور وہ اچھی طرح ہندی زبان بول نہیں پاتا ہو تو ایسے اطلاع دینے والے شخص کو پانچ لاکھ روپے انعام کے طور پر دیے جائیں گے۔"

ڈی جی کے حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ تمام جاسوسوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے ساتھ اپنی میک اپ کیرا رہیں۔ تاکہ کلپنا اور مارکس اگر میک اپ میں چھپے ہوں تو اس کیسرے سے ان کے اصلی چہرے سامنے آجائیں۔

ویٹو مارکس نے اعلیٰ جنس کے افسران کے اندر آکر

آپ کیا چاہتے ہیں؟  
"میں شکم مجھ وطن ہو۔ ہمارے وفادار ہو۔ ہماری پوری کوشش ہوگی کہ فیصلہ تمہارے حق میں ہو۔ اگر بہت زیادہ مجبوروں کے باعث ایسا نہ ہو سکا تو تم سمجھو تاکہ وہ کلپنا ایک لڑکی ہے۔ اس سے دستبردار ہو کر دنیا کی حسین ترین لڑکیوں سے دل بھی بھلا سکتے ہو اور کسی سے شادی بھی کر سکتے ہو۔"

"سوری سر! میں ساری دنیا کو چھوڑ دوں گا لیکن کلپنا کو نہیں چھوڑوں گا۔ پلیز آپ کلپنا کے خلاف نہ بولیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ایک گھنٹے بعد خیال خوانی کے ذریعے ہمارے پاس آؤ۔ ہم یہاں تمہارے معاملات پر بحث کر رہے ہیں۔"

ویٹو مارکس نے فون کا رابطہ منقطع کیا پھر خیال خوانی کے ذریعے آری اعلیٰ جنس کے چیف سے راج کے اندر آیا۔ وہ کلپنا کا باپ تھا۔ آری کے تمام اعلیٰ افسران سے کہہ رہا تھا "مجھے جیسے اعلیٰ افسر کی بیٹی کو اغوا کیا گیا ہے اور اس اغوا کرنے والے کے خلاف کارروائی نہیں کی جا رہی ہے۔ کیا آپ لوگ ہماری سرکار کو کارروائی کے لیے مجبور نہیں کریں گے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے کہا "ہم پر زور احتجاج کر رہے ہیں۔ ہمارے حکمران امریکی حکمرانوں سے رابطے میں ہیں۔ مذاکرات جاری ہیں۔ جلد ہی اس سلسلے میں کارروائی کی جائے گی۔"

ویٹو مارکس بھی بھارتی حکمرانوں اور کبھی امریکی حکمرانوں کے اندر جا کر ان کی باتیں سننے لگا۔ بھارت کی طرف سے کہا جا رہا تھا کہ جب تک کوئی آخری فیصلہ نہ ہو تب تک ویٹو مارکس کو چاہیے کہ وہ کلپنا کو اس کے گھر پہنچا دے۔ یہ اغوا کی واردات تمام راجپوت بنالین کو غیظ دلا رہی ہے۔

فوج کے اندر بغاوت کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔  
میں ویٹو مارکس کے اندر تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق سوچ رہا تھا کہ کلپنا کو اس کے گھر واپس نہیں بھیجے گا بلکہ اسے اپنے پاس چھپا کر رکھے گا۔ اس نے اپنے خالص فون کو بند کر دیا۔ تاکہ امریکی اکابرین اس سے رابطہ نہ کر سکیں۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں کل مج تک کسی سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ وہ اپنے دوسرے ٹیلی بیٹھی جاننے والوں سے کہیں گے کہ میرے اندر آگرباٹ کریں۔ میں کسی کو اپنے اندر نہیں آنے دوں گا۔"

وہ اپنے اندر پیدا ہونے والی اس سوچ سے قائل ہو گیا۔ کیونکہ وہ بھی یہی چاہتا تھا۔ وہ کلپنا سے کسی حال میں جدا ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور اس سے جدا کرنے

بچنے سے باہر آئے پھر ایک کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگے۔ کلپنا نے کہا "میری ایک بہت سی رازدار سہیلی ہے۔ وہ ایک چھوٹے سے بچے میں اپنے بوڑھے ماں باپ کے ساتھ رہتی ہے۔ کیا اس کے ساتھ رہنا مناسب ہوگا؟"

وہ بولا "ہم نہیں بھی تمہارے بچے کو تو اعلیٰ جنس والے آسانی سے ہم تک پہنچ جائیں گے۔ تمہاری سہیلی مناسب رہے گی۔ میں اس پر اور اس کے ماں باپ پر غریبی عمل کروں گا۔ وہ ہم دونوں کو بیٹی اور داماد سمجھتے رہیں گے لیکن حال وہیں چلو۔"

کلپنا اسے اپنی سہیلی سگیتا کے گھر لے آئی۔ وہاں بیچ کر مارکس نے پہلی فرصت میں سگیتا اور اس کے ماں باپ پر غریبی عمل کیا پھر کلپنا سے کہا "کوئی مجھے چہرے سے نہیں پہچانتا ہے لیکن تم پہچانی جاؤ گی۔ لہذا میں میک اپ کے ذریعے تمہارا چہرہ تبدیل کروں گا۔ جب تک حالات سازگار نہیں ہوں گے تم تبدیل شدہ چہرے کے ساتھ رہو گی۔"

وہ انڈین اعلیٰ جنس والوں کو دھوکا دینے اور ان سے محفوظ رہنے کے لیے تمام احتیاطی تدابیر عمل کر رہا تھا۔ رات کے دس بجے امریکی فوج کے اعلیٰ افسر نے اس کے خاص فون پر رابطہ کیا پھر کہا "ویٹو مارکس! میں نے چار گھنٹے پہلے رابطہ کرنا چاہا۔ تمہارے فون سے اطلاع ملی کہ تم کہیں مصروف ہو۔"

وہ بولا "ہاں میں اپنے ذاتی معاملات میں مصروف تھا۔ تمہارے ذاتی معاملات ہمارے لیے مسائل پیدا کر رہے ہیں۔ بھارتی اکابرین تمہارے خلاف شکایتیں کر رہے ہیں۔"

"ان کی شکایتیں بے جا ہیں۔ کلپنا بالغ ہے۔ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا حق رکھتی ہے اور وہ اپنا مستقبل مجھ سے وابستہ کر چکی ہے۔ کل صبح ہم کورٹ میج کرنے والے ہیں۔"

"پلیز اتنی جلدی نہ کرو۔ تم کل نہ سنی برسوں شادی کر سکتے ہو۔ پہلے ہم سب کو کسی مثبت نتیجے تک پہنچنے دو۔"

"آپ جانتے ہیں تو میں ایک دن کی تاخیر برداشت کر لوں گا لیکن کل شام تک میرے حق میں فیصلہ ہو جانا چاہیے۔" "یوں خد نہ کرو کہ تمہارے حق میں فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ اپنے اندر تھوڑی سی ہلک پیدا کرو۔ بعض حالات میں ملک اور قوم کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہے۔" "میں ملک و قوم کے لیے اپنی جان دے سکتا ہوں۔ میری وفاداری کا یہ ثبوت کم نہیں ہے کہ میں فریاد علی تیور جیسے ٹیلی بیٹھی کے پہاڑ سے ٹکرائے آیا ہوں۔ یہاں میری جان بھی جاسکتی ہے۔ میں یہاں جان کی بازی لگا رہا ہوں اور

چاہیے۔ دانش منی کا تھا خاضے کہ امن وامان کے عرصے میں بھی دشمنوں سے غافل نہ رہا جائے۔

اس نے کلپنا سے کہا ”میرے اور تمہارے ممالک کے اکابرین کی خاموشی پر اسرار ہے۔ میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔“

”کیا تم خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں کے خیالات نہیں پڑھ رہے ہو؟“

”وہ سب خاموش ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ ایک بڑی کامیابی کا انتظار کر رہے ہوں۔“

”تم نے میک اپ کے ذریعے میرا چہرہ بدل دیا ہے۔ میرے پیانچھی مجھے نہیں پہچان سکیں گے لیکن تم صحیح طور سے ہماری ہندی زبان بول نہیں پاتے ہو۔ مجھے تمہاری فکر لگی رہتی ہے۔“

”مجھے دو چار دنوں تک تم سے دور رہنا چاہیے۔ کیونکہ میں یہاں گرفت میں آؤں گا تو اپنی میک اپ لینس کے ذریعے تمہارا اصلی چہرہ بھی دیکھ لیا جائے گا۔ تم تمہارے کوئی تم تر شبہ نہیں کرے گا۔“

”مارکس! میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جہاں جانا چاہتے ہو مجھے بھی ساتھ لے چلو۔“

”نہیں کلپنا! صرف دو چار دنوں کی جدائی ہوگی۔ میں تمہارے دماغ میں صبح و شام موجود رہوں گا۔ ہمیں تنہائی کا احساس نہیں ہوگا۔ میں دور رہ کر بھی تمہارے قریب تمہارے اندر رہوں گا۔“

وہ اس کی گردن میں بائیں ڈال کر بولی ”تم دماغی طور پر میرے اندر رہو گے، جسمانی طور پر نہیں رہو گے۔ میں تمہیں کس طرح چھو سکوں گی؟ کس طرح ہم ایک دوسرے کی آغوش میں رہیں گے؟ آج رات نہ جاؤ۔ مجھے اپنے بازوؤں میں چھپائے رکھو کل کسی وقت چلے جانا۔“

وہ اس کی خوشی میں خوش رہتا تھا۔ اس نے صرف ایک رات رکنے کی فرمائش کی تھی۔ اس لیے وہ رک گیا۔

دوسری جانب یہ تحقیقات ہو رہی تھیں کہ کلپنا کے کتنے دوست اور کتنی سیلیاں ہیں۔ اس کی ڈائری سے پتا چلا کہ اس کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔ صرف ایک سنگیتا نام کی سہیلی ہے۔ انہوں نے بڑی خاموشی سے سنگیتا کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ معلوم ہوا کہ وہ روز پلے تک وہ اپنے بچلے میں ماں باپ کے ساتھ رہتی تھی۔ بچپن کے دنوں سے ان کے گھر میں ایک مرد اور ایک لڑکی کا اضافہ ہو گیا ہے۔

سیکرت سروس والوں نے اس مرد اور لڑکی کو دوری دور سے دیکھنا چاہا لیکن وہ دکھائی نہیں دیے۔ پتا چلا کہ وہ دونوں گھر سے باہر نہیں نکلتے ہیں۔ وہ دن رات اس گھر کی چار

”تم نے ان کے اعلیٰ افسران کو ہلاک کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ تم نے یہ نہیں سوچا ہمارے سفارتی تعلقات خراب ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ہونے والے ہیں۔ ہم انہیں راضی کر رہے ہیں۔ انہیں خوش کرنے کے لیے یہ وعدہ کر رہے ہیں کہ ہم پاکستان کو جو مراعات دے رہے تھے۔ ان میں کمی کریں گے۔ ہم پاکستان کو کم تر بنا کر ہی ہندوستان کو خوش کر سکتے ہیں۔“

”آپ اپنی سیاسی چالیں چلتے رہیں لیکن میں اپنی کلپنا کے خلاف کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔“

”آرمی کی راجپوت بٹالین نے کلپنا کو اپنی انا اور غیرت کا مسئلہ بنالیا ہے۔ بھارت سرکار بہت مجبور ہو گئی ہے۔ وہ کسی طور راضی نہیں ہوگی کہ کلپنا تمہارے پاس رہے۔ فار گاڈ سیک اسے اس کے گھرواپس بھیج دو۔“

”یہ کبھی نہیں ہوگا اور جب تک آپ کلپنا کے معاملے میں میری بھرپور حمایت نہیں کریں گے میں آپ لوگوں سے رابطہ نہیں کروں گا۔“

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس نے طے کر لیا کہ کلپنا کو اپنا بنائے رکھنے کے لیے وہ بھارتی حکومت سے لڑتا رہے گا اور اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہو رہا تھا کہ کسی بھی ٹی وی چینل سے اس کے اور کلپنا کے خلاف کوئی مہم نہیں چلائی جا رہی تھی۔ وہ آرمی افسران اور بھارتی اکابرین کے دماغوں میں جا کر ان کے خیالات بڑھ رہا تھا۔ وہ سب اس کے معاملے میں خاموش تھے۔ اس کے خلاف کچھ نہیں بول رہے تھے۔ ان کی سیکرٹ سروس کے ایک خفیہ ادارے نے ان سب کو ہدایت کی تھی کہ وہ مارکس اور کلپنا کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔

مارکس نے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ وہ سیکرٹ سروس کا نامعلوم ادارہ کہاں ہے؟ کس نے بھارتی حکمرانوں اور آرمی کے افسروں کو خاموش بیٹھنے کی ہدایت کی ہے اور وہ سب فرماں بردار بچوں کی طرح خاموش ہو گئے ہیں۔

یہ کوئی حاکم اور کوئی آرمی افسر نہیں جانتا تھا۔ میں نے مارکس کی سوچ میں کہا ”یہ ایمر جنسی میں کوئی نامعلوم ادارہ قائم ہوا ہے۔ اس ادارے میں یوگا جاننے والے جاسوس ہوں گے۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ میری لاعلمی اور بے خبری میں مجھ تک پہنچنے کے لیے کوئی سرنگ گھوڑ رہے ہیں۔“

وہ اس سوچ پر غور کرنے لگا۔ وہ تمام اکابرین اور تمام آرمی افسران اچانک خاموش ہو گئے تھے۔ اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ خوف زدہ ہو کر ہار مان چکے ہیں۔ وہ درپردہ کچھ کر رہے ہوں گے۔ اسے مطمئن ہو کر کلپنا کے پیار و محبت میں ڈوب کر دشمنوں سے بے خبر نہیں رہنا

اداری کے اندر رہتے تھے۔ اس بات نے شبیہ کو تقویت بخشی۔

وینو مارکس اپنی کلپنا کی بات مان کر ایک رات کے لیے اس رک گیا تھا۔ اس دی رات اس پر بھاری پڑ گئی۔ سیکرٹ سروس کے مسلح افراد نے اس بچلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر چھ مسلح افراد نے دروازے پر آکر دستک دی۔ اس کا ایک بھائی تھا۔ مارکس ایک بڑے روم میں کلپنا کے ساتھ ما۔ اسے پتا چلا کہ آدھی رات کے بعد دروازے پر دستک دی ہے۔ وہ سنگیتا کے باپ کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے پنے دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا ”کون ہے؟“

باہر سے آواز سنائی دی ”گورنر سروس ہے۔ مس سنگیتا کے نام خط ہے۔“

مارکس نے اس کی آواز سننے ہی اس کے دماغ میں چٹا چٹا لیکن اس نے سانس روک کر اس کی سوچ کی لہروں کو لگا دیا۔ مارکس ٹھنک گیا۔ کسی گورنر سروس کا ملازم یوگا کا ہر نہیں ہو سکتا تھا۔ مارکس نے سنگیتا کے باپ کی زبان سے ما ”میں آدھی رات کے بعد دروازہ نہیں کھولنے۔ کل دن کے وقت آؤں۔“

سانس روکنے والا سمجھ گیا تھا کہ مارکس اس کے دماغ میں آتا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے مسلح ساتھیوں کو اشارے سے سمجھایا کہ مارکس اس گھر کے اندر موجود ہے۔ وہ دروازہ کھولنے نہیں دے گا۔ اس نے ریوالور نکال کر دروازے کے لاک پر دو فار کیے پھر اس کے پینڈل کو پکڑ کر گھمایا تو دروازہ کھل گیا۔ وہ سب دندناتے ہوئے اندر آ گئے۔ سنگیتا اس کی ماں ڈرائنگ روم میں فارنگ کی آواز سن کر نہیں۔ ایک نے اپنی میک اپ لینس آنکھوں سے لگا کر دیکھا۔ سنگیتا کے چہرے پر میک اپ نظر نہیں آیا۔ انہوں نے اسے اور اس کے ماں باپ سے پوچھا ”کلپنا کہاں ہے؟“

سنگیتا نے کہا ”کلپنا یہاں نہیں ہے۔ یہاں میری ایک ن اپنے جی کے ساتھ رہتی ہے۔“

”اپنی بہن اور بیٹی کو یہاں بلاؤ۔“ سنگیتا اسے بلانے لگی پھر کلپنا کے ساتھ واپس آئی۔ وہ سچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسے اپنی میک اپ لینس کے لیے دیکھا جائے گا۔ جب دیکھا گیا تو اوپر سے کیے ہوئے اب اس کے پیچھے اصلی چہرہ نظر آیا۔ اس افسر نے کہا ”کلپنا! ب تمہیں چھپ سکوں گی۔ وینو مارکس کہاں ہے؟“

وہ بولی ”میں کلپنا نہیں ہوں۔ میرا نام ریوالور تھا ہے۔ یہاں اپنے جی کو بے ملوڑا کے ساتھ رہتی ہوں۔“

”چلو دے ملوڑا ہی سہی۔ وہ سامنے کیوں نہیں آ رہا ہے؟ مس سنگیتا! جاؤ اپنے بیٹی کو بھی بلا کر لاؤ۔“

وینو مارکس مجبور ہو گیا تھا۔ وہاں آنے والوں میں سے کسی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ بولنے والے یوگا کے ماہر تھے۔ وہ فوراً ہی ریوالور لے کر دوسرے دروازے سے نکل کر بالکونی میں آیا پھر وہاں سے چھلانگ لگا کر ان کی گھاس پر آکر وہاں سے اٹھتے ہی اس پر سرچ لائٹس کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ میگا فون کے ذریعے کہا گیا ”مارکس! تمہیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ تم شاید یقین نہ کرو۔ ہم یقین دلاتے ہیں۔ فار!“

اس کا حکم سننے ہی چاروں طرف سے فائرنگ ہونے لگی۔ گولیاں اس کے قدموں کے پاس آکر گھاس اور مٹی اڑانے لگیں۔ اب فرار کا راستہ نہیں تھا۔ اس نے اپنا ریوالور پھینک دیا۔ میگا فون کے ذریعے بولنے والے کے دماغ میں خنجر کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ وہ بھی یوگا کا ماہر تھا۔

کئی مسلح جوان دوڑتے ہوئے آئے۔ ایک نے اس کے ہاتھوں میں پتھریاں پتانیں۔ اسے کونجی کے اندر ڈرائنگ روم میں لے کر آئے۔ ایک افسر نے کہا ”آؤ مارکس! ہم نے تمہاری ٹیلی فنی کو ناکام بنا دیا ہے۔ ہمارا ایک ساتھی کلپنا کو دانش روم میں لے گیا ہے۔ اس کے چہرے سے بھی میک اپ دھل رہا ہے۔“

مارکس نے کہا ”اس بات پر غور نہ کرو کہ یوگا میں مہارت رکھتے ہو۔ میں تمہاری قید میں زیادہ دیر نہیں رہوں گا۔ جب بھی رہائی پا کر نکلوں گا تم لوگوں کے کچے سوت بن جاؤں گا۔“

”موت تو تم بن ہی گئے تھے۔ ہمارے کتنے ہی اہم افسران کو مار ڈالا۔ ہمارے اختیار میں ہوتا تو ہم ابھی تمہیں گولیوں سے چھلکی کر دیتے لیکن تمہاری موت کا فیصلہ ہمارے اکابرین سنائیں گے۔“

کلپنا کو وہاں لایا گیا۔ اب اس کا اصلی چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ مارکس کو دیکھتے ہی اس کے پاس جانا چاہتی تھی لیکن اسے پکڑ کر دھکا دے کر ایک طرف فرش پر گر دیا گیا۔ مارکس طیش میں آکر اٹھنا چاہتا تھا۔ اس کے منہ پر گھونسا پڑا۔ وہ صوفے پر گر پڑا۔ دونوں ہاتھ پیچھے پتھریوں میں بندھے ہوئے تھے۔ وہ غصے سے گرجنے لگا۔ پہلی بار بے بس ہو گیا تھا۔ ٹیلی فنی جانتے کے باوجود ان کا کچھ باز نہیں سکتا تھا۔

میں یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اعلیٰ لی لی اور فرمان بھی موجود تھے۔ میں نے ان سے کہا ”ابھی دراخت نہ کرو جو ہو رہا ہے اسے دیکھتے رہو۔ فی الوقت ہماری ٹیلی فنی بھی کام نہیں آئے گی۔“

## سپنس ڈائجسٹ کے مشہور سلسلے کتابی شکل میں دستیاب ہیں

عصر حاضر کی الف لیلا اردو زبان میں شائع ہونے والی طویل ترین کہانی

# دیوتا

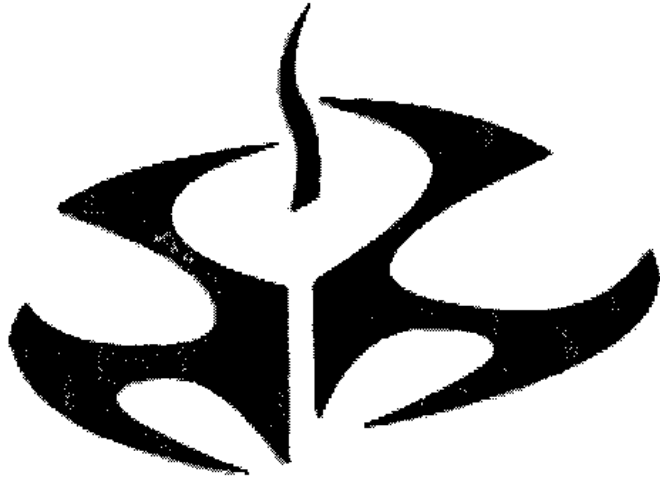
42 حصے (جاری)

قیمت فی حصہ 60 روپے

ڈاک خرچ فی حصہ 23 روپے

ایک ایسے انسان کی داستان جو مروج کی نگلیوں سے دوسروں کے لئے نیا اور لوگوں کو نئی سوچ کے اشاروں پر نچا رہا ہے

42 حصے ایک ساتھ منگوانے پر کم از کم قیمت 2400 روپے مع ڈاک خرچ



# Azam & Al

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

14200 روپے

kitabiat1970@yahoo.com

ہم کلپنا، سنگیتا اور اس کے ماں باپ کے دماغوں میں رہ کر انہیں آزاد کرانہ نہیں بنا سکتے تھے۔ کیونکہ وہ سب نیتے تھے۔ گھر میں کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ وہ سب جسمانی طور پر کمزور تھے۔ ہم ان کے ذریعے ان مسلح افراد پر حملہ کر کے ان سے ہتھیار نہیں چھین سکتے تھے۔ یوں بھی اسے رہائی دلانے کی جلدی نہیں تھی۔ یہ دیکھنا تھا کہ مارکس کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟

مارکس کو دو آدمیوں نے جکڑ لیا تھا۔ تیسرا ایک سرنج میں دو ابھر کے لایا۔ ایک افسر نے ریوالتور نکال کر مارکس سے پوچھا "اس ریوالتور سے زخمی ہونا چاہو گے یا یہ انجکشن لگواؤ گے؟ ہم تمہیں اعصابی کمزوری میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ تم خیال خوانی کے قائل نہ رہو۔"

مارکس نے پریشان ہو کر ریوالتور کو دیکھا۔ گولی اس کے ہاتھ یا پاؤں میں لگتی تو وہ لپٹا بیچ بن جاتا پھرنا نہیں وہ کب تک زخم کی تکلیف برداشت کرنا رہتا۔ کلپنا نے روتے ہوئے کہا۔ "پلیز اسے گولی نہ مارو۔ اسے چھوڑ دو۔ مجھے مار ڈالو۔"

مارکس نے بے بسی سے کلپنا کو دیکھا پھر چپ چاپ انجکشن لگوا لیا۔ وہ روتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔ مارکس رفتہ رفتہ کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ ایک افسر نے کہا "اب تم ذہنی طور پر کمزور ہو چکے ہو۔ ہم تمہاری خیال خوانی کی پرواز دیکھنا چاہتے ہیں۔ میرے دماغ کے دروازے کھلے ہیں۔ آؤ چلے آؤ۔"

اعصابی کمزوری نے ذہنی طور پر اسے کمزور بنا دیا تھا۔ وہ خیال خوانی کی پرواز نہیں کر سکتا تھا۔ نڈھال سا صوفے پر پڑا ہوا تھا۔ اس افسر نے کہا "ہم تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں؟ یہ ہمارے ملک کے اکابرین بھی نہیں جان سکیں گے۔ ہم اپنے بھارتی حکمرانوں سے چھپ کر وہ کرنے والے ہیں، جس کے بارے میں کوئی بھی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا کہ وہ لوگ اس کے ساتھ کیا سلوک کر سکتے ہیں؟ اگلی ٹی ٹی نے کہا "مارکس نے ان کی آرمی کے کئی اہم افسران کو ہلاک کیا ہے۔ یہ لوگ اسے ذہنی مریض بنا کر امریکا کے حوالے کریں گے۔"

فرمان نے کہا "یہ تم سوچ رہی ہو اور وہ دعوے کر رہا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

اس افسر نے سنگیتا اور اس کے ماں باپ سے کہا "تم سب سمجھ رہے ہو کہ ہم انڈین آرمی کے لوگ ہیں یا بھارتی حکومت سے ہمارا تعلق ہے۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا "ہمارے گینگ کو ایک ٹیلی چیٹی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ ہم نے اس زبردست



اسی وقت عدنان کی آواز سنائی دی ”ہائے ڈیڈ!“  
اس نے چونک کر گھومتے ہوئے دیکھا۔ عدنان اپنی ماں  
یعنی مسز بنجاس کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ بنجاس اسے دیکھتے ہی  
بازوؤں میں لے کر چوٹے لگا۔ مسز بنجاس نے افسر سے کہا  
”میرا بزنس مسٹر رومیو پر غلط الزام لگا رہا ہے۔ اسے مسٹر  
رومیو نے نہیں دوسرے نام معلوم لوگوں نے اغوا کیا تھا۔“  
بنجاس نے پورس سے مذرت کی ”مجھے افسوس ہے“  
میں نے تم پر الزام لگایا۔ میرا بیٹا مجھے مل گیا ہے۔ میں بہت  
خوش ہوں۔ چلو بیٹے! ہم گھر چلیں۔“  
عدنان نے پورس کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ  
بڑھایا ”ہائے بابا۔“  
پورس نے خوش ہو کر مصافحہ کیا ”ہائے عدنان!“  
”بنجاس نے عدنان سے کہا ”تم اسے پایا کیوں کہہ رہے  
ہو؟“  
وہ بولا ”جس طرح آپ کو ڈیڈی کہہ رہا ہوں۔ اسی طرح  
ان کو پایا کہہ رہا ہوں۔ اگر یہ میرے باپ نہیں ہیں تو آپ خود  
کو میرا باپ ثابت کریں۔“  
”ہمارے پاس برتھ سرٹیفکیٹ ہے۔“  
پورس نے کہا ”برتھ سرٹیفکیٹ دس ڈالرز میں جعلی بن  
جاتا ہے۔“  
”میرا بیٹا اٹلی کے شہر روم کے ایک اسپتال میں پیدا ہوا  
تھا۔ میرے پاس وہاں کا سرٹیفکیٹ ہے۔“  
پورس نے کہا ”میں بھی ٹیکس کے ذریعے اسی شہر کے  
اسی اسپتال کا برتھ سرٹیفکیٹ آج ہی منگواؤں گا۔“  
بنجاس کی دانف نے کہا ”پلیز! آپ لوگ بحث نہ  
کریں۔ ہمارے لیے یہ کافی ہے کہ بیٹا مل گیا ہے اور یہ آئندہ  
ہمارے ساتھ رہا کرے گا۔ کیوں ٹھیک ہے نا تاہم؟“  
وہ بولا ”پلیز آپ مجھے عدنان کہا کریں۔ یہ نام میری  
دادی ا۔ رداوا کو پسند ہے۔“  
پورس مسکراتے لگا۔ بنجاس نے ناگواری سے کہا  
”تمہاری دادی اور دادا کہاں سے آئے؟ وہ تو مر چکے ہیں۔“  
”پلیز آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ وہ دونوں زندہ ہیں اور  
کسی دن مجھ سے ملنے والے ہیں۔“  
بنجاس کو اس کی دانف نے سمجھا ”آپ بیٹے سے  
بحث نہ کریں۔ یہ جو کہتا ہے۔ مان لیں۔ ہم تو صرف یہ چاہتے  
ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ رہے اور یہ ہمارے ساتھ رہا کرے  
گا۔“  
عدنان نے کہا ”میں آپ کے ساتھ چلوں گا لیکن بابا  
سے مجھے ایک بات کرنی ہے۔ کہیں بابا! ہم واش روم کے  
اندر چلیں۔ اس کے بعد میں چلا جاؤں گا۔“

”گاہ۔“  
”ٹھیک ہے۔ مسٹر رومیو! میں تمہیں گرفتار کرتا  
ہوں۔“  
اس نے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ پورس کو ہتھکڑی پہنائی  
جائے۔ پورس نے کہا ”آج چمک چمکی نے ہتھکڑی نہیں  
پہنائی۔ کوئی جرم ثابت کیے بغیر تم مجھے ہتھکڑی نہیں پہنا سکو  
گے۔“  
پورس کا ٹیلی بیٹھی جانے والا ماتحت عبداللہ وہاں موجود  
تھا۔ وہ افسر عبداللہ کی مرضی کے مطابق بولا ”ٹھیک ہے۔  
اسے ہتھکڑی نہ پہناؤ۔ پہلے یہ ثابت ہونا چاہیے کہ اس نے  
اس بچے کو اغوا کیا ہے۔“  
سینڈی گرے خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھا۔  
اس نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے کہا ”یہ معاملہ  
بیچیدہ ہے۔ اسے ہتھکڑی پہناؤ۔“  
عبداللہ نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ بولا ”خبردار!  
اسے ہتھکڑی نہ پہناؤ۔“  
سینڈی گرے نے اسے مجبور کیا۔ وہ سپاہی سے بولا ”یو  
بلڈی فول! میں تمہیں حکم دے رہا ہوں، ہتھکڑی پہناؤ۔“  
عبداللہ اس بار سپاہی کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ سپاہی  
نے اس افسر کے منہ پر ایک گھونسا جڑتے ہوئے کہا ”پانچل  
کے بچے کبھی کتا ہے، ہتھکڑی پہناؤ۔ کبھی منع کرتا ہے۔ بچے  
افسر کس نے پایا ہے۔“  
افسر نے غصے سے کہا ”تم؟ تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا  
ہے۔ میں تمہیں نوکری سے سچا کر ادوں۔“  
سینڈی گرے سمجھ گیا کہ پورس کا ٹیلی بیٹھی جانے والا  
وہاں اس کی خیال خوانی کا توڑ کر رہا ہے۔ وہ اپنے دست  
راست سے بولا ”تورا! اپنے آدمیوں کے ساتھ اسپتال پہنچ کر  
پورس کو ٹریپ کرو۔ اس نے عدنان کو کہیں چھپا رکھا ہے۔“  
دست راست نے کہا ”ہم اسپتال کے سامنے ایک وین  
میں ہیں۔ ابھی اندر جا کر پورس کو گھیرنے کی کوشش کریں  
گے۔“  
”میں تمہارے دماغ میں رہوں گا مگر یہ اچھی طرح سمجھ  
لیتا کہ پورس کے ساتھ مجھے ٹیلی بیٹھی جانے والے ہیں۔ لہذا  
اس کے سامنے تم سب گونگے بنے رہو گے۔“  
ادھر سپاہی اپنے افسر سے معافی مانگ رہا تھا۔ افسر کہہ  
رہا تھا ”پتا نہیں چٹھے کیا ہوا ہے۔ ایک حکم دیتا ہوں۔  
دوسرے ہی لمحے میں اس حکم سے انکار کرنا ہوں۔ مسٹر رومیو  
کو بھی مجرم سمجھتا ہوں۔ کبھی بے قصور مانتا ہوں۔“  
بنجاس نے کہا ”افسرا! یہ ضرور کوئی جادو جانتا ہے۔ تم  
اس کے جادو سے بچ کر اسے گرفتار کرو۔“

”رومیو نے اپنے بیٹے کا نام عدنان رکھا ہے۔ تم اپنے  
طور پر اسے قابو کر لیتے رہو۔“  
”یہ کون ہوتا ہے؟ میرے بیٹے کا نام تبدیل کرنے  
والا؟“  
پورس نے کہا ”میں نے تمہارے نہیں اپنے بیٹے کا یہ  
نام رکھا ہے۔“  
”وہ تمہارا نہیں، میرا بیٹا ہے۔ میں تمہارے خلاف  
رپورٹ درج کر چکا ہوں۔ ابھی پولیس آئے گی اور تمہیں  
پکڑ کر لے جائے گی۔“  
وہ غصے سے تنہا ہوا اس کمرے سے باہر آیا پھر موبائل  
کے ذریعے اس افسر کے انسپکٹر سے باتیں کرنے لگا۔ جہاں  
پچھلے دنوں رومیو کے خلاف رپورٹ درج کر چکا تھا۔  
سینڈی کا دست راست جولی اور پورس کی عمرانی دوری  
دور سے کیا کرتا تھا۔ جب پولیس والے اسپتال میں آئے تو  
اس نے فون پر سینڈی سے کہا ”یہاں اسپتال میں پولیس آئی  
ہے۔ اگر پورس نے بچے کو کہیں چھپا رکھا ہے تو اب اسے  
اس بچے کو پولیس کے حوالے کرنا ہوگا۔“  
سینڈی بنجاس کے اندر آ گیا۔ وہ پورس کی طرف اشارہ  
کر کے پولیس افسر سے کہہ رہا تھا ”اسی کا نام رومیو ہے۔ اسی  
نے میرے بیٹے کو اغوا کیا ہے اور اسے کہیں چھپا کر رکھا  
ہے۔“  
افسر نے پوچھا ”مسٹر رومیو! ہمارے ساتھ چلو اور بچے کو  
جہاں چھپایا ہے وہ جگہ بتاؤ۔“  
وہ بولا ”ایک بد دماغ آدمی مجھ پر الزام لگا رہا ہے اور  
آپ اسے سچ مان رہے ہیں۔ میں نے اس کے بیٹے کو اغوا  
نہیں کیا ہے۔ میں تو خود اپنے گمشدہ بیٹے کو تلاش کر رہا  
ہوں۔“  
وہ غصے سے بولا ”تم جسے تلاش کر رہے ہو وہ میرا بیٹا  
ہے۔ تمہارا نہیں ہے۔“  
پورس نے افسر سے کہا ”آپ اس کی حماقت کو  
سمجھیں۔ میں اپنے بیٹے کو تلاش کر رہا ہوں اور یہ اسے میرا  
نہیں اپنا بیٹا کہہ رہا ہے۔“  
افسر نے بنجاس سے کہا ”یہ اپنے بیٹے کو تلاش کر رہا  
ہے تمہارے بیٹے کو کیوں تلاش کرے گا؟ اگر تمہارے بیٹے  
کو تلاش کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بیٹے کو اس  
نے کہیں چھپا کر نہیں رکھا ہے۔“  
بنجاس نے کہا ”یہ بہت مکار ہے اس نے اسے چھپا کر  
رکھا ہے۔ اسے تلاش نہیں کر رہا ہے۔ یہ جھوٹ بول رہا  
ہے۔ آپ اسے گرفتار کر کے لے جائیں۔ اس کی پٹائی  
کریں۔ اس پر تھوڑا ڈگری استعمال کریں۔ یہ سچ اکل دے

نظر لاحق ہوئی تھی۔ اس بچے کی وجہ سے اس کا کروڑوں  
ڈالرز کا اصلہ تباہ ہو گیا تھا۔ بنجاس نے عدنان کو تلاش کرنے  
کے لیے اخبارات میں اشتہار دیا تھا۔ سینڈی نے بنجاس کے  
خیالات پڑھ کر جولی کے بارے میں معلوم کیا کہ وہ بنجاس کی  
سالی ہے اور کسی رومیو نامی جوان کے ساتھ عدنان کو تلاش  
کر رہی ہے۔ اس نے جولی کے خیالات پڑھے اور رومیو کو  
ٹریپ کرنے کے لیے ان کی چائے میں اعصابی کمزوری کی دوا  
ملائی۔ پورس ذہیلا تھا اس پر ایسی دوائیں اثر نہیں کرتی  
تھیں۔ سینڈی کو اسی حد تک معلوم ہو گیا کہ رومیو دراصل  
فریاد علی تیور کا بیٹا پورس ہے اور عدنان پورس کا بیٹا ہے۔  
وہ چائے پی کر جولی اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو گئی تھی۔  
پورس نے اسے اسپتال پہنچایا پھر فون کے ذریعے اس کی  
سہیلی کو اور بنجاس کو اطلاع دی کہ وہ اسپتال آکر جولی کو  
سنبھالیں۔ اطلاع ملتے ہی بنجاس دوڑا چلا آیا۔ وہ کسی بھی  
طرح عدنان کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ پچھ اس کے لیے خوش  
قسمتی لا رہا تھا۔ وہ اس سے محروم نہیں رہنا چاہتا تھا۔  
جولی بہت کمزور ہو گئی تھی۔ بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ اس  
نے پورس سے پوچھا ”کیا تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟“  
وہ بولا ”میں بہت مجبور ہوں۔ یہاں ایک جگہ رہ نہیں  
سکتا۔ پتا نہیں اپنے بیٹے کی تلاش میں کہاں کہاں بھٹکتا  
ہوگا۔“  
”بیٹے کا معاملہ ہے۔ میں تمہیں نہیں روکوں گی۔ مجھ  
سے فون پر رابطہ رکھو گے؟ میں عدنان کے لیے دعائیں کرتی  
رہوں گی۔ وہ مل جائے گا تو میرے پاس آؤ گے۔“  
”ہاں۔ میں اسے لے کر تمہارے پاس آؤں گا۔“  
بنجاس نے وہاں آکر ان دونوں کو غصے سے دیکھا پھر کہا  
”تم دونوں کی وجہ سے میرا بیٹا کم ہوا ہے۔ بتاؤ وہ کہاں ہے؟“  
جولی نے کہا ”میں بتا رہی ہوں۔ پہلے تمہیں میرا حال پوچھنا  
چاہیے۔ تم خود غرض ہو۔ اپنی خوش قسمتی کے لیے اس کے  
پچھلے بھاگ رہے ہو۔ یہاں ابھی اسی امید پر آئے ہو کہ وہ پچھ  
ہمارے پاس ہوگا۔“  
”ہاں۔ وہ تمہارے پاس ہے۔ اس رومیو نے اسے چھپا  
کر رکھا ہے۔ میں اس سے اپنا بیٹا لے کر رہوں گا۔“  
پورس نے کہا ”تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ ہم اس کی  
تلاش میں دن رات پریشان رہے ہیں اور تم مجھے الزام دینے  
آئے ہو۔“  
جولی نے کہا ”تم رومیو کو غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تمہاری  
سالی ہوں۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔ عدنان اب تک لاپتا ہے۔“  
”یہ عدنان کون ہے؟ مجھ سے صرف میرے بیٹے کی بات  
کرو۔“

پورس نے کہا ”میں مائی سن! آؤ ہم واش روم میں چلیں۔“

اس وقت عدنان کے دماغ میں مختلف خیالات گزرتے تھے۔ اس لیے سینڈی گرے کو اس کے اندر جگہ مل گئی تھی۔ اس نے اپنے دست راست سے کہا ”عدنان اسپتال میں آیا ہوا ہے۔ تم پورس کو چھوڑو۔ اس کے بیٹے کو اغوا کر کے ہمارے کسی خفیہ اڈے میں لے آؤ۔ میں ابھی اس بچے کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔“

وہ باب نیلے واش روم میں آئے۔ پورس نے اس کی پیشانی کو چوم کر پوچھا ”بیٹے! تم کہاں جھٹک رہے ہو؟ ہمیں کیوں اپنے پیچھے دوڑا رہے ہو؟“

اس نے باپ کی باتوں کا جواب نہیں دیا۔ اپنے لباس کے اندر سے دو ڈسکس نکال کر اس کی طرف بڑھا دیں۔ وہ ڈسکس کو ہلکے ہلکے پھیرتے ہوئے دیکھا۔

وہ مصوویت سے بولا ”پاپا! میں نہیں جانتا۔ میرے دماغ میں جو بات آتی ہے، میں وہی کرنے لگتا ہوں۔ میرے دل میں آیا کہ میں ایک سیاہ بیگ کو کھول کر وہاں سے دو ڈسکس نکال لوں۔ میں نے یہی کیا پھر خیال آیا، میں یہ چیزیں اپنے پاپا کو لے جا کر دوں۔“

ہر انسان وہی کرتا ہے۔ جو اس کا دماغ کہتا ہے۔ تمہارے دماغ میں ایسی باتیں کہاں سے پیدا ہوتی ہیں؟ جو تمہاری عمر سے اور تمہاری ذہانت سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔“

وہ دستور مصوویت سے بولا ”میں نہیں جانتا۔“

”تم اب تک کہاں جھٹک رہے تھے؟“

”میں نہیں جانتا۔“

”کیا تم میرے ساتھ نہیں رہو گے؟“

”دماغ بولے گا تو رہوں گا۔“

”کیا تمہارا دماغ بنجامن کے ساتھ رہنے کو کہہ رہا ہے؟“

”میں وادی جان کو نہیں جانتا۔ وہ ملیں گی تو ان سے پوچھوں گا۔ اب میں جاؤں گا۔ باہر چلیں۔“

پورس نے سوچا ”اسے بنجامن کے ساتھ جانے دے گا لیکن اس کا تعاقب کرتا رہے گا۔“

سینڈی گرے عدنان کے اندر تھا۔ سوچ رہا تھا۔ اس بچے نے وہ دو ڈسکس کہاں سے حاصل کی ہیں۔ یقیناً وہ بہت اہم ہوں گی۔ مجھے یہ چیزیں پورس سے حاصل کرنی چاہئیں لیکن کیسے؟“

وہ سوچنے لگا کہ خیال خوانی کے ذریعے کس کے پیچھے لگنا چاہیے؟ وہ ڈسکس اہم ہوں گی اور عدنان بھی اہم تھا۔

اس نے اپنے دست راست سے کہا ”تم اپنے آدمیوں کے ساتھ پورس کے پیچھے لگے رہو۔ اس کے لباس کے اندر دو ڈسکس ہیں۔ انہیں کسی طرح اس سے چھین لو۔ اسے پکڑ کر کسی خفیہ اڈے میں لے آؤ۔ اپنے دو آدمیوں کو عدنان کے تعاقب میں رہنے دو۔ میں ان دونوں کو گائیڈ کرتا رہوں گا۔“

اس کا دست راست اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگا۔

عدنان، پورس کے ساتھ واش روم سے باہر آیا۔ اس نے پولیس آفسر سے کہا ”جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا تھا، وہ اسپتال کے کوریڈور میں موجود ہیں۔ مجھے پھر اغوا کرنا چاہیے ہیں۔“

وہ افسر اور سپاہیوں کے ساتھ ایک کوریڈور میں آیا پھر سینڈی گرے کے دست راست اور اس کے آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا ”یہی ہیں وہ لوگ۔ انہیں پکڑ لو۔“

افسر نے ان سب کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے انہیں گن پوائنٹ پر گھیر لیا۔ ان کے لباسوں کے اندر چھپے ہوئے ہتھیار چھین لیے۔ سینڈی گرے اس صورت حال سے پریشان ہو گیا۔ بنجامن اپنے ساتھ عدنان کو لے جا رہا تھا اور پورس ان سے دور رہ کر عدنان کی نگرانی کر رہا تھا۔ سینڈی گرے نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو پولیس والوں سے نجات دلانی چاہی لیکن عبداللہ اس کی خیال خوانی کا توڑ کرنے لگا۔

سینڈی گرے نے مجبور ہو کر دست راست سے کہا ”تم سب حوالات میں جاؤ۔ میں بعد میں تمہیں رہائی دلاؤں گا۔“

وہ عدنان کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ

سینڈی گرے نے مجبور ہو کر دست راست سے کہا ”تم سب حوالات میں جاؤ۔ میں بعد میں تمہیں رہائی دلاؤں گا۔“

میں آگیا۔ عدنان، بنجامن اور اس کی وائف کے درمیان بیٹھا ہوا کار میں سفر کر رہا تھا۔ سینڈی نے اس کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی۔ معلوم کرنا چاہا کہ وہ ڈسکس کس نوعیت کی تھیں اور وہ انہیں کہاں سے لایا تھا؟

پتا چلا ”وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔ اس کا دماغ جو کہتا ہے، وہ اسی کے مطابق عمل کرتا جاتا ہے اور یہ بات ذہن تسلیم کرتا تھا کہ وہ ایک نامکوجھ بچہ ہے۔ اپنی شخصی سی ذہانت سے کچھ نہیں کرتا ہے۔ اسے جب کوئی آگاہی حاصل ہوتی ہے تب ہی بڑے کام کر گزرتا ہے۔ سینڈی کو یقین تھا کہ وہ ایسے بچے کو ایک بار پکڑ لے گا تو پھر اسے اپنے قابو میں کر لے گا اور اس کی غیر معمولی صلاحیتوں سے فائدے اٹھا سکے گا۔“

پورس اپنی کار میں بنجامن کی کار کا تعاقب کر رہا تھا۔ یہ بات اس کے دل کو لگ رہی تھی کہ عدنان جانے انجانے میں اپنی وادی کو تلاش کر رہا ہے اور وہ ضرور اپنی وادی تک پہنچے گا۔ ابھی جو کچھ پچھتا نہیں ہے۔ اس لیے انہیں ایک انتہائی بھٹکنے والی خاتون کہہ رہا تھا۔

اس نے سوچا ”میرا دل کہہ رہا ہے کہ میرا بیٹا ہی ہم سب کو ممانک پچھتا جائے گا۔ مجھے اس کا تعاقب کرتے رہنا چاہیے۔“

وہ اپنی کاروں میں ایک مصروف شاہراہ سے گزر رہے تھے شاہراہ کے دونوں طرف فلک بوس عمارتیں تھیں۔ بڑی بڑی دکانیں، ہوٹل، کلب اور شراب خانے تھے۔ ایک جگہ عدنان نے کہا ”پلیز گاڑی روک دیں۔“

بنجامن نے کار کو ایک سائیڈ میں کھینچ کر بے فٹ ہاتھ سے لگا روک پھر پوچھا ”کیا پھر پیلے کی طرح آؤں کریم کی فرمائش کرو گے؟ میں آؤں کریم لینے جاؤں گا تو تم کس چلے جاؤ گے؟“

وہ بولا ”میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ آپ کار کو ادھر مسٹمنٹ میں لے چلیں۔“

”بیٹے! وہ ایک بہت بڑے کیسینو کا مسٹمنٹ ہے۔ وہاں کیوں جانا چاہتے ہو؟ ہمیں سیدھے گھر جانا چاہیے۔“

”نہیں۔ میں پہلے وہاں جاؤں گا۔“

بنجامن کی وائف نے کہا ”جب یہ ضد کر رہا ہے تو اسے وہیں لے چلیں۔ جب یہ اپنی مرضی سے کہیں جاتا ہے تو ہمیں فائدہ ہی پہنچتا ہے۔ چلو ادھر گاڑی لے چلو۔“

بنجامن اس بات سے قائل ہو گیا۔ کار اشارت کر کے ادھر جانے لگا۔ بڑی بڑی عمارتوں کے درمیان خاتون کو مسٹمنٹ کہا جاتا ہے۔ وہاں درجنوں کاریں پارک کرنے کی گنجائش رکھی جاتی ہے۔ اس وقت وہاں چند گاڑیاں ادھر ادھر کھڑی ہوئی

دیوتا 44

تھیں۔ وہ کار کو ایک جگہ روک کر بولا ”بتاؤ، یہاں کیوں آئے ہو؟“

پورس ان کا تعاقب کرتا ہوا اس مسٹمنٹ کے ایک حصے میں آکر رک گیا۔ عدنان نے بنجامن سے کہا ”دروازہ کھولیں۔ باہر چلیں۔“

سینڈی گرے پریشان ہو کر سوچنے لگا ”یہ یہاں کیوں آیا ہے؟ یہ تو میرا کیسینو ہے۔ کیا یہ جانتا ہے کہ میں یہاں دسویں فلور والے آؤں میں بیٹھا ہوا ہوں۔“

وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر آؤں سے باہر آیا۔ اس کی کار بھی مسٹمنٹ میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے حواریوں سے کہا ”مسٹمنٹ میں ایک بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ آیا ہے۔ اس بچے کو ان سے چھین کر کیسینو کے پیچھے گودام میں لے جاؤ۔ اس بچے کو پکڑ نہ سکتا۔ وہ بہت خطرناک ہے۔ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر منہ پر شپ چپکا کر لاؤ۔ اسے کسی طرح کا نقصان نہ پہنچانا۔ وہ میرے بارے میں پوچھنے کو کوئی جواب نہ دینا۔ کم بخت ایسے آ رہا ہے جیسے میرا پتا جانتا ہو۔“

وہ اپنی پرائیویٹ لفٹ کے ذریعے نیچے جانے لگا۔ بنجامن نے عدنان کے ساتھ کار سے نکلے ہوئے پوچھا ”یہاں تو کچھ نہیں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا یہاں کیوں آئے ہو؟“

وہ بولا ”اس لفٹ میں اوپر چلیں۔ دسویں فلور پر۔“

”پلیز فائبر آپرر چلو۔ یہ اچھی جگہ نہیں ہے۔“

”میرا نام فائبر نہیں ہے۔ عدنان ہے۔“

”تم یہاں اپنے نام پر بحث نہ کرو۔ واپس چلو۔“

وہ دوڑتا ہوا لفٹ کی طرف جانے لگا۔ وہ یہاں بیوی بھی اس کے پیچھے لفٹ میں آگئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ پورس کی کار لفٹ کے قریب تھی۔ وہ نمبر پڑنے لگا۔ پتا چلا کہ بیٹا دسویں فلور پر گیا ہے۔ وہ بھی اوپر جانا چاہتا تھا پھر رک گیا۔ دو بھاری بھرکم جیسوں والے بد معاش ایک دروازہ کھول کر آئے تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوالتور تھا۔

وہ دونوں ادھر ادھر مٹلاشی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا ”نہ وہ بچہ ہے اور نہ ہی اس کے ماں باپ ہیں۔“

دوسرے نے کہا ”جب پاس نے کہا ہے تو وہ یہاں ضرور ہوں گے یا پھر ادھر آئے والے ہوں گے۔“

پورس ان سے انجان بن کر لفٹ کی طرف جانے لگا۔ وہ دونوں اسے آواز دیتے ہوئے قریب آئے ”سنو! تم نے یہاں کسی بچے کو اپنے ماں باپ کے ساتھ دیکھا ہے۔“

وہ لفٹ کے اندر جاتے ہوئے بولا ”ہاں۔ وہ تینوں اوپر گئے ہیں۔ میں بھی ادھر جا رہا ہوں۔“

کتابیات پبلی کیشنز

پورس نے پوچھا ”ہاتھ میں ریوالور لے کر بچے کو کیوں ڈھونڈ رہے ہو؟“  
ریوالور والے نے غرا کر کہا ”تم سے مطلب؟ اپنے کام سے کام رکھو۔“

”اچھا تو لو۔ میں اپنا کام کرتا ہوں۔“  
اس نے ایک الٹا ہاتھ منہ پر رسید کیا۔ مار کھانے والے کو یوں لگا جیسے منہ پر ہتھوڑا بڑا ہو۔ آنکھوں کے سامنے تارے پانچنے لگے۔ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ اس کا ریوالور پورس کے ہاتھ میں کیسے آگیا؟ دوسرا شخص اپنے ساتھی کے پیچھے تھا۔ وہ حملہ کرنے کے لیے تیزی سے آگے نہ آسکا۔ لفٹ میں جگہ تنگ تھی۔ ایکشن کی گنجائش نہیں تھی۔

پورس نے ریوالور کے دستے سے دوسرے کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ چکر اگر گر پڑا۔ ایسے ہی وقت سیٹھی ان میں سے ایک کے اندر آکر عدنان کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔ ان دونوں کو مار کھاتے دیکھ کر لو کھلایا۔ اس نے پوچھا ”یہ کون ہے؟ اس سے مار کیوں کھا رہے ہو؟ کیا تمہارے پاس اسلحہ نہیں ہے؟“

اس کا جواب دینے سے پہلے وہ بھی لفٹ کے اندر گر کر بے ہوش ہو گیا۔ سیٹھی نے پریشان ہو کر سوچا ”کیا وہ بچہ کرامت دکھا رہا ہے؟ کسی کے ذریعے اس کے آدمیوں کو زیر کر رہا ہے۔“

وہ پھر عدنان کے اندر آکر دیکھنے لگا۔ وہ بنیامین اور اس کی بیوی کے ساتھ اس کے آفس میں گھس آیا تھا۔ میز پر رکھی ہوئی چایاں اٹھا کر بنیامین سے کہہ رہا تھا کہ وہ سیف کو کھولے۔ سیٹھی جلدی سے اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ وہ بدحواسی میں سیف کی چایاں میز پر چھوڑ آیا تھا۔

وہ سیف کھل چکا تھا۔ اندر بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔ بنیامین اور اس کی وائف کی آنکھیں حیرت اور مسرت سے چمیل گئیں۔ وہ ایک بیگ میں وہ گڈیاں اٹھا کر ڈالنے لگے۔ سیٹھی میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ وہ عدنان کی غیر معمولی صلاحیتوں کا سامنا کرنے اور اپنے آفس میں آگے وہ کیسینو کے سیکورٹی افسر سے بولا ”میرے دسویں فلور والے آفس میں فوراً آجاؤ۔ ایک بچہ مجھے لوٹ کر جا رہا ہے اور میں اسے روک نہیں سکتا۔“

وہ حکم دے کر عدنان کے اندر آیا تو اس کے دماغ میں مختلف خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ اس کا ذہن کسی ایک سوچ پر مرکوز نہیں تھا۔ سیکورٹی افسر دسویں فلور کی طرف جا رہا تھا۔ وہ چیخ کر بولا ”بچے میسمنٹ میں جاؤ۔ وہ ادھر گیا ہے۔ اسے دیکھتے ہی گولی مار دو۔ میں اسے زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔“  
جھنجھلاہٹ اس لیے بھی تھی کہ اب عدنان کے دماغ

سے معلومات حاصل نہیں ہو رہی تھیں۔ یہ خوف پیدا ہوا کہ وہ اسی کی طرف نہ آ رہا ہو؟ جب وہ اس کے کیسینو اس کے آفس اور اس کے سیف تک پہنچ سکتا تھا تو اس کی شہ رگ تک بھی پہنچ سکتا تھا۔

وہ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ فوراً اپنی کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے کیسینو سے دور جانے لگا۔ وہ حیران تھا۔ پریشان تھا۔ جس بچے کو ٹریپ کرنا چاہتا تھا وہ اس کے دفتر میں گھس کر اس کی تجوری خالی کر کے چلا گیا تھا۔

عدنان ان ماں باپ اور بھرے ہوئے بیگ کے ساتھ لفٹ میں آیا۔ وہاں پورس تھا اور لفٹ کے باہر دو شخص بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ بنیامین نے لفٹ میں آکر پورس سے کہا ”تم ہمارا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟“

پورس نے منہ دہرایا۔ لفٹ نیچے جانے لگی۔ عدنان نے بنیامین سے کہا ”آپ بابا سے جھگڑا نہ کریں۔ یہ آپ کے بیگ میں سے کچھ نہیں لیں گے۔“

وہ ۲۰ خانے میں آگے۔ وہاں سیکورٹی افسر تین مسلح گارڈز کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنی گنوں کا رخ ان کی طرف کیا۔ پورس نے فوراً ہی لفٹ کا دروازہ بند کیا۔ باہر چلنے والی گولیاں دروازے پر آکر لگ رہی تھیں۔ پورس نے منہ کو دایا۔ لفٹ اوپر جانے لگی۔ فائر کرنے والے زینے کے ذریعے اوپر کی طرف دوڑے۔ پورس دوسرے فلور پر پہنچ کر لفٹ کو پھر نیچے سے آیا۔ وہ اوپر جانے والے پھر نیچے کی طرف آنے لگے۔ بنیامین بھاری بیگ اٹھائے اپنی کار میں آیا۔ اس کی وائف بھی آگئی۔ اس نے پوچھا ”قابیر کہاں ہے؟“

اس وقت گولیاں چلنے لگیں۔ وہ کار کو تیزی سے موڑ کر ڈرائیو کرتا ہوا باہر جانے لگا۔ اس کی وائف نے کہا ”قابیر کو چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو؟“

وہ بولا ”کیا ہم مرنے کے لیے وہاں رک جائیں۔ وہ عجیب و غریب بچہ ہے۔ ہمارے پاس زندہ واپس آئے گا۔“  
پورس عدنان کو کھینچتا ہوا ایک ستون کے پیچھے لے آیا۔ مسلح گارڈز کی فائرنگ کے جواب میں فائر کرنے لگا۔ عدنان جھٹکا ہوا گاڑیوں کے پیچھے چلا گیا۔ دو مسلح گارڈز مارے گئے۔ ان کا افسر چھب چھب کر گولیاں چلانے لگا۔ پورس کے ریوالور میں ایک گولی رہ گئی تھی۔ وہ اس گولی کو احتیاط سے استعمال کرنا چاہتا تھا۔

اس نے سر جھما کر دیکھا تو عدنان نظر نہیں آیا۔ وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے قریب سے گزر کر ستون میں بیوست ہو گئی۔

اسے سیکورٹی افسر دکھائی دیا۔ پورس نے گولی چلائی۔ وہ اچھل کر ایک طرف گرا پھر فرش پر لڑھکتا چلا گیا۔ آخری گولی ضائع ہو گئی۔ وہ بچ گیا تھا۔ فرش سے اٹھ کر فائر کرنا چاہتا تھا۔ پورس ستون کے پاس سے چھلانگ لگا کر ایک گاڑی کی آڑ میں ہو گیا۔

وہ افسر تڑا فائرنگ کر رہا تھا۔ عدنان کی آواز سنائی دی۔ وہ پکار رہا تھا ”بابا۔ بابا۔“

اس نے کار کے نیچے سے جھانک کر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر عدنان ایک مردہ گارڈ کے پاس پڑا ہوا تھا۔ اس نے مردہ گارڈ کی گن اٹھا کر باپ کو نیچے سے جھانکتے ہوئے دیکھا پھر اس گن کو اس کی جانب پھینکا۔ وہ گن فرش پر پھسلتی ہوئی کار کے نیچے سے گزر کر پورس کے پاس آگئی۔ وہ اسے اٹھا کر مسلسل فائر کرتا ہوا ایک اور ستون کے پیچھے آیا۔

سیکورٹی افسر گاڑیوں کے پیچھے چھپتا ہوا اپنی پوزیشن بدل رہا تھا۔ ان گاڑیوں کے نیچے سے اس کے چلنے ہوئے پاؤں دکھائی دے رہے تھے۔ پورس نے فرش پر لیٹے ہی لینے گولیاں چلائیں۔ اس کی جینیں سنائی دیں۔ بیروں میں گولیاں لگتے ہی وہ گر پڑا تھا۔ کرتے ہی پوری طرح نشانے پر آگیا۔ پورس نے متواتر گولیاں چلائیں۔ وہ گولیاں کھا کر تڑپنے لگا پھر بالکل ساکت ہو گیا۔ وہ آخری دشمن مار گیا تھا۔

پورس نے اٹھ کر آواز دی ”عدنان! میرے پاس آجاؤ۔ خطرہ ختم کیا ہے۔“

وہ اسے آوازیں دیتا ہوا اس مردہ گارڈ کے پاس آیا۔ جس کی گن اٹھا کر عدنان نے اس کے پاس جھپٹکی تھی لیکن وہ وہاں نہیں تھا۔ پورس اسے آوازیں دیتا ہوا ادھر سے ادھر جانے لگا ”عدنان۔! عدنان۔! آجاؤ۔ اسنے باپ سے آنکھ پھولی نہ کھلی۔ بیٹے! یہاں اور دشمن بھی آسکتے ہیں۔ میرے پاس آؤ۔ فوراً آؤ۔“

وہ میسمنٹ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا کر اسے پکارتا رہا۔ اس کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا پھر کہیں گم ہو گیا تھا۔



سنگیتا کی کوٹھی کے باہر اچھی خاصی فائرنگ ہوئی تھی۔ آدمی رات کے بعد ہونے والی فائرنگ نے پورے علاقے کو جگا دیا تھا۔ پولیس اور اٹیلی جنس والوں۔ تو وہاں آکر سنگیتا کے باپ سے پوچھا ”یہاں فائرنگ کون کر رہا تھا؟ کیوں کر رہا تھا؟“

وہ بولا ”ہم نہیں جانتے، وہ کون لوگ تھے۔ ہم انہیں آدمی والے سمجھتے رہے۔ وہ کلپنا اور ویٹو مارکس کو یہاں سے گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔“

سنگیتا نے کہا ”انہوں نے یہاں سے جاتے وقت ہمیں بتایا کہ ان کا تعلق نہ تو آدمی سے ہے اور نہ ہی کسی بھارتی پولیس اور اٹیلی جنس کے شعبے سے ہے۔ وہ کسی خفیہ ایجنٹ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں ایک ٹیلی فنی جتنی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ اس لیے وہ ویٹو مارکس کو کلپنا کے ساتھ قیدی بنا کر لے گئے ہیں۔“

”تم نے ایک ایسے ٹیلی فنی جتنی جاننے والے کو اپنے گھر میں کیوں چھپایا تھا؟ جو مغرور تھا اور جس نے آدمی کے افسران کو قتل کیا تھا۔ تم سب اسے پناہ دے کر اس کے جرم میں برابر کے شریک ہو گئے ہو۔“

”ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ ٹیلی فنی کے ذریعے حیرتزدہ کہتا ہے۔ اس نے ہمیں اپنا معمول بتایا تھا۔ وہ آپ کے گھر میں گھستا تو آپ کو بھی معمول بتا دیتا پھر آپ اس کا کیا بگاڑ لیتے؟“

یہ بات بھارتی اور امریکی اکابرین تک پہنچی کہ ویٹو مارکس کو کسی خفیہ تنظیم کے لوگ پکڑ کر لے گئے ہیں اور وہ اس کی ٹیلی فنی سے فائدہ اٹھانے والے ہیں۔ بھارتی اکابرین اور آدمی کے اعلیٰ افسران نے اپنے ملک کی سیکرٹ سروس کے ایک خفیہ ادارے سے رابطہ کیا۔ اس خفیہ ادارے کے ڈائریکٹر جنرل کا نام رگھوناتھ سائے تھا۔ اس سے پوچھا گیا ”سسر سائے! آپ نے ہمیں خفیہ ہدایات دی تھیں کہ ہم ویٹو مارکس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ آپ اسے ٹریپ کرنے والے ہیں پھر یہ تیسری پارٹی کہاں سے آگئی۔ اسے ٹریپ کر کے کہاں لے گئی ہوگی؟“

رگھوناتھ سائے نے کہا ”میں خود پریشان ہوں۔ ہمارے دل میں پتا نہیں کتنی خفیہ ایجنسیاں ہیں۔ ان میں سے کسی ایجنسی نے ویٹو مارکس کو اپنا قیدی بنایا ہے۔“

”لیکن اس طرح ہمارے مسائل بڑھ جائیں گے۔ امریکی اکابرین یقین نہیں کریں گے کہ ان کا وہ ٹیلی فنی جتنی جاننے والا امریکا ہے یا کہیں بھاگ گیا ہے۔ وہ یہی الزام دیں گے کہ ہم نے خفیہ طور سے اسے قیدی بنا کر رکھا ہے یا اسے مار ڈالا ہے۔“

”انہیں الزام عائد کرنے دیں۔ ہم نے ایسا نہیں کیا ہے۔ اس نے ہماری آدمی کے اہم افسران کو ہلاک کیا تھا۔ ہم صرف احتجاج کر کے رہ گئے۔ امریکا کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اور نہ ہی انہوں نے ویٹو مارکس کو قاتل تسلیم کیا۔ وہ مضور تھا۔ صرف ہم سے نہیں، اپنے اکابرین سے بھی چھپ رہا تھا۔ روپوشی کے دوران میں اگر وہ کسی دشمن کے ہتھے چڑھ جائے گا تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔“  
”ٹھیک ہے کہ ہم امریکی حکام کے سامنے جواب دہ نہیں



ہیں لیکن اس کی گمشدگی ہمارے لیے مسائل پیدا کرے گی۔ وہ کسی خفیہ تنظیم کا آلہ کار بن کر ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اسے کسی طرح تلاش کیا جائے۔ اسے لے جانے والے ابھی اسی شہر میں ہوں گے۔ ہم پورے شہر کی ناکہ بندی کر چکے ہیں۔ انٹرویوٹ اور ہائی وے چیک پوسٹ سے گزرنے والوں کو سختی سے چیک کیا جا رہا ہے۔ آپ اسے کسی طرح بھی ڈھونڈ نکالیں۔“

رگھو ناتھ سائے نے اسے ڈھونڈ نکالنے کا وعدہ کیا پھر اپنے موبائل فون کو بند کر دیا۔ اس وقت وہ سیکرٹ سروس کے ایک خفیہ اڈے میں تھا۔ پولیس اور آرمی والے اس اڈے سے واقف تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ وہاں ایک بے خانہ بھی ہے۔ وہ اپنی خفیہ کارروائیاں اسی بے خانے میں کرتے تھے۔

کلپنا اور ویڈیو مارکس کو اسی بے خانے میں لایا گیا تھا۔ کلپنا ایک کمرے میں تھامی۔ دوسرے کمرے میں مارکس ایک بینڈ پر چاروں شانے جیت لیتا اپنے سامنے کھڑے ہوئے عامل کو دیکھ رہا تھا۔ عامل کی بڑی بڑی متناطیسی آنکھیں اس کی آنکھوں، اس کے دل اور اس کے دماغ کو اپنی طرف متوجہ رہی تھیں۔ وہ بھاری بھر کم آواز میں بول رہا تھا ”تم میری آواز سے متاثر ہو رہے ہو۔ میری آنکھوں میں ڈوب رہے ہو۔ تمہاری آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی ہیں۔ آنکھیں بند کرنے کے بعد تم میری آواز سننے رہو گے۔ میری ایک ایک بات تمہارے ذہن میں نقش ہوتی رہے گی۔ ایسے وقت تم رگھو ناتھ سائے کی آواز سنو گے۔ اس کے معمول اور عکوم بن کر اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔ میں تمہارا عامل ہوں اور رگھو ناتھ سائے تمہارا حاکم ہے۔ تم میرے معمول اور اس کے غلام رہا کرو گے۔“

”اب علی بی بی اور فرمان اس وقت ویڈیو مارکس کے اندر موجود تھے۔ ہم نے سوچ لیا تھا کہ کسی طرح کی مداخلت نہیں کریں گے۔ خاموشی سے تماشا دیکھتے رہیں گے۔“

تماشا یہ تھا کہ رگھو ناتھ سائے دیش بھگت تھا۔ اپنے بھارت دیش کی بہتری کے لیے ویڈیو مارکس کو بھارتی حکمرانوں، آرمی کے افسروں اور انٹیلی جنس والوں سے چھپا رہا تھا۔ اگر وہ مارکس کو بھارت سرکار کے حوالے کرنا تو وہ سرکار امریکا کے دباؤ میں آکر مارکس کو امریکی حکام کے حوالے کر دیتی۔

انڈین آرمی افسران سے بھی مارکس کو چھپا کر رکھا جا رہا تھا۔ کیونکہ راجپوت خاندان ہر حال میں مارکس کی موت کا مطالبہ کر رہی تھی۔ رگھو ناتھ سائے نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ایسا کچھ نہیں ہونے دے گا۔ وہ ویڈیو مارکس کی ٹیلی ویژن سے اپنے بھارت دیش کو فائدہ پہنچاتا رہے گا۔

عامل نے اسے اپنا معمول بنانے کے بعد کہا ”اب تم رگھو ناتھ سائے کی آواز سنو اور اس کے احکامات کو اپنے ذہن میں نقش کرو۔ آئندہ یہ تمہارا حاکم اور تم اس کے عکوم رہو گے۔ کیا تم رگھو ناتھ سائے کے عکوم رہا کرو گے۔“

مارکس نے خوابیدہ آواز میں کہا ”میں رگھو ناتھ سائے کا عکوم بن کر رہا کروں گا۔“

پھر ایک آواز سنائی دی ”ویڈیو مارکس! میں رگھو ناتھ سائے ہوں۔ میری آواز اور میرے لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کرو۔ میں کبھی تمہارے رو برو آیا کروں گا۔ کبھی فون پر احکامات دوں گا۔ تم میری آواز اور لہجہ پہچان کر میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو گے۔“

”میں تمہاری آواز اور تمہارا لہجہ پہچان کر تمہارے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا۔“

”تم اپنا نام اور اپنی وطن پرستی بھول جاؤ گے۔ بھارت دیش کے لیے اہم کام کرتے رہو گے۔ تمہارا نام دیش کھ ہے۔ کلپنا تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ ہم اسے اور اس بچے کو تمہاری کمزوری بنا کر رکھیں گے۔ کبھی کسی وجہ سے تنویٰ عمل کمزور پڑے گا تو تم کلپنا اور اپنے بچے کی خاطر ہمارے سامنے جھکتے رہو گے۔“

وہ اسے ہر طرح سے مجبور اور باند بنا رہے تھے۔ اس طرح شے میں جکڑ رہے تھے کہ وہ صرف ان کے ہی لیے کام کرتا رہے اور کبھی کسی کی گرفت میں نہ آئے۔ آخر میں عامل نے حکم دیا ”تم کسی بھی دوست یا دشمن ٹیلی فنی جتنی جاننے والے کو اپنے دماغ میں نہیں آئے دو گے۔ کسی کی بھی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک کر اسے بھگا دیا کرو گے۔“

اسے ہر طرح سے پابند بنانے کے بعد عامل نے حکم دیا ”اب تم چار گھنٹے تک گہری نیند سوتے رہو گے۔ بیدار ہونے کے بعد بھول جاؤ گے کہ تم پر تنویٰ عمل کیا گیا تھا۔ اب سو جاؤ۔“

اس کا تنویٰ عمل ختم ہو گیا۔ میں نے فرمان کو سمجھا یا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے عامل کے لب و لہجے میں خیال خوانی کے ذریعے مارکس سے کہا ”تنویٰ نیند سے واپس آؤ۔ ایک اور بات ذہن میں نقش کرو۔ میں ایک لب و لہجہ نہیں سن رہا ہوں توجہ سے سنو۔“

فرمان اسے اپنی آواز سناتے ہوئے بولا ”اس لب و لہجے میں جو بھی تمہارے اندر آئے گا اس کی سوچ کی لہروں کو تم محسوس نہیں کرو گے۔ وہ تمہارے اندر موجود رہے گا، ہمیں اس کی موجودگی کی خبر نہیں ہوگی۔“

فرمان نے اپنا لب و لہجہ اس کے اندر نقش کر کے اسے

”میں یاد کر رہا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہو چکا ہے۔ مجھے یاد آیا کہ تم نے اس بنگلے میں آکر مجھے قیدی بنایا تھا۔ کیا تم بتانا چاہو گے کہ تم کون ہو؟ اور مجھے کیوں قیدی بنا رہے ہو؟“

”خود کو قیدی نہ سمجھو۔ ہم تمہیں دوست بنا رہے ہیں۔ یہ میرا حکم ہے کہ ہمارے دوست بن کر رہو گے۔“

تنویٰ عمل کے ذریعے یہ بات اس کے ذہن میں نقش کر دی گئی تھی کہ وہ رگھو ناتھ سائے کے تمام احکامات کی تعمیل کرتا رہے گا۔ اس نے بڑی فرمانبرداری سے کہا ”میں تمہارا دوست بن کر رہوں گا۔“

”تم صرف ہمارے دیش کے مفادات کے لیے کام کرتے رہو گے۔ امریکا کی فرمان برداری بھول جاؤ۔“

”میں امریکا کے لیے نہیں تمہارے دیش کی بہتری کے لیے کام کرتا رہوں گا۔“

”اس بند روم کے وارڈ روم میں تمہارے ٹاپ کے بہترین لیوسات ہیں۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس پہنو پھر کلپنا کے ساتھ ڈائننگ روم میں آ جاؤ۔ ہم ساتھ ہی ناشتا کریں گے۔“

”تم نے میری کلپنا کو نقصان نہیں پہنچایا۔ تمہارا شکریہ۔“

”یہ تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ ہم ماں بننے والی عورتوں کا مان کرتے ہیں۔ جب تک تم ہمارے دوست رہو گے، ہم تمہاری کلپنا کو اور تمہارے بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ہمیں بھی دشمنوں سے محفوظ رکھیں گے۔“

دوسری طرف سے فون بند ہو گیا۔ مارکس نے ریسیور رکھ کر کلپنا کو محبت سے دیکھا پھر اس پر جھک گیا۔ اس کے چہرے پر اپنے ہونٹوں سے ادھر ادھر دستک دینے لگا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے مسکرا کر اپنے محبوب کو دیکھا پھر دونوں بائیں اس کی گردن میں ڈال کر اسے سر سے پاؤں تک اوڑھ لیا۔

میں ان کے دماغوں سے چلا آیا۔ تقریباً چالیس منٹ کے بعد پھر ان کے پاس پہنچا تو وہ دونوں تیار ہو کر ڈائننگ روم میں آ چکے تھے۔ رگھو ناتھ سائے سے دوسری بار ملنے کے بعد بے تکلفی سے گفتگو ہو رہی تھی۔ مارکس کے ذہن میں اب یہ بات نہیں تھی کہ اسے جبرا قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ وہ رگھو ناتھ سائے اور آس پاس بیٹھے ہوئے دوسرے افسران کو شعوری طور پر اپنا دوست تسلیم کر رہا تھا۔

وہ مارکس کو سمجھا رہے تھے کہ اسے کچھ عرصے تک کلپنا کے ساتھ اسی بنگلے میں چھپ کر رہنا چاہیے۔ انڈین پولیس اور جاسوس اسے پورے دہلی شہر میں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔

پھر سے تنویٰ نیند سلا دیا۔

رگھو ناتھ سائے کے علاوہ سیکرٹ سروس کے چار اعلیٰ افسران بھی یوگا کے باہر تھے اور مارکس کو معمول بناتے رکھنے سلسلے میں رگھو ناتھ کے ہماز تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ جب تک کلپنا اور مارکس کو تلاش کیا جا رہا ہے تب تک ان دونوں کو اسی سیکرٹ سروس والے بنگلے میں رکھا جائے گا۔ وہاں کسی کو ان کی موجودگی کا شبہ نہیں ہوگا۔ اگر کوئی اچانک ڈھونڈنے آجائے گا تو ان دونوں کو فوراً بے خانے میں چھپا دیا جائے گا۔

کلپنا کو تاکید کرتے ہوئے کہا گیا ”اگر تم ویڈیو مارکس کو زندہ دیکھنا چاہتی ہو اور بیشہ اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو ہمارے احکامات کی تعمیل کرتی رہو۔ کچھ عرصے کے لیے باہر کی دنیا سے رابطہ ختم کر دو۔ اس بنگلے سے باہر قدم نہ نکالو۔ تمہارا باپ اور تمہاری راجپوت برادری والے تمہیں گولی مار دیں گے۔ تمہاری سلامتی صرف ہمارے سامنے میں ہے۔“

ویڈیو مارکس نیند سے بیدار ہوا تو تنویٰ عمل کو بھول چکا تھا۔ اس کے پاس بینڈ پر کلپنا لیٹی ہوئی تھی۔ اس پر مختصر سا تنویٰ عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کیا گیا تھا۔ تاکہ کوئی دشمن اس کے اندر آکر مارکس کو نقصان نہ پہنچائے۔

مارکس اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس بند روم کو دیکھ کر سوچنے لگا ”کہاں ہے اور پہلے کہاں تھا؟“

اسے یاد آیا کہ وہ سنگت کی کوٹھی میں تھا۔ وہاں کچھ لوگوں نے اچانک حملہ کر کے اسے بے بس کر دیا تھا۔ اسے ہتھکڑیاں پہنائی تھیں اور اسے اعصابی کمزوری کا انجکشن لگایا تھا پھر آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے وہاں سے لے گئے تھے۔

وہ سوچنے لگا ”اب میری حیثیت کیا ہوگی؟ ظاہر ہے، قیدی بنا ہوا ہوں، پتا نہیں کب تک قیدی بنا رہوں گا۔ مجھے یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے لیکن پہلے یہ سمجھنا ہوگا کہ یہ بنگلا کہاں ہے اور میں ان دشمنوں کے دماغوں میں کیسے پہنچ سکوں گا؟ اس ٹینگ کا لیڈر میرے رو برو بول رہا تھا اور میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ وہ اور اس کے ساتھی یوگا کے باہر تھے۔ مجھے کسی ایک کالب و لہجہ یاد کرنا چاہیے۔“

وہ یاد کرنے لگا۔ اس کے تصور میں رگھو ناتھ سائے تھا۔ اسی نے اپنے آدمیوں کو ہتھکڑیاں پہنانے کا حکم دیا تھا۔ وہ اس کالب و لہجہ یاد کرتے کرتے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے سانس روک لی پھر فوراً ہی فون کے ذریعے رابطہ کر کے بولا ”ہیلو مارکس! ابھی تم میرے اندر آنا چاہتے تھے؟“



# Azam & Ali

***alceeraza@hotmail.com***

شائع ہیں ہونی۔

کتاب کی قیمت مع ذاک خرچ بذریعہ منشی منی آرڈر ڈرافٹ یا کراسڈ چیک ارسال کریں

## کتابیات پبلی کیشنز

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

**Email: [kitabiat1970@yahoo.com](mailto:kitabiat1970@yahoo.com)**

**75500-9**

مارکس کو اپنا معمول بنا کر اسے امریکا سے چھین کر سب سے پہلے میرے خلاف استعمال کر سگے میں نے سوچ لیا تھا کہ

اندر موجود ہوں۔ دیو راج اپنی ایک نیم لے کر مجھے گرفتار کرنے آ رہا تھا۔ رگھوناتھ سائے نے مار کس سے کہا ”میں



سے لکنا نہیں چاہیے۔

اگر وہ مسلسل میرے اندر رہتا تو میں اس غار سے باہر نہیں آسکتا تھا۔ میرے حرکت کرنے سے معلوم ہو جاتا کہ میں زخمی نہیں ہوں بلکہ انہیں دھوکا دے رہا ہوں ایسے وقت فرمانے مارکس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ مارکس اس کی سوچ کی لمبوں کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بعد زیر اثر رہ کر اس کی مرضی کے مطابق یہ دیکھتا رہا کہ میں غار میں اسی جگہ زمین پر پڑا ہوا ہوں۔ جبکہ میں اٹھ کر گولا بارود کے ذخیرہ سے دھماکا خیز مواد غار میں دور تک پھیلا رہا تھا پھر میں اپنی کار کو غار کے دہانے سے بہت دور لے گیا۔

ایک بلی کا پڑا دور سے آ رہا تھا۔ وہ غار کے دہانے کے سامنے اتر گیا۔ دیوارِ آج اپنے سلسلہ جوتوں کے ساتھ بلی کا پڑ سے باہر آ کر غار کے اندر جانے لگا۔ میں نے دہانے کے پاس آ کر ریوٹ کنٹرولر کا ہٹن دیا۔ اس سے منسلک ہم بھٹ بڑا۔ میں تیز رفتار سے اپنی کار کی طرف بھاگنے لگا۔ ایک ہم کے پھٹنے سے بارود میں آگ لگ گئی پھر تو کیے بعد دیگرے دھماکے ہوتے چلے گئے۔ جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ اس پہاڑ کے پتھروں رہے تھے۔ غار کے اندر سے شعلے باہر آ رہے تھے۔ وہ اندر جانے والے باہر نہ آ سکے۔ وہ اپنے دھرم کے مطابق مرنے کے بعد جلانے جاتے ہیں لیکن وہ زندہ وہاں جل مرے۔ اس وقت فرمان نے مارکس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اسے میرے دماغ میں رہنے دیا۔

وہ چونک گیا۔ اب میں اسے زخمی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اپنی کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ میں نے سانس روکی تو وہ باہر نکل کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ رگھو ناتھ سسائے نے پوچھا ”وہاں کیا ہو رہا ہے؟“

”ہو کیا ہے؟ میں حیران ہوں۔ فریاد اب زخمی نہیں ہے۔ وہ ایک کار میں کس جا رہا ہے۔“  
”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ابھی تم کہہ رہے تھے کہ کسی کے چور خیالات جھوٹ نہیں بولتے۔ تم دھوکا کیسے کھا گئے؟“  
”میں حیران ہوں۔ اس شخص کا دماغ بھی عجوبہ ہے۔ وہ کرتا کچھ ہے اور اس کا دماغ بتاتا کچھ ہے۔“

”دیوارِ آج سے بات کرو۔ اسے صورت حال بتاؤ۔ وہ وہاں پہنچ چکا ہوگا۔ شاید اس غار میں کوئی نہ ہو۔“  
ویڈیو مارکس نے خیالِ خدائی کی پروا نہ کی لیکن اس کی سوچ کی لمبیں بھٹک کر واپس آ گئیں۔ وہ پریشان ہو کر بولا ”دیوارِ آج کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ وہ مردہ ہو چکا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ اسے فون کریں۔“  
رگھو ناتھ سسائے نے اس کے موبائل فون پر رابطہ کیا۔ فون بھی خاموش تھا۔ بلی کا پڑ کے پالٹ سے رابطہ کیا۔

لوہر بھی خاموش تھی۔ دوسرے فون کی کھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا ”ہیلو۔ کون؟“

دوسری طرف سے انجیلی جس کے ڈائریکٹر جنرل نے کہا ”ابھی اطلاع ملی ہے کہ آپ کا ایک بلی کا پڑ پہاڑی کی طرف گیا۔ غار کے اندر بڑے خوفناک دھماکے ہوئے ہیں۔ آدھی پہاڑی کٹ کر رہ گئی ہے۔ وہ بلی کا پڑ بھی تباہ ہو گیا ہے۔“

رگھو ناتھ سسائے یہ اطلاع سن کر لرز گیا۔ اس کا بہترین قابلِ سامنے افسر دیوارِ آج مارا گیا تھا صرف آدھا ٹھٹھا پہلے وہ زندہ تھا۔ اس سے باتیں کر رہا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد موت اسے کھا گئی تھی۔ اس نے فون پر کہا ”ہمیں اطلاع ملی تھی کہ فریاد اس غار میں موجود ہے۔ دیوارِ آج اسے گرفتار کرنے گیا تھا۔ پتا نہیں یہ فریاد کیا غیثت ہے۔ انسان ہے یا کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہے۔ ہم سمجھتے ہیں اس کی موت آ رہی ہے لیکن وہ موت ہمارے لوگوں کی طرف چلی آتی ہے۔ آئی۔ آئی ہیٹ ہم۔“

وہ فون بند کر کے ویڈیو مارکس سے بولا ”یہ کیسے ہو گیا؟ تم نے کیسی خیالی خدائی کی تھی؟ وہ ہمیں زخمی کیسے نظر آیا تھا۔ تمہاری بلی جیسی اس کی بلی جیسی سے کمزور کیوں ہے دوسرے بلی جیسی جاننے والے بھی اس سے مات کیوں کھا جاتے ہیں؟“

”ہماری سمجھ میں ایک ہی بات آتی ہے۔ ہمارے مقابلے میں اس کے تجربات بہت زیادہ ہیں۔ وہ خیالِ خدائی کی عجیب عجیب تکنیک سے واقف ہے۔ وہ قزوں سے خیالِ خدائی کا تجربہ رکھتا ہے۔ ہم مات کھانے کے بعد سوچتے ہی رہ جاتے ہیں۔“

”جب تم اس کے دماغ میں گئے تو کیا اس کے چور خیالات نے یہ تمہیں بتایا کہ وہ زخمی ہونے کا بہانہ کر رہا ہے؟“  
”یہی تو اس کے تجربات ہیں۔ وہ دوسروں کو اپنے چور خیالات پر ہنسنے کا موقع نہیں دیتا ہے۔“

وہ نیز پر گھونسا مارتے ہوئے بولا ”شش۔ اس بار ہم اس کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھائیں گے۔ ہم اس کے بچے کھریا کو اس کی کمزوری بنا سکتے ہیں۔ ہمیں اس پہلو سے کوئی تدبیر کرنی ہوگی۔ تم بھی سوچو۔ میں بھی سوچ رہا ہوں۔“  
ان دونوں کے سر جھکے ہوئے تھے اس لیے ہنسنے ہوئے تھے کہ سوچ رہے تھے۔ اس لیے بھی ہنسنے ہوئے تھے کہ بری طرح شکست کھا چکے تھے۔

○●○

سونیا سمندر کے کنارے کھڑی آتی جاتی لمبوں کو دیکھ رہی تھی۔ لمبیں بار بار ساحل پر آتی تھیں پھر اس طرح واپس

چلی جاتی تھیں جیسے ساحل ان کے لیے نہیں ہے۔ ان کے مقدور میں سمندر کے گہرے پانیوں میں ہی رہتا ہے۔ وہ سوچ رہی تھی ”میں بھی ان لمبوں کی طرح بھٹک رہی ہوں۔ ساحل ساحل بھٹک رہی ہوں۔ تاکہ میرے اپنے کسی ساحل پر تو مل جائیں لیکن نہیں ملتے۔ میں پلٹ کر دشمنوں کے جہوم میں چلی آئی ہوں۔“

وہ میاں پائی اور واشٹن تنک بھٹکنے کے بعد پھر نیویارک واپس آ گئی تھی۔ یہ خیال آتا کہ اس نے خود کو بھولنے کے بعد نیویارک میں اپنے آپ کو دیکھا تھا۔ شاید یہیں اس کے اپنے ہوں گے۔ یہاں وہ ہر علاقے میں جاتی رہے گی تو کسی نہ کسی سے اس کا سامنا ہو جائے گا۔

ادھر یار اس اور پورس نے سوچا کہ وہ نیویارک کے بچے بچے میں جا کر اپنی ماما کو تلاش کر چکے ہیں۔ بابا صاحب نے اڈارے کے کتنے ہی جاسوس ناکام ہو چکے ہیں۔ وہ کسی دوسرے شہر میں گئی ہے۔ یارس نے کہا ”ہمیں اب دوسرے شہروں میں جانا چاہیے۔ یہاں اب امید نہیں ہے۔ وہ کہیں دوسری طرف چلی گئی ہیں۔“

پورس نے کہا ”عدنان پھر ہاتھ آکر نکل گیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ایک خاتون بھٹک رہی ہیں۔ وہ انہیں ان کی منزل تک پہنچانے جا رہا ہے۔ اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کس شہر اور کس علاقے میں بھٹک رہی ہیں۔ وہ ان کے پیچھے کہاں جا رہا ہے؟“

یارس نے کہا ”عدنان اپنی داوی کی طرف قدرتی کشش محسوس کر رہا ہے۔ وہ ان کے پیچھے دوسرے شہروں میں جا سکتا ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے کہ وہ عجوبہ ہماری مرضی سے ہمیں نہیں ملے گا۔ ہو سکتا ہے، ماما کو لے کر ہمارے پاس آجائے۔“

”تم کیا کہتے ہو۔ کیا عدنان بھی ماما کو تلاش کرنے یہاں سے چکا ہے؟“  
”ظاہر ہے ماما یہاں نہیں ہیں۔ وہ اسی طرف گیا ہے جہاں انہیں پانچنے کی توقع ہے۔“

پورس قابل ہو گیا۔ عدنان یہاں رہے یا وہاں جائے یا کہیں بھی جائے۔ وہ اپنی مرضی سے ہی سامنے آئے گا۔ انہیں اپنی ماما کی تلاش میں اب آگے جانا چاہیے۔ لہذا وہ دونوں بھائی نیویارک چھوڑ کر دوسرے شہروں کی طرف چلے گئے۔ وہ ادھر گئے۔ سونیا ادھر آگئی۔ اسے اپنے نہیں مل رہے تھے۔ قدم قدم پر دشمن مل رہے تھے۔ وہ یہاں سے یا پائی اور واشٹن تنک بھٹکتے ہی دیکھوں کو ٹھکانے لگا چکی تھی پھر یہاں واپس آئی تھی۔ وہ ہولوں، کلبوں، تفریح گاہوں، بازاروں اور لوگوں کے جہوم میں جاتی رہتی تھی۔ حیران تھی کہ انسانوں کے سمندر میں اسے کوئی اپنا پہچاننے والا کیوں

نہیں مل رہا ہے۔ اس وقت وہ سمندر کے کنارے کھڑی ہوئی خیالوں میں گم تھی پھر ایک دم سے چونک گئی۔ کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ایک نوجوان احتفانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ صورت سے بھی احمق لگ رہا تھا۔ سونیا نے پوچھا ”کیس؟“

اس کے کانوں میں اترنوں لگا ہوا تھا۔ وہ میوزک کی تال پر تھرک رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں چھوٹا سا کیٹ رکھا رکھتا تھا۔ وہ ٹھہرتے ہوئے کہہ رہا تھا ”یہ بڑا زبردست ڈانسنگ میوزک ہے۔ جو بھی سنتا ہے۔ ڈانس کرنے لگتا ہے۔ تم سنو گی؟“

وہ ہنس کر بولی ”نہیں۔ مجھے ناچنا نہیں آتا۔ ناچنا آتا ہے۔ پانی داوے تم نے مجھے کیوں مخاطب کیا ہے؟“

”میں بہت دیر سے دیکھ رہا تھا۔ تم یہاں کھڑی ہوئی ہو۔ مجھے یوں لگا جیسے تم میرے جیسی ہو۔ میں بھی دنیا میں تنہا ہوں۔“  
”کیا تمہارا کوئی نہیں ہے؟ تمہارا کوئی گھر بھی نہیں ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کہاں رہتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟“

”ارے! ہم ایک ساتھ اسٹے سوالات کر رہی ہوں۔ چلو تم ہی جواب دو کہ کہاں کھاتی پیتی ہو؟ کام کیا کرتی ہو؟“  
”اب تک نامعلوم دشمنوں نے مجھے کوئی کام نہیں کرنے دیا۔ مجھ سے مار کھاتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں ڈالر زچھوڑ جاتے ہیں۔“

”پھر تو تم بہت مالدار ہوگی۔ کیا مجھے سو ڈالر زچھوڑ دو گی؟ یہ تمہارے سوال کا جواب ہے۔ میں ادھار کھا کر گزارا کرتا ہوں۔“  
اس نے ایک ہزار کا نوٹ نکال کر کہا ”اس میں سو ڈالر زکوہ پائی نو سو واپس کرو۔“

”عجب بے وقوف ہو۔ میرے پاس نو سو ہوتے تو تم سے سو کیوں مانگتا۔ تم بہت بھولی ہو۔“  
”ٹھیک ہے۔ میں ابھی اسی جگہ رہوں گی۔ تم ہزار کا کھلا لے آؤ۔ جلدی آنے کی کوشش کرنا۔“

وہ ہنسنے ہوئے بولا ”مجھے ہزار ڈالر مل رہے ہیں تو کیا میں نقصان اٹھانے کے لیے واپس آؤں گا۔ تم بہت بھولی ہو۔“  
وہ ہنسنے ہوئے بولی ”تم بہت بھولے ہو۔ پورے ایک ہزار رکھ لو۔ جاؤ موج کرو۔“

وہ خوش ہو کر جانے لگا۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی۔ اب اسے بھی وہاں سے جانا چاہیے۔ کہاں جانا چاہیے؟ کوئی منزل، کوئی گھر نہیں تھا اور نہ کوئی اس کا انتظار کرنے والا تھا پھر بھی جب تک سانس چل رہی تھیں، تب تک چلتے رہتا تھا۔ کہیں نہ کہیں پہنچ کر پیروں کی گردش ختم جانے والی تھی۔



وہ ہنستے ہوئے بولا "کیا تم انہیں تباہ کرنے کی دھمکی دو گی؟ اگر تباہ کرنا چاہو گی تو خود یہاں حرام موت مرو گی۔"

"اور اگر یہاں سے باہر جاؤں گی تو تمہارے آدمی مجھے نشانہ بنائیں گے۔ دونوں صورتوں میں موت ہے لیکن میرے پاس اپنے بچاؤ کا ایک راستہ اور بھی ہے۔ میں ابھی کسی قریبی پولیس اسٹیشن سے رابطہ کرتی ہوں۔ وہ یہاں آکر کروڑوں کے مال کو سیل کریں گے میں اس بچے کے ساتھ اس کی پناہ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

وہ چپ چاپ سوچ میں پڑ گیا۔ اپنے آدمیوں سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ بچکے کے اندر جا کر سونا پر حملہ کرے۔ دونوں طرف سے فائرنگ کے نتیجے میں گولا بارود کو آگ لگ سکتی تھی پھر ایک بار کروڑوں کا نقصان اٹھانا پڑتا۔ وہ الجھ کر رہ گیا۔

سونا ان تینوں کو ہانکتی ہوئی عدنان کا ہاتھ تھام کر گراؤنڈ فلور میں آئی۔ وہاں کے ایک کمرے میں تینوں کو دھکے دے کر اندر کیا پھر باہر سے دروازے کو بند کر دیا۔ باہر وہ بڑی سی وین کھڑی ہوئی تھی۔ جس میں اسے وہاں لایا گیا تھا۔ اس نے دروازہ کھول کر دور تک دیکھا کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ عدنان سے بولی "تم یہاں ٹھہرو۔ جب میں بلاؤں تو چلے آنا۔"

وہ فرش پر لیٹ کر رینگتی ہوئی وین کی طرف جانے لگی۔ اسی وقت تزارن فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ گولیاں زور زور سے گولیاں پڑ رہی تھیں۔ اس نے وین کا دروازہ کھولتے ہوئے جوانی فائرنگ کی۔ ایک اس کی نظروں میں آ گیا تھا۔ وہ گولی کھا کر گر پڑا۔ دوسرے بھاگے ہوئے دوسری طرف پوزیشن لینے لگے۔ وہ عدنان سے بولی "فورا آؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا آکر کھلے ہوئے دروازے سے اندر چلا گیا۔ سونانے اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی اشارت کی پھر فائرنگ ہونے لگی تھی۔ وہ تیزی سے ذرا بڑھتی ہوئی "ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ کو سنبھالتی ہوئی، دوسرے ہاتھ سے فائر کرتی ہوئی بچکے کے احاطے سے باہر آئی پھر مین روڈ پر رفتار بڑھاتی چلی گئی۔ سونانے پوچھا "بیٹے! تمہیں زور تو نہیں لگ رہا ہے؟"

عدنان نے پوچھا "ڈر کیسے لگتا ہے؟"

وہ ہنسنے لگی پھر بولی "کسی بہادر باپ کے بیٹے ہو۔ تمہارے والدین کہاں ہیں؟ تم اس بچکے میں کیا کر رہے تھے؟"

وہ بولا "میں ایک وقت میں کسی ایک سے بات کر سکتا ہوں۔ تمہارے ساتھ ساتھ وہ بھی میرے اندر بول رہا ہے۔"

سینڈی مگرے نے خیال خوانی کے ذریعے محسوس کیا کہ ریو اور والاد عدنان سے نظرس ملائے ہی سحرز وہ ہونے لگا ہے۔ ریو اور پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا وہ آلہ کار کروڑ پڑ جائے اس نے اس کے دماغ کو پوری طرح اپنی گرفت میں لیا۔ تاکہ وہ ان ننھی آنکھوں کے سحر سے نکل جائے لیکن اسے دیر ہو چکی تھی۔

سونا کب چوکنے والی تھی۔ وہ موقع سے فائدہ اٹھانا جانتی تھی۔ ریو اور والے کو عدنان کی طرف متوجہ ہوتے دیکھا تو اس کے ہاتھ پر ایک ٹھوکہ ماری۔ ریو اور ہاتھ سے نکل کر فضا میں اڑتا ہوا عدنان کے پاس آکر گرا۔ سونانے پھر کسی کو ریو اور کی طرف جانے کی مہلت نہیں دی۔ ایک ایک کولا توں اور گھونسوں پر رکھ کر انہیں سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

وہ تینوں ایک گھٹنا پہلے سندھ کے کنارے سونا سے اچھی طرح مار کھا چکے تھے۔ ذرا سی دیر میں فرش پر بیٹھ گئے۔ اپنے کانوں کو پکڑ کر معافی مانگنے لگے۔ عدنان نے ریو اور اٹھا کر سونا کے ہاتھ کو چھو کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ عدنان نے وہ ریو اور اس کی طرف بڑھا دیا۔ سونانے ریو اور لے کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے۔ کہا "بیٹے! تم نہ آتے تو ان سے ٹھنڈا مشکل ہو جاتا۔ کیا تمہارے ساتھ یہاں کوئی اور بھی ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ سونانے ان تینوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا "وہ ٹیلی ویژن جیسے والہ تمہیں سے کسی کے اندر ہے۔ اسے اب تک سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مجھے بھی ٹرپ نہیں کر سکے گا۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اس کے من میں اس بچکے کے اطراف موجود ہوں گے۔"

سینڈی نے ایک آلہ کار کے ذریعے کہا "تم ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ میں صرف تمہیں اس بچکے میں گھیرنا چاہتا تھا۔ یہ میرا گنڈ لگ ہے کہ یہ نہ تھا قند بھی میرے بچکے میں آ رہا ہے۔"

سونانے پوچھا "کیا تم اس بچے کو جانتے ہو؟"

"اسے تو کوئی جان نہیں سکتا۔ یہ کوئی غلامی مخلوق ہے۔ کبھی نظروں میں آتا ہے اور پھر کسی گم ہو جاتا ہے۔ یہ اب تک مجھے کروڑوں ڈالرز کا نقصان پہنچا چکا ہے۔ اب یہ بھی یہاں سے زندہ نہیں جاسکے گا۔"

وہ بولی "یہاں گراؤنڈ فلور میں بڑے بڑے کاربن اور نکزی کی پٹیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں یقیناً ہتھیار اور گولا بارود رکھے ہوئے ہیں اور یہ بھی کروڑوں ڈالرز کے تو ضرور ہوں گے۔"

بھڑے ہوئے بڑے بڑے کاربن رکھے ہوئے تھے۔ سونانے پوچھا "وہ الماری کہاں ہے؟"

ایک نے کہا "ہم اوپر والے حصے میں رہتے ہیں۔ نیچے فیکٹری کا مال رکھا رہتا ہے۔"

وہ سب بیڑھیاں بچھتے ہوئے اوپر آئے۔ ایک نے جب سے ایک چابی نکال کر دروازہ کھولنا چاہا تو تباہ دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ حیرانی سے بولا "میں اسے لاک کر کے گیا تھا۔ یہ کیسے کھل گیا؟"

دوسرے ساتھی نے پوچھا "کیا تمہیں اچھی طرح یاد ہے کہ تم نے لاک کیا تھا؟"

"میں لیری کی طرح احمق نہیں ہوں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ باہر کا دروازہ مفلقل تھا۔ یہ اندر کا کیسے کھل گیا؟"

اس نے جب سے ریو اور نکال کر لگارتے ہوئے پوچھا۔ "اندر کون ہے؟"

سونانے اس کے ریو اور کو دیکھ کر تعجب سے سوچا "یہ مجھ سے مار کھا رہا ہے۔ جبکہ یہ ریو اور سے مجھ پر فائر کر سکتا تھا یا دھمکی دے کر پٹائی سے بچ سکتا تھا۔ اس نے ریو اور کیوں استعمال نہیں کیا تھا؟"

وہ حیرانی سے بولی "تمہارے پاس ریو اور ہے؟"

اس نے چونک کر اپنے ریو اور کو دیکھا پھر سونا کا نشانہ لے کر بولا "ہاں۔ ایس جی نے کہا تھا، پہلے یقین کیا جائے کہ تم وہی مطلوبہ عورت ہو۔ ہم نے لیری کے لباس میں ایک مائیک چھپا دیا تھا۔ تمہاری باتیں سننے رہے۔ جب تم نے لیری سے کہا کہ اب تک نامعلوم دشمنوں نے تمہیں کوئی کام نہیں کرنے دیا۔ وہ تم سے مار کھاتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں ڈالرز چھوڑ جاتے ہیں۔ تب ہم نے سمجھ لیا کہ تم وہی ہو۔ جس نے ایس جی کو لاکھوں ڈالرز کا نقصان پہنچایا ہے۔"

دوسرے نے کہا "تب پھر ایس جی نے تمہیں دیا کہ ہم ریو اور سے تمہیں نشانہ نہ بنائیں۔ تم بہت چالاک ہو پھر ایک بار بچ کر فرار ہو جاؤ گی۔ ہم اس کے حکم کے مطابق تمہیں اس کمرے میں قید کرنے کے لیے لائے ہیں۔ چلو اس کمرے کے اندر جاؤ۔"

ریو اور والے نے ہنستے ہوئے کہا "میں ایس جی ہوں۔ اس کی زبان سے بول رہا ہوں۔ اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما چکا ہوں۔ بولو، اپنے دماغ میں آنے دو گی یا تمہیں زخمی کر کے آجاؤں؟"

جو دروازہ لاک کرنے کے باوجود کھلا ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ پوری طرح کھلنے لگا۔ ان سب نے اوھر دیکھا۔ سینڈی مگرے نے اس ریو اور والے کے ذریعے دیکھا تو بولا "کیا کوئی نہیں جانتا، قیامت کب آئے گی مگر وہ قند آ گیا تھا۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ آگے جانے والا وہ احمق نوجوان تین ہندوں میں گھبرا گیا تھا۔ ایک شخص اس کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑ رہا تھا۔ دوسرے نے اس کے سر پر چپت ماری۔ سونا نے تیزی سے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "اے! کیا کر رہے ہو؟ رک جاؤ۔"

وہ قریب آکر بولی "چھوڑو اس کا گریبان۔ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ چھوڑو اسے۔"

ایک نے کہا "یہ میرے مکان میں ہے۔ انک گیسٹ ہے۔ ایک تو اس نے تین ماہ سے کرایہ نہیں دیا۔ اوپر سے میری الماری کی چابیاں لے گیا ہے۔ اس الماری کے اندر سیف ہے اور سیف میں میرے اہم کاغذات رکھے ہوئے ہیں۔ اس سے پوچھو، چابیاں کہاں ہیں؟"

پھر اس نے سر پر چپت مار کر کہا "لیری تو کرایہ نہیں دیتا، چابیاں تو دے دے۔"

سونا نے کہا "اسے نہ مارو۔ میں پوچھتی ہوں۔ ہاں لیری! بولو۔ وہ چابیاں کہاں ہیں؟"

لیری نے کہا "اس نے مجھے مارا تھا۔ میں وہ چابیاں جھین کر بھاگ گیا۔ ادھر آتے وقت میں نے انہیں راستے میں کہیں پھینک دیا ہے۔ اب مجھے یاد نہیں ہے کہاں پھینکا ہے۔"

دوسرے نے گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا "پھر تو ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

سونا نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا پھر کہا۔ "سہولت سے بات کرو۔"

اس کے دو ساتھی اس پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ ان کی بھی اچھی خاصی پٹائی ہوئی۔ وہ مار کھا کر تکلیف سے کراہنے لگے۔ ایک نے ہانپتے ہوئے کہا "یہ ہم پر ظلم ہے۔ تم اتنی دلیر ہو تو اس سے میری چابیاں لے کر کیوں نہیں دیتیں؟"

سونا نے لیری کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا "یاد کرو۔ تم نے چابیاں کہاں چھپائی تھیں؟"

لیری نے خوش ہو کر کہا "یہ تم نے اچھا کیا۔ ان کی پٹائی کر دی۔ اس نے مجھے زور زور سے مارا تھا اور وہ چابیاں تو مجھے یاد نہیں ہیں، کہاں پھینک دیں۔ میں بچ کر بھاگا ہوں۔"

مار کھانے والے نے کہا "مجھے وہ اہم کاغذات سیف سے نکالنے ہیں۔ ورنہ میرا لاکھوں کا نقصان ہوگا۔"

سونانے کہا "میں تمہارے گھر چلتی ہوں۔ تمہاری الماری اور سیف کھول دوں گی۔"

"اگر تم چاہو کہ سیف کھول سکتی ہو تو ابھی تمہارے ساتھ چلو۔ تمہاری بڑی مہربانی ہوگی۔"

وہ لیری اور ان تینوں کے ساتھ ایک ویگن کار میں بیٹھ کر ایک بچکے میں آئی۔ وہاں گراؤنڈ فلور میں رہائشی سامان یعنی فریج وغیرہ نہیں تھا۔ ڈرائنگ روم میں سامان سے

”جہ“  
”اچھا تو وہ کم بخت تمہارے دماغ میں ہے۔ ٹھیک ہے۔  
اسے دیکھنا چاہیے کہ میں کس طرح اسے کروڑوں کا نقصان  
پہنچاتی ہوں۔“

اس نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے پاس گاڑی روک کر  
عدنان سے کہا ”آنکھیں بند کرو۔ تاکہ وہ دیکھ نہ سکے کہ میں  
کیا کر رہی ہوں۔“

عدنان نے آنکھیں بند کر لیں۔ سنڈی ٹیلی ویژن کی  
قوت سے اس کی آنکھیں کھولنے کی کوششیں کرنے لگا لیکن  
اس کے ننھے سے دماغ پر خیال خوانی کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔  
سونیا نے قریبی پولیس اسٹیشن کے انچارج سے رابطہ کر کے  
اسے ہنگلے کا نمبر اور پتا بتایا پھر کہا کہ وہ ہنگلا اسلحہ اور گولا بارود  
کا گودام ہے۔ وہاں فوراً چھاپا مارا جائے۔ اس سے پوچھا گیا  
کہ وہ کون ہے وہ فون بند کر کے دین میں آگئی پھر اسے  
اشارت کر کے آگے جاتی ہوئی بولی ”بیٹے! آنکھیں کھولو۔ کیا  
وہ کتا ابھی تک تمہارے اندر رہے؟“

”جانتے نہیں۔ وہ خاموش ہے۔ شاید چلا گیا ہے۔“  
”وہ آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ یہ معلوم کرے  
گا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟“

ایسے وقت پورس کا ٹیلی بیسی جانے والا ماتحت عبداللہ  
عدنان کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے سونیا کی باتیں سننے  
لگا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ عدنان کس عورت کے ساتھ ہے  
اور کہاں جا رہا ہے؟

سونیا نے پوچھا ”بیٹے! تم نے میرے سوالوں کے جواب  
نہیں دیے۔ تم کون ہو؟ تمہارے والدین کہاں ہیں؟ تم تنہا  
کہاں بھٹک رہے ہو؟“

وہ بولا ”میرا نام عدنان ہے۔ اس وقت اپنے والدین کا  
نام بھول رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تمہاری کیا ہوں؟“  
وہ بولی ”معلوم ہوتا ہے، میری طرح تمہاری یادداشت  
بھی کم ہو گئی ہے۔ تم بھی میری طرح اپنوں کی تلاش میں بھٹک  
رہے ہو۔“

سونیا کی اس بات نے عبداللہ کو چونکا دیا۔ اس نے سوچا  
”اس خاتون کی یادداشت کم ہو گئی ہے۔ یہ ہماری داماد سونیا تو  
نہیں ہیں؟ عدنان نے اپنے بابا پورس سے کہا تھا کہ وہ ایک  
بھٹکنے والی خاتون کو اس گھر تک پہنچانے جا رہا ہے اور  
اس وقت وہ ایسی ہی ایک خاتون کے ساتھ ہے۔ کیا یہ عدنان  
کی دادی جان ہیں؟“  
عبداللہ نے پورس کے پاس آکر کہا ”سر! عدنان بابا ایک

ایسی خاتون کے ساتھ ہیں جو اپنے ماضی اور اپنے آپ کو  
بھول چکی ہیں۔ میرا دل کتا ہے کہ وہ آپ کی والدہ ہیں۔ اس  
وقت وہ دونوں ایک دین میں وال اسٹریٹ سے گزر رہے  
ہیں۔ ان کا رخ نیویارک اسٹاک ایکسچینج کی طرف ہے۔ آپ  
ادھر آئیں۔ میں آپ کو گائیڈ کرتا ہوں گا۔“

پورس فوراً ہی اسے کمرے سے نکل کر ہوٹل کے باہر  
جائے لگا۔ بیٹے نے باپ کو تھکا مارا تھا۔ پورس مایوس ہو کر  
سوچتا تھا کہ واقعی وہ ایک غیر معمولی بچہ ہے۔ اس کے پیچھے  
بھاگنے سے وہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اپنی مرضی سے سامنے چلا  
آئے گا۔ اس وقت وہ مایوس ہونے کے باوجود جا رہا تھا کہ  
اس کے ذریعے وہ اپنی ماما (سونیا) تک پہنچ سکتا تھا۔

عبداللہ پھر عدنان کے اندر پہنچ گیا تھا۔ سونیا کہہ رہی  
تھی ”میں اب تک اپنوں کو تلاش نہ کر سکی لیکن میں  
تمہارے اپنوں تک نہیں ضرور پہنچاؤں گی۔ تب تک تم  
میرے ساتھ رہو گے۔ میں نہیں تمنا جھٹکنے نہیں دوں گی۔“  
عدنان نے کہا ”تم مجھے کہیں نہیں پہنچاؤ گی۔ میں  
تمہارے گھر تک نہیں پہنچانے والا ہوں۔“

اس نے تجب سے پوچھا ”کیا تم جانتے ہو، میرا گھر کہاں  
ہے؟ جبکہ پہلی بار مجھ سے مل رہے ہو۔“

عبداللہ نے عدنان سے کہا ”بیٹے! خاتون سے کہو۔ ہم  
انہیں جانتے ہیں۔ وہ کہیں گاڑی روک کر انتظار کریں۔ ہم  
ابھی ان سے ملیں گے اور انہیں ان کے اپنوں تک پہنچا دیں  
گے۔“

عدنان نے سونیا سے کہا ”یہ میرے دماغ میں بول رہا ہے  
کہ کہیں گاڑی روک کر ہم اس کا انتظار کریں۔“

”اسے بولے دو۔ یہ دشمن ہے۔ تم اپنی بات کرو۔ مجھے  
میرے اپنوں تک کیسے پہنچاؤ گے؟“

”میں نہیں جانتا۔ میرے دماغ میں جو بات آتی ہے۔  
میں اسی کے مطابق بولتا ہوں اور کرتا ہوں۔“

”کیا تمہارے دماغ میں یہ بات پیدا ہو رہی ہے کہ تم  
مجھے میری منزل تک پہنچاؤ گے یا دشمن تمہارے اندر بول رہا  
ہے؟“

”میں نہیں جانتا کون کیا بول رہا ہے۔ مجھے جو کرنا ہے  
میں کرتا رہتا ہوں۔“  
عبداللہ نے سونیا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ  
سانس روک کر بولی ”یہ شیطان ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ جانتا  
ہے کہ میرے دماغ میں نہیں آسکے گا پھر بھی آ رہا ہے۔“  
عبداللہ نے پریشان ہو کر کہا ”عدنان بابا! یہ تمہاری

دادی جان سونیا ہیں۔ ہم ان کے فرماں بردار ہیں۔ انہیں  
گاڑی روکنے کا کہو۔ ہم آ رہے ہیں۔“

سنڈی گرے خاموش تھا۔ عبداللہ کی اس بات نے اسے  
چونکا دیا کہ وہ سونیا ہے، عدنان کی دادی، یعنی فرہاد علی تیور کی  
دائف ہے۔ اس نے سوچا ”یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں اب تک

انجانے میں فرہاد علی تیور کی بیٹی سے ٹکرا رہا ہوں۔ پہلے یہ  
عدنان گھبرا کر، پھر پورس اور اب سونیا۔ میں دوسرے ٹیلی  
بیسی جانے والے مخالفین کو عبرت ناک انجام تک پہنچتے دیکھ  
چکا ہوں۔ میری بہتری اسی میں ہے کہ میں ان دادی اور پوتے  
سے دور ہو جاؤں لیکن پہلے دیکھ تو لوں کہ یہ دونوں کہاں  
جا رہے ہیں۔“

اب وہ توبہ کر رہا تھا کہ سونیا اور عدنان کے خلاف کچھ  
نہیں کرے گا۔ بڑی خاموشی سے ان کی مصروفیات پر نظر  
رکھے گا۔ تاکہ وہ پھر بھی دھوکے میں اس سے ٹکرا نہ جائے  
ادھر عبداللہ پورس سے کہہ رہا تھا ”میڈم مجھے دشمن سمجھ کر  
اپنے اندر آنے دے رہی ہیں اور نہ ہی کہیں گاڑی روک  
رہی ہیں۔ اب آپ تیزی میں ہٹن کے میٹری پارک کی  
طرف آئیں۔ وہ دونوں اسی سمت جا رہے ہیں۔ میں عدنان بابا  
کے پاس جا رہا ہوں۔“

سونیا نے عدنان سے پوچھا ”کیا تمہیں نیند آ رہی ہے۔“  
”میں بے وقت نہیں سوں۔“  
”سونا نہ چاہو تو کم از کم آنکھیں بند کرلو۔ اب میں  
راستہ بدلنے والی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ دشمن ہمیں  
دیکھتا رہے۔“

عدنان نے آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر  
آنکھیں بند کر لیں۔ عبداللہ اور سنڈی اب یہ نہیں دیکھ سکتے  
تھے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور کتنی بار راستہ بدلتے جا رہے  
ہیں؟ سونیا نے کہا ”بیٹے! شاید ہم دونوں کے مقدرمیں بھٹکنا  
لگھا ہے۔ جب تک ہم بھٹکتے رہیں گے، ایک دوسرے کا  
ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ میں تمہارے ماں باپ کا سراغ  
لگانے کی کوشش کروں گی۔“

”میں جہاں جاؤں گا کیا تم بھی وہاں جاؤ گی۔“  
”ہاں۔ جہاں تم جاؤ گے، وہاں میں جاؤں گی۔ جہاں میں  
جاؤں گی۔ وہاں تم ساتھ چلو گے۔“  
”میں ابھی گرین وچ وچ جاؤں گا۔“  
”گرین وچ میں کس جگہ جاؤ گے؟“  
”واشنگٹن اسکوئر کی فتنہ اسٹریٹ میں جانا ہے۔“  
وہ حیرانی سے بولی ”کیا تم نیویارک کے تمام علاقوں کو جانتے

ہو؟“  
”میں نہیں جانتا۔ تم مجھے وہاں پہنچاؤ۔“  
”کیا وہاں تمہارے اپنے ہیں؟“  
”اپنا کوئی نہیں ہے۔ وہاں فتنہ اسٹریٹ کے ہنگو نمبر  
فائیو۔ بی میں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس کے روہو  
جاؤں گا۔“

یہ سننے ہی سنڈی گرے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ وہی  
فتنہ اسٹریٹ کے ہنگو نمبر فائیو۔ بی میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ  
خوف کے مارے اپنے ایک بیک میں ضروری سامان اور  
کرسی وغیرہ رکھتے ہوئے بڑبڑاتے لگا ”ارے! اس شیطان  
کے بچے کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میں یہاں ہوں۔ یہ کم بخت  
میرے کیسینو میں بھی ٹھس آیا تھا۔ وہاں سے لاکھوں ڈالرز  
لے کر چلا گیا تھا۔ میرے ماتحتوں نے اسے روکنا چاہا اور وہ  
سب بے موت مارے گئے۔“  
وہ اپنا بیک اٹھا کر دوڑتا ہوا ہنگلے سے باہر چلا گیا۔ اس کا  
خیال تھا ”اتنی بڑی دنیا میں موت سے بچنے کی کوئی توجہ  
ہوگی۔“

”میں نہیں جانتا۔ تم مجھے وہاں پہنچاؤ۔“  
”کیا وہاں تمہارے اپنے ہیں؟“  
”اپنا کوئی نہیں ہے۔ وہاں فتنہ اسٹریٹ کے ہنگو نمبر  
فائیو۔ بی میں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس کے روہو  
جاؤں گا۔“

یہ سننے ہی سنڈی گرے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ وہی  
فتنہ اسٹریٹ کے ہنگو نمبر فائیو۔ بی میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ  
خوف کے مارے اپنے ایک بیک میں ضروری سامان اور  
کرسی وغیرہ رکھتے ہوئے بڑبڑاتے لگا ”ارے! اس شیطان  
کے بچے کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میں یہاں ہوں۔ یہ کم بخت  
میرے کیسینو میں بھی ٹھس آیا تھا۔ وہاں سے لاکھوں ڈالرز  
لے کر چلا گیا تھا۔ میرے ماتحتوں نے اسے روکنا چاہا اور وہ  
سب بے موت مارے گئے۔“

وہ اپنا بیک اٹھا کر دوڑتا ہوا ہنگلے سے باہر چلا گیا۔ اس کا  
خیال تھا ”اتنی بڑی دنیا میں موت سے بچنے کی کوئی توجہ  
ہوگی۔“

سیاست میں کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔ کل جو دوست  
ہوتے ہیں، وہ آج دشمن بن جاتے ہیں۔ امریکا اور بھارت  
میں بڑی دوستی ہے۔ سیاسی دوست فائدہ پہنچانے والے کو  
کبھی ضرورت کے وقت نقصان بھی پہنچاتے ہیں۔ بھارت  
نے مجھے اور میرے ٹیلی بیسی جانے والوں کو اپنے دس سے  
بھگانے کے لیے امریکا سے امداد طلب کی تھی۔ وہاں سے دو  
ٹیلی بیسی جانے والے آئے تھے۔ ان میں سے ایک بولی  
برٹن کو ہم نے ٹیلی بیسی سے محروم کر دیا تھا۔ دوسرا خیال  
خوانی کرنے والا ویٹ مارکس ہماری گرفت میں تھا لیکن ہم نے  
اسے ڈھیل دے رکھی تھی۔

ویٹ مارکس نے کلپنا کی محبت میں گرفتار ہو کر بھارتی  
اکابرین سے دشمنی مول لی تھی۔ انڈیا کی ٹاپ سیکرٹ سروس  
کے افسران نے بڑی رازداری سے ویٹ مارکس کو قیدی بنایا  
پھر تنہی عمل کے ذریعے اسے اپنا معمول بنالیا تھا۔

اس طرح انہیں یہ فخر حاصل ہو گیا کہ ان کے دس میں  
ان کا اپنا ایک وفادار خیال خوانی کرنے والا ہے دنیا کا سب  
سے خطرناک ہتھیار ان کے پاس بھی ہے۔ جس امریکا نے ان  
کی مدد کی تھی۔ اسی کے ٹیلی بیسی جانے والے کو انہوں نے  
بڑی سیاسی مکاری سے چرالیا تھا اور دکھاوے کے لیے یہ  
الزام دے رہے تھے کہ وہ امریکی ٹیلی بیسی جانے والا ان کے

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

کتابیات پبلی کیشنز

اس خفیہ ڈسک کو اسرائیل کے آرمی چیف کے پاس  
زائفر کر دیا گیا۔ ان سارے معاملات سے منشتے میں دو گھنٹے  
گزر گئے۔ میں نے اس دوران میں امریکی آرمی کے ایک  
اعلیٰ افسر کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ ریکارڈ روم کے کمپیوٹر کو  
چیک کرنا چاہیے۔ شاید وہاں سے کوئی معلومات حاصل  
ہو جائے۔

اس اعلیٰ افسر نے خود ریکارڈ روم میں آکر وہاں کے  
کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ پتا چلا ریکارڈ روم کے انچارج نے چار  
گھنٹے پہلے انڈین آرمی کی سیکرٹ سروس کے ای میل کے  
ایڈریس پر رابطہ کیا تھا۔ اس نے اس ایڈریس پر کوڈ نمبر زیرو  
ون ڈسک کی معلومات پہنچائی ہیں۔ یہ معلوم ہوتے ہی امریکی  
اکابرین پریشان ہو گئے کیونکہ اس ڈسک میں اسرائیل کے  
خلاف منصوبے تھے۔

ایک اہم سوال پیدا ہوا کہ بھارتی حکمران فرہاد علی تیور  
کے جانی دشمن ہیں پھر فرہاد اتنی اہم معلومات انہیں کیوں  
پہنچائے گا؟ میں نے ان کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ انڈین  
آرمی کی سیکرٹ سروس والوں نے اپنے ای میل پر وہ  
معلومات وصول کی ہیں۔ یہ سراسر بھارتی سازش ہے۔  
پھر میں نے ان کے اندر۔۔۔ دوسرا خیال پیدا کیا کہ بھارتی  
سیکرٹ سروس والوں نے ویڈیو مارکس کو کسی طرح مجبور اور  
بے بس بنا کر اس کی ٹیلی ویژن کے ذریعے وہ راز چرائے ہیں۔  
یہ بھارتی حکمران دوستی کی آڑ میں دشمنی کر رہے ہیں۔

ادھر اسرائیلی حکام نے امریکی اکابرین سے کہا ”ہماری  
لا علمی میں دو بڑے اسلامی ملکوں کو خفیہ امداد دی جا رہی ہے۔  
ان سب کی رپورٹ ہمارے پاس پہنچ گئی ہے تمہاری وہ کوڈ نمبر  
زیرو ون ڈسک ہمارے پاس ہے۔“

امریکی اکابرین نے کہا ”ہمارے درمیان اختلافات  
ہوتے ہیں۔ ہم تمہاری شکایات کا جواب بعد میں دیں گے  
اور تمہیں مطمئن کر دیں گے۔ تم استابتاؤء کوڈ نمبر زیرو ون  
ڈسک کس نے تمہارے پاس پہنچائی ہے؟“

”ہمارے ذرائع وسیع ہیں۔ ہم اپنے خفیہ معاملات  
اپنے ہی بیٹ میں رکھتے ہیں۔ کسی کو نہیں بتاتے۔“

”نہ بتاؤ۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔ انڈین سیکرٹ سروس  
والوں سے تمہارا لین دین ہو چکا ہے۔ ہم ابھی ان سے نمٹ  
رہے ہیں۔ بعد میں تمہاری شکایات دور کر دیں گے۔ تمہیں  
ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ ہم تمہیں خوش کر دیں گے۔“

میں نے ایسی چال چلی تھی کہ اب بھارت اور امریکا کے  
درمیان اختلافات شروع ہونے والے تھے۔ امریکی اکابرین

تمہارے حکمران ہماری تھوڑی سی مدد کریں تو ہم یہ ڈسک ای  
میل کے ذریعے پہنچا سکتے ہیں۔“  
”تم کیسی امداد چاہتے ہو۔“  
”ہمیں محدود مقدار میں یورینیم کی ضرورت ہے۔“  
”میں ابھی اپنے اکابرین سے بات کرتا ہوں۔ ایک گھنٹے  
بعد تم سے رابطہ کروں گا۔“

رگھو ناتھ سائے نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ ویڈیو  
مارکس نے کہا ”آپ نے ان سے کہا ہے کہ آپ کے ایک  
جاسوس نے یہ ڈسک آرمی کے ریکارڈ روم سے چرائی ہے۔  
جبکہ یہ ناممکن ہے۔ صرف ٹیلی ویژن جاننے والے ہی ایسے  
راز چرا سکتے ہیں۔“

رگھو ناتھ نے کہا ”ہاں۔ اسرائیلی اکابرین یہ تسلیم نہیں  
کریں گے۔ میں کہہ دوں گا کہ ہم نے جس طرح بھی یہ راز  
حاصل کیا ہے۔ اسے ہم کسی پر ظاہر نہیں کریں گے۔“  
”آپ بھول رہے ہیں۔ میں نے ریکارڈ روم کے اس  
انچارج کو غائب دماغ بنا کر یہ راز وہاں سے زائفر کر لیا ہے۔  
وہ دماغی طور پر حاضر ہونے کے بعد ضرور سمجھ گیا ہو گا کہ کسی  
نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور وہ کوئی راز چرا کر لے گیا  
ہے۔ اس وقت رمی ہیڈ کوارٹر میں پھل پھل رہی ہوگی۔ وہ اپنے  
ٹیلی ویژن جاننے والوں کے ذریعے معلوم کرنے کی کوششیں  
کر رہے ہوں گے کہ ایسا کس نے کیا ہے؟“  
”تم ابھی جا کر معلوم کرو کہ وہ لوگ اس سلسلے میں کیا  
کر رہے ہیں؟“

وہ ریکارڈ روم کے انچارج کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے  
خیالات نے بتایا کہ امریکی ٹیلی ویژن جاننے والے اس چور کا  
سراغ لگانے کی کوششیں کر رہے ہیں اور یہ شبہ ظاہر کر رہے  
ہیں کہ ان کا ایک ہی ازلی دشمن فرہاد علی تیور ہے۔ وہی  
ریکارڈ روم سے کوئی اہم راز چرا کر لے گیا ہے۔ ایسی چوری  
صرف ٹیلی ویژن کے ذریعے ہوتی ہے اور ٹیلی ویژن جاننے  
والوں میں وہی ایک دشمن ہے۔

رگھو ناتھ سائے نے منشتے ہوئے کہا ”بھئی! بڑا مزہ آرہا  
ہے۔ واقعی شبہ تو اسی ایک ٹیلی ویژن جاننے والے دشمن پر  
ہونا چاہیے اور یہی ہو رہا تھا۔ واردات ہم نے کی الزام فرماؤ  
پر آرہا ہے۔ امریکی اکابرین ہمارے خلاف کبھی نہیں سوچیں  
گئے۔“

اسرائیلی آرمی کے چیف نے رابطہ کرنے کے بعد کہا۔  
”ہم مطلوبہ مقدار میں یورینیم پہنچا دیں گے۔ تم اس ڈسک کی  
معلومات ہمارے ای میل کے ایڈریس میں منتقل کرو۔“

کے متعلق بہت کچھ جانتے ہو۔ وہاں کے ایک نہیں کئی راز  
چرا کر لاسکتے ہو۔ ہمیں یہ کام آج ہی کرنا چاہیے۔ بلکہ ابھی  
کرنا چاہیے۔ کبریا کا سراغ ہم لگاتے رہیں گے۔“  
وہ امریکی آرمی ہیڈ کوارٹر کے گھنٹے ہی افسران کے  
دماغوں میں پہلے جا چکا تھا۔ اس نے ریکارڈ روم کے ایک  
انچارج افسر کے خیالات پڑھے۔ اس وقت وہ اپنے آفس  
میں تنہا بیٹھا ایک فائل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ ویڈیو مارکس نے  
میری مرضی کے مطابق اسے ایسے ڈسک کی اسٹوری کرنے پر  
مجبور کیا۔ جن میں اسرائیل کو اپنے دباؤ میں رکھنے کے لیے  
امریکی پالیسیاں تھیں۔

یوں تو امریکا اور اسرائیل کی دوستی بے مثال سمجھی جاتی  
ہے لیکن درپردہ ان دو ملکوں کے درمیان بھی اختلافات پیدا  
ہوتے رہتے ہیں۔ امریکی اکابرین اسرائیلی حکمرانوں کو دباؤ  
میں رکھنے کے لیے خفیہ منصوبے بناتے ہیں۔ ریکارڈ روم کے  
انچارج افسر نے ایسے منصوبوں کی ایک ڈسک کمپیوٹر کے  
مانیٹر پر دیکھی پھر ویڈیو مارکس کی مرضی کے مطابق بھارتی ٹاپ  
سیکرٹ سروس کے ڈی جی رگھو ناتھ کے کمپیوٹر پر ای میل کے  
ذریعے اسے زائفر کر دیا۔

رگھو ناتھ سائے اس ڈسک کی ایک کاپی حاصل کر کے  
خوش ہو گیا۔ ویڈیو مارکس کے شانے کو تھمک کر بولا ”شاباش!  
تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ ہمیں مزید انعام بنانے کے لیے  
یورینیم کی ضرورت ہے۔ اب ہم اسرائیل سے یہ ضرورت  
پوری کریں گے۔“

اس نے اسرائیلی آرمی کے چیف سے رابطہ کیا پھر کہا۔  
”بھارت اور اسرائیل کی دوستی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے  
گی۔ ہمارے ایک جاسوس نے امریکی آرمی کے ریکارڈ روم  
سے ایک اہم راز چرایا ہے۔ اس راز کا تعلق تمہارے ملک  
سے ہے۔“

”اسرائیلی آرمی چیف کے لیے یہ چونکا دینے والی بات  
تھی۔ اس نے پوچھا ”اس راز کی وضاحت کرو۔“

اس نے کہا ”تمہارے حکمرانوں کی لاعلمی میں ایک  
بڑے اسلامی ملک کو خفیہ امداد دی جا رہی ہے۔ جبکہ امریکا  
اور اسرائیل کی پالیسی یہ ہے کہ کسی بھی اسلامی ملک کو تم  
سے زیادہ طاقت ور ہونے کا موقع نہیں دیا جائے۔ انہیں  
ہمیشہ اسرائیل سے کم تر بنا کر رکھا جائے۔“

”کیا اس خفیہ امریکی امداد کا ثبوت تمہارے پاس  
ہے؟“  
”بے شک ہے۔ اس کا ثبوت کمپیوٹر ڈسک پر ہے۔ اگر

دیس کی ایک شریف زادی کو بھگا کر لے گیا ہے۔ امریکی  
اکابرین سے کہا جا رہا تھا کہ اسے تلاش کر کے ان کی شریف  
زادی کو واپس لایا جائے۔

امریکی اکابرین اور آرمی کے افسران پریشان تھے کہ ویڈیو  
مارکس کہاں گم ہو گیا ہے؟ ان کے دوسرے ٹیلی ویژن جاننے  
والوں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے تلاش کیا اور ناکام  
رہے۔ کیونکہ تنوکی عمل کے ذریعے ویڈیو مارکس کی آواز اور  
لہجے کو بھی بدل دیا گیا تھا۔ اس کے متعلق یہ رائے قائم کی  
جا رہی تھی کہ وہ مریکا ہے یا اسے مار ڈالا گیا ہے۔ وہ امریکی  
بھارت سے دوستی کر کے اپنے دو ٹیلی ویژن جاننے والوں سے  
محروم ہو گئے تھے اور یہ الزام بھی اٹھا رہے تھے کہ ان کے  
خیال خوانی کرنے والے نے ان کی ایک لڑکی کو اغوا کیا ہے۔  
اس کی وجہ سے آرمی میں راجپوت خاتون باغی ہو گئی تھی۔

انڈین ٹاپ سیکرٹ سروس کے ڈائریکٹر جنرل کا نام رگھو  
ناتھ سائے تھا۔ اس نے ویڈیو مارکس کو معمول بنا کر سب سے  
پہلے میرے خلاف کارروائی کی تھی۔ پچھلے باب میں بیان  
کر چکا ہوں کہ میں نے کس طرح انہیں مات دی تھی۔ ان کا  
ایک بہت بڑا افسر اپنے سپاہیوں سمیت مارا گیا تھا اور ایک  
بیلی کا پرنٹا ہوا ہو گیا تھا۔ وہ حیران تھے کہ بازی کیسے پلٹ گئی۔  
میں زندہ کیسے بچ گیا؟

اب وہ فیصلہ کر رہے تھے کہ میری کسی کمزوری سے فائدہ  
اٹھائیں گے۔ ایک محبت کرنے والا باپ اپنی اولاد کے  
معاملے میں کمزور ہوتا ہے۔ اولاد پر ذرا سی بھی آغے آئے تو وہ  
ترپ جاتا ہے۔ لہذا انہوں نے یہ یہ کیا کہ کسی طرح کبریا کو  
تلاش کیا جائے۔ وہ بھی ہندوستان میں تھا۔ وہ اسے قیدی  
بنا کر مجھے مجبور اور بے بس کر سکتے تھے۔

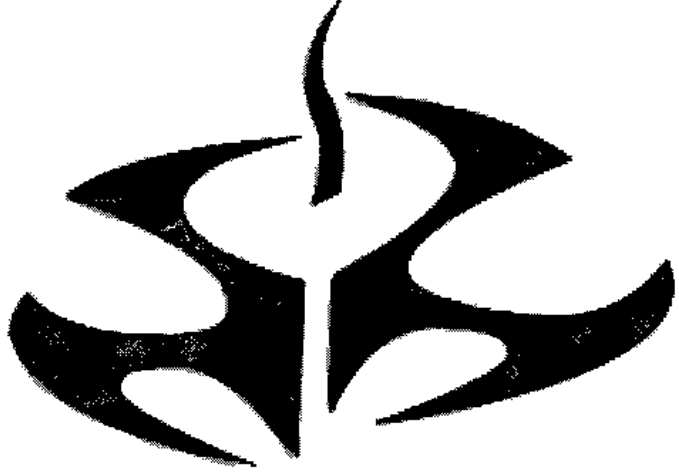
میں نے سوچ لیا کہ میں کس طرح جوابی کارروائی کروں  
گا لیکن اس سے پہلے میں نے ایک اور چال چلی۔ ویڈیو مارکس  
کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ اسے امریکا کے اہم راز چرا کر  
بھارت سرکار کے پاس پہنچانا چاہئیں۔ اسے تنوکی عمل کے  
ذریعے بھارت کا وفادار بنایا گیا تھا۔ امریکا سے جو وفاداری  
تھی وہ مٹا دی گئی تھی۔ میں نے اس کے اندر تحریک پیدا کی تو  
اس نے ڈی جی رگھو ناتھ سائے سے کہا ”ہم کبریا کو تلاش  
کرنے اور اسے ترپ کرنے کے دوران میں اور کوئی دوسرا  
اہم کام بھی کر سکتے ہیں۔ امریکی آرمی ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ  
روم سے اہم راز چرا کر اتنی بڑے سپر ہائر کو اپنے دباؤ میں  
لا سکتے ہیں۔“

رگھو ناتھ نے کہا ”بے شک تم وہاں کے ریکارڈ روم



# ماہنامہ سرگزشت کا ہرول عزیز اور حرکتہ الآراسلسلہ

ماہنامہ سرگزشت کا ہرول عزیز اور حرکتہ الآراسلسلہ



# Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23 کراچی 74200

فون: 5802551-5895313-5802552 ٹیکس: 5802551

ای میل: kitabiat1970@yahoo.com

رابطے کے لئے: C-63 فیروز ٹیکسٹیشن ڈی ایچ اے مین کورنگی روڈ (اختر کالونی بس اسٹاپ کے سامنے) کراچی 75500

Scanned by azzamm@UrduFanz.com

نے کہا کہ انڈین سیکرٹ سروس والوں نے ان کے اہم راز چرائے ہیں اور وہ تمام راز اسرائیلی حکمرانوں کے حوالے کر چکے ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے ان کی پوری پکڑ گئی ہے۔ سیکرٹ سروس کا ڈی جی جی اس حقیقت سے انکار نہ کر سکا۔ اس نے کہا ”ہاں۔ ہم نے اتفاقاً ایسا کیا ہے۔ تمہارا ٹیلی پیٹھی جاننے والا ویڈیو مارکس ہمارے دیس کی ایک شریف لڑکی کو بھگا کر لے گیا ہے۔ اس کی وجہ سے ہماری آری کی راجپوت پائلیں باغی ہو گئی تھیں۔ ویڈیو مارکس ہماری لڑکی کو لے کر تمہارے پاس پہنچا ہے۔ تم نے اسے چھپا رکھا ہے۔ اسے سزا دیتے ہو اور نہ ہماری لڑکی واپس کرتے ہو۔ ہمیں الزام دینے سے پہلے جواب دو کہ ہم سے دشمنی کیوں کر رہے ہو؟“

امریکی آری کے اعلیٰ افسر نے کہا ”ویڈیو مارکس کو تم لوگوں نے چھپا رکھا ہے اور الٹا ہمیں الزام دے رہے ہو۔ ہمارے ریکارڈ روم سے کوئی ٹیلی پیٹھی جاننے والا ہی چوری کر سکتا ہے اور وہ خیال خوانی کرنے والا ویڈیو مارکس ہے۔ جسے تم لوگوں نے کسی طرح مجبور اور بے بس بنا دیا ہے۔ وہ امریکی ہو کر امریکا کے خلاف کام کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔“

دو دونوں ایک دوسرے کو الزام دے رہے تھے۔ امریکی افسر نے کہا ”ایک تو تم نے ہمارے ویڈیو مارکس کو قیدی بنالیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کے ذریعے ہمارے اہم راز چرا رہے ہو۔ تمہاری دوستی ہمیں منگنی پڑ رہی ہے۔ اگر ویڈیو مارکس کو ہم نے چھپایا ہے اور وہ تمہارے پاس نہیں ہے تو دوسرے کس ٹیلی پیٹھی جاننے والے نے ہمارے راز چرائے ہیں؟“

رگھوناتھ سائے نے کہا ”ہمارے پاس ہمارا اپنا ایک وفادار ٹیلی پیٹھی جاننے والا ہے۔ موجودہ دور کا یہ سب سے خطرناک ہتھیار اب ہمارے دیس میں بھی ہے۔“

”کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہارے ہندوستان میں بھی کوئی ہندوستانی ٹیلی پیٹھی جاننے والا پیدا ہو گیا ہے؟“

”بے شک۔ ہمارا ایک ہندوستانی ہیرو بہت سی ذہن اور تیز طرار ہے۔ جلد ہی پوری دنیا میں اپنی خیال خوانی کا سکہ بنائے گا۔ فریاد علی تیمور ٹیلی پیٹھی کا ناقابل شکست کھلاڑی سمجھا جاتا ہے۔ ہمارا ہیرو جلد ہی اسے رن آؤٹ کرنے والا ہے۔“

امریکی اکابرین میں سے ایک نے کہا ”سمجھ میں نہیں آتا۔ جو یہ لطیفہ تم سنا رہے ہو اس پر ہنسنا چاہیے یا روننا چاہیے۔“

ایک امریکی حاکم نے کہا ”خوب ذرا مایہ کر رہے ہو۔ ہمارے ٹیلی پیٹھی جاننے والے کو اپنا معمول بنا کر اسے

”میں ہر پہلو سے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ فرما دے یا کسی نے بھی اس پر تو یہی عمل نہیں کیا ہے۔“

”تم مجھے پوری طرح مطمئن کرو۔ میرے سامنے اس پر تو یہی عمل کرو۔ اگر پہلے عمل کیا گیا ہے تو اس عمل کو مٹاؤ۔ اسے اپنا معمول بناؤ۔ تمہارا معمول بننے کے بعد اس کے خیالات تم سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔“

اس کبریا کو ایک بیڑ پر لینے کا حکم دیا گیا۔ ویٹو مارکس نے کہا ”چاروں شانے چت ہو جاؤ اور اپنے جسم کو ڈھیلا پھوڑ دو۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ آنکھیں بند کرو۔ اب میں تمہارے اندر بول رہا ہوں اور تمہاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔“

وہ اس پر عمل کرنے لگا۔ میں خاموشی سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ میری موجودگی سے اس کبریا کا دماغ اس کے عمل سے متاثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ویٹو مارکس کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا اور یہ تاثر دے رہا تھا کہ وہ اس کا معمول بن چکا ہے۔ ویٹو مارکس نے پوچھا ”تم میرے معمول ہو تو جواب دو۔ فرماؤ ابھی کہاں ہے؟“

معمول کبریا نے جواب دیا ”یہاں اپنی جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا ”وہ آج شام کو مجھ سے کہیں ملیں گے۔ ملاقات سے چند روز منٹ پہلے بتائیں گے کہ وہ پندرہ منٹ کے بعد کسساں مل سکتے ہیں۔ وہ ہم سے اکثر اسی طرح ملا کرتے ہیں۔“

”ابھی دوپہر ہے۔ میں شام سے پہلے ہی تمہارے باپ کو اطلاع دوں گا کہ تم ہماری قید میں ہو۔ وہ یقین کرنے کے لیے تمہارے اندر آئے گا۔ تم اس کے صرف چند سوالوں کے جواب دو گے۔ اس کی خیال خوانی سے متاثر نہیں ہو گے۔ سانس روک کر بھگا دو گے۔“

اس نے معمول کی حیثیت سے جواب دیا کہ اس کے ان تمام احکامات کی تعمیل کرے گا اور ویٹو مارکس کی اجازت کے بغیر اپنے باپ کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گا۔

ویٹو مارکس اپنے مستحکم طریقوں سے تو یہی عمل کر رہا تھا کہ رگھوناتھ سسائے مطمئن ہو گیا۔ معمول کبریا کو دو گھنٹے تک تو یہی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ وہ بہت خوش تھے۔ ان کے منصوبے کے مطابق میرا بیٹا ان کے گھنٹے میں آگیا تھا۔ اب وہ مجھے اپنے سامنے جھکے اور اپنی باتیں ماننے پر مجبور کر سکتے تھے۔ وہ اپنی دانست میں میری بہت بڑی کمزوری سے کھیل رہے تھے۔

رگھوناتھ نے ویٹو مارکس سے کہا ”یہ دو گھنٹے بعد بیدار

بول رہا ہوں۔ ہم نے فرما دے کے بیٹے کبریا کو قابو میں کر لیا ہے۔“

وہ حیرت سے اور مسرت سے بولا ”کیا سچ کہہ رہے ہو؟ کیا وہ تمہارے گھنٹے میں ہے؟“

”ہیں سر! اس سے پہلے کہ وہ خیال خوانی کرنا اور ہمارے اندر آتا۔ ہم نے اسے گولی مار کر زخمی کر دیا ہے۔“

وہ مضطرب ہو کر بولا ”اس وقت تم کہاں ہو؟ اسے ابھی طبی امداد دے دینا۔ سیدھے یہاں لے آؤ۔“

ایک گھنٹے کے اندر اس بے چارے کبریا کو زخمی حالت میں وہاں لایا گیا۔ اس سیکرٹ سروس کی خفیہ کونجی کے ذریعے اس نے اس زخمی کے اندر جا کر اس کے چور خیالات پڑھے۔ یہ یقین ہوا کہ وہ واقعی کبریا ہے اور فرما دے کی تیور اپنے بیٹے کی گرفتاری سے بے خبر ہے۔ بیٹا زخمی ہونے کے باعث خیال خوانی نہیں کر سکتا ہے۔ اس لیے باپ سے رابطہ نہیں کر رہا ہے۔

سیکرٹ سروس کے جاسوس پس تھری تھری نے کہا ”یہ ایک بی کلاس ہوٹل کے کمرے میں رہتا تھا۔ مجھے شبہ ہوا۔ ایک تو یہ اپنے رکھ رکھاؤ سے کوئی رئیس زادہ لگ رہا تھا پھر میں نے ہوٹل کے باہر ایک گاڑی میں اسے کئی گھنٹے تک خاموش بیٹھے دیکھا۔ یہ شبہ ہوا کہ خیال خوانی کر رہا ہے۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ اپنے اندر کسی کی باتیں سن رہا ہے۔“

رگھوناتھ سسائے نے پوچھا ”تم نے اسی وقت مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟“

”میں پوری طرح مطمئن ہونا چاہتا تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے چاروں طرف سے گھیر کر گرفتار کیا جائے۔ یہ ہوشیار ہو کر فرار ہو سکتا تھا۔ اچھی طرح یقین کرنے کے بعد میں نے اسے گولی مار کر زخمی کیا پھر آپ کو اطلاع دی۔“

رگھوناتھ سسائے نے ویٹو مارکس سے پوچھا ”تم بھی اس کے خیالات پڑھ کر مطمئن ہو رہے ہو لیکن ہر پہلو سے غور کرو۔ فرما دے کی کوئی چال ہو سکتی ہے۔ وہ بیٹے کی جگہ کسی ڈی کبریا کو یہاں بھیج سکتا ہے۔“

”اس کے خیالات بتا رہے ہیں کہ اس نے ہمارے دیس میں چھپ کر رہنے کے لیے مائٹر پلاسٹک سرجری کرائی ہے۔“

”کسی ڈی کے چہرے پر بھی سرجری کرائی جاسکتی ہے۔ یہ معلوم کرو کیا اسے معمول بنایا گیا ہے؟“

غارت ہو چکی ہیں۔“

رگھوناتھ نے پریشان ہو کر کہا ”ہم نے تمہارے ریکارڈ روم سے ایک راز چرایا۔ ہم نے غلطی ہو گئی۔ پچھلے روز فرما دے نے ہمارے ایک ٹیلی کاپر کو تباہ کیا تھا اور ایک اہم افسر کو مار ڈالا تھا۔ ہم بہت زیادہ نقصان برداشت نہیں کر سکیں گے۔ ہم سے جو غلطی ہوئی۔ اس کی سزا ہمیں دے چکے ہو۔ اس معاملے کو اب ہمیں ختم کر دو۔ ہم پہلے کی طرح دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔“

”دوبارہ دوستی اتنی آسانی سے نہیں ہوگی۔ پہلے تو جرمانے کے طور پر دس کروڑ ڈالر ادا کرو اور اس سے پہلے ہمارے ٹیلی پیسٹی جانے والے ویٹو مارکس کو رہا کر کے یہاں واپس بھیج دو ابھی ویٹو مارکس سے ہمارا رابطہ کراؤ۔“

”ہم نے ویٹو مارکس کو قیدی نہیں بنایا ہے۔ پلیز ہم پر شبہ نہ کرو۔ وہ ہماری لڑکی کو لے کر اٹھ گیا ہے۔“

”کیا تم اب بھی اس بات پر قائم ہو کہ تمہارے دیس میں ایک ہندوستانی ٹیلی پیسٹی جاننے والا ہے؟“

”یہ سچ ہے۔ ہمارا ایک ہندوستانی ٹیلی پیسٹی جانتا ہے لیکن وہ کسی کے دماغ میں جا کر بولتا نہیں ہے۔“

”کیوں احمقانہ باتیں کرتے ہو؟ وہ بولتا کیوں نہیں ہے؟ کیا وہ گونگا ہے؟“

”تم یقین نہیں کرو گے۔ اسے جھوٹ سمجھو گے۔ جبکہ وہ سچ گونگا ہے۔ وہ سن سکتا ہے لیکن بول نہیں سکتا۔“

”نجب ہے۔ ایک گونگا یہ علم کیسے سیکھ لیا؟“

”اس نے یہ نہیں لکھ کر بتایا ہے کہ دن رات محنت کرتے کرتے برسوں کے بعد یہ علم حاصل کیا ہے؟“

ایسے وقت انٹرکام کا بزرگستانی دیا۔ رگھوناتھ نے اس کا بٹن دبایا۔ اس کی سیکرٹری نے کہا ”سر! آپ کے لیے فون کال ہے۔“

وہ بولا ”میں ضروری باتیں کر رہا ہوں۔ میں نے کہا تھا“

مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔“

وہ بولی ”سوری سر! کال بہت اہم ہے۔ آپ اسے ضرور اٹینڈ کریں۔ دوسری طرف سے صدی کی جارہی ہے۔“

اس نے امریکی اکابرین سے کہا ”ایکلیونڈی۔ میں ایک ضروری کال اٹینڈ کرنے کے بعد رابطہ کروں گا۔“

اس نے ادھر سے رابطہ ختم کیا پھر دوسرے فون کا ریسیور اٹھا کر پوچھا ”ہیلو۔ کیا بات ہے؟“

دوسری طرف سے آواز آئی ”سر! میں پس تھری تھری

کی وجہ یہ ہے کہ ٹیلی پیسٹی کے حوالے سے فرما دے کا طریقہ کار ویٹو مارکس کی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔“

ویٹو مارکس نے کہا ”میں اپنے امریکی ٹیلی پیسٹی جاننے والوں کو خوب پہچانتا ہوں۔ ان سے سنتا ہوں کہ لیکن فرما دے میرے لیے بہاؤ ہے۔ اس بہاؤ کو جھکانے کے لیے اس کے بیٹے کو ٹرپ کرنا بہت ضروری ہے۔ تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟“

”ہمارے جاسوس اسے ہر شرم میں تلاش کر رہے ہیں۔ وہ کسی چھوٹے شریا گاؤں میں رہے گا تو ایک اجنبی کی حیثیت سے فوراً نظروں میں آجائے گا۔ اس لیے وہ بڑے شہروں میں لوگوں کے ہجوم میں رہتا ہوگا۔ ہم جلد ہی اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔“

دو ہفتے پہلے بھارت نے امریکا سے چار سپر سوئک طیارے خریدے تھے۔ وہ انڈین آرمی کے اڑتلیں میں تھے۔ کبریا مختلف آرمی کے افسران کے دماغوں میں پہنچتا رہا۔ اس نے ایک افسر کو غائب دماغ بنا کر ان دو طیاروں میں ہم رکھوا دیے پھر فون کے ذریعے رگھوناتھ سسائے سے کہا ”ہم امریکی ٹیلی پیسٹی جاننے والے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ اپنے ہندوستانی ٹیلی پیسٹی جاننے والے بہرو سے کہو ہمیں روک سکتا ہے تو روکے ہم انتہائی کارروائی کا پسلا نمونہ دکھا رہے ہیں۔ تم ابھی ایک دل ہلا دینے والی خبر سنو گے۔“

وہ پریشان ہو کر بولا ”تم کون ہو؟ کیا کرنا چاہتے ہو؟ پہلے ہم سے مکمل کبریا تیں کرو۔“

کبریا فون بند کر کے اپنے آلہ کار افسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق دونوں طیاروں میں رکھے ہوئے ٹائم بموں کی ٹائمنگ سیٹ کی پھر وہاں سے دور اپنے دفتر میں چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی دو زبردست دھماکے ہوئے۔ دو طیاروں کے پرچے اڑ گئے۔ اس اڑتلیں میں بھگدڑ مچ گئی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اچانک دھماکے کیسے ہو رہے ہیں۔

رگھوناتھ کی سمجھ میں آگیا۔ اس نے امریکی اکابرین سے شکایت کی ”تمہارے کسی ٹیلی پیسٹی جاننے والے نے ہمارے دو سپر سوئک طیاروں کو تباہ کیا ہے۔ اور اڑتلیں کو نقصان پہنچایا ہے۔ ہم ایسی انتہائی کارروائی برداشت نہیں کر سکتے۔“

”برداشت نہیں کرو گے تو ہمارا کیا بگاڑ لو گے۔ ویسے ہم نے انتہائی کارروائی شروع نہیں کی ہے۔ ہم ابھی معلوم کریں گے کہ ہمارے کسی ٹیلی پیسٹی جاننے والے نے ایسا کیا ہے۔ ویسے یقین کرو۔ تمہارے دن کا چین اور راتوں کی نیندیں

# استخان میں کامیابی

قیمت 25 روپے ♦ ڈاکنگ 23 روپے

یادداشت بڑھانے، مطالعہ کرنے  
اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی  
طریقے۔

مشخص کیلئے کارآمد  
طالب علموں کیلئے بیش بہا تحفہ

Scanned By:

Azam & Ali



”ٹھیک ہے۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“  
”اس طویل رفاقت کے دوران میں تم نے میرے  
متعلق کوئی رائے قائم کی ہوگی؟“  
”ہاں۔ میں تمہیں دیکھتی پرکھتی آ رہی ہوں۔ تم ایک  
بہت اچھے قابل اعتماد ساتھی ہو۔“  
”کیا یہ ساری زندگی بھر کا ساتھی نہیں بن سکتا؟“  
”اس سلسلے میں میں نے سوچا نہیں ہے۔ ابھی سولہ  
برس کی ہوں۔ یہ علم حاصل کرنے اور اپنی صلاحیتوں میں  
پختگی پیدا کرنے کا دور ہوتا ہے۔ بائیس یا پچیس برس تک  
شادی کے متعلق نہیں سوچنا چاہیے۔“  
”میں پچیس کیا پچاس برس تک تمہارا انتظار کر سکتا  
ہوں۔ تم میرے مہر کو آزما سکتی ہو۔“

وہ ہنستے ہوئے بولی ”میں اتنا انتظار نہیں کراؤں گی۔ تم  
اچھے لگتے ہو۔ میں تمہیں چاہتی ہوں لیکن شادی کے سلسلے  
میں جناب علی اسد اللہ حمزوی صحیح مشورے اور ہدایات  
دیتے ہیں۔ میں ان کی ہدایات پر عمل کروں گی۔ ہمارا پورا  
خاندان یہی کرنا ہے۔“

”وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ان کی ہدایات  
میرے لیے بھی قابل قبول ہوں گی۔“

وہ دونوں اپنا اپنا سفری بیگ اٹھائے ریلوے اسٹیشن  
پہنچے۔ اے سی کپار ٹنٹ میں ان کے لیے برتھ ریزرو  
تھیں۔ اس کپار ٹنٹ میں چار چار برتھ کے الگ الگ  
کیمبن تھے۔ وہ اپنے کیمبن میں آئے۔ وہاں ایک حسین  
عورت ایک بچے کے ساتھ جو ان مرد کے ساتھ تھی۔ اس عورت  
نے فرمان کو دیکھا تو پھر تھوڑی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ اس  
کا ساتھی بھی اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ اعلیٰ بی بی اور فرمان  
اپنی برتھ پر بیٹھ گئے۔ فرمان نے خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی  
بی سے کہا ”یہ دونوں مجھے کچھ عجیب نظروں سے دیکھ رہے  
ہیں۔ کیا تم مارک کر رہی ہو؟“

وہ بولی ”ہاں۔ وہ تمہارے اندر کوئی خاص بات دیکھ  
رہے ہیں۔ ہم باتوں کے دوران میں ان کے دماغوں میں پہنچ  
کر معلوم کر سکیں گے کہ یہ تمہارے اندر کیا دیکھ رہے ہیں۔  
ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہیے۔ کچھ بولنا چاہیے۔ فرق میں  
ہو۔“

وہ فرانسیسی زبان میں بولا ”ایڈیا بہت گرم ملک ہے۔ ہم  
ایز کنڈیش کوچ میں نہ ہوتے تو گرمی سے حالت خراب  
ہو جاتی۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”تم تو ذرا سی گرمی سے پریشان ہو جاتے

ہیں۔ وہ اسے ڈھونڈیں گے۔“  
”ٹھیک ہے۔ میں ابھی شملہ پولیس اور انٹیلی جنس  
واलों کو اسے تلاش کرنے کا حکم دے رہا ہوں۔“  
اس نے یہی کیا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو دہلی  
سے لے کر شملہ تک اپنے بیٹے کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ وہ  
مارکس نے کہا ”آپ اپنے بیٹے کی کوئی تصویر دکھائیں۔ میں  
اس کی آنکھوں میں جھانک اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔“  
اس نے ایک سیانی کو حکم دیا کہ وہ اس کے بیٹے کے  
جا کر اس کے بیٹے سومات ساسے کی ایک بڑی سی تصویر لے  
آئے۔

وہ سیانی چلا گیا۔ رگھوناتھ نے پریشان ہو کر کہا ”اب  
میں کبیرا اور فرہاد کے معاملے میں پوری توجہ کیسے دوں؟ وہ  
میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ جب تک اس کی خیریت معلوم نہیں  
ہوگی۔ میرا دھیان اسی کی طرف لگا رہے گا۔“  
”آپ اطمینان رکھیں۔ وہ خیریت سے ہوگا۔ اس کی  
تصویر آنے دیں۔ میں پلک بچھکتے ہی اس کے پاس پہنچ جاؤں  
گا۔“

وہ اسے تسلیاں دے رہا تھا مگر باپ کا دل مطمئن نہیں  
ہو رہا تھا۔ ایسے وقت بھی وہ باپ یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ میں  
بھی ایک باپ ہوں اور وہ میرے بیٹے کے ساتھ کیسا سلوک  
کر رہا ہے؟ سب کو اپنے اپنے نوکا درد سنا تا ہے۔ پرایا ہوتو  
جیسے پانی ہوتا ہے۔

○☆☆○

اعلیٰ بی بی اور فرمان کی دوستی، محبت میں بدلتی جا رہی  
تھی۔ فرمان تو پہلی ہی ملاقات میں دل ہار چکا تھا۔ فرمان  
انتظار کر رہا تھا کہ وہ دل سے اس کی طرف مائل ہوتی رہے  
اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ کچھ کچھ مائل ہو رہی  
تھی۔ اسے آزما رہی تھی اور وہ اسے اچھا لگنے لگا تھا۔

وہ کیمبن میں تھے۔ صبح کی ٹرین سے مدراس کی طرف  
جانے والے تھے۔ انہوں نے اچھا اور ایلو را کے تاریخی  
غاروں کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ وہ ان غاروں میں جا کر  
پتروں پر بنے ہوئے نقش و نگار دیکھنا چاہتے تھے۔ فرمان نے  
اس سے کہا ”ہم ایک طویل عرصے سے ایک ساتھ دن رات  
گزار رہے ہیں۔“

وہ بولی ”رات نہیں دن گزار رہے ہیں۔“  
”ہاں مگر آدھی رات تو جاگتے ہوئے اور گھومتے پھرتے  
ہوئے گزر جاتی ہے۔ کوئی مسئلہ درپیش ہو تو جدوجہد کے  
دوران میں ساری رات ایک ساتھ رہتے ہیں۔“

ہوگا۔ اس کے بعد تم فرہاد کو اس کی گرفتاری کی اطلاع دو  
گے۔ اس ایک بات پر ہر پہلو سے غور کرو کہ وہ بیٹے کے دماغ  
میں اگر کسی ایسی چالیں چل کر اسے رہا کر سکتا ہے؟“  
”وہ جب تک میرے بخوبی عمل کو نہیں توڑے گا۔ تب  
تک کبیرا اس کی خیال خوانی کے فریب میں نہیں آئے گا۔  
کبیرا اسے صرف ایک منٹ کے لیے دماغ میں آنے کی  
اجازت دے گا پھر سانس روک کر اسے بھگا دے گا۔“  
”فرہاد کے لیے ایک منٹ بھی بہت ہوگا۔ پتا نہیں وہ  
اتنی سی دیر میں کیا کر گزرے گا۔“

”اس وقت کبیرا کے دماغ پر میرا قبضہ ہوگا۔ فرہاد اسے  
دماغی کمزوری میں مبتلا کر کے میرے بخوبی عمل کا توڑ نہیں  
کر سکے گا۔“

وہ ہر پہلو سے غور کر رہے تھے۔ ان کے اندر خوف سایا  
ہوا تھا کہ میں ایسی چال چل سکتا، جو ابھی ان کی سمجھ میں  
نہیں آ رہی ہے۔ ہماڑی کے غار میں یہی ہوا تھا۔ میں انہیں  
زخموں سے چور دکھائی دے رہا تھا۔ مجھے گرفتار کرنے کے  
لیے ان کے آدمی وہاں گئے تھے اور سب کے سب مارے گئے  
تھے۔ ان کا بیلی کا پھر بھی تباہ ہو گیا تھا۔ میں وہاں سے کیسے بچ  
نکلا تھا یہ ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

وہ سوچ رہے تھے ”اب کوئی ایسی چال میں چل سکتا  
ہوں، جو بعد میں بھی ان کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔“  
سیکرٹری نے انٹر کام کے ذریعے رگھوناتھ سے کہا ”سرا!  
آپ کی شہریت جی کا فون ہے۔“

وہ ریلیو راتھا کر بولا ”ہیلو۔ میں اس وقت بہت مصروف  
ہوں۔ تھوڑی دیر بعد کال بیک کروں گا۔“

پوری نے کہا ”پہلے میری بات سن لیں۔ ہمارا بیٹا کل  
رات شملہ گیا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی اطلاع  
دے گا لیکن اب تک اس کی کوئی خبر نہیں ہے۔ میں صبح سے  
اب تک ہر ایک کھنٹے بعد فون کر رہی ہوں لیکن اس کا  
موبائل بند ہے۔“

وہ بولا ”کیا معیبت ہے۔ وہ بائیس برس کا جوان ہے۔  
اسے کچھ تو عقل سے کام لینا چاہیے۔ کیا وہ فون نہیں کر سکتا  
ہے؟“

”یہی سوچ کر دل گھبرا رہا ہے کہ وہ فون کیوں نہیں کر رہا  
ہے۔ وہ ایسا بھی لا پرواہ نہیں ہے کہ ماں کو بھول جائے۔“  
”کیا تم چاہتی ہو، میں ضروری کام چھوڑ کر شملہ جاؤں  
اور اسے تلاش کرنا رہوں۔“

”آپ اپنے جاسوسوں اور سپاہیوں کو حکم دے سکتے



سکتے تھے وہ گیت یاد کرو جو ہم گایا کرتے تھے "جنم جنم کا ساتھ ہے میرے ساجن۔"

"او گاؤ! تم کوئی فلمی کہانی سنارہی ہو۔ میں نے لندن میں ایسی ایک ہندی فلم دیکھی تھی۔"

"پلیز اسے فلمی کہانی نہ سمجھو۔ یہ سچ ابھی ہمارے تمہارے سامنے ہے۔ اسے مان لو۔"

"اچھا یہ بتاؤ۔ پہلے جنم میں میں کہاں تھا؟ میری موت کہاں ہوئی تھی اور کیسے ہوئی تھی؟"

وہ بولی "یہ ٹرین مدراس جاری ہے۔ مدراس سے پہلے ایک چھوٹا سا اسٹیشن آتا ہے۔ اس اسٹیشن اور گاؤں کا نام رتنم پٹی ہے۔ ہم وہاں رہا کرتے تھے۔ پتا جی نے ہماری شادی طے کر دی تھی۔ ایک محلے میں پہلوانوں کی کشتی ہو رہی تھی۔ تم نے وہاں میرے بھائی کو کشتی میں پھنسا دیا تھا۔"

اعلیٰ بی بی اور فرمان نے انیتا کے ساتھ بیٹھے ہوئے بھائی کو دیکھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بول رہی تھی "یہ تم سے ہارنے کے بعد تمہارا دشمن بن گیا تھا۔ اس نے ایک رات اپنے آدمیوں کے ساتھ تم پر حملہ کیا۔ تم نے بڑی جیداری سے مقابلہ کیا لیکن تم اکیلے تھے اور یہ چار تھے۔ اس نے چاقو سے حملہ کر کے تمہیں ہلاک کر دیا۔"

وہ صدمے سے ایک گہری سانس لے کر بولی "تمہاری موت کی خبر سننے ہی میں بے ہوش ہو گئی۔ ہوش میں آنے کے بعد صدمے سے نیم پاگل سی رہی۔ چند مہینے کے بعد میرے ہوش ٹھکانے آئے تو میں خوابوں میں اور خیالوں میں تمہیں دیکھنے لگی۔ تم میرے کانوں میں کہا کرتے تھے کہ ہمارا جنم جنم کا ساتھ ہے۔ تم واپس آؤ گے پھر سے جنم لے کر میرے پاس آؤ گے۔"

وہ اتنی محبت سے فرمان کو دیکھنے لگی جیسے ابھی بے اختیار اس سے لپٹ جائے گی۔ اس کے بھائی ہنس راج جو گیارہ سال کا تھا "میں تمہارا قاتل ہوں۔ تم سے شرمندہ ہوں۔ میرے پتا جی نے مجھے بہت کڑی سزا دی تھی۔ تین دن اور تین راتوں تک مجھے آدھا ننگا کر کے الٹا لٹکائے رکھا۔ وہ مجھے چابک سے مار رہا تھا۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "تم بہت طاقت ور دکھائی دیتے ہو۔ اپنے باپ کو چابک مارنے سے نہیں روک سکتے تھے؟"

"ہمارا باپ بوڑھا ہے مگر مجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔"

کالا جادو جانتا ہے۔ مہاگیاں ہے۔ آگے کیا ہونے والا ہے وہ پہلے سے بتا رہا ہے۔ میں اور انیتا جب کبھی مصیبت میں اس کو پکارتے ہیں تو وہ ہزاروں میل دور رہ کر بھی ہماری مدد کرتا

ہو۔ انسان کو سرور گری سب ہی برداشت کرنا چاہیے۔"

اس حسینہ کے سامنے نے انگریزی میں پوچھا "کیا تم ہم سے انگریزی میں باتیں کر سکتی ہو؟"

وہ بولی "ہم تھوڑی بہت ہندی بھی بول لیتے ہیں۔"

اس حسینہ نے خوش ہو کر فرمان سے پوچھا "کیا تمہارا نام انیل شرما ہے؟"

فرمان نے کہا "سوری، میں ہندو نہیں، مسلمان ہوں۔ میرا نام فرمان ہے۔"

وہ مایوس ہو کر اپنے ساتھی سے بولی "بھیا! یہ انیل ہے۔ اس سے بولو نا، یہ میرا انیل شرما ہے۔"

اس شخص نے کہا "میرا نام ہنس راج جوگیا ہے۔ یہ میری چھوٹی بہن انیتا شرما ہے۔"

ہنس راج جوگیا نے اعلیٰ بی بی کو دیکھا۔ فرمان نے کہا "یہ میری کزن عالی ہے۔"

اس نے پوچھا "کیا آپ یہ مانتے ہیں کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ جنم لیتا ہے؟"

"نہیں، ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد قیامت کے دن اٹھے گا۔"

"جنا اپنا عقیدہ ہوتا ہے۔ ہمارا عقیدہ بھی سچا ہے۔ انسان ایک جنم کے بعد دوبارہ جنم لیتا ہے۔ اس سچائی کا ثبوت تم خود ہو۔ تم دوبارہ جنم لے کر اس دنیا میں آئے ہو۔"

فرمان نے مسکراتے ہوئے کہا "تم ایسا مجھے ہو تو پھر سمجھتے رہو۔ میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

انیتا نے اسے بڑی لگن بڑی محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم نہیں مانو گے تو میرے لیے فرق پڑے گا۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، تمہیں خوابوں میں اور خیالوں میں دیکھ رہی ہوں۔ میرے پتا جی مہاگیاں ہیں۔ اپنے گیان دھیان سے آنکھ ہونے والی باتیں بتا دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا تم دوبارہ جنم لے چکے ہو اور کسی نہ کسی دن مجھ سے ملنے والے ہو۔ یہ سچ ہو رہا ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "تم بہن بھائی کی باتیں بڑی دلچسپ ہیں۔ سن کر نہ کاغز آئے گا۔"

ٹرین چلنے لگی۔ فرمان نے انیتا سے پوچھا "تم یہ کتنا چاہتی ہو کہ پہلے ایک بار میری موت ہو چکی ہے اس لیے یہ دوبارہ جنم لے؟"

"بالکل یہی بات ہے۔ تم پانچ برس پہلے مر گئے تھے۔ یاد کرو۔ میں سولہ برس کی تھی۔ تم تیس برس کے تھے۔ ایک دوسرے کے دیوانے تھے۔ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ

ہے۔ اس کے سامنے بڑے بڑے شکتی مان گھنٹے ٹیک دیتے ہیں۔"

انیتا نے کہا "پتا جی تو بھیا جو جان سے مار ڈالنے عمران کو اپنے گیان سے معلوم ہو گیا تھا کہ تم دوبارہ جنم لے چکے ہو اور اس دوسرے جنم میں میری شادی تم سے ہو جائے گی۔ یہ گیان حاصل ہونے کے بعد انہوں نے بھیا کو اس شرط پر معاف کیا کہ جب تک تم نہیں ملو گے تب تک بھیا میرے باڈی گارڈ بن کر میرے ساتھ رہا کریں گے۔"

وہ اپنی برتھ سے اٹھ کر فرمان کے پاس آکر بیٹھ گئی پھر بولی "اب تم مل گئے ہو۔ بھیا باڈی گارڈ بن کر نہیں رہیں گے میں ان کو آزاد کرتی ہوں۔ اب یہ میری سیوا نہیں کریں گے۔"

فرمان کھٹک کر اعلیٰ بی بی کے قریب ہو گیا۔ انیتا سے ذرا فاصلہ رکھ کر بولا "پلیز تم اپنی برتھ پر جاؤ اور عقل سے کام لو۔ میں تمہارا محبوب انیل شرما نہیں ہوں۔"

اعلیٰ بی بی نے انیتا کے دماغ میں پھنسا چاہا۔ وہ سانس روک کر خلا میں تنکے لگی۔ سوچنے لگی "یہ کوئی میرے اندر آتا چاہتا ہے؟ اب آئے گا تو میں سانس نہیں روکوں گی۔ معلوم کروں گی وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے خیال خوانی کے ذریعے فرمان سے کہا۔ "انیتا کو یوگا میں مہارت حاصل ہے۔ ہم دونوں ان بہن بھائی کے خیالات نہیں پڑھ پائیں گے۔ اتنا تو اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ پراسرار ہیں۔ ان کا باپ پراسرار علوم جانتا ہے اور مہاگیاں کھاتا ہے۔"

انیتا کھٹک کر اس کے قریب ہو کر بولی "پلیز میرے ساتھ لگے رہو۔ میرے بدن کی آج لگے گی تو تمہیں پچھلے جنم کی باتیں یاد آئے لگیں گی۔ سچ بتاؤ، کیا مجھ میں کشش نہیں ہے؟ پہلے تم میری طرف کھینچے چلے آتے تھے۔"

وہ ذرا اور لگ کر بیٹھ گئی۔ فرمان نے فریج میں کہا "عالی! یہ تو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ اب سے پہلے پراسرار علوم جاننے والی بہت عمارہ کے چنگل میں تھے۔ وہ تمہاری ماں بنی ہوئی تھی۔ یہ تمہاری محبوبہ بن رہی ہے۔ اس کا باپ بھی پراسرار علوم جانتا ہے۔ تمہارا توالدہ ہی حافظ ہے۔"

انیتا نے فرمان سے پوچھا "یہ تم سے کیا کہہ رہی ہے؟ تم دونوں کو ہندی بولنا چاہیے۔"

"ہم اپنی باتیں اپنی زبان میں کرتے ہیں۔ تم سے ہندی

میں بولیں گے اور یہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اپنی برتھ پر جاؤ۔"

ہنس راج جوگیا نے کہا "تم میری بہن سے پچھا چھڑانے والی باتیں نہ کرو۔ میں اس کی انسٹل برداشت نہیں کروں گا۔"

پھر وہ اعلیٰ بی بی سے بولا "مس عالی! تم یہاں میرے پاس آ جاؤ۔ ان دونوں کو آزادی سے ملنے دو۔"

وہ فرمان سے بولی "ابھی تلخی پیدا نہ کرنا۔ غصہ آنے تو برداشت کر لینا۔ پہلے معلوم تو ہو، ان کا باپ کتنے پانی میں ہے۔ پھر وہ جوگیا سے بولی "پہلے ہم اپنی اپنی برتھ پر رہ کر ضروری باتیں کریں گے۔"

"سب سے ضروری بات یہی ہے کہ میری بہن کو اس کا بچہزا ہوا پریمی مل گیا۔ ان دونوں کو پریم کرنے دو۔"

"اس سے بھی ضروری بات یہ ہے کہ اپنے باپ سے پہلے رابطہ کرو۔ وہ مہاگیاں ہے۔ اس سے پوچھو، ہم سے یہ ملاقات تمہارے لیے سازگار رہے گی؟ ذرا سوچو انیل شرما کی طرح انیتا نے کوئی دو سرہ جنم نہیں لیا ہے پھر یہ انیل شرما کے دوسرے جنم میں کیسے مل سکتی ہے؟"

جوگیا نے ناگوار سے پوچھا "تم کتنا چاہتی ہو؟ کیا انیتا کو مرنا ہوگا۔ انیل کو پانے کے لیے دوسرا جنم لینا ہوگا؟"

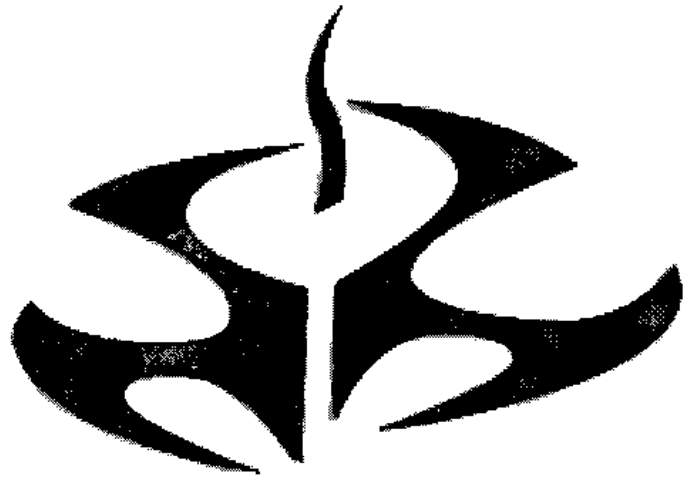
"یہ مجھ سے نہیں، اپنے مہاگیاں باپ سے پوچھو۔ اگر انیل نے تمہارے عقیدے کے مطابق دوبارہ جنم لیا ہے تو اسے حاصل کرنے کے لیے انیتا کو مرنے کے بعد دوبارہ جنم لینا ہوگا۔ اصول کے مطابق یہی ہونا چاہیے۔"

انیتا نے سم کر کہا "ایسی باتیں نہ کرو۔ میں نہیں مروں گی۔ مجھے اسی جنم میں میرا انیل مل رہا ہے۔"

فرمان نے کہا "یہ نظروں کا دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔ بعد میں پتا چلے گا کہ تھوڑی دیر کے لیے یہ ملاقات ہوئی تھی۔ میں خواب کی طرح آتا تھا۔ آٹھ کھلتے ہی خواب گزر گیا۔ عالی کی بات مانو۔ اپنے باپ سے رابطہ کر کے پوچھو۔"



Scanned By:



Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com  
aleeraza@hotmail.com

Scanned by azzamm@UrduFanz.com

فرمان کو اور اعلیٰ بی بی کو سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ وہ کہہ رہی تھی ”پتا جی! انیل سے میرا ملن کیسے ہوگا؟ اس کے ساتھ ایک لڑکی ہے۔ یہ کہہ رہی ہے کہ انیل کو حاصل کرنے کے لیے مجھے ایک بار مرنا ہوگا پھر دو سرا جنم لینا ہوگا۔ کیا یہ سچ ہے؟ آگے کی باتیں تم ہی بتا سکتے ہو کہ میرا اس سے ملن کیسے ہوگا؟“

”جے ہواں کالی کہ میں نے تمہیں پہلے نہیں بتایا تھا کہ اس کا اور تمہارا ملن کتنن ہے۔ کیونکہ تم موت سے ڈرتی ہو۔ مرنا نہیں چاہو گی تو وہ تمہارے لیے ایک سایہ بن جائے گا۔ تم سائے کے پیچھے بھاگتی رہو گی۔ وہ نہیں ملے گا۔“

”پتا جی! ایسا مت بولو۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ اپنی بی بی کے لیے تمہیں کچھ کرنا ہی ہوگا۔“

”میں جانتا تھا۔ جب کبھی انیل دو سرا جنم لے کر آئے گا تو تمہارے من کی شناختی کے لیے مجھے کچھ کرنا ہی ہوگا۔ میں نے تمہارے لیے بہت ہی کتنن منتروں کا جاپ کیا ہے اور تم پر آنے والی موت کو تمہارے بھیا ہنس راج جو گیا کی طرف موڑ دیا ہے۔ وہ اپنی جان دے گا۔ تمہارے لیے اپنی بی بی دے گا تو انیل کا دل تمہاری طرف کھینچ جائے گا۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”پتا جی! تم بہت اچھے ہو۔ اپنے بیٹے سے زیادہ مجھے چاہتے ہو۔ جبکہ دوسرے ماں باپ بیٹوں کو چاہتے ہیں۔“

”تم اندر کی بات نہیں جانتیں۔ یہ میرا اپنا بیٹا نہیں ہے۔ میں اس سے فاضل منتر پڑھانے کا کام لیتا رہتا ہوں۔“ وہ ہنس راج جو گیا کو مخاطب کرتے ہوئے بولا ”میں تمہارا باپ چننا ل جو گیا بول رہا ہوں۔ تم کہتے رہتے ہو کہ خوب صورت نہیں ہو۔ عورتیں تم سے دور بھاگتی ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ تمہارا جسم اور چہرہ بدل دوں گا۔ آج بدلنے کا وقت آ گیا ہے۔“

وہ بولا ”میں تیار ہوں۔ مجھے کیا کرنا ہوگا؟“

”ابھی تمہیں اپنی جان دینی ہوگی۔ چیسے ہی تمہاری آتما اس موجودہ جسم سے نکلے گی۔ میں اس آتما کو ایک بہت ہی خوب رو اور قد اور جوان کے جسم میں پہنچا دوں گا۔ تم ایک پرکشش نوجوان کے روپ میں ایک نئی زندگی حاصل کرو گے۔“

وہ اپنے بھائی سے بولی ”بھیا مجھے ان کی باتوں سے ڈر لگ رہا ہے۔ تم پتا جی کو بلاؤ۔ ہم ان سے بات کریں گے۔“

انیتا نے اٹھ کر اپنے سامان سے بیٹل کی تھالی ’موم بتی‘ لوہان‘ سیندور اور دیا سنائی نکالی۔ ہنس راج جو گیا وہ تمام چیزیں لے کر دونوں برتھ کے درمیان فرش پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ فرمان نے پوچھا ’کیا جادو کر کے اپنے باپ کو بلا رہے ہو؟‘

انیتا نے سر ہلا کر کہا ”ہاں۔ پتا جی یہاں آئیں گے لیکن دکھائی نہیں دیں گے۔ ہمیں ان کی آواز سنائی دے گی۔“

ہنس راج جو گیا موم بتی جلا کر تھالی پر رکھ رہا تھا۔ زیر لب منتر پڑھتا ہوا ’لوہان‘ کے سفوف میں سیندور ملا رہا تھا۔ ٹرین کے اس کیبن کا ماحول اچانک ہی بدل گیا تھا۔ موم بتی کی لوہ پر لوہان پھرنے کے باعث دھواں اٹھ رہا تھا۔ وہ ماحول طلسمی ہو رہا تھا۔ ٹرین کھٹ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ تیز رفتار سے جا رہی تھی۔

وہ ہنس بھائی ایک دوسرے کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان رکھی ہوئی تھالی پر موم بتی روشن تھی۔ اس کی لوکے آس پاس سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ وہ دونوں تھالی پر سر جھکا کر لوہان کے دھوئیں میں سانس لینے لگے۔ انیتا نے آہستگی سے پکارا ”پتا جی۔!“ ہنس راج جو گیا نے بھی پکارا ”پتا جی۔“ میں ہوں ہنس راج جو گیا۔ تمہارا بیٹا۔“

انیتا نے کہا ”میں ہوں آپ کی بیٹی۔ انیتا شرما۔ ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ آجاؤ۔ آجاؤ۔“

ایک بھاری بھر کم آواز انیتا کے کانوں میں سنائی دی ”جے ہواں کالی کی۔ میں ہوں تمہارا باپ چننا ل جو گیا۔“

وہ خوش ہو کر بولی ”بھیا! پتا جی میرے کانوں میں بول رہے ہیں۔ پتا جی! ایک بہت بڑی خوش خبری ہے۔ مجھے میرا انیل شرمال گیا ہے۔ یہ اس وقت میرے ساتھ ٹرین کے کیبن میں ہے مگر یہ اس جنم میں مسلمان ہے خود کو بھول گیا ہے۔“

اس کے باپ چننا ل جو گیا کی آواز سنائی دی ”چننا کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ تیرا ہو جائے گا۔“

اپنے باپ کی باتیں صرف بی بی ہی سن رہی تھی۔ بیٹے کو

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات 45 ویں حصے

میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ 2004 میں شائع ہوگا